[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترجمہ اردو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار

۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب اجارہ کے احکام میں مترجم کہتا ہے [illegible] اجارہ [illegible] کو اور مزدوری [illegible] بولتے ہیں تقدیم الھبۃ لکونھا تملیک عین وھذہ تملیک منفعۃ منفعت [illegible] اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے [illegible] عین نہی اور اعیان [illegible] منافع [illegible] کی اور تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وھی ما یستحق علی عمل الخیر ولذا ید عی بہ یقال اعظم اللہ اجرک لغت میں اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ ہے جو کہ کام پر مستحق ہو [illegible] آخرت [illegible]

ھہ اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کے معنی [illegible] کام [illegible] فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء مثلثا وسے سے کہا شارح کی عبارت [illegible] عینی کی [illegible] دلالت [illegible] المنتقی یعنی [illegible] اجرت کی [illegible] کرایہ اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہے وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بھا او دابۃ لیجنبھا بین یدیہ او دارا لا لیسکنھا او عبدا او دراھم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانھا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجی اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے [illegible] منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ پر لئے تاکہ اونسے تجمل و آرایش حاصل کرے یا [illegible] کرایہ سے آگے کوتل چلائے یا مکان کرایہ لیا نہ اسواسطے کہ اوس میں سکونت کرے یا غلام یا درہم یا سوا اسکے اور چیز کرایہ لے نہ اسواسطے کہ استعمال میں لاوے [illegible] گمان کریں آدمی کہ وہ چیز اوسی کی مملوک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر ملیگا اسواسطے کہ تجمل وگمان [illegible] منفعت غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البزازیہ اور اسکا ذکر آگے آویگا ھہ نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئے [illegible] تعریف [illegible] فاسدہ [illegible] شامل [illegible] اسواسطے کہ نفع اور عوض میں معلوم اور معین ہونیکی قید نہیں لگائی اشیاء مذکورہ کے اجارہ میں اجرت ثابت ہوگی [illegible] نفع غیر مقصود میں استعمال کرے

اور یہہ جو فقہا کا قول ہے کہ اجارۂ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اوس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود میں استعمال ہوئی ہو وما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانھا ثمن المنفعۃ اور جو چیز ثمن یعنی بیع میں بدل ہونیکی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری

ہونیکی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ثم ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت
ہونیکی بھی صلاحیت رکھتا ہی وَلَا يَنْعَكِسُ كُلِّيًّا فَلَا يُقَالُ مَا لَا يَجُوزُ ثَمَنًا لَا يَجُوزُ اُجْرَةً لِجَوَازِ اِجَارَةِ الْمَنْفَعَةِ بِالْمَنْفَعَةِ اِذَا اخْتَلَفَا كَمَا سَيَجِيْئُ
اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہوتا تو یون نہ بولین گے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارۂ منفعت کے
بعوض منفعت کے جب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ثم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت
ارض سے کہ یہہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وَتَنْعَقِدُ بِاَعَرْتُكَ هٰذِهِ الدَّارَ
شَهْرًا بِكَذَا لِاَنَّ الْعَارِيَةَ بِعِوَضٍ اِجَارَةٌ بِخِلَافِ الْعَكْسِ اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہہ گھر عاریت دیا ایک مہینہ بھر
بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہہ گھر مین نے
تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر اَوْ وَهَبْتُكَ اَوْ اَجَرْتُكَ مَنَافِعَهَا شَهْرًا بِكَذَا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ
اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر
بعوض اسقدر کے اَفَادَ اَنَّ رُكْنَهَا الْاِيجَابُ وَالْقَبُولُ مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہی ط طحطاوی نے کہا
شاید کہ یہہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی (یعنی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب و قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ
رکنیت ایجاب و قبول کی منعقد کے لفظ سے نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب و قبول کے ربط سے وَشَرْطُهَا كَوْنُ الْاُجْرَةِ وَالْمَنْفَعَةِ مَعْلُومَتَيْنِ لِاَنَّ
جَهَالَتَهُمَا تُفْضِي اِلَى الْمُنَازَعَةِ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف پہنچاتا ہی
وَحُكْمُهَا وُقُوعُ الْمِلْكِ فِي الْبَدَلَيْنِ سَاعَةً فَسَاعَةً اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور
گھڑی گھڑی ثم وجہ اسکی یہہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوجاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا
تو بالضرور تراخی فی المنفعہ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وَهَلْ تَنْعَقِدُ
بِالتَّعَاطِي ظَاهِرُ الْخُلَاصَةِ نَعَمْ اِنْ عُلِمَتِ الْمُدَّةُ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ اِنْ قَصُرَتْ نَعَمْ وَاِلَّا لَا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب و
قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی
کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہین ہوتا ثم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز
نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا او مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہہ اجارہ جدیدہ ہوگا تعاطی سے
اور یتیمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی ناوین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا سقے سے
پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھہ حاجت نہین کذا
فی الطحطاوی عن العالمگیریہ عن التاتارخانیہ وَيُعْلَمُ النَّفْعُ بِبَيَانِ الْمُدَّةِ كَالسُّكْنٰى وَالزِّرَاعَةِ مُدَّةً كَذَا اَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ وَاِنْ طَالَتْ وَلَوْ مُضَافًا
كَاٰجَرْتُكَهَا غَدًا وَلِلْمُوْجِرِ بَيْعُهَا وَتَبْطُلُ الْاِجَارَةُ بِهٖ يُفْتٰى خانیہ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار
اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے
دن اور موجر کو اوس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ ثم مدت
طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر او مستاجر اس مدت تک زندہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی
اور تابید مبطل اجارہ ہی یہہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی وَلَمْ تَزِدْ فِي الْاَوْقَافِ عَلٰى ثَلٰثِ سِنِيْنَ فِي الضِّيَاعِ وَعَلٰى سَنَةٍ فِي
غَيْرِهَا كَمَا مَرَّ فِي بَابِهٖ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین

چنانچہ گھر اور دکان میں جسطرح باب الوقف میں اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقوداً متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول
لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیۃ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود
مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف
بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اوسکا فسخ کرڈالنا جائز ہی کذا فی الخانیہ وفیہا لو شرط الواقف مدۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا
فیوجرھا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارۂ وقف کی مدت شرط کرے تو اوس شرط کی پیروی لازم ہی
مگر جب کہ اوسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اوسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف ہر بیت
سب پر نافذ ہی قلت وقدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجی متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون
اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوی ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہوا اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اوسکی طرف رجوع کرنا
چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو آجرھا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ
صحیح نہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی نفع
الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو
کل مین فاسد ہوگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دیکر نفع الوسائل کے قول پر جو نفع الوسائل
مین مذکور ہی کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا
اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی
علی اشجارہا بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اوس امر فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی وقف یا یتیم کے باغ لینے سے
بطور مساقاۃ کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اوس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقاۃ کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر
بعوض ایک سہم کے ہزار سہم سے یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کیواسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی
فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین نہ مساقاۃ مین یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے
تو خود ظاہر ہی لیکن مساقاۃ کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقاۃ عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض
قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اوسکا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد
بطریق اولی فساد ہی مساقاۃ کا اسواسطے کہ ہر ایک اون دونون مین سے یعنی ہر ایک اجارہ اور مساقاۃ سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہی م منح الغفار
مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہہ ہی کہ
پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح
نہوگا انتہی وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہی اور با وجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو
چنانچہ مساقاۃ مذکورہ تو اوسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہی ضمیر مفادہ کی اوسکی طرف راجع ہی جو اوسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی
قلت وقیدوا سرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محلہ ولا یتعدی
کجمع بین عبد ومدبر فتدبر مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل عقد مین فساد پھیلیگا
جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا
عقد واحد مین تو اسکو تامل کر م یہہ شارح نے نفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہی تو زیادہ پر

ٹھہرا رہیگا اور اصل کلیہ ٹہیگا کذا فی الطحطاوی وَجَعَلُوہُ ایضاً مِنَ الفَسَادِ الطَّارِی فَتَنَبَّہ اور یہ بھی کہ جو مضمون فی عمل لاجارہ کو فساد طاری قرار دیا گیا
تو آگاہ رہو م یہ دوسری تائید ہی یعنی جب کہ یہ مسئلہ طاری ہو تو کل عقد میں سرایت نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اصل میں اسواسطے کہ
سلب عقد میں داخل ہی اور طاری وہ ہی جو بعد عقد کے متحقق ہو وَمِنْ حَوَادِثِ الرُّومِ وَصِیُّ زَیدٍ بَاعَ ضَیعَةً مِن تَرِکَتِہِ لِدَینٍ عَلَیہِ اَنَّہَا مِلکُہُ ثُمَّ ظَہَرَ اَنَّ
بَعضَہَا وَقفُ مَسجِدٍ ہَل یَصِحُّ البَیعُ فِی البَاقِی اَجَابَ فَرِیقٌ نَعَم وَفَرِیقٌ لَا وَاَلَّفَ بَعضُہُم رِسَالَةً مُلَخَّصُہَا تَرجِیحُ الاَوَّلِ فَتَاَمَّل اور ملک
روم کے حوادث سے یہ مسئلہ سوال ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے ترکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اوسکے دین کیواسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہی پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہی کیا باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہی اور دوسرے فریق نے جواب دیا
کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہی تو اسکو تامل کر م شارح نے امر تامل سے
انفع الوسائل کی تقویت کیطرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہی کہ
عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وَفِی جَوَاہِرِ الفَتَاوَی اَجَرَ ضَیعَةً وَقفًا ثَلٰثَ سِنِینَ وَکَتَبَ فِی الصَّکِّ اَنَّہُ اَجَرَ ثَلٰثِینَ
عَقدًا کُلُّ عَقدٍ عَقِیبَ الاٰخَرِ لَا تَصِحُّ الاِجَارَةُ وَہُوَ الصَّحِیحُ وَعَلَیہِ الفَتوَی صِیَانَةً لِلاَوقَافِ ثُمَّ قَالَ وَلَو قَضَی قَاضٍ بِصِحَّتِہَا تَجُوزُ وَیَرتَفِعُ
الخِلَافُ انتہی اور جواہر الفتاوی میں ہی کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اوسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اوقاف کی حفاظت کیواسطے یعنی تاکہ آئندہ کسی وقت میں متصرف
سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نکرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی
م رفع خلاف اوسوقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی اور دوسرا البطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے
کذا فی الطحطاوی قُلتُ وَسَیَجِیءُ اَنَّ المُتَوَلِّیَ وَالوَصِیَّ لَو اَجَرَا بِدُونِ اَجرِ المِثلِ یَلزَمُ المُستَاجِرَ تَمَامُ اَجرِ المِثلِ وَاَنَّہُ یَعمَلُ بِالاَنفَعِ لِلوَقفِ میں
کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اوسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہو وقف کیواسطے
وَفِی صُلحِ الخَانِیَةِ مَتَی فَسَدَ العَقدُ فِی البَعضِ بِمُفسِدٍ مُقَارِنٍ یَفسُدُ فِی الکُلِّ اور صلح خانیہ میں ہی کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب ایسے مفسد کے
جو مقارن ہی عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا م مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہی قاری ہدایہ کے فتوی کی تقویت کیواسطے وَیُعلَمُ النَّفعُ اَیضًا
بِبَیَانِ العَمَلِ کَالصِّیَاغَةِ وَالصَّبغِ وَالخِیَاطَةِ بِمَا یَرفَعُ الجَہَالَةَ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ زرگری اور رنگ سازی
اور درزیگری اسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کردے م عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ
سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہی اور درزیگری میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہی اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضروری ہے
ولہذا محیط میں ہی کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہی اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت میں مختلف ہوتا ہی انتہی فَیُشتَرَطُ فِی استِیجَارِ الدَّابَّةِ لِلرُّکُوبِ بَیَانُ الوَقتِ وَالمَوضِعِ فَلَو خَلَا عَنہُمَا فَہِیَ فَاسِدَةٌ بَزَّازِیَہ
تو سواری کیواسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ
بیان کو رافع جہالت نہیں وَیُعلَمُ اَیضًا بِالاِشَارَةِ کَنَقلِ ہٰذَا الطَّعَامِ اِلَی کَذَا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ لیجانا اس گیہوں کا
فلانے مکان تک م ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہی کہ نقل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر وَاعلَم اَنَّ الاَجرَ
لَا یَلزَمُ بِالعَقدِ فَلَا یَجِبُ تَسلِیمُہُ بَل بِتَعجِیلِہِ اَو شَرطِہِ فِی الاِجَارَةِ المُنَجَّزَةِ اور معلوم کر کہ اجرا اور مزدوری لازم نہین عقد سے
تو واجب نہین اوسکی تسلیم یعنی ادا کرنا اگر بالعقد [illegible] بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا بالعادہ حاضرہ میں تعجیل کی شرط [illegible] سے لازم التسلیم [illegible]
کہ مستاجر اول مزدوری ادا کردی [illegible] کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ اَمَّا المُضَافَةُ فَلَا تُملَکُ فِیہَا الاُجرَةُ بِشَرطِ التَّعجِیلِ اجماعا

اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقوداً فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ
تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وھبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارۂ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت کے مالک ہونیکا
فتوی دیا جاے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی م شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطلب ظاہر نہوگا اجارۂ مذکورہ
بخارا مین متعارف ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات
باقی نہ رہے اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو
عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سواے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارۂ مضافہ مین
اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے
اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اپنی
اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اسمین اشتراط التعجیل باطل ہی اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی ولہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو
معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہے اور اگر شارح یون کہتا (وقیل تجعل عقداً واحداً فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا
القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے او تمکنہ منہ الا فی
ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر اون تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین اول جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت مین اگر مستاجر
استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم واقع ہوئی یا وہ چیز اوسکے اسباب سے فارغ تہین یا فارغ تسلیم کی مدت
کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ مین رکھا اور اوسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہین
لیکن حاکم یا غاصب نے اوسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون مین سے پہلی صورت یہ ہے
کہ قدرت علی الاستیفا اجارۂ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت
یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا اور بدون پہنے کے تو اجرت لازم نہوگی اوس مدت کے بعد کہ اگر اوسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ
جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اوسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اوس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا
بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی
تو اجرت واجب ہوگی اوس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اوسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی وھذا اذا کانت
الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین مشرح بیان کیا ہی وظاہر ما فی
الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرتہ فی الفاسد بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف تو وقف کی اجرت
فاسد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہین آیا اور اجناس مین جزم و مصرح ہی کہ وقف کی اجرت
اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم
ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وھل مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی البیع وفاء علی
ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کیواسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے

اجارہ والی چیز بموجب فتوے علماء روم بھی اسیطرح ہو جیسے کے مانند ہو تردد کا مقام ہو تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں چنانچہ ہم مذکور کر چکے اسواسطے
کہ اگر اجارہ صحیح ہو تو قدرت انتفاع عین کافی ہو اور اگر اجارہ فاسد ہو تو اوسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں ہے استجارہ بیع الوفا کی یہ صورت ہو کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے
اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچے اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھہ میں باقی رہی تو
علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال کما ہمین یہ غلط ہو کہ بعد انقضاے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی وبقوله
ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولة بین المستاجر والعین لان حقیقة الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت
انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہو جاتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقة غصب کی جاری
نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہو گئی وهل تنفسخ بالغصب قال فی الهدایة
نعم خلافا للقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہو جاتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض
المدة فبحسابه اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اوسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا
بشفاعة او حمایة اشباه مگر جب کہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہو گی کذا فی الاشباه
اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اوسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاه المستاجر ولا بینة له یحکم الحال کمسئلة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو نزاع کے
حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اوسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اوسپر کرایہ نہو گا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کی مستاجر
اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو
موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد ذخیره اور گھر کے رہنے والے کا قول
مقبول نہوگا اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرة یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم
ہوگی کذا فی العالمگیریه وبقوله ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرته لانه لم یملکه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول
سے تفریع کی اور آزاد نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اسکی
یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہو گا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہو جاتی والمراد من تمکنه من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع
من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کیطرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمه العین
الموجرة بعد مضی بعض المدة الموجرة فلیس لاحدهما الامتناع من التسلیم والتسلم فی باقی المدة اذا لم یکن فی مدة الاجارة
وقت یرغب فیها لاجله تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونون میں سے کسیکو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع
جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب امتناع دینے
اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیها ای فی العین الموجرة وقت کذلک کبیوت مکة ومنی وحوانیتهما زمن الموسم فانه
لا یرغب فیها بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجله خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ
کی چیز میں ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دوکانین موسم حج کے زمانے
میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اونکی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوسوقت میں تسلیم نکرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے

باقی مدت کے قبض مین جانے سے چاہے نہ لے چنانچہ بیع مین کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خرید کیے قبل موسم حج کے سو تسلیم واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید مین اختیار ہوگا ولو سلّمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ اِنْ اَمکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اوسکے کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین تو واجب نہین کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمین رہ مگر اوسنے دروازہ کھول نہین دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا مین اوسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا مئونت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہین کہ تمنے کیون نہ قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اوسمین داخل ہوا کذا فی عالمگیریہ قلتُ وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بھذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صیرفیہ مین کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی سے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ صحیح نہوا کذا فی الصیرفیہ ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہو مستاجر کہتا ہو کہ مین قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہو کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہو کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہو اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہو کذا فی الطحطاوی ولو برھنا فبینۃ الموجر ذخیرہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہی یہہ تشبیہ ہی مجر مستاجر کی ساتھہ منح الغفار مین کہا گھر خریدکیا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی المنح وقیل اِنْ قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فھو تسلیمٌ والا لا کما بسطہ المصنّفُ اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے

وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بیّن تعیّن اور موجر کو جائز ہی گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل مین جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوھا من الصنائع اذا فرغ وسلم فھلاکہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اسکے اور پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اسمین مزدوری کا مطالبہ درست نہین بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اوس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ھم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اوسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہے وکذا کل من لعملہ اثرٌ اور اسیطرح ہر ایک اوس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑہی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر لہ کحمّال لہ الاجر کما فرغ وان لم یسلّم اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اوسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم واقع ہو ھم تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلہ عمل فی بیت المستاجر درزی وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت اور تسلیم کے اگرچہ درزی وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ھم مصنف کا یہہ قول اسکو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہی اور گھر اوسکے قبضے مین ہی تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو بموجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہی لیکن تسلیم کا بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تا وقتیکہ عمل سے انفراغ نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب

قولہ فھلاکہ بصیغۃ المصدر مبتداء وقولہ یسقط الوجہ خبر ۱۲ طحطاوی

اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہے کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اوسکی چوری ہوجاے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت
ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی درر مین ہے کہ بموجب ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط
اور فوائد ظہیریہ و ذخیرہ اور شروح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہوجاے
کچھ سینے کے بعد تو اوسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لو سُرِقَ بعدما خاط بعضه او انهدم بعدما بناه فله الاجر
بحسابه على المذهب بحر و ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاے بعد اسکے کہ درزی نے اوسکو کچھ سیا یا کچھہ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر
ثابت ہوگا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کی کذا فی البحر و ابن کمال ھم یہ استدراک بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہے تو اجرت
واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اوٹھانا تو نہین ہوتا
مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہے کہ مسئلہ بنا خواص مین متصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اوسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے
نقل کیا ہی اور اسی پر تعین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کر کے تو یہی مذہب ٹھہرا و لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو پسند کیا ہی اگرچہ
اوسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوبٌ خاطه الخياط بأجرٍ ففتقه رجلٌ قبل ان يقبضه ربُّ الثوب فلا اجر له بل له تضمين
الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اودھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اوسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون
اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا يُجبر على الاعادة وان كان الخياط هو الفاتق فعليه الاعادة كانه لم يعمل كما في
فتق الاجنبي اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اودھیڑنیوالا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اوسنے نہ سیا تھا برخلاف
اجنبی یعنے اجنبی شخص کے اودھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وهل للخياط اجر التفصيل بلا خياطة الاصح لا اشباه لكن في
حاشيتها معزيا للمضمرات المفتى به نعم وقال المصنف ينبغي ان يحكم العرف انتهى ثم رأيت في التاتارخانية معزيا للكبرى
ان الفتوى على الاول فتأمل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہین قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے
مزدوری نہین کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہہ ہے کہ ہان اجرت ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہے
کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوی کبری سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر ھم صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے
کے واسطے دیا سو اوسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کروانا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے فتامل کذا فی الطحطاوی وللخباز طلب الاجر للخبز في بيت المستاجر بعد اخراجه
من التنور لان تمامه بذلك وباخراج بعضه بحسابه جوهرة اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر
مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب کے موافق اجرت
لازم ہوگی کذا فی الجوہرۃ فان احترق بعده اي بعد اخراجه بغير فعله فله الاجر لتسليمه بالوضع في بيته ولا غرم لعدم
التعدي وقالا يغرم مثل دقيقه ولا اجر وان شاء ضمنه الخبز واعطاه الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ
روٹی جل جاے تو اوسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اوسکی
بے تعدی کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اوسکے آٹے کی برابر اور اوسکی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان
لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبله لا اجر له ويغرم اتفاقا لتقصيره درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور
سے نکالنے سے پہلے تو اوسکی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر و ان لم يكن

الخبز فيه اي في بيت المستاجر سواء كان في بيت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسليم حقيقة ولا ضمان لو سرق لانه في يده امانة خلافا لهما وهي مسئلة الاجير المشترك جوهره اور اگر مستاجر کے گھر مین روٹی نہ پکوائی نانبائی کے گھر مین پکائیں اور پھر جل جائے یا چوری جائے تو اوسکے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوسپر تاوان نہیں اگر چوری جائے اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت ہے بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی الجوہرہ ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من يده قبل الاخراج فعليه الضمان ثم المالك بالخيار فان ضمنه قيمته مخبوزا فله الاجر وان ضمنه قيمته دقيقا فلا اجر له للهلاك قبل التسليم ولا يضمن الحطب والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھہ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو تاوان پڑیگا اوسپر پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اوس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اوسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اوسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہیں وللطبخ بعد الغرف الا اذا كان لاهل بيته جوهره والاصل في ذلك العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ مستاجر کے گھروالون کیواسطے ہو تو اوسکے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ اسمین رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل مین نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسده اي الطعام الطباخ او احرقه اولم ينضجه فهو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا اوسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار ليخبز او ليطبخ بها فوقعت منه شرارة فاحترق البيت لم يضمن للاذن ولا يضمن صاحب الدار لو احترق شئ من السكان لعدم التعدي جوهره اور اگر مستاجر کے گھر مین باورچی آگ لیگیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اوس مین سے ایک چنگاری گھر مین پڑی اور گھر جل گیا تو اوسپر تاوان نہیں بسبب اذن کے اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاے رہنے والون کا بواسطہ عدم تعدی کے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے وكضرب اللبن بعد الاقامة وقالا بعد تشريجه اي جعل بعضه على بعض وبقولهما يفتى ابن كمال معزيا للعيون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وهذا اذا ضربه في بيت المستاجر فلو في غير ملكه فلا اجر حتى يعده منصوبا عنده ومشرجا عندهما زيلعي اور یہ اوسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر مین اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک مین اینٹ پاتھی ہو تو اجر واجب نہیں جبتک شمار نکردے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم مستصفی مین تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجر ثابت ہوگی کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الملبن على اللبان والتراب على المستاجر وادخال الحمل المنزل على الحمال لا صبه في الجوالق او صعوده للغرفة الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ ہے اور مٹی اینٹ پتھائی والے مستاجر پر ہے اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانے والے پر ہے نہ اوسکا ڈالنا اور بھرنا بوریون مین یا اوسکا چڑھا لیجانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے والاكاف دابة لحمل على المكاري وكذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کیواسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور اسیطرح رسیان اور گونین مکاری پر ہین والحبر على الكاتب واشتراط الورق عليه يفسدها ظهيرية اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ کا شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ ومن كان لعمله اثر في العين كالصباغ والقصار حبسها لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز مین جیسے رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اوس چیز کو روک رکھے یا اوس مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کیواسطے ہم دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ حبس یہ ہے کہ معقود علیہ وصف ہے جو محل مین

ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کیواسطے ہوا چنانچہ بیع مین کذا فی الدرر وَهَلِ المرادُ بالاثرِ عينٌ مملوكةٌ للعاملِ كالنشاءِ والغراءِ او مجردُ ما يُعاينُ ويُرى
قولانِ اصحُّهما الثانی فغاسلُ الثوبِ وكاسرُ الفستقِ والحطبِ والطحّانُ والخيّاطُ والخفّافُ وحالقُ رأسِ العبدِ لهم حبسُ
العينِ بالاجرِ علی الاصحّ مجتبیٰ اور آیا اثر سے کام کرنیوالے کیکوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور سریش یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے
اور دکھائی دے اسمین دو قول ہین یعنی ایک قول یہ کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ مین مملوک ہو یا نہو دونون قولون مین سے
صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دہونیوالا اور پستہ توڑنیوالا اور لکڑی چیرنیوالا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنیوالا ان سب کو رک کرنا
چیز کا اجرت لینے کیواسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ہم بحرالرائق مین ہے کہ مستصفی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین مین حق حبس نہین
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی دُرر مین نہایہ عن قاضیخان
مذکور ہے کہ جب دہوبی کے عمل کا اثر نہو سوا میل چھوڑانیکے اسمین اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اوسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال مین اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی
دہوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وَهٰذا اذا كانَ حالًّا امّا اذا كانَ الاجرُ مؤجّلًا فلا يملكُ حبسَها كعملِهِ في
بيتِ المستأجرِ للتسليمِ حكمًا اور یہ یعنی حق حبس اوسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اوسکے حبس کر رکھنیکا مالک
نہین جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے مین حبس کا اختیار نہین بسبب تسلیم حکمی کے وَيَضْمَنُ بالتعدّي ولو في بيتِ المستأجرِ غاية اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا
تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الغایۃ فَاِنْ حَبَسَ فضاعَ فلا اجرَ ولا ضمانَ لعدمِ التعدّي سو اگر اجیر نے چیز روک
رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اوسکی مزدوری نہین اور تاوان بھی نہین بواسطہ عدم تعدی کے وَمَنْ لا اثرَ لعملِهِ كالحمّالِ علی ظهرِهِ اودابّةٍ والملّاحِ وغاسلِ
الثوبِ اي لتطهيرِهِ لا لتحسينِهِ مجتبیٰ فليحفظْ لا يحبسُ العينَ للاجرةِ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنیوالا
اور ملاح اور کپڑا دہونیوالا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دہونیوالا مراد ہے جو کپڑا دہوئے اوسکے طاہر کرنے کیواسطے
نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اوسکے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اوسنے
سفیدی کو ایجاد کیا تو تحسین ثوب حبس کا مالک ہو گا نہ تطہیر ثوب درر مین کہا مگر غلام گریختہ کے پکڑ لانے والیکو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہین فَلَوْ حَبَسَ
ضَمِنَ ضمانَ الغصبِ وسيجيءُ في بابِهِ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے باب مین ہم یعنی اگر حبس مین
وہ چیز تلف ہو جاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبها بالخيارِ ان شاءَ ضمّنَهُ قيمتَها اي بدلَها
شرعًا محمولةً وله الاجرُ وان شاءَ غيرَ محمولةٍ ولا اجرَ جوهرة اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اوسکو محمول اعتبار کر کے
اوسکی قیمت یعنی اوسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ واذا شرطَ عملَهُ بنفسِهِ بان يقولَ
له اعملْ بنفسِكَ او بيدِكَ لا يستعملُ غيرَهُ الا الظئرُ فلها استعمالُ غيرِها بشرطٍ وغيرِهِ خلاصه اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے
اسطرح کہ اوس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہلے مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ
خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا اسی دیا دہوبی سے کہا کہ تو خود دہوئے پھر اوسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی
وَاِنْ اَطْلَقَ كانَ لَهُ اي للاجيرِ انْ يستأجرَ غيرَهُ افادَ بالاستيجارِ انّه لو دفعَ لاجنبيّ ضمنَ الاوّلُ لا الثاني وبه صرّحَ في الخلاصة
اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار
تو اول شخص تاوان دیگا در صورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو مصرح بیان کیا ہے وقيّدَ بشرطِ العملِ لانّه لو شرطَهُ اليومَ او غدًا فلم
يفعلْ وطالبَهُ مرارًا ففرّطَ حتی سُرِقَ لا يضمنُ واجابَ شمسُ الائمةِ بالضمانِ كذا في الخلاصة اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی ہے اسواسطے
کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سوا اوسنے اوس دن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سوا اوسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہو گئی

تو ناواں اجیر پر لازم نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہی کذا فی الخلاصہ وقوله علی ان تحمل اطلاق لا تقیید مستقیم فلو ان یستاجر غیرہ

اور یستاجر یون کہنا کہ استیجار ہی پر عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز کہ غیر شخص سے مزدوری کروادے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء

بمن بقی فله اجرہ بحسابه لانه اوفی بعض المعقود علیه مستاجر نے ٹھیکا کیا کہ اجیر اوسکے اہل و عیال کو لے آوے سو اونمین کوئی شخص مرگیا اور باقی لوگون کو لے آیا تو اوسکی

مزدوری ثابت ہوگی اوسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیه کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اب وہ سب کو نہ لایا تو کل مزدوری کا مستحق نہوگا

پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہین تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہین تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقوله لو کانوا ای عیاله معلومین ای للعاقد

لیکون الاجر مقابلا بجملتهم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اوسکے اہل و عیال معلوم ہین یعنی عاقدین اونکو جانتے ہین تب بقدر حساب بعض عیال بعض

اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ مین پڑی والا یکونوا معلومین فکله ای له کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنة تقل

بنقصان عددهم فبحسابه والا فکله اور اگر عیال غیر معلوم ہین تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام سندوانی سے کہ

اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجرہ

لایصال قط ای کتاب وزاد الی زید ان ردہ ای المکتوب والزاد لموته ای زید اوغیبته لا شیٔ له لانه نقضه بعودہ

کالخیاط اذا خاط ثم فتق ٹھیکا مقرر کیا ایک مرد کے خط یا توشہ پہنچا دینے کا مثلا زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اوسکے

واسطے کچھ مزدوری نہین اسواسطے کہ اوسنے معقود علیه یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کردیا اوسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی جب کہ سیا پھر اوسکو ادھیڑ ڈالا

ہم مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونون ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین

مصرح ہے اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الخانیة استاجر لیذهب لموضع کذا و

یدعو فلانا باجر مسمی فذهب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ مین ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کیطرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے

معین مزدوری پس اجیر وہان گیا اور اوسنے اوس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہی نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو

یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القط الی ورثته فی صورة الموت او من یسلم الیه اذا حضر فی صورة غیبته وجب الاجر

بالذهاب وهو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعه المصنف ولکن تعقبه المحشون وحملوا علی لزوم

کل الاجر لکن فی القهستانی عن النهایة انه ان شرط المجئ بالجواب فنصفه والا فکله فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال

مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف

اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہی اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہی لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر جواب لانا

شرط کیا ہی تو نصف اجرت لازم ہے اور نہین تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہی اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے

وان وجده ولم یوصله الیه لم یجب له شئ لانتفاء المعقود علیه وهو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہنچایا تو کچھ مزدوری

اوسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیه کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما لو مزقه اور اسمین اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضون کے نزدیک

اسمین مزدوری واجب ہے اور بعضون کے نزدیک واجب نہین ممتولی ارض الوقف اجرها بغیر اجر المثل یلزم مستاجرها ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی

کما غلط فیه بعضهم تمام اجر المثل علی المفتی به کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنے کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر

ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا حکم وصی واب کما فی مجمع

الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہر وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی مین ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی و باپ پر یفتی بالضمان

فی غصب عقار الوقف وغصب منافعه وکذا یفتی بکل ما هو انفع للوقف فیما اختلف فیه العلماء حتی نقضوا الاجارة عند الزیادة الفاحشة نظرا للوقف وصیانة

الحق للہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین بعد منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا فتوی ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جسمین عالمون کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے بعضا زیادۃ فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کرا کہ حق اللہ کے محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ھم زیادۃ فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہوجانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب فروع مین مذکور ہوگا مات الآجر و علیہ دیون فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر احق بالعین فی یدہ ولو بعقد فاسد اشباہ احق بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اوسپر لوگون کے دین ہین تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی چیز کا اوسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرلے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضے مین ہو اگرچہ بعقد فاسد اوسکے تصرف مین ہو کذا فی الاشباہ ھم یعنی جب کہ موجر مرگیا اور اوسپر غیر مستاجر کے دیون ہین پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق بالثمن ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے مستاجر اوسکے ثمن سے اپنی پیشگی ادا کی ہوئی اجرت لیگا بعد اوسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بھلاکہ ای بھلاک ھذا المستاجر لانہ لیس برھن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا بسبب اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہین جس سے ساقط دین ہو بخلاف الرھن فانہ مضمون باقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجئ فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے کہ ہلاک ہوجانے کے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھم قولہ باقل من قیمتہ ومن الدین یہ ترکیب فاسد ہی اسواسطے کہ اوس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاے سو دونون مین سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت مین من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر تصح فی المدۃ وبعدھا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہی اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ وسیح العقائد کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا سو اگر زیادتی آدمی کی ملک مین ہو اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاے تو معتبر نہین ھم یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کے اجرت کا نرخ گران ہو گیا یا ارزان تو غیر وقف مین اوسکا اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ آجرھا الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتھا باجر المثل ولو ادعی رجل انھا بغبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف مین ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اوسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ مذکورہ ہی بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم اشباہ مین لکن الاصح مقام پر لکن الاصل تو عہا صحیحۃ باجر المثل واقع ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انھا کذلک فسخھا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقفکار خبر کرے کہ اجارہ اوسیطرح بموجب ادعاے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو فسخ کردالے ھم شارح کو یون کہنا کہ خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ با جر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنی بمجرد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلیحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کیطرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شھدوا وقت العقد انھا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا والا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کیواسطے ہو تو مقبول نہوگی ھم اضرار اور تذلیل کی زیادت وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص تا پیچ مین ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اوسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولھا فیفسخھا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرھا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اوسکو قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کردالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اوسکو اجارہ دے اوس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل ہو مراد اوس سے یہ ہی کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاے لوگون کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے مین تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا وحانوتا او ارضا فارغۃ عرضھا علی المستاجر فان قبلھا فھو احق بھا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولھا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اوسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اوسکا زیادہ تر حقدار ہے اور اوسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل

وادعی انها اضرار فلا بد من البرهان علیه اور اگر مستاجر اجر مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اوسپر
گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلها اجرها المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے
ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعة لم تصح اجارتها لغیر صاحب الزرع لکن تضم علیه
الزیادة من وقتها اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اوسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہین لیکن اجر سابقہ سے زیادت ملائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونے کے
وقت سے وان کان بنی او غرس فانکان استاجرها مشاهرة فانها تؤجر لغیره اذا فرغ الشهر ان لم یقبلها لانعقادها عند راس
کل شهر اور اگر مستاجر نے زمین مین عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ مہینہ ہو چکے
اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے ہر مہینے کے سر پر ہم محیط لیتے ہین کہ غیر کو اوس صورت مین اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد
اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھہ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی
والبناء یتملکه الناظر بقیمته مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤه
یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اوسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدة باقیة لم تؤجر لغیره وانما تضم
علیه الزیادة کما فی الزرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہے تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اسکے سوا کچھہ نہین کہ مستاجر پر اجر مثل کی زیادت
ملائی جاوے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما اذا ازداد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید احد فللمتولی
فسخها وعلیه الفتوی اور جب کہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے
وما لم تفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباه معزیا للصغری اور جب تک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ
اشباہ مین فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاهر قوله والبناء یتملکه الناظر الخ انه یتملکه لجهة الوقف جبرا علی صاحبه وهذا
لو بلا ضرر تنقص بالقلع والا فشرط رضاه کما فی عامة الشروح منها البحر والمنح فیعول علیها لانها الموضوعة لنقل المذهب بخلاف
نقول الفتاوی مین کہتا ہون اور اوسکا قول والبناء یتملکه الناظر الی آخره اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جائے بجہت وقف کے صاحب عمارت
پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت مین ہے کہ زمین ناقص ہو جائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے
مین صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح مین تصریح ہے از انجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ نقل مذہب
کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہین برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی نقول شروح کے مخالف ہون تو اعتماد کے لائق نہین ہم منجملہ فتاوی مذکورہ
فتاوی مؤیدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ ہے اون مین منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا
وفی فتاوی مؤیدزاده من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیه ساکنه بلا اذن متولیه ان لم یضر رفعه رفعه وان ضر فهو
المضیع ماله فلیتربص الی ان یتخلص ماله من تحت البناء ثم یأخذه اور مؤیدزادہ کے فتاوی مین کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ ایک دکان
ہے وقف کی جسمین اوسکے رہنے والے نے کچھہ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اوسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا
خود ضائع کرنیوالا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اوسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اوسکو لے ولا یکون بناؤه مانعا من
الاجارة لغیره اذ لا ید له علی ذلك البناء حیث لا یملك رفعه اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اوسکا تصرف
اور قبضہ نہین اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اوسکو منہدم نہین کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلك للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا
ومبنیا فیه صح اور اگر اسپر اتفاق کرین کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت مین کر دین بعوض اوس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت
کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت مین سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الآجر دین دفع الامر الی القاضی لیفسخ

العقد ولیس للآجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے
کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی ہے ہم یا اوس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرا کے اوس چیز کو بیچ
کر دین ادا کرے ویجوز بمثل الاجر وباکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیؤجر اجارۃ صحیحۃ اما من الاول
او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ یتغابن بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجر مثل یا زیادہ تر اجر مثل سے یا کمتر اجر مثل سے اوسقدر اکثر یا اقل جسقدر
میں لوگوں کو تغابن ہوتا ہو اوسقدر میں جسمیں تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اوسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اوسکے سوا
اور شخص سے اجر مثل مقرر کر کے یا زیادہ اجر مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما فی فتاوی مؤید زادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات
مقدمۃ وھی التی شھدت بان الاجرۃ اجرۃ المثل وقد اتصل بھا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ المذاہب
فلیحفظ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجر مثل ہی تھی اور گواہی سے
قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب یا ہی بقیۂ اہل مذاہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت
یہ ہے کہ نور الدین طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارۂ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجر مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجر مثل تھی
پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجر مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب یا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے
متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا کذا فی الطحطاوی باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیھا ای فی الاجارۃ
یہ باب ہے اوس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہے
اون افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تصح اجارۃ حانوت ای دکان ودار بلا بیان ما یعمل فیھما لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت
یعنی دوکان کا اور گھر کا بلا بیان اوس فعل کے جو اون میں کیا جائے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا ہے واسطے کہ عمل متعارف
اوسمیں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہیں وبلا بیان من یسکنھا فلہ ان یسکنھا غیرہ باجارۃ وغیرھا کما سیجی اور اجارہ صحیح
بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز اگر چہ فقط مستاجر کا رہنا
شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی ولہ ان یعمل فیھما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ
ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضربہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دوکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور اپنے
جانور اوس میں باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اوسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بناوے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگر چہ گھر کو ضرر ہو اسی کا فتوی
ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اوس وقت جائز ہے جب کہ جانوروں کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہو تو گھر کو اصطبل نہ بناوے اور چکی کے مسئلہ میں
شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے اوستاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے
جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید وان کان یضر یمنع وعلیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور
اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ
اوسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جائے اور جو فعل کمزور نکرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکنھا
بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوھن البناء
فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوائے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے
شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف
یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حدادا کا منصوب

ہونا باعتبار حال ہونیکے ہو اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونیکے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر شروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہو چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما البینۃ فالبینۃ بینۃ للمستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہین بوسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصہ وفیہا استاجر للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ مین ہے کہ گھر اجارہ لیا گازری کیواسطے تو اوسکو اوسمین آہنگری درست ہے اگر گازری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر ان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہین ہے تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہوجاے تو اوسکا تاوان دیگا اور اس صورت مین کرایہ نہین ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل مالا یختلف بالمستعمل یبطل التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اوسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہین یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کما سیجیء برخلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ انمین تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی کو خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیے کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپے پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف مین نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر مین کچھ درستی کر دی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر مین چونہ کاری کر دی یا چھت پر دے لگادے حموی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح مین داخل نہین ولو آجرہا من المؤجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وسیجیء تصحیح خلافہ فتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح مین چنانچہ بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوسمین بوئی جاویگی یا مستاجر یون کہے کہ اجارہ لیتا ہون اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارۂ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہو جائیگا اوسکے زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کیواسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جب کہ جہالت دفع ہوگئی زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہے ہم اجارہ مین پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہین ہے اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کیواسطے اور بدون دونون چیزون کے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اوسکا اجارہ زراعت کیواسطے جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین ہم یہ اوس صورت مین ہے جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا لسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے

تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اوسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے اجرہا وھی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو حالانکہ وہ زمین
غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت ازراہ حق ہو یعنی مزارع بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے
اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائیگا مالم یستحصد الزرع فیجوز ویؤمر بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیہ زراعت
والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسیکا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا
مضافۃ الی المستقبل فیجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت
واجبی ہو یا غیر واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان
التسلیم بجبرہ علی قلعہ ادرک اولا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ
صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کے زبردستی کھیت اوکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ
الدار المشغولۃ یعنی ویؤمر بالتفریغ وابتداء المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب
ہو تو اوسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اوسکے خالی کردینے کا اور ابتدای مدت اجارہ اوسکی تسلیم کیوقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر
مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وسیجی فی المتفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا
اور اوسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارۃ ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا
حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کیواسطے اور باقی فوائد کیواسطے
چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کیواسطے نصف روز اور رات کیوقت تو تسلیم سے اجرت
لازم ہوگی خواہ اوس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر م یہ اجارہ زراعت کیواسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا
فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما واگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی
موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے م حموی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کردینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اسواسطے کہ اوسنے زمین کو خراب کر ڈالا
الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء او الغرس مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر
زمین خالی کردینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھدے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت
فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار ویتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت
دیکر موجر مکان اور درخت کا مالک ہوا اسواسطے کہ اسمین مستاجر اور موجر دونوں کیواسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتملکہ کا لفظ منصوب بعزم پر عطف ہے
قال فی البحر وہذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت
تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر ہے تو مصنف
نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر
جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہوتی ہو تو اوسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای
البناء او الغرس فیکون البناء والغرس لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا
یعنی مستاجر کا اور زمین اسکی یعنی موجر کی شارح نے کہا یرضی عطف ہے یغرم پر وہذا الترک ان باجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرہا
لثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا کھودنے دینا موجر کا اگر بعوض

اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہی والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر کو دونون کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونون شخص اجرت کو زمین کی قیمت بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کے قسمت کرین پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی م مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر و فی وقف القنية بنی فی الدار المسبّلة بلا اذن القیّم ونزع البناء یضر بالوقف یُجبر القیّم علی دفع قیمته للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ فی سبیل شدہ گھر مین کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اوس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اوسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کیجای الی اخر العبارة یعنی حاکم زبردستی قیمت دلاوے بنظر اصلاح وقف

ولو استاجر ارض وقف وغرس فیها وبنی ثم مضت مدة الاجارة فللمستاجر استبقاؤها باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیهم الا القلع لیس لهم ذلک کذا فی القنية اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اوسمین درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختون کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اس باقی رکھنے مین وقف کو ضرر نہو اور جن پر زمین وقف ہے وہ نامین سوائے کھودنے کے تو اونکو اسکا اختیار نہین کذا فی القنية م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی اور اسعاف اور عمادیہ مین قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اوسکے کھودنے پر بنانیوالے پر زبردستی کیجاے انتہی اور علمانے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا نزالا قول لائق عمل کے نہین تو کیونکر اوس پر عمل ہوگا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصراً قال فی البحر وبهذا تعلم مسئلة الارض المحتکرة وهی منقولة ایضاً فی اوقاف الخصاف بحر الرائق مین کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہی اور وہ اوقاف خصاف مین بھی منقول ہی م یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہے اور اوسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اوسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اوسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خلو کا جو اول کتاب البیع مین مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی

والرطبة لعدم نهایتها کالشجر فتقلع بعد مضی المدة اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اوسکی نہایت کے تو کھود ڈالا جائے مدت گذر جانے کے بعد م رطبہ بین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی مین اوسکو سپست کہتے ہین نیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبة ما یبقی اصله فی الارض ابداً وانما یقطف ورقه ویباع او زهره م پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جسکی جڑ زمین مین ہمیشہ باقی رہے اور اوسکی پتی یا پھول توڑ لیے جاوین اور بیع ہون واما اذا کان له نهایة معلومة کالفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع یترک باجر المثل الی نهایته کذا حرره المصنف فی حواشی الکنز وقواه بما فی معاملة الخانية فلیحفظ اور جب کہ اوسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق یہ ہے کہ اوسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اوسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز مین اور اسکو تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقاة مین ہے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے م مولی اور گاجر کی مثال درست نہین اسواسطے کہ ایکبار اوکھاڑنے سے پھر باقی نہین رہتی قلت بقی لوله نهایة معلومة لکنها بعیدة طویلة کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الجلبی فلیحفظ ونقلیه مین کہتا ہون یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو چنانچہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوی ابن الجلبی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکه رعایة للجانبین لان له نهایة کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اوسکے پکنے تک دونون جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہی چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہین ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونون مین فیصل ہو چکی بخلاف موت احدهما قبل ادراکه فانه یترک بالمسمی علی حاله الی الحصاد وان انفسخت لان ابقائه علی ما کان اولی مادامت المدة باقیة اما بعدها فباجر المثل برخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیت پکنے سے پہلے اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو گیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اوسکا

باقی رکھنا بحال اپنی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجر مثل لازم ہوگی وَیَلْحَقُ بالمستاجر المستعیرُ فیُترکُ الی ادراکہ باجر المثل
اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نکیا جائے کھیت سے اوسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر
لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجر مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر ایسی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے
اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الغاصبُ فیؤمر بالقلع مطلقًا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اوکھاڑ لینے کا حکم ہوگا
ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولھم یُترک الزرع باجر ای بقضاء او بعقد
ھما حتی لا یجب الاجر الا باحدھما کما فی القنیۃ فلیُحفظ بحر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نکیا جائے اجرت
لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی مگر قضا یا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ میں ہے
تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وَتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھا
لادنے کیواسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو اوسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ
قدوری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نکیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے لا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبھا
ای لاجل ان یجعلھا جنیبۃً بین یدیہ ولا یرکبھا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اوسکو خالی لیچلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اوسکو کوتل کر
لیچلے اپنے سامنے اور اوسپر سوار نہو ولا تصح اجارتھا ایضا لاجل ان یربطھا علی باب دارہ لیراھا الناس فیقال لہ فرس او جاہ
کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اوسکو باندہ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اوسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یزین بیتہ او
حانوتہ بالثوب لما قدمنا ان ھذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دوکان کو آراستہ کرے کپڑے
سے اجارات ثلثہ مذکورہ اوس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندہ رکھنا یا گھر اور دوکان کو کپڑے سے آراستہ
کرنا منفعت غیر مقصودہ گھوڑے یا کپڑے سے ہے اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں اونکا فرش کرے اور اون پر نہ بیٹھے اور نہ سوئے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جب کہ اجارۂ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر وکذا لو
استاجر بیتا لیصلی فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا ولو شعرا لیقرأہ او مصحفا شرح وھبانیہ اور اسیطرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا
تا کہ اوسمیں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے
اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہوجائے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ
کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وَان لم یعیّنھما براکب ولابس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار
اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کرونگا
یا پہناؤنگا جسکو میں چاہونگا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کریگا وتعیّن
اوّل راکب ولابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اوّل سوار ہوگا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا
تو اب دوسرے شخص کو اوسپر سوار ہونا جائز نہوگا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یبیّن من یرکبھا فسدت للجھالۃ اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ
کون اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یوں کہنا صواب تھا (ولو استاجرھا للرکوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری
کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکہے کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحیحۃً برکوبھا
اور اجارۂ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان اجرت معینہ واجب

ہو گی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہو گئی تو فساد بھی زائل ہو گیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی
تعیین کے مانند قرار دیتے ہین اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہین بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قیدہ براکب
او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیه وان سلم اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اوسکے مخالف کیا تو اوسپر تاوان
لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہو جاوے اور اوسپر اجرت نہین اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ھ مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست مین متفاوت
ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہین کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہی بسبب ناواقفکاری کے اور بہت موٹے تازے ہین جنکی سواری سے جانور کو ضرر
نہین ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہین بخلاف حانوت اقعد فیه حدادا مثلا حیث یجب الاجر اذا سلم لانه لما سلم تبین انه لم یخالف
وانه مما لا یوهن الدار کما فی الغایة برخلاف اوس دوکان کے جسمین مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ یہین اجرت واجب ہوگی جب کہ موجر کیطرف سے
تسلیم دوکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اوسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہو گیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہو گیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہین کرتی
کذا فی الغایة ھ طحطاوی نے کہا ہمین گفتگو ہی اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانه مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے
ساتھ جمع نہین ہوتی ھ یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر له کذا فی الحلبی ومثله فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط او جانور
کی سواری کے مانند ہے حکم مین جو چیز مختلف و متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچه خیمه ھ تبیین کے نزدیک خیمه درحکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمه
کھڑے کرنے مین اور مکان نصب کی تجویز کرنے مین اور اوسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمه کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے بے سلیقہ ایسے
کہ ضائع کر ڈالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمه گھر کے مانند ہے حکم مین بزازیہ مین ہے کہ خیمه کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہین اور رسیان موجر پر وفیما لا یختلف فیه
بطل تقییده به کما لو شرط سکنی واحد له ان یسکن غیره لما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین بوجہ اختلاف
مستعمل کے تو اوسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچه اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہوا تو مستاجر کو جائز ہے کہ اوسکے غیر کو اوسمین رکھے اسواسطے کہ
مذکور ہو چکا کہ یہان قید لگانا مفید نہین وان سمی نوعا وقدرا ککر بر له حمل مثله واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع
اور مقدار کا چنانچه گیہون بقدر ایک کر تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچه نمک کا ھ کر بضم کاف
پیمانہ ہی جسمین بارہ صاع غلہ سماتا ہے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہون کی برابر اور گیہون اوسکے وزن
کی برابر لادنا اور خفیف ترکی مثال جیسے گیہون کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہون کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعة
مقدرة بالعقد فاستوفاها او مثلها او دونها جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ
کے عقد سے پھر اوس مسمی منفعت کو یا اوسکی برابر یا اوس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہین ومنه تحمیل وزن البر قطنا
لا شعیرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہی لادنا روئی کا برابر گیہون کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح مین ھ یعنی اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا
سو مستاجر نے من بھر روئی جانور پر لادی تو جائز نہین اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہے اور اوسمین گرمی بھی زیادہ ہے تو اوسکا ضرر زیادہ
ٹھہرا گیہون سے اور گیہون کی عوض اگر جو اوسیقدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہین بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہون وزن مین برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور
کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہی صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول سے بھرا اور چیز لادی اور وزن دونون کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے
جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچه گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہے لانیکے مقام پر
مسمی سے تو تاوان نہین چنانچه گیہون کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا اگرچہ کہ موضع حمل سے زیادہ تر پھیلا ہو جیسا کہ روئی عوض
گیہون کے کذا فی الطحطاوی ولو اردف من یستمسک بنفسه وعطبت الدابة یضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اوس شخص کو سوار
کر لیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے ھ اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا

کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو
صدور ایک کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نفیس سوار کی واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وهذا اذا كانت الدابة تطيق حمل
الاثنين والا فالكل بكل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اوسوقت ہے جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر
ہر حالین یعنی خواہ بذات خود متمسک ہو یا نہو كما لو حمله الراكب على عاتقه فانه يضمن الكل وان كانت تطيق حملهما لكونه في مكان واحد چنانچہ اگر دوسرے
شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہوکر ہلاکی کا موجب ہوا وان كان الرديف صغيرا لا يستمسك يضمن بقدر ثقله اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت جانور کے
نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اوسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہوگا كحمله شيئا آخر ولو من ملك صاحبها كولدها
چنانچہ دوسری چیز اوٹھا لینے سے بقدر اوسکے ثقل کے تاوان لازم آتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے
بچہ کو اوٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے وليس المراد ان الرجل يوزن بل ان يسأل اهل الخبرة كم يزيد اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں
کہ مرد تولا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل فن اوس سے پوچھا جائے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر احمل شیء آخر سے ولو ركب على موضع الحمل ضمن الكل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگا تو ہلاک
کیصورت میں کل کا ضمان دیگا بموجب اوس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وكذا لو لبس ثيابا كثيرة اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر
سوار ہو یعنی درصورت ہلاکت تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کردیا ولو ما يلبسه الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبى اور اگر اوسقدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی
کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا هلكت بعد بلوغ المقصد وجب جميع الاجر لركوبه بنفسه مع التضمين اى لنصف القيمة لركوب غيره
اگر جانور بعد منزل مقصود پر پونہچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہے اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اسلئے کہ دوسرے کو سوار کرلینے کیصورت میں
ان يضمن الراكب لا يرجع وان ضمن الرديف يرجع لو مستاجرا من المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ پھیرلے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر
سے پھیرلے اگر اوسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ سوار نہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقيد بكونها عطبت لانها لو سلمت لزم
المسمى فقط مصنف نے مسئلہ ردیف میں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع
صور مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی وبكونه اردفه لانه لو اقعده في السرج صار غاصبا فلا اجر عليه بحر عن الغاية اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف کی
قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اوسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اوسپر اجرت لازم نہوگی یعنی فقط تاوان اوسپر لازم ہوگا نہ کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ
لكن في السراج الوهاج عن المشكل ما يخالفه فليتامل عند الفتوى كيف وفي الاشباه وغيرها ان الاجر والضمان لا يجتمعان لیکن سراج وہاج میں مشکل سے
قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت کیونکر نہو اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں
ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں
طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجر بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک ہی سے اجتماع اجر اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت
کے ساتھ تو ان ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجاوے اور یہاں ایسا نہیں

واذا استاجرها ليحمل عليها مقدارا فحمل عليها اكثر منه فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اوسپر مقدار معین لادے اور اوسپر اوس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے مثلا تین من لادنا مقرر ہوا تھا
اوسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اوسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من
غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا وهذا اذا حملها المستاجر فان حملها صاحبها بيده وحده فلا ضمان على المستاجر لانه هو المباشر
عمادیہ اور یہ حکم اوسوقت ہے جبکہ خود مستاجر اوسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اوسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی
العمادیہ ہم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اوسکو جواب دیا جائے کہ تونے کیوں قبول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اسمیں تامل
ہے اسمیں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کی مانند تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملا

الحمل مَعًا و وَضعَاه علیها وَجبَ النصفُ علی المستاجِر بفعلِه وهدر فعل ربّها مجتبیٰ اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اوٹھایا اور جانور پر دونون نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اوسکے مالک کا فعل باطل بلاعوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کانَ البُرُّ مثلاً فی جولقین فحمل کلَّ واحدٍ منهما جولقًا ای وعاءً کعدلٍ مثلاً وَخرِة ووضعاه علیها معًا او متعاقبًا لاضمانَ علی المستاجرِ ویُجعل حملُ المستاجرِ کان مستحقًا بالعقد غایة اور اگر مثلاً گیہون ہو دو گونون مین اور مستاجر و مالک ہر احد نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونون نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہین یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایة شارح نے کہا جولق یعنی ایک ظرف جیسے گیھے کے مانند مثلاً ومفادُه انّه لاضمانَ علی المستاجِر سواء تقدّمَ او تاخّر وهو الوجه ومن ثمّ عوّلنا علیه علی خلاف ما فی الخلاصة کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہین خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح مین قلتُ وما فی الخلاصة هو ما یوجد فی بعض نسخ المتن من قوله وکذا لاضمانَ لو حملَ المستاجرُ اولًا ثم ربُّ الدابّة وان حملها ربّها اولًا ثم المستاجرُ ضمنَ نصفَ القیمة انتهی فتنبه مین کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہے وہ اس متن کے بعضے نسخون مین موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہین اگر مستاجر نے پہلی گون لادی پھر جانور مالک نے اور اگر اوسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو خبردار رہو اس قول غیر معتمد سے وهذا ای ما مرّ من الحکم اذا کانت الدابّة المستاجرةُ تطیق مثلَه اور یہ یعنی مسئلۂ اولیٰ مین جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اوس وقت ہے جب کہ کرایا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیعُ القیمةِ لازمٌ علی المستاجرِ زیلعی ویجب علیه کلُّ الاجر للحملِ والضمانُ للزیادة غایة اور جب کہ جانور اوتنے بوجھ اوٹھانے کی طاقت نرکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق هم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان اجرت اور ضمان کا کیونکر جتماع ہوا حالانکہ شباہ سے مذکور ہوچکا کہ دونون جمع نہین ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی جہ اور ہے اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع وہ جتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادة انّها من جنسِ المسمّی فلو من غیرهِ ضمن الکلَّ کما لو حمّل المسمّی وحده ثم حمل علیها الزیادة وحدَها بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کردیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے تو اگر زیادتی اوسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت مین تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادی کذا فی البحر قال ولم یتعرّضوا للاجر اذا سلمت لظهورِ وجوب المسمّی فقط وان حملها المستاجر لان منافعَ الغصبِ لا تضمنُ عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہین ومنه عُلِم حکمُ المکاری فی طریق مکة اور ظہور وجوب مسمی سے معلوم ہوگیا کہ مکہ معظمہ کی راہ مین کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہین کذا فی الطحطاوی وَضمِنَ بضربِها وکبحِها بلجامِها لتقیید الاذنِ بالسلامة اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اوسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہرچند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہوجاوے حتّی لو هلک الصغیرُ بضربِ الابِ والوصیِّ للتادیبِ ضمنَ لوقوعه بزجرٍ وتعریکٍ تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا لایضمنانِ بالمتعارفِ اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہین ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہین جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایة عن التتمة

الاصح رجوع الامام لقولهما اور غایۃ التحقیق مین مذکور ہی کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کیطرف صحیح تر قول ہی لا یضمن بسوق
اتفاقا اور مستاجر پر تاوان نہین جانور ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاهر العنایۃ ان للمستاجر الضرب للاذن العرفی اور
ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے هم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ اباحت ضرب معتاد
معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربه لدابته نفسه فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربها اصلا ویخاصم فیما
زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہی کہ اوسکو اصلا نمارے اور ادب سے زیادہ مواخذہ ہوگا اور ضرب
مین جو تادیب سے زیادہ ہی هم یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہی علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الایکاف
سواء لو کف بمثله ام لا اور تاوان دیگا زین اوتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو هم طحطاوی نے کہا شاید
شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا اکاف کے ساتھ ہو اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان باندھنا اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے
زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالایکاف یراد به ما لا یسرج هذا الحمار بمثله جمیع قیمته اور
اوسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہین باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا هم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے
حکم مین ہی تو تاوان لازم نہین مگر صورت زیادت وزن حقائق مین عیون سے منقول ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثله او اسرج
مکان الایکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا فیضمن بحسابه ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین وسپر باندھا جاتا ہی یا پالان کی جگہ
زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول مین زین پالان سے زیادہ ہو تو اوسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال هم یعنی
اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجره بغیر لجام فالجمه بلجام لا یلجم بمثله چنانچہ مستاجر
تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوسکے منہہ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہین جاتی ہو کذا لو ابدله
لان الحمار لا یختلف باللجام وغیره غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اوسکی نہین لگائی جاتی
اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایۃ التحقیق هم طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر
متعدی ٹھہرا او سلک طریقا غیر ما عینه المالک وتفاوتا بعدا او وعرا او خوفا بحیث لا یسلکه الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ
چلا جو مغائر تھی اوس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کردی تھی اور دونون راہین متفاوت تھین دوری یا سخت ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اوس
راہ مین نہ چلتے ہون کذا ذکرہ ابن کمال او حمل فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلکه الناس او لا لخطر البحر فلو لم یقید بالبر لا ضمان یا حامل
مستاجر کا اسباب لاد لیگیا دریا مین جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ
چلتے ہون بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ المنزل فله الاجر لحصول المقصود
اور اگر حامل نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اوسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اوس سے مخالفت متحقق
نہوئی وضمن بزرع رطبة وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبة اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا
تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہے گیہون سے یعنی اسواسطے کہ رطبہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک
پھیلتی ہین ولا اجر لانه غاصب الا فیما استثنی کما سیجیء اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ رطبہ بونے والا غاصب ٹھہرا
اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنی مین اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانه بالاقل ضررا لا یضمن
ویجب الاجر مصنف نے تاوان مین مضر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی هم اقل ضرر
کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کیواسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطة قباء وامر بقمیص قیمة ثوبه اور قبا سینے سے حالانکہ قمیص

قميص سينے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اوسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم قبا اوسکو کہتے ہین جسکا آگا کھلا ہوا ور قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا
دونون سیا ہو ولہ ای لصاحب الثوب اخذ القباء و دفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمّٰی کما ھو حکم الاجارة الفاسدة اور اوسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت یعنی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارۂ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارۂ فاسدہ مین
اجر مثل لازم ہوتی ہے جو مسمّی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل و قد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقیید الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جب
درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا اسیطرح کا حکم ہے اصح قول مین یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑیکا تاوان لے یا پاجامہ لے
اور اوسکی مزدوری دے تو درر مین قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ھم درر مین تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا
کہ ذکر قبا اتفاقی ہے مخالفت کا یہی حکم ہے وصبغ بصبغ اصفر وقد امر باحمر قیمة ثوب ابیض وان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر
اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو
اوتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کیواسطے اجرت نہین یعنی سرخی کی ولو صبغہ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ
وان کان فاحشا عند اھل فنہ ضمن قیمة ثوب ابیض خلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ لگایا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہین اور اگر نہایت ناقص ہو
رنگریزی کے پیشے والون کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ کمہ
کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا اسقدار معین سے
سو اگر بقدر انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرھم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن
مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو قطع ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا
تیرے قمیص کیواسطے کافی نہین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ اوسنے دھوکھا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال
لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہان مالک نے کہا اوسکو قطع کر اور اوسنے قطع کیا پھر
بولا کہ تجکو کفایت نہین کرتا تو اوسپر تاوان لازم نہین ھم اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی
مفازة ولم یرتحل حتی فسد المال بسرقة او مطر ضمن لو السرقة والمطر غالبا خلاصہ ساربان اوترا اسداً مین اور وہان سے کوچ نکیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا
چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی
ٹھہرا وہان ٹھیرنے سے اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرة
لعادتھم اور اشباہ مین ہے مددگار چاہی ایک مرد نے بازار مین کہ اوسکا مال بیچے سو اوسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت
اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہون تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہون تو
اجرت لازم نہین وکذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دوکان مین کسی مرد کو داخل کیا اپنی کام کرنے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا
وجوب اور عدم وجوب اجرت مین وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدة کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شھر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من
المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدة فی ذلک العمل اور درر مین ہے کہ کسی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اوسکو کپڑا بننا سکھاوے اور مالک
نے استاد پر ہر مہینے مین کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولے سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس
کام مین معتبر ہوگا ھم یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جائے اور اگر عرف مولے کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل
استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیھا استاجر دابة الی موضع فجاوز بھا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریة وھو
قولھما والیہ رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر مین ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہان سے بڑھا کر دوسرے مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان

کیطرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا اصح قول مین جیسے کہ عاریت مین تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کیطرف
امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ھ مطلقاً یعنی خواہ مدت دونون کیواسطے کرایہ ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہو عاریت لیجانیکا
کہ تاوان لازم آویگا مطلقاً مکان معہود کے تجاوز سے وفیہ حکم تحوّل المکاری فرجع ثم اعاد الحمل الی محلہ الاول لا اجر لہ وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگون نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف ہو لایا سو وہ پھر آیا او مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اوسکی مزدوری نہین اور لایق یہ ہے کہ اوسپر زبردستی کیجاوے باز
لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی صباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ وردّہ علیّ فلم یردّہ ثم ھلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ ریشم
دیا رنگریز کو تا اوسکو رنگے بقدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اوسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اوسنے نہ پھیرا یا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہین وفیہ سئل ظہیر الدین
عمن استاجر رجلاً لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ھل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ ظہیر الدین سے اوس شخص کے حکم کا سوال ہوا
جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تا کہ اوسکا کام کرے زمین مین تو جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب سے کیا اوسکی
اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہین یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فمرضت فحملہا دونہ ھل
الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا او سپر اتنا بوجھہ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصے
سوافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہین اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحًی فمنعہ الجیران عن الطحن
لتوھین البناء وحکم القاضی بمنعہ ھل تسقط حصۃ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع حسًّا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکو پڑوسیون نے
پیسنے سے منع کیا بسبب کم زور ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط
نہوگا جب تک ظاہر مین پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھ مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دین
کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فتعطل مدۃ ھل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی
مین ٹوٹ بار رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوھبانیۃ ویسقط فی وقت العمارۃ مثلہا +
لو انھدم بعض الدار فالھدم یحزر + اور وہبانیہ مین ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت مین مانند اوسکے سقوط کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے
تو انہدام تخمین کیا جائے ھ یعنی مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکی اجرت ساقط کیجائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان
گرجانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر + یقدم فیہا قولہ لا المعمّر + اور مخالف کی
مالک امر کرنیوالے اسنے مستاجر کی عمارت کی مقدار مین تو ہمین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا ھ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا
عمارت بنانیکا اور کرایہ مین مجرا کرلینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار خرچ مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع
ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما انفق علی المؤجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ
مین کہتا ہون اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو بمجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ بنانے مین رجوع
بمجرد امر کے نہین تو ضرور ہے اشتراط رجوع سو جو برہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ
مین مذکور ہے اس طرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارات بنائے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا آمر سے پھیر لے اگرچہ
رجوع صریحاً شرط نہو پھر قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ مین رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی ما فی القنیہ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا
وہ قنیہ کا صریح مفاد ہے ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخہا المستاجر بحضرۃ المؤجر ھو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران
ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہین ہوجاتا جبتک اوسکو موجر کے سامنے فسخ نکرے یہی قول اصح ہے ھ اگر بعضا مکان گھر کا منہدم
ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلے سے قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی اوسکی طرف سے وکیل قائم کریگا کہ وہ فسخ

کرے کذا فی الطحطاوی وعن القنیہ واذا ابتنیت لا خیار لہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کو خیار نہین یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ
نہین ہوتا وفی شرح الکنز عن عیونہا لا یجب الاجر قال ابن الشحنہ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ ارید المسمی اما اجرۃ المثل وحصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل
وسیجئ فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانۂ منہدم کی پیش دروازے کے میدان کی سکونت مین اجرت واجب نہین یہ کہا ہی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون کہ اسکی نفی مین
اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اوس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونیکا کوئی مانع نہین اور فسخ اجارہ کے
باب مین وہ قول آویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول مذکور یہ ہے زیلعی سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان
سوائے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اوسکے حصہ کے اجر لازم ہوگی انتہی از فتاوی عالمگیری
مین مذکور ہی اگر سب گھر منہدم ہوجاوے تو اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ پیش دروازے سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی واستاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ
فان شرط حطہ قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا
تو صحیح ہی کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون
علی رب الدین خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ مین واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنی اسواسطے کہ اوسی کیواسطے
تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ لم یسکنہا علی جہۃ الاجارۃ
وکذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امراتہ لان المراۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک
سال اوسمین رہا تو اوسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہین رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہوجاوے اور مستاجر غائب ہے اور گھر مستاجر کی عورت
کے تصرف مین ہو تو کرایہ نہین اسواسطے کہ عورت اوسمین بعوض اجرت نہین رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام الشہر فلو غاب المستاجر قبل تمام الشہر وترک زوجتہ
ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المراۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ ان یواجرہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی وتنعقد الثانیۃ فیخرج منہا المراۃ
وتسلم للثانی خانیہ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے جب مہینہ تمام ہونیکے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے
پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر مین چھوڑ گیا تو موجر کو اوسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ مستاجر مخاصم نہین اور مستاجر کی عورت کی
فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی
عورت اوسمین سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہہ باب ہے اجارۂ فاسدہ کے
احکام مین الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقود مین سے عقد فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم عدم مشروعیت
وصف جہالت سے یا اوس شرط کی اشتراط سے عارض ہوتی ہی جسکو عقد مقتضی نہین والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل
وہ ہی جو کسیطرح مشروع نہو نہ اوسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم اجارۂ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر بنانے
کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارۂ فاسد کا حکم
واجب ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اوس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو
اوس عمل مین یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اور شہر اور مکان مین اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو
لوگون مین تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجر اجارۂ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اوسکا سبب حرام ہی قنیہ یہ قول حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجر مذکور حلال
نہین پہلا قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل واجب ہونا علی الاطلاق معتبر ہے جہان اجر مسمی نہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے
کہ درصورت تسمیہ اجر مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہ بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی
یعنی اجارۂ باطل مین اجرت نہین استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع قلاک

باب الاجارۃ الفاسدۃ

فیہ بالقبض اور اجارۂ فاسدہ مین منافع مستاجر کی ملک مین نہین آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد مین مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کی
قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یؤجرہا برخلاف اجارۂ فاسدہ کے کہ اوسمین منافع مملوک نہین ہوتے تو اگر مستاجر نے
مین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہین کہ اور شخص کے اجارہ مین دے ولو آجرہا وجب اجر المثل لا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ
اور اگر مستاجر مذکور اوسکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک یا موجر اول کو اجارۂ ثانیہ کا
توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جاز ہے اور اشباہ مین ہے کہ اجارۂ فاسدہ کا مستاجر
اگر اوسکو اجارۂ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز مین دو قول ہین اور دونون کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی
تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہین وہ شرطین جو مقتضائے عقد کے مخالف ہین ہم چنانچہ پن چکی کے اجارہ مین یہ شرط
ہوئی کہ اگرچہ پانی منقطع ہوجاے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع
مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر وخراج ومؤنۃ رد اشباہ سو جو
چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکی ہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہی چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے
غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا
خرچ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہین اور جہالت
بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یؤجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ
من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثین اور شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین
اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکون مین سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ
مین ہے تیسوین فصل سے ہم فصولین مین ہے کہ ایک شے مین مشترک ہے چند شخصون مین تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو
جائز نہین واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد بہما علی الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر الواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے
احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہین بموجب ظاہر الروایۃ کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی
پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا
پھر ایک مستاجر مر گیا ہم صورتین اخیر تین مین میت کے حصہ مین اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ مین اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع
طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کالو قضی بجوازہا اور وہ یعنی تمام چیز مین اجارہ کرنا پھر بعض مین فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے
اجارہ مین چنانچہ جواز اجارۂ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اوسکی دو تدبیرین ہین ایک یہ کہ کل چیز کو اجارہ
دے پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب مین مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے
الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہی مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے
تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن رجح العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ
اور صاحبین نے اجارۂ مشاع کو جائز کہا ہی ہر حال مین یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ مین ہو یا غیر محتمل مین اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق مین یہ فتوی مغنی سے منقول ہی لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی مین ہے ایسا شاذ ہے
جسکا قائل معلوم نہین تو وہ اعتماد کے لائق نہین ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین مین ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور اسی پر
اعتماد کیا ہی ارباب شروح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا قلت وفی البدائع لو آجر مشاعا ما یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم

ثم قسم وسلّم لم یجز مین کہا ہون اور بدائع مین ہے اور اگر اوس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی تو اجارہ جائز ہو
بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ویفتی بجوازہ
لو البناء لرجل والعرصۃ لاٰخر فصولین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور
زمین اوسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین مین ہے اکیسوین فصل سے یعنی اوس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ دیوے
صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہے اور اوس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمّی کلہ او بعضہ
کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمّہا المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی
جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہوجانے مرمت کے
اجر مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجر مین داخل ہوگیا تو اجرت مجہول ہوگئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا م کپڑا اور جانور
تمام اجر کے مجہول ہونے کی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد بعدم التسمیۃ
اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سوٗر کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے
کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین
بجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ ولا ینقص عن المسمّی سو اگر اجارہ فاسد ہوگیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی مجہول اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے م شارح کے اس قول یعنی لاینقص عن المسمی مین
خلل ہے اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکن
بل باستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مرّ بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی
بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی کیون نہو بسبب نہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع
کیجائے ولا ینقص عن المسمّی اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے م اس قول کا خلل مذکور ہوچکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے مخالف ہے والا فسدت بما
بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمّی لم یزد اجر المثل علی المسمّی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امر مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے
فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہوجانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی
ہوگئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت
ہمارے نزدیک نہین ہے بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہہ عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کیطرف اور زیادت علی المسمی
ساقط ہوگئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہوگئے اور جب کہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی جو
قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسطرح لائق ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ
اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ کے واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے
قاعدہ مذکورہ سے دو صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اوس مین سکونت نکرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اوسمین سکونت
کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو م یہ فساد اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت
قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر علی ما اذا جہل المسمّی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہے
تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ ہوا لکن ارجعہ قاضیخان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمّی فافہم وعلی کل فلا استثناء
لیکن قاضیخان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت مسمی کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہین ہے تو آگاہ رہو م طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور

قاضی خان کا ایک ہی ہے تو اسقدر ترک بلا وجہ ہے اور یہ تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق و قاضی خان مین مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت و ینبغی استثناء
الوقف لان الواجب فیہ اجر المثل بالغا ما بلغ فتامل مین کہتا ہون اور وقف کا استثنا کرنا قاعدۂ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف مین باوجود تسمیۂ اجرت
مثل واجب ہے جسقدر کہ اجر مثل ہو سو غور کر فان آجر دارہ تعزیہ بجہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ
و تفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ پر یا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر مین ایک مدت تک رہا اور غلام اوسکو دیا تو مستاجر پر اوسکی مدت کیواسطے اجرت
مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو اور باقی مدت مین اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط و فسد فی الباقی
لجہالتہا دوکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ مین اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدۂ کلیہ اسکا
یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہوا اوسمین جسکی نہایت معلوم نہین چنانچہ ایام اور شہر تو اوسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کردینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہوچکنے عقد صحیح کے و فی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی و
یومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد فیہ ایضا اور جس مہینے کے اول مین مستاجر رہیگا دوکان یا گھر مین تو اوس مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی
رات یعنی چاند رات اور اوسکا دن ہے عرف مین اور اسی کا فتوی ہے ھ یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر
مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن مین وہان سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے
کہ اول ماہ ثانی مین دونون کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اوسکے اعتبار مین حرج تھا لہذا چاند رات اور اوسکا دن معتبر ہوا
ھکذا فی الدرر و شرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ
موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی مین اختیار نہین جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہو جاے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت مین اخراج جائز نہین اگر مستاجر
دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال
المانع ھر مہینے کے اجارہ مین فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب مین صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے
ھ یعنی موجر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنح و اذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر و تقسم سویۃ
اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نکی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی
اور ابتداے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہوا گر نام لیا ہو یعنی یہ مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء
مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر شمنی
اعتبر بالاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینون کا شمار چاند دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا اور فتح ہا
یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اوس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینون
کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ھر مہینہ تیس ۳۰ دن کا سو قالا یتم الاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنون سے پورا کیا جائیگا
اور باقی مہینے چاند چاند سے معتبر ہونگے ھ یعنی اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے ہر مہینہ تیس ۳۰ دن کا
تو ایک سال تین سو ساٹھ ۳۶۰ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس ۳۰ دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ اونتیس ۲۹
دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم و بطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر کام نوکر رکھا کسی کے
غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے بعض اجر کے چنانچہ مذکور ہوگا ھ یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی
خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر آدھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط مین ہے کہ جس اجارہ مین خوراک یا جانور کا شرط

وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین
چارے کے ساتھہ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانے مین تو غلام کھاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی
وَجَازَ اِجَارَۃُ الحَمَّامِ لِاَنَّہٗ علیہ الصلوۃ والسلام دَخَلَ حَمَّامَ الجُحْفَۃِ وَلِتَعَارُفِ النَّاسِ اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے
ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین
ہوتا مواہب لدنیہ مین ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصّلوۃ والسلامُ مارآہ المومنونَ حَسَنًا فھو عند
اللہِ حَسَنٌ قلتُ والمعروفُ وَقْفُہٗ علی ابن مسعودٍ کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصّلوۃ والسّلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو
وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے مین کہتا ہون اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
چنانچہ ابن حجر نے اوسکو بیان کیا ہے ھم مقاصد حسنہ مین ہے کہ سند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالے نے بندون کے دل
دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک
ہے اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہے کذا
فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤُہٗ للرجالِ والنساءِ ھو الصحیحُ للحاجۃِ بل حاجتھنَّ اکثرُ لکثرۃِ اسبابِ اغتسالِھِنَّ اور
حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے کیواسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت غسل کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کیطرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ
عورتون کے نہانے کے اسباب بہت ہین وکراھۃُ عثمانَ محمولٌ علی ما فیہ کشفُ عورۃٍ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے
اوس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی احکاماتِ الاشباہ ویکرہ لھا دخولُ الحمامِ فی قولٍ وقیل الّا لمریضۃٍ ونفساءَ
والمعتمدُ اَنْ لا کراھۃَ مطلقًا قلتُ وفی زماننا لاشکَّ فی الکراھۃِ لتحققِ کشفِ العورۃِ وقد مرّ فی النفقۃِ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے
عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقًا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے
زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھہ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا والحجّامِ لانّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی اُجرتَہٗ و
حدیثُ النھیِ عن کسبہٖ منسوخٌ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اوسکی مزدوری
دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظِئْرِ بکسرٍ فھمزٍ المُرضِعۃُ باجرٍ معیّنٍ لتعاملِ الناسِ بخلافِ بقیۃِ الحیواناتِ لعدمِ التعارفِ اور دایہ کا اجارہ
اجر معیّن پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گاے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا
ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے وکذا بطعامِھا وکسوتِھا ولھا الوسطُ وھذا عند الامامِ لجریانِ العادۃِ بالتوسعۃِ علی الظئرِ
شفقۃً علی الولدِ اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اوسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی
اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ھم فتاوی کبرے مین ہے کہ
دایہ کے اجارہ مین تاقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین
اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہین ہے وللزوجِ ان یطأھا خلافًا
لمالکٍ اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہین لا فی بیتِ المستاجرِ لانّہٗ ملکُہٗ فلا یدخلُہٗ الّا
باذنہٖ دایہ کا شوہر قربت نکرے اوس مستاجر کے گھر مین اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے تو اوس مین داخل نہو مگر اوسکے اذن سے والزوجُ لہٗ فی
نکاحٍ ظاھرٍ ای معلومٍ بغیرِ الاقرارِ فسخُھا مطلقًا شانہٗ اجارتُھا اولا فی الاصحّ اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اوس نکاح مین جو معلوم ہے

ف حدیث ماراہ المومنون حسنا موقوف حسن السند ۱۲

بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح مین ہر طرح خواہ اجارۂ زوجہ سے اوسکو عیب لگتا ہو یا بوجہ اوسکی شخصیت کے باعث ننگ لگتا ہو ولو غیر ظاهر بان
عُلم باقرارهما لا بغیرهما لان قولهما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو یعنی اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونون کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکر سکیگا
اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حق مین مقبول نہین و للمستاجر فسخها بحبلها و مرضها و فجورها فجورا بیّنا و نحو ذلک من الاعذار اور مستاجر
کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہوجانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی ظاہر زناکاری اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ
یہ ہے کہ لڑکا اوسکے دودھ کو قی کرڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان
طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارہ سے مستثنے ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا بکفرها لانه لا یضر
بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہین دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا ولو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا
مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہین ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے اور اوسکے باپ کو واسطے
خواہ صغیر کا مال ہو یا نہو اور بعضون نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہوگا و علیها غسل الصبی و ثیابه و اصلاح طعامه و دهنه بفتح الدال ای طلیه بالدهن
للعرف و هو معتبر فیما لا نص فیه اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا درست کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا بسبب
رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہے جہان نص شرع نہین شارح نے کہا دہن بفتح دال عبارت ہے تیل لگانے سے ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر
اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ مین تو اوسمین رواج کا اعتبار ہے کفایہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے
کپڑے کو وہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑون کا دھونا اوسپر نہین اور جواہر الفتاوی مین اس قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے
کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نکھائے جس سے دودھ فاسد ہو جاے اور اوسپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا یلزمها ثمن
شیء من ذلک و ما ذکر محمد من ان الدهن و الریحان علیها فعادۃ اهل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہین ان چیزون کا ثمن یعنی تیل و غیرہ کا اور یہ جو محمد
نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی و هو ای ثمنه و اجرۃ عملها علی ابیه ان لم یکن له للصغیر مال و الا ففی ماله
لانه کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل و غیرہ کا ثمن اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اوسکا
ثمن صغیر کے مال مین ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعته بلبن شاۃ او غذته بطعام و مضت المدۃ لا اجر لها سو جب کہ دایہ نے
لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہین لان الصحیح ان المعقود علیه هو الارضاع و التربیۃ لا اللبن
و التغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہین کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش مطلق دودھ اور غذا دینا
کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعته الی خادمتها حتی ارضعته او استأجرت من ارضعته حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط رضاعها علی
الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اوسنے اوسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اوس عورت کو جا کر
رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ مین تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق اجرت
کی نہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرۃ ہم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہے کہ قول اوجہ
یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی
کذا فی الطحطاوی و لو آجرت نفسها لذلک لقوم آخرین و لم یعلم الاولون فارضعتهما و فرغت اثمت و لها الاجر کاملا علی الفریقین لشبهها بالاجیر
الخاص و المشترک و تمامه فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اوسواسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ
معلوم نہین ہوا اوسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونون فریق پر بسبب
مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ مین ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ گنہگار نہوگا

اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونون جگہہ ممکن ہی خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی مین یون مذکور ہی کہ اگر دایہ کے گھر مین صغیر کو دودھ پلاتی کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر مین رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی المحیط اور لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہین اجارہ بکرے کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے م بعضے لوگ پانچ یا دس روپے دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے ہین بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہین حدیث شریف مین اس اجرت کو اور محبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہین تو اوسپر اجرت لینا جائز نہوگا حاشیۂ سلبی مین ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہی گناہون کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے م نوحہ گری یہ کہ میت پر روو نے اور اوسکی خوبیان بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی مین ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اوسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اوسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانے مین یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہی کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہین جاتے کذا فی المحیط ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیۃ من الشرکۃ ویحبس بہ بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہی طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانے مین فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہی تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشرکہ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاے اسی قول کا فتوی ہے م اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہی اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت مین اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جاتین لہذا جواز اجارۂ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہین زمانے کے اختلاف سے کذا فی المنح وغیرہ تو زمان سابق مین اجارۂ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے مین جائز ہے بوجہ مذکور واللہ اعلم اور تعلیم کتب اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ھی ما یھدی للمعلم علی رأس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اھداء الحلاوۃ اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہو گی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کی بعضی سورتون کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یس یہ نام رکھا گیا اسواسطے کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے م طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد مین ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نھیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تا کہ اوسکو بن دے اوسکی نصف یعنی بہ نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تا کہ اوسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تا اوسکے گیہون پیسے دیکھو اوسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین بیع الوفا کے باب مین م وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا

بنا ہوا ۱۲ بار ۱۲ آٹا ۱۲

هدایہ مین کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھر تیل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی
تا دوسرا شخص اوسمین درخت لگاوے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر مین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہین درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اوسپر قیمت درخت
کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکے عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجرہ کا مانڈنا یعنی
بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہین ہین کذا فی الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون کے پیسنے کیواسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہی اوسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا
اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالی روزی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہی پھر اگر پکھال مین پانی
اونٹ پر لاد دیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر
شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالیکا ہی اور جال کی اجرت مثل اوسپر واجب ہوگی اور اگر گای یا مرغیان دوسرے
شخص کو چرانے کیواسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودہ اور انڈے ہون وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہے دودہ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی
اجرت مثل ملیگی اور اگر اوسنے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائون اور مرغیون کو اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو
پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون ہے دوسرے شہر مین ہو اوسنے مزدور سے کہا کہ اوسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مجکو لا دیگا تو تجکو
دس درم دونگا اوسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ بمعنی قفیز طحان ہے
کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان مین داخل ہین والحیلۃ ان یفرز لہ الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور
مسائل مین جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کردے یعنی جالک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از نسیج و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت مین ایک قفیز
آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نکہے کہ اس گیہون کا آٹا پھر اوسکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کیطرف منسوب
نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا جسطرح مشار الیہ ہونا جائز ہے اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر
کو اختیار ہے کہ اوسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ
اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا ہے کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجر نہین یعنی نہ اجر
مسمے نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اوسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادلیچل اور بیس سیر باقی
اپنی اجرت مین لیلے سو اوسنے پورا من لادالو اوسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس غلہ کو لادے جو اوسمین اور اوسکے غیر مین
مشترک ہو وہ مستحق اجرت نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا وما استشکلہ
الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہی مصنف نے اوسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین ہم زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال
مذکور کیے ہین اشکال اول یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا
یعنی جب اجیر مالک ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجر اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے
اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہی بموجب عقد اور تسلیم اجرت
کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ
مین قبل ایفا معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین منافی نہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کیطرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے
اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلانے کہا

كه مالك في الحال كا كلام على سبيل الفرض والتقدير واقع ہوا ہے تو تقدير كلام يون ہے كه اگر صورت مفروضه مين اجرت واجب ہوتی تو اجير مالك ہوتا اجرت كا في الحال تعجيل
كذا في الطحطاوی مختصرا قال وصححوا بان دلالة النص لا عموم لها فلا يخصص عنها شيء بالعرف كما زعمه مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح مين كہا ہے
علمانے تصريح كی ہے كه دلالة النص مين عموم نہين تو دلالة النص سے كسی چيز كی تخصيص نہوگی جيسا كه مشائخ بلخ نے گمان كيا ہے ہم زيلعی كہتے ہين كه مشائخ بلخ اور نسفی نے
حمل طعام كو بعض محمول اور نسج ثوب كو بعض منسوج كی اجرت پر جائز ركھا ہے اپنے اہل بلاد كے تعامل اور رواج كے سبب سے اور جو اوسكو جائز نہين جانتا وہ اوسكو
قفيز طحان پر محمول كرتا ہے حالانكه قياس متروك ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر يون كہين كه عدم جواز بطريق قياس كے نہين بلكه قفيز طحان كے نص اوسكو شامل ہے باعتبار دلالت
كے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل اور عرف سے كيا تو نہين جانتا كه استصناع مين قياس متروك ہے اور قواعد شرعيه سے اوسكی تخصيص ہوگئی ہے تعامل كے سبب سے
اور ہمارے مشائخ اس تخصيص كو جائز نہين ركھتے ہين اسواسطے كه يه ايك اہل شہر كا رواج ہے اور اس سے حديث قفيز طحان كی مخصوص نہين ہو سكتی بخلاف استصناع كے
كه اوسكا رواج جميع بلاد مين ہو گيا ہے اور ايسے رواج سے البته قياس متروك ہو جاتا ہے اور حديث اور اثر مخصوص ہو جاتا ہے انتہی اور عنايه مين ہے اگر كوئی كہے كه ہم قياس
كو ترك نہين كرتے بلكه دلالة النص سے بعض ما في معنی قفيز الطحان كو تعارف اور رواج كے سبب سے مخصوص كرتے ہين چنانچه مشائخ بلخ نے ثياب مين تخصيص
كی ہے اپنی شہر كے رواج سے مين كہتا ہون دلالة النص مين عموم ہی نہين كه اوسكو مخصوص كيجيے كذا في الطحطاوی او استاجر خبازا ليخبز له كذا كذا قفيز دقيق
اليوم بدرهم فسدت عند الامام لجمعه بين العمل والوقت ولا ترجيح لاحدهما فيفضي للمنازعة حتی لو قال في اليوم او على ان تفرغ منه اليوم
جازت اجماعا يا نان پز سے اجاره كيا كه اوسكو اتنے سانے مثلا ايك قفيز بھر آٹے كی آج روٹی پكادے ايك درم كی مزدوری پر تو اجاره فاسد ہے امام كے نزديك بسبب
ملادينے مستاجر كے عمل اور وقت كو اور دونون مين ايك امر كو ترجيح نہين تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجای اليوم كے في اليوم كہے يا اس شرط پر اجاره كرے كه اجير نان پزی سے آج
فرغت پاوے تو اجاره جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبين كے ہم جب عمل اور وقت مين اجتماع ہوا تو دونون اجاره كی لياقت ركھتے ہين اور كوئی لائق نہين ہے اولے نہين تو جہالت
باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر في اليوم كہيگا تو وه ظرف ہوگا اور مظروف ظرف كا مستغرق نہين ہوتا تو گويا يون كہا كه اگر بعض يوم مين تو فرغت ہو سو يه
قول تعجيل كا مفيد ہے تو نان پزی ہی معقود عليه ٹھہری بخلاف لفظ اليوم كذا في العنايه مختصرا او ارضا بشرط ان يثنيها ای يحرثها مرتين او يكري انهارها
العظام او يسرقنها لبقاء اثر هذه الافعال لرب الارض فلو لم يبق لم تفسد يا زمين اجاره لی اس شرط پر كه مستاجر اوسكو دوبار جوتے
يا اس شرط پر كه زمين كی بڑی نہرون كو كھودے اور صاف كر دے يا زمين مين مستاجر پانس ڈالے تو اجاره فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان كاموں كے اثر كے مالك زمين كے
واسطے تو اگر انكا كچھ اثر باقی نه رہے تو اجاره فاسد نہوگا ہم دوبار جوتنے سے مراد يه ہے كه ايكبار مستاجر اپنی زراعت كيواسطے جوتے اور دوسری بار
مدت اجاره كے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام كی قيد اسواسطے لگائی كه جداول يعنی ناليون كے كھودنے كی شرط زراعت مستاجر كے سينچنے كيواسطے مفسد اجاره
نہين اور اسكا قاعده كليه يه ہے كه جو شرط اجاره كی مناسب ہو وه مفسد نہين اور اجاره اراضی كا فقط مستاجر كے منفعت كيواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع
ہو جيسا كه جوتنا اور بونا اور سينچنا تو وه مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر كو فائده ہو نه مستاجر كو وه شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجاره ہے چنانچه نہر عظيم كا
كھودنا اور بعد مدت اجاره پانس ڈالنا اور زمين كو جوتكر موجر كو دينا كذا في الطحطاوی او بشرط ان يزرعها بزراعة ارض اخرى لما يجيء ان الجنس بانفراده يحرم
النسأ يا اس شرط سے اجاره كيا كه مستاجر زمين مين زراعت كرے دوسری زمين كی زراعت كی اجرت پر يعنی اجرت زراعت يه مقرر ہو كه موجر مستاجر كی زمين مين زراعت
كرے تو اجاره فاسد ہے اسواسطے كه آگے مذكور ہوگا كه فقط اتحاد جنس يعنی بلا تحقق مقدار تاخير كو حرام كر ديتا ہے ہم مراد يه ہے كه ايك نوع كا اجاره دوسرے ہمجنس نوع سے
چنانچه اجاره سكنی كا سكنی سے اور ركوب كا ركوب سے فاسد ہے اور شارح كی تعليل مين اعتراض يه ہے كه حرمت تاخير كی مقدرات مين ہے اور يہان مقدرات مين گفتگو نہين تو
بہتر تعليل يه ہے كه اجاره خلاف قياس جائز ہوا ہے حاجت كيواسطے اور متحد الجنس منفعت كے اجاره مين كچھ حاجت نہين تو اپنی اصل پر نا جائز باقی رہا بخلاف
مختلف الجنس اور اتحاد جنس مين اگر استيفا منفعت ہوگا تو ظاہر الروايه مين اجرت مثل واجب ہوگی كذا في الزيلعی بتصرف وقوله فسدت جواب الشرط وهو
قوله ولو دفع غزلا الخ اور ماتن كا يه قول يعنی فسدت كا لفظ جواب ہے اس شرط كا يعنی ولو دفع غزلا الخ كا يعنی شرط مذكور اور اوسكے جميع معطوفات كا جواب ہے

وصحت لو استاجرها على ان يكريها ويزرعها او يسقيها ويزرعها لانه شرط يقتضيه العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ لے کہ مستاجر اوسکو
جوتے اور بوئے یا اوسکو سینچے اور بوئے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجره لحمل طعام مشترك بينهما فلا اجر له لانه لا يعمل شيئا
الا ويقع بعضه لنفسه فلا يستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اوس غلہ کے لانے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اوسکے واسطے کچھ
اجر نہین ہے اسواسطے کہ کسی اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجر کا مستحق نہوگا ھ اور اگر شریک
کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اوسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیہ کالراھن استاجر الرهن
من المرتهن فانه لا اجر له لانتفاعه بملكه جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے
ھ حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو تملیک کا مالک ہو اور راہن ھر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف
نہین کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواهر الفتاوى لو استاجر
حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائه الحمام لا اجر عليه لانه يسترد بعض المعقود عليه وهو منفعة الحمام فى المدة ولا يسقط شئ من
الاجرة لانه ليس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے تو موجر کو
اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم
نہین استاجر ارضا ولم يذكر انه يزرعها او اى شئ يزرعها فسدت الا ان يعمم بخلاف الدار لوقوعه على السكنى كما مر زمین اجارہ لی اور یہ
بیان نکیا کہ اوسمین زراعت کریگا یا کونسی چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد نہوگا برخلاف اجارہ دار
کہ اوسمین جہالت مفسد اجارہ نہین بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہین چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا واذا فسدت فزرعها فمضى الاجل
عاد صحيحا فله المسمى استحسانا وكذا لو لم يمض الاجل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد قلت فلو حذف قوله فمضى الاجل
كما فعل قاضيخان فى شرح الجامع لكان اولى اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئی تو اجارہ صحیح ہو گیا
اور اوسکے واسطے اجر مسمی بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت
کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضى الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضیخان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے
تو بہتر ہوتا ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای تمام العقد تمام المدة کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الى بغداد ولم يسم ما يحمله فحمله المعتاد فهلك
الحمار لم يضمن لفساد الاجارة فالعين امانة كما فى الصحيحة اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھا بیان نکیا کہ کتنا بھر اوسپر حمل معتاد لادا سو گدھا
مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو مین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ھ بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد مین اسواسطے
تاوان نہ لازم آیا اسواسطے کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف ہے اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اوسکا خلاف امر پایا گیا تو تاوان کی
کیا وجہ ہے فان بلغ فله المسمى لما مر فى الزراعة پھر اگر گدھا لادکر بغداد مین پہنچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اوس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہوگئی قبل
از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع فى مسئلة الزراعة والحمل فى مسئلتنا فسخت الاجارة دفعا للفساد لقيامه بعد پھر اگر دونون مین نزاع
واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے
عقد کے ہنوز استاجر دابة ثم جحد الاجارة فى بعض الطريق وجب عليه اجر ما ركب قبل الانكار ولا يجب لما بعده عند ابى يوسف لانه بالجحود
صار غاصبا والاجر والضمان لا يجتمعان وعند محمد يجب المسمى در وكانه لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر
پر بقدر اوس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجر لازم ہوگی اور بعد اوس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر بانکار اجارہ
غاصب ہوگیا تو اوسپر تاوان لازم ہوا اور اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے

م طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قبلہ فلہ الاجر والا
لا وکذا الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھوبی نے دہونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھولایا یعنی مقر ہو کر تو اگر کپڑا اوسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھولائی کی
اجرت ہے ورنہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا ہے یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب کپڑے کو اختیار
چاہے کپڑا لے اور اوسقدر قیمت دیدے جسقدر رنگ نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھر لے اور جولاہے
نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اوسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے اور اوسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے اشباہ اور
شارح کا اجمال مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری
منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز کاجارۃ السکنی بالسکنی
واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لما مر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد اور جب کہ دونوں
منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ تحقیق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقیق
مقدار ادہار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصید لہ او لیحتطب لہ فان وقت
لذلک وقتا جاز ذلک ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر کیواسطے شکار کرے یا لکڑیاں اوسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا
جائز ہے م چنانچہ صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نکرے
کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نکیا تو اجارہ مذکورہ جائز
نہیں اور اگر وقت معین نکیا اور لکڑیاں معین کردین تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الحطب وھو ای الحطب ملکہ فیجوز مجتبی وبہ یفتی صیرفیہ مگر جب
عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبی اسیکا فتوی دیا گیا ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو
تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور صیرفیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے استاجر امرأتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارا کھانا کیواسطے
اجرت پر روٹی پکادے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ م عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کیواسطے زوجہ پر روٹی پکانا
واجب ہے باعتبار دیانت کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیئے تھے علی مرتضی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے
اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر رضی اللہ عنہما کذا فی الطحطاوی آجرت دارہا لزوجہا فسکناہا فلا اجر اشباہ وخانیہ قلت لکن فی حاشیتہا لتنویر البصائر
من المضمرات معزیا للکبری قال قاضی خان ھنا الفتوی علی صحتہا لتبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اوس گھر میں
رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ
تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بفتاوی کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کی تابع ہے سکونت میں
تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات
میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنیوالی کا دولہن کے سنگار کیواسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ م شرنبلالی
نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا
پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات م پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع میں نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے **باب ضمان الاجیر** یہ باب ہے مزدور کے

تاوان کے احکام مین الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہین ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کالخیاط ونحوہ
تو اوّل یعنی اجیر مشترک وہی ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا مگر جیسا کہ درزی اور مانند اوسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصون کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک
شخص کے او یعمل له عملاً غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیراً مشترکاً وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر مین بلا قید مدت تو اس صورت مین درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی
غیر مستاجر کا کام نکرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہراً بدرہم کان مشترکاً الا ان یقول ولا ترع غنم غیری وسیاتی یا اجیر مشترک
وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریون کے چرانے کیواسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر
مشترک ہوگیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یون کہے کہ نہ چرائیو میرے سوا اور شخص کی بکریون کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی استاجر حائکا لینسج ثوبا
ثم اجر الحائک نفسہ من آخر للنسج صح کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے
پھر اوس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونون عقدین صحیح ہین اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی
یعمل کالقصار ونحوہ کفتال وحمال وملاح ودلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہوگا جبتک عمل نکرے چنانچہ دھوبی اور مانند اوسکے چنانچہ رسی
بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور ملاح اور دلال وله خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے
ہر ایک اوس عمل مین جو مختلف ہوجاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی ہم مجتبی مین ہے کہ دھوبی ثوب مرد کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور
وہ راضی ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا مین راضی نہین تو یہ اوسکو جائز ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو
محل کے اختلاف سے اوسمین خیار الرویت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہین اوسمین اجیر کو اختیار نہین چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام
کی حجامت کذا فی المنح ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم
اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوجائے اگرچہ اوسپر تاوان دینے کی شرط
ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت مین باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہے اور اسی قول پر
مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ مین ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ
اجیر مشترک پر ضمان نہین خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارت گری اور یہ قول مروی ہے فاروق
اور مرتضی رضی سے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہین ہان ضمان نہین اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضی سے زیلعی مین ہے کہ
صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ہمیشہ ور دغا باز ہوگئے ہین اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہینگے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ مین ہے کہ امام کے قول پر
فتوی ہے تو اس مسئلہ مین فتوے مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوے دیا ہے ہم ظہیریہ
مین ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک مین صحابہ مختلف ہین لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوے دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوے
دیا ہے تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف مین ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک
نصف واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک
دیندار نیکوکار ہو تو اوسپر تاوان نہین اور اوسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بے باک ہو تو تاوان اوسپر ہے اور اگر اوسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا
حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم کمن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر مین کہتا ہون اور صلح پر
کیا زبردستی کیجائے یا نہین تنویر البصائر مین تحریر کی ہے کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اوس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے
بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار مین مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور کہا ہے

سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہے بلا جبر ویضمن ما ھلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہا جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام
ونحوہ کذا فی العمادیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤن
رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی
مین کھینچنے کی قید سواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوسپر کسی چیز کے گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگئی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق
فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے
سوتامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی انکل سے دریافت کرسکتا ہی کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہی یا نہین لہذا اوسکے فعل مین
سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکو دریافت نہین کرسکتا لہذا اوسکے فعل مین سلامتی شرط
نہین صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا یہ جو فقہا نے کہا ہی کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اوسپر تاوان ہے مین کہتا ہون لائق یہ کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار
معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے عمل مین عدم تاوان عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی
صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہی محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے اور جو قہستانی
مین محیط وغیرہ سے منقول ہی وہ آسان تر اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ھذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن
اذا لم یجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور منیہ مین ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہی جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا
وکیل کشتی مین موجود نہوا اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہے یعنی فقط
اجیر ہی ہان نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اوسکا بھی وہان ہے تو قصور فقط اوسیکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا
المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ مین ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوسپر سوار رہا پھر اوسکو کرایہ والے نے ہانکا اور وہ
ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اوسی کیطرف مسلم نہین قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی
ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ مین کہتا ہون ہمنے اشباہ سے بنسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہی کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا
چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے مناسبت اس مقام مین مجکو معلوم نہین ہوتی ولا یضمن بہ بنی ادم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ و
ان کان بسوقہ او قودہ لان الادمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے اونکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہی ملاح پر
ہرطرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی
کا خون بہا عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت نہین اسواسطے کہ اوسکا اذن ہے اسمین یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر دن
فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ مین ٹوٹ پھوٹ
گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے حمل کے مکان مین اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کی حساب
کے موافق اوسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وھذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس
فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اوس صورت مین ہی اگر مٹکا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اوسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ
گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اوسکی لازم ہی اور مالک کو اختیار مذکور نہین ہے
کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور
آدمیون کی فصد کھولنیوالے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ہم یعنی جسنے موضع مقرری سے پچھنے لگائے اور نشترزنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی
یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے

بڑھ گیا یعنی بے موقع اوسنے نشتر لگایا تو پوری زیادتی کا اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہوگیا ہو ھم طحطاوی نے کہا تاوان زیادتی کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاوے زخم ماذون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجاوے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونون طرح قیمت ٹھہرائی جاوے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاوے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفھا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاوے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونون فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وھی عضو کامل کاللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہے اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اوسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ھم عضو کامل سے یعنی عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اوسکا بدل مقرر بدل النفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفھا لحصول تلف النفس بفعلین احدھما ماذون فیہ وھو قطع الجلدۃ والاخر غیر ماذون فیہ وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک فعل تو وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہین یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہنچاوے تو یہ شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ بات اوسکے اختیار اور قابو مین نہین مگر جب کہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیۃ وفیھا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء اور عمادیہ مین ہے کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اوسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد کے حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہو یعنی اسواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاوزت از فعل معتاد وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اوسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے یعنی اسواسطے کہ پھاڑنیوالی چیز سے اوسکو قتل کیا والثانی وھو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد وھو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین یعنی ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ھم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط مین ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید ہو اسواسطے لگائی تاوہ اجیر نکل جاوے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا سیئے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استوجر شھرا للخدمۃ او شھرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے مدت کے گذرنے کذافی الجوہرہ اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت مین حاضر ہونے سے اگر بعد حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین درم پر ھم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہر تاوقتیکہ لوگ سوئین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو اخر المدۃ بان استاجر للرعی شھرا حیث یکون مشترکا الا اذا

شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصًا وتحقیقہ فی الدرر یعنی اس صورت مین کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لیا بکریان چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوا اوسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے سوائے اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر مین ہے م درر مین تو مذکور ہی کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اوسوقت خاص ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بعید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت مین مخصوص ہوگئے اور غیر کیواسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اوسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو سواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا جب تک اوسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالی جاویگی کذا فی فتاوی النوازل وان هلك فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفه فله الاجرۃ کاملة ما دام یرعی منها شیئا لما ان المعقود علیه تسلیم نفسه جوهرۃ وظاهر التعلیل بقاء الاجرۃ لو هلك کلها وصرح فی العمادیة اور اگر مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریان ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو اونمین سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریان ہلاک ہو جائین اور اسی کی تصریح کی ہی عمادیہ مین م یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بلا بعض پر مقدم ہے ولا یضمن ما هلك فی یدہ او بعمله کتخرق الثوب من دقه الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اوسکا نہ دیگا جو اوسکے ہاتھ مین یا اوسکے عمل سے تلف ہوگیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اوسکے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصدا بگاڑے تو تاوان دیگا امانت دار کے مانند در صورت تعمد فساد م عدم تاوان اوسوقت ہے جب کہ عمل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اوسکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پانون ٹوٹ جاوے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد مین داخل نہین اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم فرع علی هذا الاصل بقوله فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدها او سرق ما علیه من الحلی لکونها اجیر وحد پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ تاوان نہین دایہ پر اوس لڑکے مین جو اوسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے م اجیر خاص اوسوقت ہی جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکیکو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر م چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ مین ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل کان خاطه فارسیا فبدرهم او رومیا فبدرهمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے سیئے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا تو دو درم اجرت ہین م تردید سواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانه فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحه وسیتضح م اور زمانہ عمل کی تردید صحیح ہے اول مین اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار مین شرح نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ والحل کی شرح مین م یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار مین داخل نہین لیکن نسخہ متن مین داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناه یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاطه الیوم فبدرهم او غدا فبنصفه ہمارے اوستاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے ومکانه کان سکنت هذه فبدرهم او هذه فبدرهمین اور مکان عمل کی تردید

صحیح ہی چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایکدرم کرایہ ہی یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درم کرایہ ہے والعامل کان سکنت عطارا فبدرھم
واحدا او حداداً فبدرھمین اور تردید صحیح ہی عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایکدرم کرایہ ہی یا لوہار کو رکھیگا تو دو
درم کرایہ ہی والمسافة کان ذھبت للکوفة فبدرھم او للبصرة فبدرھمین اور تردید صحیح ہی مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ
تک گیا تو ایکدرم اجرت ہی یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہی والحمل کان حملت شعیرا فبدرھم او برا فبدرھمین اور بوجھ لادنے مین تردید صحیح ہی چنانچہ
یون کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایکدرم اجرت ہی یا گیہون لادیگا تو دو درم وکذا لو خیرہ بین ثلثة اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہی عمل
اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اوسکو اختیار دے تین چیزون مین ولو بین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیز مین اختیار دے
تردید سے تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی لہ وفی الغد اجر المثل
لا یزاد علی درھم ولو خاطہ بعد غد لا یزاد علی نصف درھم وفیہ خلافھما اور تردید مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی
سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزت مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزت مین وہ اجر مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو
پرسون سئیگا تو اوسکی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین
صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی درزت مین ایکدرم اور دوسرے دن کی درزت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین
صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کی دلائل زیلعی مین مذکور ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا عمارة الدار او کانونا فی الدار المستاجرة واحترق بعض
بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دوکان بنائی اور ہمسایون کے
بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہین خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح کہتا درر کی
عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دوکان مذکور ہی ہم کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے
تو مناسبت ممکن ہی الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ وایقاد نار لا یوقد مثلھا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ
جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اوس سے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹی مین
تو تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ندت من قطیعہ شاة فخاف علی الباقی
الھلاک ان تبعھا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعة حال الغرق مثلاً گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے
یعنی بظن غالب کہ اوسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانیوالا جسکی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانیوالا ڈرا کہ اگر اوسکا
پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہو جائینگے تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت
ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین وقالا ان کان
الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن والقول لہ فی تعیین
الدواب انھا لفلان اور اگر چرانیوالے نے لوگون کی بھیڑ بکریان ملا ڈالین اگر اوسکو جدا کر دینا اوسکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے
مین اوسیکا قول مقبول ہی کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہی وان لم یمکنہ ضمن قیمتھا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمة عمادیہ اور اگر اوسکو جدا کر دینا
ممکن نہو تو تاوان دے اوس قیمت کا جو ملانے کے دن اوس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت مین چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیة ولیس للراعی
ان ینزی علی شیء منھا بلا اذن ربھا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ فلا ضمان جوھرة اور چرانیوالے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون
اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرة
یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمة لمشقتہ اور مستاجر سفر مین نہ لیجاوی اوس غلام کو

جسکو اوسنے خدمت کیواسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط اَملَکُ
علیکَ اَم لکَ مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری سفرت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے
یعنی شرط مشروع کی پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اوسمین یا نقصان وکذا لو عُرِفَ بالسفر لان المعروف کالمشروط اوراسیطرح اگر غلام
کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے معلوم ہونے کی صورت یہ ہی کہ اجارہ کے وقت وہ
شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد المُوصیٰ بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اوس غلام کے
جسکی خدمت کرنیکی کسیلیے نے موصی لہ کیواسطے وصیت کی ہو تو اوسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہے ہرطرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط
ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اوسکا خرچ موصی لہ پر ہی یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اوسکا خرچ ہوتے پر ہی نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ
غاصب ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان و عند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لیگیا پھر غلام مرگیا تو اوسکی قیمت کا
تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اوسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع
نہین ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجر مثل ہی ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہما بعد الفراغ
صحیحۃ استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اوسنے اوسکو دی اوسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ
اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے
اجر مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ بہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور
تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اوس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہراکر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے
نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہی مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہین اسواسطے کہ غاصب مولے ہی غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اختیار
مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی
کما لا یضمن اتفاقا لو آجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ و ائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ
اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت سے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجر مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد
قبضہا لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اوسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہے
غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہے اور دوسری مین
عاقد مولے ہی کذا فی العنایہ فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو
غاصب کے پاس موجود پاوے تو اوسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہرچند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی
ملک اوسمین ہنوز باقی ہے لہذا اوسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو
عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمسۃ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو
صحیح ہی ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کریگا تو چار درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الآجر والمستاجر فی اباق العبد
او مرضہ او جریان ماء الرحی حکّم الحال فیکون القول قول من شہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی بیماری مین یا چکی
کی پانی جاری ہونے مین تو حال حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اوسیکا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ
ثمر و اختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین
اور بائع اور مشتری پھل کی بیع مین درخت کے ساتھ مختلف ہین تو مقبول قول اوسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبض مین پھل ہو ولا اصل

ان القول لمن یشہد لہ الظاھر اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اوس شخص کا قول معتبر ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من
الاجر بحسابہ ولو عاد عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اوسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا
ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود
پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول
مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک کہتا ہو کہ مینے قمیص سلایا تھا اور
خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مینے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا
تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا لہ فلہ الاجر
والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین تو نہین یعنی اگر مفت اوسکو
سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل لہ وقال محمد ان کان الصانع معروفا بھذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بھذہ الصنعۃ کان القول قولہ
بشھادۃ الظاھر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور اوسکا قیام معاش
اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول
محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وھذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے
بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل
الصنائع یضاف الی استاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اوسکے اوستاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا
سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اوسکا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعمد فیضمنہ ھو عمادیہ یعنی استاد اوسوقت تاوان دیگا جب
مزدور کیطرف سے زیادتی اور قصد نہ ہوا ہو اور بصورت قصد مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اوسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اوسپر تاوان نہین مگر بصورت قصد وفی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد
للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ فتنبہ اور اشباہ مین ہے کہ سرای کے اوترنے والے
اور حمام کے داخل ہونیوالے اور جو مکان کہ کرایہ کیواسطے بنا اوسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین اس مکان مین بلا اذن مالک بطور
غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا
حکم ہے یعنی دعوی غصب سے اوسکی بھی اجرت ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرھا
للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب لما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وھو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی
اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کردیا تو قبل از استیصال کے
اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کے اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے
کہ اوسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ مابعد استیصال
کے اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے
جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم
ہے شیء غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفۃ فھلک او غرق ولم
ینبت لزمہ الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضیخان مین عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد

کیا ہی چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہی ہو بسبب کہ متاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی
بونے سے پہلے تو متاجر پر اجرت نہین انتہی ہم فرمودہ ل محیط کے قول مفتی بہ کے تحت ہی چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم *

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہی فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط و رؤیۃ کالبیع خلافا للشافعی
اجارہ فسخ کیا جاتا ہی حاکم کے حکم یا رضا عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رؤیت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی رحمہ یعنی چونکہ اجارہ
عبارت ہی شرا منافع سے لہذا اوسمین بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد کا اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اوسکے
فسخ کرڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط صحیح نہین اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے وبخیار عیب حاصل
قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض
کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اوس عیب سے اجارہ
فسخ کیا جاتا ہی جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے
کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیۃ ای وان لم تفسخ علی الاصح کما مر اور
اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہوگیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول
اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رؤیت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہے
لیکن حق فسخ اوسکے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہی اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہی و لہذا مصنف نے تفسخ کہا ہی نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ
لو جاء من الماء ما یزرع بعضها فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلها او ترک ودفع بحساب ما روی منها اور جوہرہ مین ہے
کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہان پانی نہین پہنچا
اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اوسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرها بغیر شربها فانقطع ماء الزرع علی وجہ
لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اوس
زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ مین داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہوگیا کہ اوسکی امید باقی نہین ہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہے
اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہوگیا اور اوسقدر رہنے سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر اهلوا وذهلوا سقط
الاجر عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون مین سو آدمی وہان کے رہنے سے
ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہوگئی اور اگر گانون کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہو گی او یخل عطف علی یفوت
بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحتها وسقوط حائط دار یا اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس
عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہی اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہی چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ
لگ جانا یعنی اوسمین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ
من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور پن چکی
کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہی تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض
معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ
المؤجر او انتفع بالمختل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز
سے نفع حاصل کرے تو اوسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اوسکے بال جھڑ جانے

اور ازالۂ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار منہدمہ کو موجر جلد طیار کر دے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان
من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنیٰ اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل
تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہے م تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا کہ
خلل انداز ہا اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی۔ فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا
الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد رآہا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس
گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہین بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء
والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن بلا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج
ان ابی ربہا خانیہ ای کتبوا اذا رآہا کما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانی کے چہبچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے
لیکن اوسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور
مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اوسکا مالک صورت مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنی مگر اوس صورت مین نکلنا درست نہین جب کہ
اوسنے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر کو روا
کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احدہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ
اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اوسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر ساتھہی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو
تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للنہایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا
لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیۂ اشباہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے
اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہے م اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین متفرد ہے
یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہین کذا فی فتاوی
قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت
عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی
اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اوکھاڑنے
کے واسطے اجیر معین کیا یا اوس زوجہ کا مر جانا یا اوسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کیواسطے باورچی اجیر کیا ہم یعنی جب درد ٹھہر گیا
تو ڈاڑہ اوکھاڑنے مین صریحا مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ
اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بہ تحمل ضرر
زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بعیان من الناس او بیان ای بینۃ او اقرار والحال انہ لا مال لہ غیرہ
ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم
دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دہشت سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا
اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا دین کیواسطے نہ بیچی جاوے اجارہ کے سبب سے تو دین کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اوسکو ضرر پہنچیگا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اوس
چیز کی قیمت کی برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو پیشگی
دی ہو تو انقضاء مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر

دكانِ ليتّجر اور اجاره فسخ كيا جاتا ہی اوس كرايه دار كے مفلس ہو جانے سے جسنے دوكان اجاره لی سوداگری كيواسطے يعنی اسواسطے كه افلاس مين تجارت ممكن نہين وبعذرِ افلاسِ خياطٍ يعمل بمالِهٖ لا بابرته استأجر عبدا ليخيط فترك عمله اور اجاره فسخ كيا جاتا ہی اوس خياط كے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے كام نہين كرتا بلكه اپنا مال خرچ كركے اسطرح كام كرتا ہی كه غلام كو سينے كے واسطے مزدوری لگاتا ہی سو غلام نے اوس خياط كا كام چھوڑ ديا اوسكے افلاس كے سبب سے اور اگر خياط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے كام كرتا ہو تو اوسكا افلاس فسخ اجاره مين عذر نہين ہے وبعذرِ بداءِ مكارى دابةٍ من سفرٍ اور اجاره فسخ كيا جاتا ہے اس عذر سے كه جانور كے كرايه لينے والے كا دل ہٹ گيا سفر كرنے سے هم اگر جانور كرايه ليا بغداد تک پھر اوسكو سفر كرنا بہتر معلوم نہوا يا حج كيواسطے اونٹ كرايه كيا پھر اوس سال حج كا اراده موقوف ركھا يا وه شخص بيمار ہو گيا يا سفر سے عاجز ہو گيا تو يہه عذر ہے فسخ اجاره كا كذا فی قاضی خان ولو فی نصف طريقه فله نصف الاجران استويا صعوبةً وسهولةً والا فبقدره شرح وهبانية وخانيه اور اگر نصف راه مين دل ہٹا سفر سے تو جانور كے مالک كو نصف كرايه ملے گا اگر راه كے دونون نصف سختی اور آسانی مين برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسكی زيادتی يا كمی كے مليگا كذا فی شرح الوهبانية والخانية بخلاف بداء المكارى فانه ليس بعذرٍ اذ يمكنه ارسال اجيرهٖ برخلاف دل ہٹجانے مكاری كے كه وه فسخ اجاره كا عذر نہين ہے اسواسطے كه مكاری يعنی جانور كے مالک كو اپنے مزدور كا بھيجنا جانور كے ساتھ ممكن ہی و فی الملتقى ولو مرض وهو عذر فی رواية الكرخی دون رواية الاصل قلتُ وبالاولی يفتی اور ملتقی مين ہی اور اگر مكاری بيمار ہوا تو وه عذر ہے كرخی كی روايت مين نه مبسوط كی روايت مين مين كہتا ہون اور پہلی روايت يعنی كرخی كی روايت پر فتوی ہے ثم قال ولو استأجر دكاناً للعمل الخياطة فتركه لعمل اٰخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے كہا اور اگر دوكان كرايه كی درخت كے عمل كيواسطے پھر اوسنے درخت كو چھوڑا دوسرے عمل كے سبب سے تو يہه فسخ اجاره كا عذر ہی هم يہه قول تفصيل فتاوی كبری كے مخالف ہے فتاوی عالمگيری مين كبری سے منقول ہی كه اگر مستاجر دوسرے عمل كيواسطے دوكان مين مستعد ہوا تو اوسكو نقض اجاره درست نہين اور نہين تو نقض جائز ہے انتہی اور اسی كو شارح بعد اسكے ولو الجيه سے نقل كريگا وكذا لو استأجر عقاراً ثم اراد السفر انتہی اور اسيطرح كا عذر ہے اگر زمين كو اجاره ليا پھر سفر كا اراده كيا انتہی فی الملتقى وفی القهستانی سفر مستأجرِ دارٍ للسكنى عذرٌ دون سفر مؤجرها اور قہستانی مين ہے سفر كرنا اس مستاجر كا جسنے گھر اجاره ليا رہنے كيواسطے عذر ہی نه اسكے موجر كا سفر يعنی صاحب خانه كا سفر فسخ اجاره كا عذر نہين ولو اختلفا فالقول للمستأجر فيحلف بانه عزم على السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مين اختلاف كيا تو مستاجر كا قول مقبول ہے تو وه يون قسم كھائی كه اوسنے سفر كا اراده كيا ہی وفی الولوالجية تحوله عن صنعته الى غيرها عذرٌ وان لم يفلس حيث لم يمكنه ان يتعاطاها فيه اور ولوالجيه مين ہی پھرنا مستاجر كا اپنی پيشه سے دوسری پيشه كيطرف عذر ہی فسخ اجاره دوكان كا اگرچه وه مفلس نہو گيا ہو جبكه اوسكو اوس پيشه كا كرنا دوكان مين ممكن نہو يعنی اگر ممكن ہوگا تو عذر نہين وفی الاشباه لا يلزم المكارى الذهاب معها ولا ارسال غلام وانما يجب الاجر بتخليتها اور اشباه مين ہے كه مكاری كو جانور كے ساتھ جانا لازم نہين اور نه بھيجنا غلام كا اجرت تو تخليه جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترك خياطةِ مستأجرٍ عبدا ليخيط ليعمل متعلق بترك فی الصرف لامكان الجمع برخلاف اوس خياط كے جسنے غلام كو مزدوری لگايا درخت كيواسطے پھر درخت ترک كی تاكه غلام صرافی كرے تو يہه عذر نہين فسخ كا اسواسطے كه جمع بين العملين ممكن ہے يعنی دونون كام ہو سكتے ہين اسطرح پر كه دوكان كی ايک طرف خياطی كرے اور دوسری طرف صرافی هم طحطاوی نے كہا قوله وبخلاف ترك خياطة الخ تركيب ركيک المعنى ہے باوجود تتابع اضافات كے تو اگر يون كہتے (وبخلافِ خياطٍ استأجر عبداً للخياطة فتركها ليعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بيع ما آجره فانه ايضاً ليس بعذرٍ بل وقف الحوق دينٍ كما مرّ ويتوقف بيعه الى انقضاء مدتها وهو المختار لكن لو قضى بجوازه نفذ وتمامه فی شرح الوهبانية اور برخلاف بيچڈالنے موجر كے اوس چيز كو جس كو اوس نے اجاره دياكه وه بھی عذر فسخ نہين بدون لاحق ہونے دين كے چنانچه گذر گيا اور بيع اوسكی موقوف رہيگی مدت اجاره كے

منتفی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جوازِ بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفیہ معزیًا للخانیۃ لو باع
الآجر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ھو الصحیح ولو باع الراھن الرھن للمرتھن فسخہ اور شرح وہبانیہ میں خانیہ سے ہے کہ اگر موجر
نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع
فسخ کرے ۱ھ لیکن عمادیہ مین فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اوسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ
والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقًا عقدھا لنفسہ
بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک اور اوسکے جنون مطبق ہوجانے سے تو اوسسے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو
اپنی ضرورت کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل
الاصلح فیوجرھا لو امینا او یبیعھا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برھن علی دفعھا وتقبل البینۃ ھنا بلا خصم لانہ یرید
الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا
مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے
سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ پر دیوے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی
اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اوس چیز کی ثمن
سے لیا چاہتا ہے جو اوسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارًا او حمامًا او ارضًا شھرًا فسکن شھرین ھل یلزمہ اجر الشھر الثانی
ان معدًا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمین دو مہینے سکونت کی
اوسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر
کرایہ کیواسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن
یلزمہ الاجر کما سیجئ بعدہ مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے
شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر
بعد موت المؤجر ھل یلزمہ اجر ذلک قیل انعم للمضی علی الاجارۃ وقیل ھو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اوسکی
اسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا کہ یہ مسئلہ پہلے مسئلہ یعنے سکونت شہر ثانی کی مانند ہے
یعنی اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو لازم نہین وینبغی ان لا یظھر
الانفساخ ھنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدًا للاستغلال لانہ فصل مجتھد فیہ وھل یلزم المسمی
او اجر المثل ظاھر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہو جب تک کہ وارث
موجر کا مکان خالی کردینے کا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کیواسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا
اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفی المنیۃ مات احدھما
والزرع بقل بقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز
کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو
رضی الوارث وھو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتھی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای بجوازھا
بالتعاطی فتامّلہ اور جامع الفصولین مین ہے اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی

۴ جنون مطبق یہ ہے کہ ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور بعضون نے کہا ایک برس

ما فی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنی جواز اجارہ کیواسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کرو فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحًا ولو فاسدًا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہین عین کے باقی دین والون سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موجر مر گیا اور اوسپر دیون ہین تو اور ونسے مستاجر زیادہ تر حقدار رہا اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خریدی اور رہنوز قبض مین نہین آئی کہ بائع مر گیا اور اوسپر دیون ہین تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھہ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون با دین سے فان عقدہا لغیرہ لا تنفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کیواسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دیدے اور اوسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا۔ اما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل کشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان فیصیر مستاجرًا لنفسہ ثم یصیر موجرًا للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائیگا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کیواسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کیواسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ مین ہے ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنی مستاجر وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے کہا ہے کہ ملک موکل کیواسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضًا لاتفاقہم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح اجارہ بموجب اوس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اوسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کیواسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدرر ہم مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیًا للخصاف قال والملاقی المتون

بخلافہ قلت و باطلاق المتون افتی قارئ الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت
سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جبکہ ایسا متولی ہو کہ وقف اوسیکی ذات کیواسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اوسیکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت
سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہی مین کہتا ہون اور اطلاق
متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ
بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجرہا الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف
بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہی چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا موجر
وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنیوالے نے پہر وہ مرتد ہوگیا پہر مرگیا بسبب باطل ہوجانے
وقف کے واقف کی ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پہر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پہر واقف مرگیا تو
اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تہی اور پہلی صورت مین وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر
الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی
قاری الہدایہ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پہر وہ مرگیا تو جواب دیا
کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسیطرح مین نے دیکہا ہی فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہی فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اوسمین لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی
ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اوسی فتاوی مین یہہ بہی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی
کیواسطے ہو سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کیطرف یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بہی
رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہی
کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پہر مرجاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسنے غیرون کیواسطے اجارہ دیا یعنی
غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسیطرح بزازیہ مین ہی وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین
ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہی تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی
حصتہ ای حصۃ المیت لو عقدہا لنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے
سے بہی اجارہ فسخ ہوجاتا ہی فقط اوسکے حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہی اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر
یا موجر کے حصہ مین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح
فینبغی للمتولی ان یذہب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء لمال الوقف فلیحفظ
قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب
الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی
زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف مین کردینا باطل ہے تو اگر گانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہین بنابر قول صحیح ترکی تو متولی
وقف کو لائق ہی کہ گانون مین جاے مستاجر کے ساتہ یا غیر مستاجر کے ساتہ یعنی اوسکے وکیل کے ساتہ پہر تخلیہ کردے درمیان مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت
احدے اوسکی تصرف مین کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکے ساتہ بہیجے مال وقف کے قائم رکہنے کیواسطے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن
اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہی کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمین

مستاجر گانون کیطرف جانے اور اوسکے داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اقرار سے
قابض نہ ٹھہریگا انتہی ما فی زواہر الجواہر ھ ذخیرۃ الناظرین مین ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ شہر دور سے ہے اور مستاجر نے اوسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے
اور اقرار اوسکا باطل ہے وقتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمین وہان جائے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذرنے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول
بھیجین کذا فی الطحطاوی

مسائل شتّٰی یہ چند مسائل متفرقہ ہین اُحرِقَ حَصائِدُ ای بقایا اصولِ قصبٍ محصودۃٍ فی ارضٍ مستاجرۃٍ
او مستعارۃٍ یعنی جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین ھ قصب یعنی بانس اور نرکل بطریق مثال کے ہے
اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھونٹھیون کے جلانیکا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی ومثلہ ارض بیت المال المعدّۃ
لحطّ القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلتُ وحاصلہ ان لو یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقتہ فی
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلون اور بھاری اسباب کے اوتارنے کیواسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کیواسطے مقرر ہے مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ
اگر جلانیوالے شخص کیواسطے حق انتفاع نہو زمین مین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اوس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اوسی مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے
نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے فاحترق شیءٌ من ارض غیرہ
لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھونٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے
والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو
کانت مضطربۃً ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرًا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا مین زور نہ چلتی ہو اور اگر ہوا تیز ہو
تو جلانیوالا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین مین ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی
جلانیوالا ٹھہرا وکذا کلّ موضعٍ کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع لا یضمن علی کلّ حالٍ اذا تلف بذلک الموضوع
شیءٌ سواءٌ تلف بہ وھو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسیطرح جس جگہ مین کہ رکھنے والیکو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہے ہر حال
مین جب کہ اوس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہوجاے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے
ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شیءٌ وھو فی مکانہ وکذا بعد ما زال
لا بمزیلٍ کوضع جرّۃٍ فی الطریق ثم آخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کلٌّ جرّۃ صاحبہ وان زال بمزیلٍ کریحٍ وسیلٍ لا یضمن الواضع
ھٰذا ھو الاصل فی ھٰذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رکھنے والیکا اوس مکان مین رکھنے کا حق
نہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شی موضوع اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح
تاوان لازم ہوگا شی موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والیکے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہین رکھا پھر
دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑیکا تاوان دے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ
ہوا یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرّع علیہ بقولہ فلو وضع
جمرۃً فی الطریق فاحترق بذلک شیءٌ ضمن لتعدّیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ
مین ھ اوسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے ھ اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا
یضمن فی کلّ موضعٍ لیس فیہ حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ھ حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اوسمین
حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور اور عدم مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی

الا اذا ذهبت به اى بالموضوع الريح فلا ضمان لنسبتها فعله وكذا لو خرج السيل الحجر وبه يفتى خانية مگر جب كه ركهى هوئى چيز كو وهان سے هوا اوڑا ليجا تو اب تلف هونے سے تاوان نهين اسواسطے كه هوا نے ركهنے واليكا فعل مٹا ديا يعنى اب احراق هواكيطرف منسوب هوگا نه ركهنے والے كيطرف اور اسيطرح اگر سيلاب نے پتهر ڈهلكا يا اور كوئى چيز تلف هوگئى تو ركهنے والے پر تاوان نهين اسى قول پر فتوى هے كذا فى الخانية ولو اخرج الحداد الحديد من الكير فى دكانه ثم ضربه بمطرقة فخرج الشرار الى الطريق واحرق شيئا ضمن ولو لم يضربه به واخرجه الريح لا زيلعى اور اگر لوهار نے لوها نكالا بهٹهى سے اپنى دوكان مين پهر اوسپر هتهوڑا مارا سو راه كيطرف چنگارى نكل گئى اور اوسنے كوئى چيز جلا دى تو لوهار تاوان ديگا اور اگر اوسپر هتهوڑا نهين مارا اور چنگارى هوا نے نكالى تو اب جلنے سے تاوان لوهار پر نهين كذا فى الزيلعى سقى ارضه سقيا لا تحتمله فتعدى الماء الى ارض جاره فافسدها ضمن لانه مباشر لا متسبب ايك شخص نے اپنى زمين اسقدر بكثرت سينچى كه زمين اوسكو نه تهام سكى سو پانى اوبل كر اوسكے همسايه كى زمين كيطرف بها اور اوسكو خراب كر ديا تو سينچنے والے پر تاوان لازم هوگا اسواسطے كه وه مباشر هى فساد كا نه سبب انگيز اقعد خياط او صباغ فى حانوته من يطرح عليه العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف كخياط مع قصار صح استحسانا لانه شركة الصنائع فهذا بوجاهته يقبل وهذا بحذاقته يعمل خياط يا رنگريز نے اوس شخص كو اپنى دكان پر بٹهايا جو ادكا كپڑا سينے يا رنگنے كا كام ليكر دے نصفا نصف اجرت پر خواه دونون كا عمل ايك هى هو يعنى دونون خياط هون يا دونون رنگريز يا عمل مختلف هو جيسے خياط دهوبى كے ساتهه تو يه درست هى باعتبار استحسان كے اسواسطے كه يه شركت هى صنائع كى نه شركت وجوه جيسا كه صاحب هدايه سمجها هے تو يه شخص بسبب اپنى وجاهت اور بردارى كے كام ليتا هى اور يه يعنى دوكاندار اپنى كاريگرى كے سبب سے كام كرتا هى كاستيجار جمل ليحمل عليه محملا وراكبين الى مكة وله المحمل المعتاد ورؤيته احب وكذا اذا الحمل لطرحة واللحاف جيسے صحيح هى كرايه لينا غير معين اونٹ كا تا اوسپر محمل لاد لے جا اور دو سوار اوسپر سوار هون مكه معظمه تك اور حالانكه محمل رواج كے موافق هے اور ديكهه لينا محمل كا مستحب هے يعنى قطع نزاع كيواسطے اور اسيطرح اجاره جائز هے جب كه بچهونا اور اوڑهنا نه ديكها هو شامل مين مذكور هى كه دو اونٹ مكه معظمه تك كرايه ليے تا ايك اونٹ پر محمل كسے اور دو شخص اوسپر سوار هون اپنا اوڑهنا بچهونا ليكر سو مكارى نے سوار هونے والون كو ديكها اور اونكا اسباب مذكور نهين ديكها اور دوسرے اونٹ پر كچهه من ستو اور پانى اور سركه اور تيل وغيره لادے اور اوسكى مقدار بيان نكى يا يه شرط كى كه مكه معظمه سے پلٹنے كيوقت تحائف لادا لاد يگا جسقدر لوگ لادا لاتے هين تو يه اجاره فاسد هے قياس مين بسبب غير معين هونے بوجهه كے اور باعتبار استحسان كے جائز هے اسواسطے كه اسكا رواج جارى هے انتهى زيلعى نے كها وجه استحسان يه هے كه معقود عليه راكب هى سو معلوم هے اور محمل تابع هى اور اوسكى جهالت مناكيطرف پهير نے سے زائل هوجاتى هے اور اسيطرح اوڑهنے بچهونے كى جهالت دور هوجاتى هے كذا فى الطحطاوى وفى الولوالجية ولو تكارى الى مكة ابلا مسماة بغير اعيانها جاز ويجعل المعقود عليه حملا فى ذمة المكارى والابل آلة وجهالتها لا تفسد قلت فما يفعله الحجاج من الاجارة للحمل او الركوب الى مكة بلا تعيين الابل صحيح والله اعلم اور ولوالجيه مين هے اور اگر چار يا دس اونٹ بلا تعيين كرايه ليے مكه معظمه تك تو جائز هے اور معقود عليه بوجها قرار ديا جاتا هى مكارى كے ذمه پر اور اونٹ بوجهه لادنے كے آلات هين اور اونكى جهالت اجاره مذكور كى مفسد نهين هے مين كهتا هون كه وه جو حاجى لوگ اجاره كرتے هين بوجهه لادنے اور سوارى كيواسطے مكه معظمه تك بلا تعيين اونٹون كے تو صحيح هى والله اعلم هم وجه جواز يه هى كه مطلق متعارف كيطرف منصرف هى استاجر جملا ليحمل مقدارا من الزاد فاكل منه رد عوضه من زاد ونحوه ايك اونٹ كرايه ليا توشه كى مقدار معين كے لادنے كيواسطے سو توشه مين سے كچهه كهايا گيا تو اوسكى عوض توشه يا مانند اوسكى اور چيز پهر اوسپر لاد دى جائے قال لغاصب داره فرغها والا فاجرتها كل شهر بكذا فلم يفرغ وجب على الغاصب المسمى لان سكوته رضى صاحب خانه نے گهر كے غصب كرنيوالے سے كها كه گهر خالى كر دے اور نهين تو كرايه اوسكا هر ماه اتنا دينا هوگا سو غاصب نے گهر خالى نكيا تو غاصب پر كرايه مذكوره واجب هوگا اسواسطے كه اوسكا سكوت رضامندى هے اجاره كى

لانہ اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینۃ لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اوس صورت مین کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب
صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہون سے ثابت کرے سواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا اذ اقر
عطف علی انکرہ ای بملکہ ولکن لم یرض بالاجر لا ندحاحہ بعدم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی
اجرت واجب نہوگی سواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباہ السکوت فی الاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا
والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے اگر مالک
نے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور نہین تو نکل جا یا چرانیوالے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ
اسقدر اجرت لونگا پھر اوسنے سکوت کیا تو اوسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی اوسنے معین کی بقی لو سکت ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ھل
یصدق ان بہ صمم نعم والا لا عملا بالظاھر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکوت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا
کلام سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہے تو ہان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل
بظاہر حال للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضہ قیل وقبلہ من غیر موجرہ اما من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم
تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اوسکے قبضہ کرنے کے اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا قبل از قبض
بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اوسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر
ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک کر
اور مستاجر اوسکے قائم مقام ہے کذا فی المحیط وھل تبطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصحیح لا وھبانیہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی
المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا مین
کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضیخان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن البحر معزیا للجوھرۃ الاصح نعم واقرہ
المصنف ثمہ ونقل ھنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان تقبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے
بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول
کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے
تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کر لے ہم یعنی بطلان
اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہے محیط مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر
اول پر اجرت لازم ہے وھل تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوھبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک
اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہے اسمین اختلاف ہے جو شرح وھبانیہ مین مشرح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم
یسلمھا ای لم یسلم الوکیل العین الموجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق
ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا
سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نکی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر
ہے سواسطے کہ وہ اصیل ہے عقد کے حقوق مین اور وکیل اجرت پھر لے موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے
مین تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہم وکیل موکل سے اجرت پھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا
الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورۃ الامر قابضا

بقبضہ مالم یظہر المنع اوسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے
اوس سے گھر مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجر مذکورہ بھر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے
جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ
لا یرجع لانہ لما حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما فلا یلزمہ الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا
اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نکر سکیگا اسواسطے کہ جب اوسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا
قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر
ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھ دینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اوسقدر لکھنے پر لیتے ہون اوسیقدر
قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان
دون الکتابۃ بالبنان ومع ھذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال برازیہ وتمامہ
فی قضاء الوھبانیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھ دینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب
ہے نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان
اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلدۃ غیرہ وقیل
مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے
مفتی کا اگر اوس شہر مین اوسکے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے
اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے
دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی مین ہے نہ شاہد مین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ وفیہا
استاجر لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ مین ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا
اسکے واسطے تاکہ وہ اوسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار ذکر کرنے کو ہوگئی
تو معلوم ہو گیا کہ کسقدر سطور کی اوسمین گنجائش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کم زیادہ ہونیکا معاف ہے اور ظاہرا خط سے مراد عدد سطور ہے
اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اسصورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ مکتوب منح الغفار مین صیرفیہ
کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اوّل دیکھ لیتے ہین کذا فی الطحطاوی

المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرھن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہین ہوتا
اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ہم مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے
دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گہنے ہے یا مین نے اوسکو خرید کیا ہے تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموھوب
لہ لملکھما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہین
اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی سے وھل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین
شرط ہے اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہے اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارۃ وفسخھا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ
والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل

ف [illegible]

کالآجر تک اذا فسخت کا راس الشہر متم بالاجماع اور صحیح ہی اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور
ضامنی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک مذکور سے زمان مستقبل
کیطرف مضاف ہون چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہی بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہے کہ مین نے فلانے کو وصی کیا
اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہی میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ
بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافا للاستقبال کل ما کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والھبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر فی متفرقات البیوع صحیح نہین مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ
فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین سے
اور یہ مذکور ہوچکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اوس بیع کی اجازت دی
اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے عمومی صلح نکل گئی سواسطے کہ اوسکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح ہی زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد
فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی بہ یفتی اجر مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اوسکو بڑہاوے تو متولی کو
اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہی اور جب تک متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوی ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل
فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لو العین فی ید المستاجر فلیحفظ سو جر عقد اجارہ فسخ
کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والیکو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز کو روک رکھنا جائز ہی یہان تک کہ عوض کا مال بھر لے خواہ عقد
صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول
کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم ما لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا
فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہی فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین چنانچہ مذکور ہوچکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی
ہی کہ قول راجح یہ ہی کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہی اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے مین ضرر نہو
تو اوسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے
لڑکے کے دودہ پلانیکو یا اپنی بکری کے بچے کے دودہ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسدا اذا اجر صحیحا جازت
لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل والکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح
دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور
سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہوچکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا
وقعت بشرط الاجارۃ فھی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمنا فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھہ واقع
ہو تو اجارہ صحیح ہی سواسطے کہ اعتبار معانی کا ہی نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو
زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہی نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان
الاجر والمدۃ صحیح ہی اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھہ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا
لزم الاجر وان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اوسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا
ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر لا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لیگیا اور اوسپر سوار نہوا
تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اوسکی پیٹھہ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار

نہوا تو اوسکا قصور ہے اَخطأ الکاتبُ فی البعضِ اِن الخطأ فی کلّ ورقۃٍ خُیّر ان شاء اخذہ واَعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمۃ کاتب
چوک گیا بعض سطور مین اگر خطا ہر ورق مین ہو تو لکھانیوالا مستاجر چاہے اوسکو لے اور اوسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اوسکو اوسپر چھوڑے اور کاتب سے
قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وَاِن فی البعضِ اَعطاہ بحسابِہٖ من المسمّٰی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہے تو اوسکو اجرت معینہ دے اوسکے حساب کے
موافق ہے یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون اونکی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اوسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی باَجرٍ
اذا ظهرت الزیافۃ فی الکلّ استردّ الاجرۃ وفی البعضِ بحسابِہٖ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب درہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا
تو اوس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اوسکے حساب سے استرداد ہوگا اِن دَلّنی علی کذا فلہ کذا فدلّہ فلہ اجر مثلہ اِن مشٰی لاجلہ
اگر مجکو فلانی چیز بتادے تو اوسکے واسطے اجرت ہے سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانیوالا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے مَن دَلّنی علی
کذا فلہ کذا فہو باطلٌ ولا اجر لمن دلّہ الا اذا عَیّن الموضع جو شخص مجکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانے والیکے واسطے
کچھ اجرت نہین مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ہے شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکورہ بلفظ اِن شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ مَن شرطیہ صحیح
نہین حالانکہ ایسا نہین ہے سواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی سو اوسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اوسپر
تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے یہ کلام برسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ مَن دَلّنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتادے تو اجرت باطل ہے
سواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانیوالے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر برسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین
سے کہا کہ اگر تو مجکو فلانی چیز بتادے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جسکے سبب اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ
اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ اِن اور مَن کی تعبیر پر اور اشباہ کی
بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استأجر لحفرِ حوضٍ عشرۃ فی عشرۃ وبیّن العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکلّ
من الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کھودنیکا اور اوسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا کہ اوس مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اوسکے واسطے چوتھائی مزدوری
ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہے چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی سو ہاتھ
تکسیر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ تکسیر ہوئے اور پچیس جو چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت
لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق کے مین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق للمرور اِن بیّن المدۃ قلت وفی
حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے مین کہتا ہون اشباہ مین ہے
کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اوس صورت مین ہے جب کہ طریق ایک شخص کی ملک مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار
مَن دَلّنا علی کذا جاز لانّ الاجر یتعیّن بدلالتہ اور اختیار مین ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتاوے اوسکا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے
اوسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہے اور عنقریب ذکر ہوچکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اوسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا
اجر کا اوسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت سے مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ ذاذی تلک اجارۃ
ہبۃ صحّت غیر لازمۃ فلکلٍّ فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہے کہ سیر الکبیر مین ہے ہر گمر تیرے واسطے اجارہ ہبہ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہے تو موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر
مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا
فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان وایّد عدم لزومہا بانّ علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف الی

۱۵ یعنی فقہا کے نزدیک معنی ضرب کے یہ ہین کہ مضروب کے اجزا بقدر مضروب فیہ زیادہ ہو جاوین جیسے اگر کسی نے کہا تجھکو طلاق دو در دو یعنی دو ضرب کیا دو مین تو وہی دو طلاق ہونگی یعنی دو طلاق واقع ہونگی

مستقبل ہے اوسکے لزوم مین دو قول مصحح ہین اور عدم لزوم کے قول کی ہطرح تائید کیگئی ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے و فی المجتبی و تجوز اجارۃ البناءِ و عن محمدٍ لا تجوز لو منتفعاً بہ بحدادٍ و ستفیٍ و بہ یفتی اور مجتبی مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زمین کا اجارہ بدون عمارت کے اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَ مِنْہ اجارۃُ بناءِ مکۃَ وکرہ اجارۃُ ارضِہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اوسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وَفی الوہبانیۃ سطر فی الکلیۃِ المبارزیۃ قولان والبناء + کام القبر اِذا ارضُہا الیسَ تؤجرُ + اور وہبانیہ مین ہے اور سکتے اور بازکے اجارہ مین اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہے اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہوتا ہم سکتے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بلی کا اجارہ چوہا پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی وَلَوْ دَفعَ الدلالُ ثوباً للتاجرِ + یُقلِّبہُ لو داخَ لیسَ یُخسَّرُ + اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کیواسطے لئے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاے تو دلال پر تاوان نہین وَمَنْ قالَ قصدی انْ اُسافرَ فافسخنْ + فحلِّفہُ او فاسألْ رفقاً لِیذکرُوا + اور جب مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ فسخ کر تو اوسکو قسم دے یا اوسکے رفیقون سے سوال کر تاکہ وہ بیان کردین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کیواسطے حیلہ انگیزی کرتا ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر فسخ ثابت ہوگا وَیُفسخُ مِنْ ترکِ التجارۃِ ما اکتری + ولو کانَ فی بعضِ الطریقِ ومُؤجرُ + لہ فسخہا لو ماتَ منہا مُعیَّنٌ + وَاَطلقَ یعقوبٌ وبالضعفِ یُذکرُ + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اوس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹون سے کے اجارہ مین ایک معین اونٹ مرجاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی خواہ اونٹ معین ہون خواہ غیر معین ہر صورت فسخ جائز ہے اور قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھہ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہین ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھہ لادنے کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کئے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے متعین کی صورت سے کذا فی الطحطاوی وَ ایجارُ ذی ضعفٍ من الکلِّ جائزٌ + ولو انّ اجرَ المِثلِ من ذاکَ اکثرُ + اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اوسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہمگی مال شلاً پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار ہے بمرض الموت اور اوسپر دیون ہین اور اوسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دئیے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکورہ جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف بیجا نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف وَمَنْ ماتَ مدیوناً وآجرَ عقارہ + فوفاۃ للمستاجر الحبسُ اجدرُ + اور جو شخص مدیون مرگیا اور اوسنے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اوسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اوسکے ارباب دیون اوس زمین وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام مین وَمُناسبتُہ للاجارۃِ انَّ فی کلٍّ منہما مِلکُ الرقبۃِ لشخصٍ ومنفعتہُ لغیرِہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارہ سے یہ ہے کہ دونون مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اوسکی غیر شخص مذکور کی ہم مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ مجیر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی اَلکتابۃُ لغۃً من الکتبِ وھی جمعُ الحروفِ سُمّیَ بہ لانّ فیہ ضمُّ حریۃِ الیدِ الی حریۃِ الرقبۃِ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھہ ملانا اور جمع کرنا ہے ہم بہتر یہ تھا کہ ناسخ

ارادہ ۱۲ حریت ۱۲ گردن ۱۲

کتاب المکاتب

یون کہا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے
کاتب مکاتبۃ سے اور مولے مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اوسکی کتب سے ہی اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اوسی سے ہی کتیبہ یعنی طالعہ مجتمعہ لشکر کا اور اوسی سے
ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اوسی سے ہی کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع حروف کی ہی اور اس عقد کا کتابت و مکاتبہ اسواسطے
نام رکھا کہ اسمین ملانا ہی حریت ید کا حریت رقبہ کے ساتھہ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولے دستاویز لکھتے ہین
اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہے انتہی وشرعًا تحریرُ المملوکِ یدًا ای من جہۃ الیدِ حالًا ورقبۃً مآلًا یعنی عند اداءِ البدلِ حتی لو اداہ حالًا عتق
حالًا اور شرع مین کتابت عبارت ہی مملوک کو فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اوسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت
کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو فورًا آزاد ہو جائے ہم یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ
مین نے تجکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے تو آزاد ہو جاوے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح
آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولے کے اذن کی حاجت نہین
اور جب سو درم ادا کریگا تو اوسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونون سے مشابہ ہی عبد سے اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اوسکی گردن آزاد نہین تا
ادا بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی وركنُہا الایجابُ والقبولُ بلفظِ الکتابۃِ او
ما یؤدی معناہ ہم اور کتابت کا رکن ایجاب و قبول ہی بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل بمعنی کتابت ہو ہم مثلا مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب
کیا یا تیرے ساتھہ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور رہم معنی کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولے کہے کہ مین نے تجھہ پر ہزار درم مقرر کیے تو اوسکو ادا
کر یا یون کہے مجکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہی ایجاب قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے
اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطُہا کونُ البدلِ المذکورِ فیہا
معلومًا قدرُہ وجنسُہ وکونُ الرقِ فی المحلِّ قائمًا اور کتابت کی شرط ہونا ہی اوس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس
اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہم اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی
برابر ہی کہ بدل غلام کا مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونُہ منجمًا او موجلًا لصحتہا بالحالِ نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال
کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو
اور منجم وہ ہی جسکی کئی مدتین ہون مثلاً ہزار درم کی دس قسطین پر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمُہا فی جانبِ العبدِ انتفاءُ الحَجرِ فی الحالِ
وثبوتُ الحریۃِ فی حقِ الیدِ لا الرقبۃِ الا بالاداءِ اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور
ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادای بدل کتابت سے وفی جانبِ المولی ثبوتُ ولایۃِ مطالبۃِ البدلِ
فی الحالِ ان کانت حالۃً والملکُ فی البدلِ اذا قبضہ وعودُہ الملکِ اذا عجز اور اثر مترتب مولے کی جانب مین ثابت ہونا مطالبۂ بدل کی
ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوسپر مولے قبض کرے اور غلام کا پھر آنا مولے کی ملک کی طرف جب کہ وہ ادای بدل
کتابت سے عاجز ہو کاتبَ قنَّہ ولو القنُ صغیرًا یعقلُ بمالٍ حالٍ ای نقدٍ کلُّہ او مؤجلٍ کلُّہ او منجمٍ ای مقسطٍ علی اشہرٍ معلومۃٍ او
قال جعلتُ علیک الفًا تؤدیہ نجومًا اولہا کذا واخرہا کذا فان ادیتَہ فانتَ حرٌ وان عجزتَ فقِنٌ وقبِلَ العبدُ ذلک صح وصار
مکاتبًا لاطلاقِ قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض
مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال مؤجل ہو یا منجم ہو یعنی اوسکی قسطین مقرر ہو گئی ہون اسطرح کہ مہینون پر یا مولے نے یون کہا
کہ مین نے تجھہ پر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے

اور اگر ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالی کے اس
قول کے کہ فکاتبوهم یعنے غلامونکو مکاتب کرو ہم یعنی امر زانی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور منجم سبکو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح
اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین
والمراد بالخیرات لا یضروا المسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہہ ہی کہ مسلمانونکو غلام ضرر نہ پونہچاوی آزاد ہونیکے بعد ہم یعنے یہہ جو قران شریف مین
وارد ہی کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو اونکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضرهم فالافضل ترکه تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانون کو
ضرر پونہچاوے تو افضل یہہ ہے کہ اوسکو مکاتب نکرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبده جاز ونصف
الاخر ماذون له فی التجارة ولو اراد منعه لیس له ذلك کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامه فی التتارخانیه اور اگر اپنی نصف غلام کو مکاتب
کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون له فی التجارة ہوگا اور اگر مولے اوسکو منع کرنا چاہے تو اوسکو جائز نہین تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہو جائے اور یہ
پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہے واذا صحت الکتابة خرج من یده دون ملکه حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب عبد ما بقی علیه درهم
اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولے کے ہاتھ سے یعنی اوسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابو داؤد
کہ مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایکدرم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیه بقوله وغرم المولی
العقر ان وطی مکاتبته لحرمته علیه پہر مصنف نے خروج تصرف مولے پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور تاوان دیگا مولے عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولے پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ
ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن السعود او جنی علیها فانه یغرم ارشها یا مولے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے
تو اوسکی دیت کا تاوان دیگا او جنی علی ولدها یا مکاتبہ کے ولد کو مولے قتل کرے تو دیت دیگا او اتلف المولی مالها لانه بعقد الکتابة صار
کالاجنبی نعم لاحد ولا قود علی المولی للشبهة شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولی اور مملوکہ کیطرح
اجنبی کی مانند ہوگیا ہان یہہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتقه عتق مجانا لاسقاط
حقه اور اگر مولے مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی کا حق ہے سو اوسکو اوسکے اسقاط مین
اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبه علی خمر او خنزیر لعدم مالیته فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب
کیا شراب یا سؤر پر اوسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میاں اور غلام دونو ذمی ہون تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین
فرق یہہ ہے کہ فاسدہ مین مولے کو اختیار ہی کہ اسکو پہر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز
نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونو مین بلا رضامندی مولے کے فسخ جائز ہے کذا فی غایة البیان او علی قیمته ای قیمة نفس العبد لجهالة
القدر یا کتابت فاسد ہی اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت
یعنے مالیت مین قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہین او علی عین معینة لغیره لعجزه عن تسلیم ملك الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب
عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ
مین نقود متعین نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی او علی مائة دینار لیرد سیده علیه وصیفا غیر معین لجهالة القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اوسکا
مولے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پہیر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کی یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار
قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما
ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون مذکورہ مین فاسد ہی ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخ عتق بالاداء

وكذا الخنزير لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت یعنی قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور
اسیطرح سُور ادا کریگا تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سُور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک
مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اسبات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال
ھم یعنے قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع مین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہ
انہ متی سمّی مالًا وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمّی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال سے ہوا ور کتابت فاسد ہو جا کسی وجہ سے
وجوہ مفسدہ سے تو مال سمّے سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہما اصلًا
عند احدٍ فلا یعتق بالاداء الا اذا علّقہ بالشرط صریحًا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اوسکی چنانچہ خون پر
تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کسیکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط
کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ھم یعنے اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون
مجکو دے تو تو مکاتب ہے پہر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصحّ العقد علی حیوانٍ بیّن جنسہ فقط
ای لا نوعہ وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور
صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصحّ ایضًا من کافرٍ
کاتب قنّہ الکافر مثلہ علی خمرٍ لمالیتہ عندہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب
کیا شراب معلوم الوزن اور ناپ پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے
وایٌّ من المولی والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا لتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کامرّ اور مالک اور غلام سے جو شخص
اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر
لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کریگا اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصحّ ایضًا علی خدمتہ شہرًا لہ ای للمولی او لغیرہ اور کتابت
صحیح ہے ایک مہینے مولے کی خدمت یا غیر مولے کی خدمت پر بھی او حفر بئرٍ او بناء دارٍ اذا بیّن قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن
والشرط یا کتابت صحیح ہے کوئین کہودنے پر یا گہر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع
کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ھم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرطٍ لشبہہا
بالنکاح ابتداءً لانہا مبادلۃ بغیر مال وھو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا
کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہے ھم اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر
باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا غیر مال
سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال کا ہے یعنی آزاد ونکا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسے ہی کتابت بھی
فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاءً لانہ فی البدل ھذا ھو الاصل مگر جبکہ شرط صلب عقد یعنی عقد
کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہے یہی
قاعدہ کلیہ ہے ھم صلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سُور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہے کہ
مبادلہ مال کا مال سے انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو **باب ما یجوز
للمکاتب** ان یفعلہ وما لا یجوز یہ باب ہے اون افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء

ولو بمحاباۃٍ یسیرۃٍ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہے اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ھ اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہہ ہی کہ ایک منفعہ مین تھوڑی نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے اگرچہ مولے نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطےکہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج اَمَتِہ وکتابۃ عبدہٖ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ھ اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کی مانند نافع بلکہ اوس سے زیادہ تر والولاء لہ ان آدی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنے میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد ولا بان ادی قبلہ او ادیا معًا فلسیدہ اور اگر مکاتب ثانی نے ادا کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اوسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھہ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اوسکا مولے یعنے پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین مولے کا ضرر بھی ہے کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الھبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منھما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر ہبہ قلیل اور خیرات کثیر جائز ہے ھ ذخیرہ مین ہے ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہی ولا التکفل مطلقًا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہے مطلقًا اگرچہ مولے کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطےکہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہے ولا الاقراض واعتاق عبدہٖ ولو بمالٍ اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نفسہٖ منہ اور نہ بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے وتزویج عبدہٖ لتنقیصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ھ مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب ووصیہ وقاضٍ وامینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہ کمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اوسکا امین اوس صغیر کے غلام مین جو اونکی پرورش مین ہے مکاتب کی مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اوسکی غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق عبد اور عبد کو اوسکے ہاتھہ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین بخلاف مضارب ومأذون وشریک ولو مفاوضۃً علی الاشبہ لاختصاص تصرفھم بالتجارۃ برخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت معاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ اونکا تصرف تجارت مین مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونو کو شامل ہے ولو اشتری اباہ او ابنہ یکاتب علیہ تبعًا لہ وللمراد بقرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی نہ اور قرابت سوا اوسکے ھ یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادای بدل کتابت سے تو اوسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب ادای بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرمًا غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافًا لھما اور اگر مکاتب نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہٖ مع ولدہٖ منھا وکذا لو اشتراھا ثم شراہ جوھرۃ لم یجز بیعھا لتبعیتھا لولدھا و لکن لا تدخل فی کتابتہٖ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید کی اپنی اوس فرزند کے ساتھہ جو اوسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے ولیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ھ ولد کے تابع ہے یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اوسیطرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ ام ولد کو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحھا لانہ لم یملکھا فجاز لہ ان یطأھا بملک النکاح تو ام ولد آزاد

نہوگی اور سکے آزاد ہو گئے تھے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہیں ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولدکی وطی
کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے
شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی وطی بلاک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم تثبت من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر
مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہے بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے
ساتھہ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہہ مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنی ولد کو شوہر کے ساتھہ
خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما اور مکاتبہ اپنے ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اوسکو ام ولد
کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتب علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی لونڈی سے
پہر اوسنے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضو نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز
نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ نسب حلت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے
حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب
ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی زوجۃ المکاتب امتہ من عبادۃ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہما وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا
ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پہر دونوکو مکاتب کیا پہر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی
کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اوسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماکی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہہ
ہے کہ مولود وہ صفات شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحطاوی مکاتب
او ماذون نکح امۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہ متعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ
ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنی مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے آپکو آزاد ظاہر کیا پہر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون
سے پہر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی
دہوکہا کہانے والیکا فرزند ہے ہم محمد کا مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دہوکہا ہوا کہ لونڈی کو آزاد
سمجہا لیکن اونکے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ
اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھہ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دہوکہا ہو جاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب
یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم وجہ اشکال یہہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولے کے اذن کے سبب سے
تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اوسی سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہان نکاح باذن مولے مفروض ہے تو چاہیئے کہ مولے پر فی الحال قیمت
لازم آوے نہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یون دیا ہے کہ مولے نے تو نکاح کا اور اوسکی متعلقات
یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کہانے کا تو مولے اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی
مختصرا ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطیہا ثم ردہا للفساد لشرائہا وشراہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ
قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کرکے پہر اوس سے قربت کی پہر مالک کو پہیر دی فساد بیع کے
سبب سے یا اوسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پہر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عشر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت مین اوسکی آزاد ہونے سے
پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اوسکی عقد کتابت مین اسواسطے کہ خرید کرنیکا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہہ ہے
کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن

نہین اور وطی تجارت مین داخل نہین کذا فی المحیط و مختصراً ولو وطئها بنكاح بلا اذن اخذ به بالعقر منذ عتق اى بعد عتقه لعدم دخوله فيه كما مر اور اگر مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ اوس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تہا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب داخل ہونے نکاح کے کتابت مین چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے کے جائز نہین والماذون کالمکاتب فیهما فی الفصلان اور غلام ماذون مکاتب کی مانند ہے دونون فصلون مین یعنی لونڈی مذکورہ کی شرار فاسد اور صحیح مین اور نکاح کیصورت مین واذا ولدت مکاتبة من سيدها فلها الخيار ان شاءت مضت على كتابتها وتأخذ العقر منه او ان شاءت عجزت نفسها وهى ام ولده ويثبت نسبه بلا تصديقها لانه ملكه رقبة اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے سے تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنے ادا بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہوا اور بچہ کا نسب مکاتبہ سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہین ولو كاتب شخص ام ولده او مدبره صح وعتقت ام الولد مجانا بموته بالاستيلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادا بدل کتابت وسعى المدبر فى ثلثى قيمته ان شاء او سعى فى كل البدل بموت سيده فقيرا لو يترك غيره اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث مین یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت مین اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اسطرح کہ اوسنے کچھہ متروکہ نہین چھوڑا سوا ہے اس مدبر کے ولو دبر مكاتبه صح فان عجز بقى مدبرا والا سعى فى ثلثى قيمته ان شاء او فى ثلثى البدل بموت المولى معسرا لو يترك غيره اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پہر اگر وہ ادا بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت کو قائم رکہا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے مین گروہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث مین اپنے مولے کی اسطرح محتاج ہوکر مرنے سے کہ مولے نے کچھہ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوا اوس مدبر کے وان كان مات موسرا بحيث يخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبير وسقط عنه بدل الكتابة كما لو اعتق المولى مكاتبه فانه يعتق مجانا لقيام ملكه اور اگر مولے اسطرح مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولے اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبه على الف مؤجل ثم صالحه على نصفه حالا صح استحسانا اگر مولے نے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدت والے پر پہر مکاتب سے صلح کرلی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مريض كاتب عبده على الفين الى سنة فمات المريض والحال ان قيمة المكاتب الف درهم ولم تجز الورثة التأجيل ولم يترك غيره ادى المكاتب ثلثى البدل وعند محمد ثلثى القيمة حالا والباقى الى اجله او رد رقيقا لقيام البدل مقام الرقبة فتنفذ فى ثلثه بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پہر وہ بیمار مرگیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درم ہین اور مولے کے وارثون نے تاجیل کو جائز نرکہا اور مولے نے سواے اوس مکاتب کے اور مال نہین چہوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکرسکے تو پہر کر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ و تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی وان كاتبه على الف الى سنة والحال ان قيمته الفان ولم يجيزوا ادى ثلثى القيمة حالا وسقط الباقى او رد رقيقا اتفاقا لوقوع المحاباة فى القدر والتأخير فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بہر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اوسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نرکہی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اوس پر سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پہر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ تو مریض ثلث مین جاری ہوگی حر قال لمولى عبد كاتب عبدك فلانا الغائب على الف درهم على انى ان اديت اليك الفا فهو حر فكاتبه المولى على هذا الشرط وقبل المولى ثم ادى الحر الفا عتق العبد بحكم الشرط وكذا لو لم يقل ان اديت فادى يعتق استحسانا لنفوذه

تصرف الفضولی فی کل مالیس بضرر و لا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب
کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجھکو ہزار درم ادا کرون تو وہ غلام آزاد ہے سو موے نے اس شرط پر اوسکو مکاتب کیا اور موے نے قبول کیا
پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیئے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط مذکور کے اور اسیطرح اگر اوس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر نکیا پھر اوسنے ہزار درم
ادا کیئے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی کے ہر ایک اوس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار
درم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے۔ یہ معارض ہم قولہ قبل المولی شارح نے ضمیر کا مرجع موے کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل
واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ھذا الامر فقبل صار مکاتبا لانما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر
کی خبر پہنچی یعنے قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہوجائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسیواسطے ہے کہ بدل کتابت اوسپر
لازم ہوجاوے یعنے صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان
الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھہ عقد
کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام غائب کیطرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح
ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالتاً صحیح ہے اور غائب غلام مین تبعاً وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی
القبول البدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنیوالا غلام دوسرے
غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے مطالبہ نکرسکیگا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کیطرف سے یعنی دونون غلامونکا بدل کتابت اگر ایک غلام
ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اوسکے
عدم التزام کے سبب سے یعنی اوسنے عقد کتابت کو قبول نہین کیا کہ اوس سے کچھہ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو کما لا یعتبر ردہ ایاہا اور غلام غائب
کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اوسکے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین اسواسطے کہ عقد کتابت
بدون اوسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکا تو بعد اسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک
نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اوسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا ہم اسواسطے کہ غائب عقد مین قصداً داخل ہے اگرچہ مقصود
بالخطاب نہین تو بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اوس سے مطالبہ بدل کا نہین ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا
اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرأ الحاضر او وھبہ
لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اوسکو ہبہ کردیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے مفت
ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی وان کاتبت الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین
لہا وقبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چھوٹے بیٹون سے
اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کیطرف سے اور تبعاً اوسکی بیٹونکی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے
وای ادی منہم لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ
دوسرے سے رجوع نکریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور موے پر ہر شخص کے ادای بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہے
کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اونکے حصہ کے اوسکو
فی الحال ادا کرین اور موے نے مطالبہ بدل کا اونکی مان سے کرے نہ اونسے اور اگر موے اونکو آزاد کرے تو اونکی مان پر سے اونکا حصہ ساقط ہوگا اور
اگر مالک اولاد کو دَین معاف کرے یا اونکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اونکی مان کو دَین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بھی آزاد ہوگی اور اسکے

ساتھ اوسکی اولاد بھی انتھے تو یہہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادّی الکتابۃ عتق نصفہ وسعٰی فی بقیۃ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اوسیقدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبدٌ لشریکین اذن احدھما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالفٍ ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک المأذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہے دو شریکونکا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصے کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اوسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اوسیکے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اونکے نزدیک مانند اعتاق کی اور اوسکے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اوسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہہ ہی کہ اوسکے واسطے حق فسخ باقی نرہی اور درصورت عدم اذن اوسکو فسخ مین اختیار رہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہہ ہی کہ مال مقبوض سے اوسکا حق منقطع ہوجاے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دی تو اوسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادای بدل وہ مکاتب کو منع کردی تو بھی صحیح ہوگی اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سی کچھ درم قبض کئے پھر مکاتب ادای بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اوسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہوجائیگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا فی الطحطاوی وامۃٌ بین شریکین کاتباھا فوطیھا احدھما فولدت فادّعاہ الواطی ثم وطیھا الشریک الاخر فولدت فادّعاہ الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہرا خلافا لھما ایک لونڈی مشترک ہی دو شریکونمین دونون نے اوسکو مکاتبہ کیا سو اوسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے اوسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اوس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اوسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھہ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اوسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شبہہ ملک کے سبب سے اوسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذٍ فھی فی الحقیقۃ ام ولدٍ للاول لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادای بدل کتابت سی بعد اسکے یعنی دونون وطی اور دونون دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نتھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت مین شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اوس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سی مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگئی اسواسطیکہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سی کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک کو قبول نہین کرتی پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کے وطی سابق ہی شریک ثانی کی وطی سے ہم یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ دونو شریکون کی ملک مکاتبہ مین ثابت ہی اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہی کہ مکاتبہ شریک اول کی فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتھا ونصف عقرھا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی

قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی اللمعات وضمن الشریک عقرھا کاملاً لو طیہ ام ولد الغیر حقیقۃً اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا
اسواسطے کہ اوسنے حقیقت مین غیر کی اُم ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضاً وھو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا
اور وہ ولد اوسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ مغرور کے ہے اسواسطے کہ اوسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے
ظاہر ہوا کہ اوسکی ملک اوسمین نہین رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اوسی سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای دفع من الشریکین دفع العقر الی
المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصھا بمنافعھا فاذا عجزت ترد للمولی اور دونون شریکون مین سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل
از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنی منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو عقر مولے کو پھیر دے وان دبّر الثانی
ولم یطأ ھا والمسئلۃ بحالھا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اوس سے وطی نکی اور یہہ مسئلہ بحال مسئلہ
سابقہ ہے یعنے دونو شریکون نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اوّل نے اوسکا دعوی کیا سو مکاتبہ
عاجز ہوگئی ادای بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اوسمین ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتھا ونصف عقرھا والولد للاول وھی ام ولدہ اور شریک اول شریک ثانی
کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اوسکی ام ولد ہے وان کاتباھا فحررھا احدھما موسرًا فعجزت
ضمن المعتق لشریکہ نصف قیمتھا اور اگر دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اوسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز
ہوگئی تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دیگا ورجع الضامن بہ علیھا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عندہ
لا عندھما اور تاوان دینے والا شریک اوسکو مکاتبہ سے بھر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے
شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبّرہ احدھما ثم حررہ الاخر
غنیًا او عکسًا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی لا ولی دو مرد کا ایک غلام ہے ایک نے اوسکو مدبر کیا
پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہے یا دونون اسکے بالعکس کیا یعنی اول اعتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنیوالا چاہے مدبر کو
آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کراوے یا فقط پہلی صورتمین یعنی جبکہ آزاد کرنیوالا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی

یہہ باب ہے مکاتب کی موت اور اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز
عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجز الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانھا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہوگیا ادا
کرنے ایک قسط سے اگر اوسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اوسکو ملیگا چنانچہ اوسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی اللمعات تو حاکم اوسکو عاجز
نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کیواسطے مقرر کی گئی ہے چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت دینے کی مدت اور دفع
کو مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کیواسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخھا
بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردیگا اوسکے مولے کی خواہش سے یا اوسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی
سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنیکے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ
بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولے پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب
ہے گناہ سے بچنے کیواسطے ویملک المکاتب فسخھا مطلقًا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح
کتابت جائزہ مین بھی اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ بفسخھا اور اوسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل
کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفاً ورقبۃً وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور

موسلے غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات وله مال یفی بالبدل لم تنفسخ وتؤدی کتابته من ماله اور اگر مکاتب مرجائے اور
اوسکا اتنا مال ہو جو بدل کتابت کیواسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اوسکے مال سے ادا کیا جائیگا ھ بعد موت کے بقاء کتابت اور ادا
بدل کتابت سے فائدہ یہہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اوسکے آزاد ہون اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اوسکے وارث ہون ویحکم بعتقه فی آخر جزء
من اجزاء حیاته اور حکم ہوگا اوسکی آزادی کا اوسکی اجزاء حیات مین سے اخیر جز مین ھ یہہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے
آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولاده المولودین فی کتابته لا قبلها چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانے مین
پیدا ہوتے نہ اونکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ھ اسکلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول اور فروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ اونکی
آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تہا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابته یعنی چنانچہ اُن شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اوسکی کتابت
مین کذا فی الحلبی والباقی من ماله میراث لورثته اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اوسکے وارثون کی میراث ہے ھ
یعنے اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اوسکے مال کی وارث ہونگے اور اگر اونمین سے کوئی نہو تو مال باقی موسلے کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی
ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابته ولا وفاء بقیت کتابته وسعی الابن فی کتابة ابیه علی نجومه المقسطة اور اگر مکاتب مرگیا
اور کچہہ مال نہ چہوڑگیا اور ایک اوسنے وہ بیٹا چہوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچہہ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے
باپکی کتابت مین کوشش کرے بموجب اوسکی اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته وبعتقه تبعا پہر جب اوسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا
تو اوسکے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپکی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراه فی کتابته ادی البدل حالا او رد
الی الرق فیهما وسویا بینهما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چہوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تہا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے
یا اگر فی الحال نہ ادا کرسکے تو اپنی غلامی کیحالت کیطرف پہیرا جائے یعنی جسطرح کہ غلام تہا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ اور صاحبین
نے دونو بیٹونکو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنے بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے
واما الابوان فیردان للرق کما مات وقالا ان ادیا حالا عتقا والا اور مکاتب مذکور کے مان باپ کا تو یہہ حال ہے کہ بمجرد موت مکاتب کے مملوکی
کیطرف پہیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون نے فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہین تو آزاد نہونگے ھ شرح مجمع اور
شرنبلالیہ مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کی فروع کی مانند ہین ادائے بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیئے کہ شارح نے
یہہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنه فمات عن وفاء ورثه ابنه لموته حرا عن ابن حر
کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پہر وہ مرگیا اتنا مال چہوڑکر کہ ادائے بدل کتابت کیواسطے کافی ہے تو اوسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اسواسطے کہ مکاتب آزاد ہوکر
مرگیا اپنی آزاد بیٹے کو چہوڑکر چنانچہ مذکور ہوچکا ھ یعنے جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹہہریگا اور اوسکے ساتہہ اوسیوقت اوسکا
بیٹا آزاد ہوگا تو وہ دونون آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چہوڑکر کذا فی الزیلعی وکذا ورثه لو کان هو ای المکاتب وابنه الکبیر
مکاتبین کتابة واحدة لصیرورتهما کشخص واحد ضرورة اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بالغ بیٹا
مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونون کے ایک شخص کی مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ھ بالغ کی قید لگانا خطاء صریح غرر کے مخالف ہے
حیث قال او کوتب هو وابنه صغیرا او کبیرا انتهی کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ
بسبب بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرة ای معتقة وترک دینا یفی ببدلها فجنی الولد فقضی به بما جنی
علی عاقلة امه ضرورة انه لا اب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیه لعدم المنافاة پہر اگر مکاتب نے ولد چہوڑا حرہ سے یعنے
معتقہ سے اور مکاتب نے لوگون پر اتنا دین چہوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پہر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اوسکی

ع
یعنی جن لوگون کی کتابت ہوئی
یعنی انکے باپ کی
ولادت کتابت کے بعد
۱۲

ماکے برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادای بدل کتابت سے تو یہہ قاضی کا حکم کرنا اوسکی باپ کو عاجز
ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ہم حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے
ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین
یعنے ماں کی برادری باپ کی موالی سے دیت کو رجوع نہین کرسکتی اسواسطیکہ جب اونہونے دیت دی تہی تو اونکی واسطے حق ولا ثابت تہا اور باپ کے
موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قیّد بالدین لانّ فی العین لایتاتی القضاء بالالحاق بالامّ لامکان
الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا متروکہ عین ہوگا تو ماں کیطرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا
بسبب ممکن ہونے ادای بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی لہ بالولاء لقوم امّہ بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فھو
القضاء بما ذکر تعجیز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اوسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپکی
قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہے یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپکی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنے میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطیکہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقای کتابت مین اور میراث کسی قوم کیواسطے ثابت نہوگی بدون اسکی یعنی اگر کتابت
باقی ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کے
واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجاے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر
اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پہر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع
ہوئی امر مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہے تو یہہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیّدہ وان لم
یکن مصرفا للصدقۃ ما ادّی الیہ من الصدقات فتجر لتبدل الملک واصلہ حدیث بریرۃ ھی لک صدقۃ ولنا ھدیۃ اور جو صدقات
کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادای بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے
ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہے کہ صدقہ تیری واسطے تو صدقہ ہے اور ہماری واسطے ہدیہ ہے م یعنے تبدل ملک تبدل عین کی مانند ہے تو
گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہماری واسطے
ہدیہ ہے یہہ اوسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تہی اور بریرہ اوسوقت مین مکاتبہ تہین کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ
نے کہا بلکہ وہ حرہ تہین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقۃ اخذھا وارثہ الغنی چنانچہ اوس شخص فقیر کے
وارث مین جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول
مالک ہوا پہر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن
سبیل اخذھا ثم وصل الی مالہ وھی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پہر مسافر پہنچ گیا اپنی مال کے پاس
اور حالانکہ مال زکوۃ اوسکے قبضہ مین ہے تو وہ اوسکو حلال ہے اسواسطیکہ جب اوسنے لیا تہا تب وہ محتاج تہا وکفقیر استغنی وھی فی یدہ
فانھا تطیب لہ اور اوس محتاج کی مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اوسکے پاس ہے تو زکوۃ اوسکو حلال ہے ھم اسواسطے کہ
غنی پر ابتداءً اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین ذلت ہے تو اوسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پہر جب اوسنے محتاجی کی حالت
مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونو مسئلو مین تبدل ملک حلت کی علت ہے اور پچھلے دو
مسئلون مین تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباحہ لغنی او ھاشمی عین زکوۃ اخذھا لا یحل لانّ الملک لم یتبدل برخلاف اوس محتاج کے جسنے

ف تبدل ملک علت حلت مال است

غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تہا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے
مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہین ہو جاتی تو مباح لہ اوسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبدہ وکاتبہ سیدہ جاہلا بجنایتہ
او جنی مکاتب فلم یقض بہ بما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پہر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا
اور اوسکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نادانستہ اوسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اوسکی جنایت پر ہنوز کچہ حکم نہوا پہر وہ بدل کتابت
سے عاجز ہوگیا تو اگر مولے چاہے اولیاء مقتول کو غلام دیدے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تہی سو عاجز
ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من
رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اوسپر حالت کتابت مین پہر وہ عاجز ہوگیا اداے بدل کتابت سے تو بیچا جاویگا اوسمین اسواسطے
کہ حق اسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی
کسبہ و یلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید اسلیے لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اوسکی کسب مین اور لازم ہوتا ہے
اوسپر جو کمتر ہے قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہے دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء
فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضاے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت
واقع ہوئی تو چند قیمتین اوسپر لازم ہونگی ہم یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پہر دوسرے کو پہر تیسرے کو قبل از قضاے قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر
واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کریگا قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے
پہر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایتہ خطاء
لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی
کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا
فی الدرر عن القاعدیہ ہم یعنے درحق مولے جنایت باطل ہے اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونیکے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین فی الحال
مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر والاستیلاد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مرگیا
تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے مدبر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسے دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی
ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جائے مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکی وارثونکو اوسکی قسطون کے موافق دین کی مدت
کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اوسکے وصی کو دیا جاوے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ برخلاف
موت مطلوب کے بسبب مٹجانے اوسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجائے تو مدت باطل ہوگی اسواسطے کہ اوسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کیطرف منتقل ہوا اور ترکہ
عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث یہ یعنی اداے مال اقساط سابقہ کے بموجب
اوسوقت ہے جبکہ مولے نے اوسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کیحالت مین اور اگر اوسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت ٹہرانا باطل مگر ثلث متروکہ سے
یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیہ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق
مجانا استحسانا ویجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہو جاوے گا
استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کی مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہ
استحسان یہہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاے بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اوسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت

کا معاف کر دینا ہو گیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا اونکی طرف سی تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس والاخر فی اخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پہر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا تو اوسکا عتق نافذ نہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اوسکا مالک نہین ولو عجز بعد موت المولی عاد رقیقا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادای بدل کتابت سی بعد موت مولے کے تو اوسکی غلامی پہر اویگی یعنے جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تہا ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسیکی لونڈی ہی بطریق نکاح کے اوسکو اوسنے دو بار طلاق دی پہر مکاتب اوسکا مالک ہوا تو اوسکو اوسکا وطی کرنا حلال نہین یہان تک کہ وہ لونڈی سوای اوسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا اپنے مقام مین ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دے پہر اوسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تاوقتیکہ اوسکے سوای اور شوہر سے نکاح نکرے اور مکاتب کی مانند قن اور مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی ہی اسواسطے کہ عدد طلقات مین عورت کا اعتبار ہی نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہی تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہی خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنے دونون نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اوسکو عاجز نہ ٹھہراویگا تاوقتیکہ دونون مالک ملین اسواسطے کہ دونون ایک شخص کی مانند ہین برخلاف وارثون کے اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایک وارث کی طلب سی کذا فی المجتبے وفیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما ورده المولی فی الرق والقاضی لم یعلم بکتابۃ الاخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الاخر ثم عجز فلیس للاخر ردہ فی الرق اور مجتبی مین ہی کہ ایک مالک نے اپنے دو غلامونکو مکاتب کیا ایکبار یعنے بعقد واحد پہر ایک عاجز ہو گیا سو مولے نے اوسکو پہر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہین تو یہ غلام کر لینا درست نہوگا پہر اگر یہ غلام مردود یعنی جو تہا غلام ہونیکے بعد پہر عبدیت کیطرف پہیر اگیا ہی غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پہر وہ بہی عاجز ہو گیا ادای بدل کتابت سی تو دوسریکو اسکا پہیر دینا غلامی مین جائز نہین ہم عالمگیریہ مین محیط سی یون منقول ہی کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولے نے اوس سے ایک قسط یا دو قسط مین سعی کروائی پہر وہ عاجز ہوا سو مولی نے یا قاضی نے چاہا کہ اوسکو غلامی کیطرف پہیرین تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار مین تو مکاتب ہی کا مقبول ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہی اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس ہوگا مکاتب اپنے مولے کے دین مین جو دین کہ مال کتابت مین مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت مین دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیۃ ہم سوای دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اوسنے اپنی مولے سے لیا تہا قبل از کتابت جبکہ وہ اذون نے التجارۃ تہا یا قرض لیا تہا یا اوسپر ثمن مبیع تہا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ومکاتبہ والعبد فیہا مخیر مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین یہہ ہی اور غیر جنس حق مین مکاتب اپنی مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین مختار ہے ہم اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر مولے مسلط ہوا مکاتب کے اوس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہی یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہین اور مولے نے مکاتب کا گہوڑا یا تہان چہین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولے کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہی بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہوا اور مولی اوسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرے تو مکاتب مطالبہ نہین کر سکتا تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین غلام کو اختیار ہی اگرچہ مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیۃ **ولاء الاولاد لزوجین حررا لمولی ابیہم لیس للام معبرا** اولاد زوجین معتقین کی میراث اونکی باپ کی مولی کی ہی ماں کے مولی کو اسمین دخل نہین ہم ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونونکو ولاء عتاقت حاصل ہی لیکن باپ اصل ہی میراث مین نسب کی مانند

لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی مان کے ثُمَّ تُوُفِّيَ دَمًا وَفِي فَأَمَّا الْمَيِّتُ مِنَ الْوَلَدِ بِعُ وَلِيِّ التَّسْعِي وَتَحْمِيلِ مکاتب مرگیا اور اوسنے
بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اوس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچ ڈالیں بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی مان سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر
کرے قسط بندی کے موافق ای وان لم يكن معها ولد بيعت وان كان استسعت على نجومه صغيرا كان ولدها او كبيرا وعتقا هما سعی
مطلقًا یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھہ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر
اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الولاء

یہہ کتاب ہے ولاء کے احکام مین ہے کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی النہر هو لغة
النصرة والمحبة مشتق من الولي وهو القرب ولاء لغت عرب مین معنے نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور
ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہے اور قرب ولاء مصطلح مین حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنے ارث قریب و رحاصل ہوجاتی ہے بغیر [illegible] اسکی
شرط پائی جاے وشرعًا عبارة عن التناصر بولاء العتاقة او بولاء الموالاة زيلعي اور شرح مین ولا عبارت ہے باہم کی مدد کاری سے بسبب ولاء
عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے کذا فی الزیلعی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے و لہذا معتق کیطرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے کہا ولاء
شرعی عبارت اوس قرابت سے جو قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اوسکے نکاح کرنے اور اوسپر نماز پڑہنے کی
ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہے انتہے اور یہہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولاء کے آثار سے ہے اور اسیکی طرف شارح کا آیندہ یہہ قول
بل قرابة حكمية راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثاره الارث والعقل وولاية الانكاح وبهذا علم ان الولاء ليس نفس الميراث بل قرابة حكمية
تصلح سببا للارث اور ولاء کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولے کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا
کہ ولا نفس میراث نہین ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکہتی ہے ہم یہہ تعریض ہے صدر الشریعة کیطرف کہ اونہون نے
ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہین وسببه العتق على ملكه لا الاعتاق
لان بالاستيلاد وارث القريب يحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہوجانا ہے مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلئے
کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد
ہوجاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنیکے اور قرابت دار بسبب میراث کے آزاد ہوجاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب لا عتق على
ملك المولے ہے نہ اعتاق فقط واما حديث الولاء لمن اعتق فجرى على الغالب اور یہہ حدیث کہ ولا اوسکی واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری
ہے غالب حال پر ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور مین آزاد کرنیوالے کو مخصوص نہوتی
شارح نے جوابدیا کہ یہہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے من عتق اى حصل له عتق باعتاق ولو من وصيه او بفرع له ككتابة وتدبير واستيلاد
او بملك قريب فولاؤه لسيده جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اوسکو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر
ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اوس
آزاد ہوجانے والیکی ولا اوسکی مالک کیواسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی
کی موت کے بعد اوسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی کیطرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہان اعتراض وارد ہے کہ مدبر
اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہوتے ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی
مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو اوسکے مدبر اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پہر مولے مسلمان ہوکر آیا سو اوسکی ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونون کی
ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہہ ہے کہ یون کہیئے کہ مراد یہہ ہے کہ عصبہ مولی کیواسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا

موالے کیواسطے ہوچکا ہے اسواسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اوسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولی کیطرف سے اوسکے عصبہ کو پونہچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیًا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کی دیون اوس سے اداکیجاوینگے ہم حق ولا موالے کا ہی اگرچہ عتق کفارۂ قتل اور کفارۂ افطار اور کفارۂ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق موالے کا ہے اگرچہ عدم ولاء موالے شرط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی

ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن للغیر فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لاینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدًا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کیوقت اوسکا ولا منتقل نہوگا اوسکی مان کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اوسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تہا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل بھی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جزء تہا اور اعتاق واقع ہوا اوسکی تمام اجزا پر تو بچہ بھی قصدًا آزاد ہوگیا تو اوسکا ولا آزاد کرنیوالے سے منتقل نہوگا کذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والاخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونون لڑکے توام بالضرور ہین ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کیوقت موجود تہا پھر جب دونون توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل حمل کے تو دونونکا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونونکو اعتاق شامل ہوگیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فہو لانہ لموالی الام ایضًا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنی آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اوسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے ہے اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اوسکی غلام ہونے کے سبب سے فان عتق القن وھو الاب قبل موت الولد لابعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہوگیا قبل از موت ولد نہ بعد موت تو وہ اپنی ولد کی میراث اپنی مالکون کیطرف کھینچ لاویگا بسبب دور ہوجانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو مان کے مالکون کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو مان کیطرف لڑکا منسوب ہوا تہا تو باپ کی طرف بسبب اوسکی غلامی کے نسبت نہوسکتی تہی پھر جب اوسکا باپ آزاد ہوگیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی بزوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی مان کی نسبت سے مقدم ہی کیونکہ ولا نسب کی مانند ہی اور نسب باپ کیطرف ہوتا ہی نہ ماکی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کیطرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہوچکے تہے اوسکی مرنے کیوقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرًا ھذا اذا لم تکن معتدۃ بہ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتداء اعتاق سے اوسوقت ہی جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل لموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کیطرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لایکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا اوس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہی عقد موالات کا یا اوسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اوسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اوس عجمی سے جنی تو معتقہ کی ولد کی میراث اوسکی مولی کی ہی عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی اونکی انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کے مولای موالات ہونیکی یہہ صورت ہی کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تہا پھر وہ مسلمان ہوا اسواوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسنے ایکمرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ

اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطیکہ جب میراث عجمی مولے کیواسطے ثابت ہوئی تو عربی مولے کیواسطے بطریق اولے ثابت ہوگی کذا فی العطاء لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ
لا فی العجم و ولاء الموالاۃ تو مولے معتقہ کیواسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقت قوی چیز ہے یہانتک کہ اوسمین کفائت یعنی ہمسری معتبر ہی
نہ عجم اور ولاء موالات مین ہم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہین عتاقت سے اور اوسکو کفارت مین اعتبار کرتے ہین تو وضیع کا معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا
اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہی اسواسطیکہ عجمیون نے اپنے نسب ضائع کرڈالے ولہذا الکفارت اونمین معتبر نہین نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام
مراتب دنیاوی سے تہا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اسصورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب
اور خونبہا دینے مین اسواسطے کہ عربین باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہی تو ولاء موالات کی کچہہ حاجت باقی نرہی کذا فی العطاء والمعتق مقدم علی الرد اور
آزاد کرنیوالا مولے مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور ترکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پہر
اونکو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنیوالا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہوگی آزاد کرنے والا اوسکو لیگا ومقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا
مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانہانی وغیرہ رشتہ داروں پر ومؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنیوالا موخر ہی عتیق کے عصبات نسبی سے
اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی
الذکور وسیجی تحقیقہ فی بابہ سو اگر مولے مرے پہر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اوسکی مولے کی عصبات ذکور
مین سے اوس عصبہ کو ملیگی جو مولے سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل
بہ تحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتون کیواسطے ولاء عتیق مین کچہہ حق نہین مگر جس غلام
یا لونڈی کو عورتین خود آزاد کرین تو اونکی ولا پاوینگی چنانچہ اوس حدیث مین یہہ مصرح ہی جو درر وغیرہا مین مذکور ہی ہم لفظ حدیث یہہ ہی کہ لیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتق معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث
منکر لا اصل لہ وسیجی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچہہ اوسکی اصل صحیح نہین اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین
آویگا ہم جواب یہہ ہی کہ اگرچہ یہہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کی ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت
عورتونکو میراث ندیتے تہے مگر اونکو جنکو اونہون نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شی
لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پہر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اوسنے کوئی وارث
نچہوڑا اسوا اپنے آزاد کرنیوالے کے بیٹی کے تو اوسکی واسطے غلام آزاد کی کچہہ میراث نہین اسلئے کہ وہ حق مرد کا ہے اور اوسکا مال بیت المال مین رکہا جاویگا ہذا ظاہر الروایۃ
وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن
او البنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ مین ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے
کہا ہی کہ آزاد کرنیوالیکی بیٹی ہمارے زمانے مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنے حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق
کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل باقی رہی زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اوسیکو پہیر دیا جاوی اور اسیطرح فرزند رضاعی
یا دختر رضاعی کیواسطے مال ہوگا اور بیت المال مین ندیا جاوی کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکہا ہی رد نہین کیا واذا
ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ
وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء ہو المیراث حتی لا انتصار اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس
غلام آزاد کی ولا ذمی کیواسطے ہے اسواسطیکہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اہل ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہین مسلمانونکی مثل
جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو ذمی اوسکی میراث نپاویگا اور نہ اوسکی طرف سے دیت دیگا اور اس

ہوا ہے یعنی ذمی ہونے کی وجہ سے ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اوسکی حاصل نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولاء و میراث متحد الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاکا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی موسلے اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں ہے یعنے اتحاد ملت وارث و مورث اگر ذمی مسلمان ہو جاتا اور عتیق مسلم اوسکے بعد مرے تو اوسکو میراث اوسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربیٌّ فی دار الحرب عبداً حربیاً لا یعتق عند ابی حنیفۃ و محمد الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذٍ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافاً للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں اپنے حربی غلام کو آزاد کیا تو مجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہہ کہ حربی غلام مذکور کو تخلیہ بالطبع کردے پھر جب اوسکو مطلق العنان کردے یعنی اپنے قبضہ سے چھوڑ دے تو وہ اوسوقت میں آزاد ہو جائیگا اور اوسکی ولاء اوسکو نملیگی تو اگر حربی اور اوسکا عتیق دونوں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آوینگے تو حربی اوسکا وارث نہوگا بخلاف مذہب ابو یوسف کہ اونکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحدٍ علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جسکے ساتھ چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسیکی ولاء اوسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل مسلمٌ فی دار الحرب فاشتری عبداً ثمۃ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اوسنے وہان غلام خرید کیا پھر اوسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنے دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جاویگا ھم بعد روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اوسکو اوسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولاء اور شرنبلالی میں نفی ولاء مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولاء اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلماً فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اوسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اوسکی ولاء اوسکو ملیگی یعنے اوسکے آزاد کرنے والے کو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی ادّعیا ولاء میتٍ وبرہن کلٌّ انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولاکا دعویٰ کیا اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اوسی نے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کیواسطے ولاء اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولیٰ لیستحق الولاء اولاً حتی تنفذ منہ وصایاہ یقضی منہ دیونہ موسلے آزاد کرنیوالا مستحق ولاء ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے موسلے کی وصیتین نافذ ہونگی اور اوسکی دیون اوس سے ادا کیجاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفوٌ لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری زوجین میں ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کے آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کی عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے موسلے کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی اذا کانت حرۃً لا صل بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یعنی کہ جسکی اصل میں کوئی لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اوسکے فرزند پر ولاء نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ھم حرّ اصلی فقہا کے نزدیک دو معنوں میں مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسیکی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھہ مہینے کے نکاح اور علوق کیوقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہو اور دوسرا یہہ کہ جسکی اصل میں اصلاً رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیاً لا ولاء علیہ مطلقاً اور باپ جبکہ اوسیطرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اوسکی ولد پر ولا نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کیواسطے ولاء ہے نہ مان کی قوم کیواسطے ولو عجمیاً لا ولاء علیہ لقوم الاب ویرث معتق الام و عصبتہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنیوالا اور اوسکا عصبہ بر خلاف مذہب ابو یوسف ھم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپکی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کیواسطے نصرت نہیں عجمی باپ کیطرف سے اسواسطے کہ عرب

سکے سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونو معتق ہون یا اونکی
اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کیواسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ
غیر عربی ہو تو قوم مادر کیواسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاة

یہہ فصل ہے ولاء موالاة کے احکام مین ہم موالاة لغت مین بمعنے متابعت ہی اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہی
کہ موالاة یہہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف بلالے اور اپنی قوم کیطرف تا مین
تیری جماعت مین گنا جاؤن سو تو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے نوائب اور مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہی
تو دونون شخصون مین عقد موالاة منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاة پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہی
قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف ولاء موالاة کہ وہ نقل پذیر ہی قبل ازاداء دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہی بخلاف ولاء موالاة
کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچہہ اعتبار نہین والدلائل فے المطولات کذا فی الطحطاوی **اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی
غیرہ الشرط کونه عجمیا لا مسلما علی ان یرثه اذا مات ویعقل عنه اذا جنی صح هذا العقد** اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے
دوسرے شخص کے ہاتھہ پر اور اوسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اوسکا وارث ہو جبکہ تابع مری اور شخص متبوع اوسکی
طرف سی دیت دی جبکہ تابع سی قتل خطا صادر ہو تو یہہ عقد موالاة صحیح ہی شارح نے کہا شرط موالاة کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ
اور آگے پہر مذکور ہوگا ہم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہی شرط نہین عاقل بالغ ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاة تصرف دائر ہے
نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہی تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح ہوگا مگر باذن اور عجمی کے قید اسواسطے لگائی کہ تناصر
عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاة کی عرب کو کچہہ حاجت نہین کذا فی الدرر **وعقله علیه وارثه له** اور دیت اسفل کی اعلے پر ہی اور میراث اسفل
کی اعلی کیواسطے ہی **وکذا لو شرط الارث من الجانبین** اور اسیطرح عقد موالاة صحیح ہے اگر میراث دونو جانبون سی مشروط ہو یعنی اگر اسفل مری تو اعلے
میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے
ابن ضیا سی نقل کیا ہے کہ یہہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع
نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **ولو والی صبی عاقل باذن ابیه او وصیه صح لعدم المانع** اور اگر عقد موالاة منعقد
کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہی بسبب عدم مانع کے **کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانه یصح ویکون
وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاة** جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سی دوسری شخص سے عقد موالاة منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹہریگا اپنے
مالک کیطرف سی عقد موالاة کا حکم غلام وکیل ٹہرا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کیجانب سی وکیل ہی **وأخره
ای الارث عن ذی الرحم لضعفه** اور مولای موالاة کی ارث نانہالی رشتہ دار سی موخر ہے اوسکی ضعف کے سبب سی ہم اسواسطے کہ موالاة عاقدین
کا عقد ہی تو اونکے غیر پر وہ لازم نہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکی ابطال کے مالک نہین **وله النقل عنه بمحضره
الی غیره ان لم یعقل عنه او عن ولده وان عقل عنه او عن ولده لا ینتقل لتاکیدہ** اور عاقد اسفل کو عقد موالاة کا نقل کرنا عاقد اعلی
اوسکے سامنے اوسکی غیر کیطرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سی
یا اوسکے ولد کیطرف سے تو ولاء موالاة منتقل نہوگی اسواسطیکہ مولے نے اوسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے **ولا یوالی المعتق
اصلا للزوم ولاء العتاقة** اور عقد موالاة منعقد نکرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاء عتاقت کے **امرأة والت ثم ولدت
مجهول النسب تبعها المولود فیما عقدت** ایک عورت نے موالاة منعقد کی پہر وہ ایک لڑکا (جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی مان کا تابع

فصل فی ولاء الموالاة

عقد مذکور مین وکذا لو اقرّت بعقدِ الموالاۃ او انشأتہ والولدُ معہا لانہ نفعٌ محضٌ فی حق صغیرٍ لم یُدْرَ لہ ابٌ اور اسیطرح لڑکا مان کا تابع ہوگا اگر اوسکی مان عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اوسکے ساتھہ موجود ہو تو مان کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے کہ وہ نفع محض ہے اوس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقدُ الموالاۃ شرطہ ان یکونَ حرًّا مجهولَ النسب بان لا یُنْسَبَ الی غیرہٖ اما نسبۃ غیرہٖ الیہ فغیر مانعۃ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہہ ہے کہ عاقد اسفل ازاد و مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کیطرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہین کذا فی العنایۃ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہہ منقول ہو کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فی الطحطاوی والثانی ان لا یکونَ عربیًّا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہہ ہے کہ مولای اسفل عربی نہو والثالث ان لا یکونَ لہ ولاءُ عتاقۃٍ ولا موالاۃٍ مع احدٍ وقد عقلَ عنہ اور تیسری شرط یہہ ہو کہ اوسکی واسطے ولاء عتاقت نہو اور نہ ولاء موالات کسی شخص کے ساتھہ اور حالانکہ وہ شخص اوسکی طرف سی دیت دیچکا ہو والرابع ان لا یکونَ عقل عنہ بیتُ المالِ اور چوتھی شرط یہہ ہو کہ اوسکی طرفسی بیت المال سے دیت نہ گئی ہو ھم تو اگر اوسکی دیت بیت المال سے دیگئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہی شرح طحطاوی مین ہو کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اوسکی بیت المال پر ہے اور اوسکی میراث بھی بیت المال کے یعنے اہل اسلام کیواسطے ہے پہر جب وہ جوان ہو تو اوسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی طرفسے دیت دیگئی ہو بیت المال سے تو اوسکو کسیکے ساتھہ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یُشترطَ العقلُ والارثُ اور پانچوین شرط یہہ ہو کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرطٍ فیجوز موالاۃُ المسلمِ الذمیَّ وعکسہ والذمیِ الذمیَّ وان اسلمَ الاسفلُ لان الموالاۃَ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کو مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولای اسفل اسلام قبول کری اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کی مانند ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سی مسلم اور ذمی کیواسطے ویسی ہی موالاۃ بہی صحیح ہے لیکن دونون فرق یہہ ہو کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالاۃ کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھہ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ ومُعتِقُ عبدٍ عن ابیہ ولاؤہٗ لہٗ وابوہُ بالمشیَّۃ یُوجَرُ + اور وہبانیہ مین ہے اور غلام آزاد کرنے والیکو اپنے باپ کیطرفسے میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے ہے اور اوسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتقَ عبدًا عن ابیہِ المیتِ فالولاءُ لہ والاجرُ للابِ ان شاءَ اللہُ تعالیٰ من غیرِ ان یَنقُصَ من اجرِ الابنِ یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنی میت باپ کیطرف سی تو میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم یعنے ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچہہ باپ کو ملیگا اور کچہہ فرزند کو بلکہ دونونکو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضلُ اللہِ یُؤتیہِ من یشاءُ واللہُ ذو الفضلِ العظیمِ شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اوس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقاتُ والدعواتُ للابوینِ ولکلِ مؤمنٍ یکونُ الاجرُ لہم من غیرِ ان یَنقُصَ من اجرِ الابنِ مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور ہر ایماندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اسبات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچہہ ثواب کم ہوجائی کذا فی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنای مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پونہچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیئے ہین اور پچہلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کے ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب یہہ ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم +

کتاب الاکراہ

یہہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ھو لغۃً حملُ الانسانِ علی شیٍٔ یکرہہٗ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سی وہ کام کروانا جو اوسکو برا لگتا ہی

خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرطہ فعل یوجد من المکرِه فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعًا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ
زبردستی کرنیوالیکے ایسے فعل خواہ دہمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اوس سے چاہے اوسکو
ناچاری کرنا پڑے ہم فعل واشامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دہمکی فعل حکمی کی یہہ صورت مذکور ہے قہستانی مین کہ
ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اوسکو کسی چیز سے تہدید کی مگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اوسکو قتل نکریگا تو آمر اوسکو مار
ڈالیگا یا اوسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرَہ بالفتح ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا
فی الطحطاوی درر غرر مین ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اوس تہدید کے جو رضا غیر کو نیست ونابود کردیتی ہے اور اوسکی اختیار کو لیکن
تہدید گاہی اختیار کو فاسد کردیتی ہے اور گاہی نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتون مین اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتون مین لیکن
بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہے اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہے اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ مین یون مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ
مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع
وصف السلامتہ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اوس سے
جمیع حیوانات کی طبیعت مین پیدایشی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہے اونچے مکان سے گرنے اور آگ
مین گھسنے سے درصورت گمان تلف تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جبر سے قریب ہے اسیطرح تلف جان یا عضو کی
وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اسواسطے کہ انسان اوسپر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اوسپر مجبول ہے باوجود اوسکی اہلیت خطاب شرع
باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وهو نوعان تام وهو الملجئ بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص و
هو غير الملجئ اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کردے جان یا عضو کے تلف ہوجانے سے
یا نہایت سخت مارسے اور اگر ایسا نہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدائع مین ہے ولہذا اتقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور
غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان یا نون مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرِه علی ایقاع
ما هدد بہ سلطانا او لصا او نحوه اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنیوالے کا اوس چیز کے واقع کرنے پر جس
سے اوسنے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اوسکی اور شخص جابر ہم مانند اوسکی زوج ہے اپنی زوجہ کے حق مین اور صبی
غیر محتلم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور
نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرَه
بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما هدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأ اور دوسری شرط خوف ہے مکرَہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی
وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کردینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر ٹہرجاوے ہم اور اگر ظن غالب ہو اوسکو کہ
نہ واقع کریگا یا اکراہ کرنیوالا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا والثالث کون الشئ المکرَه بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم
الرضی اور تیسری شرط یہہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنیوالی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی
کو نیست اور نابود کردے ہم شرح وقایہ مین ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہہ کہ رضامندی کو تلف کردے اور یہہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ
ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہے لیکن اختیار
صحیح باقی ہے اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہے اور موجب غم گاہی حبس ہوتا ہے اور گاہی ضرب

اور اکراہ مین مقدار حبس یہہ ہی کہ حبس سے غم صریح حاصل اور ضرب کی مقدار یہہ ہی جس سے درد شدید پیدا ہوا اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے
کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب مقادیر رای سے ممتنع ہی بلکہ یہہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وھذا ادنی مراتبہ وھو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب
المبرح ابن کمال اور یہہ یعنے موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہی اسواسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے
ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ
قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط مستنع ہونا مکرہ
بالفتح کا قبل از اکراہ اوس فعل سے جسکے واسطے اوسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اوسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نکرتا یا تو اپنے حق کی سبب سے نکرتا جیسے اپنا مال بیچنا یا دوسرے
شخص کے حق کے سبب سے جیسے غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا جیسے شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال کے بیع مین اکراہ غیر
ملجی سے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی سے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف او حبس او قید مدید لا علی المذاکیر
والعینین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کی نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنیوالی نہین مگر آلات تناسل
اور آنکہہ پر البتہ متلف ہی کذا فی البزازیۃ ہم زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رای پر مفوض ہی اوسکی کچھہ تعیین نہین اور تصرفات مذکورہ
مین کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتے ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے
کی کچھہ حاجت نہ تھی او حبس او قید مدید بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ درمیا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید
طویل سے برخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ یا ضرب خفیف کی کہ وہ اکراہ نہین ہی مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہی کذا فی الدرر ہم قید
سے مراد بیڑیاں یا کندہ مین ڈالنا ہے نہ حبس جیسا کہ مشہور ہی عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او اجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص
پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسیکے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ
شخص عقود مذکورہ کو فسخ کرڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور
ابرا مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما اور حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم مکرہ
بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکی ترکہ سے رجوع ہوگا
ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ جیسے
بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان لازم ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے
ویلحج اذن ... ولانہ لا یدیا اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جائیگا اگرچہ دست بدست چند بار اوسکی بیع ہوگئی ہو او امضی لان الاکراہ
الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ھذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء عندہ یا فتح جاری تو عقود مذکورہ کو
جاری اور ثابت رکہے اسواسطے کہ اکراہ ملجی اور غیر ملجی رضامندی کو نیست اور نابود کردیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہی اور اسیطرح
اقرار صحیح ہونے کیواسطے رضامندی شرط ہی تو اسیواسطے اوسکا حق ہوگیا فسخ کرڈالنے اور جاری رکہنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ عندنا پھر دریافت
کرنا چاہئیے کہ یہہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہہ ہی کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید ملک
ہین ملک کے ثابت رکہنے سے نفاذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین لہذا صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہہ ہے کہ مفید ملک ہین اسمعنا پر مالک سے اور اگرچہ ان تاویل نہ کیجئے تو یہہ کیونکر
ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاوین درر مین مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کی منعقد ہوجاتی ہین بیع فاسد کی مانند اور

فتاوی عالمگیری کی یہی عبارت فساد عقود مذکورہ کے منفیہ ہوں یہہ البتہ ہی کہ اور عقود فاسدہ سے یہہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی
الطحطاوی مختصرا بتصرف وحینئذٍ یملکہ المشتری اِن قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو
مشتری مالک ہوگا اگر اوسپر قبضہ کرلے تو مشتری کو غلام مبیع کا ازاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کی مانند ہر ایک
وہ تصرف ہی جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرًا زاہدی
لا تلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اوسکی جو اعتاق کیوقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے
مشتری کے عقد فاسد سے وَاِن قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعًا قید للکل نفذ یعنی لزم لما مرّان عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق
علی الرضٰی والاجازۃ لزومہا لا نفاذہا اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پہر جسپر اکراہ ہوا اگر ثمن اوسکا خوشی سے لے یا مبیع کو
رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اوسکی رضامندی
اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہی نہ اوسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا ہی امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھہ بیان
کیا ہی ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہوکر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اوسکو فسخ کا اختیار باقی نرہیگا اور شارح نے جو
نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اوسکی تاویل بہی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہی کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مگر اوسکو اختیار
ہی فسخ کرڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہرا نفاذ سے مراد افادہ ملک ہی نہ یہہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہی کہ تمامی
بیع کی اوسکی منقلب ہوجانے سے صحیح ہوکر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہی تو اوسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کردینا پلٹ کر بیع کو صحیح
کردیتا ہی اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہی اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے
کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہی اور منار اور اوسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہی یعنی فاسد
منعقد ہوتی ہی عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط انّ ما لا یصحّ مع الہزل ینعقد فاسدًا فلہ ابطالہ مین کہتا ہون
اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہی تو مالک کو اوسکا باطل
کردینا جائز ہے وما یصحّ یصحّ فیضمن الحامل کما سیجیٔ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بہی صحیح ہی
تو تاوان لے مالک حامل یعنے اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وَاِن قبض الثمن مکرھًا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض
کیا تو بیع لازم نہوگی ورَدّہٗ ولم یضمن اِن ھلک الثمن لانہ امانۃ درر اِن بقی فی یدہ لفساد العقد ثمن کو پہیر دے اگر اوسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہوگیا اور تاوان نہ دیگا
اگر ثمن تلف ہوگیا ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تہا کہ اوسنے مشتری کی اجازت سے لیا تہا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر
لازم نہوگا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہی بیع فاسد کے چار صور تو نمین تجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ
پہلی صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی یُنقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہہ ہی کہ مشتری کا تصرف اوس سے توڑا جاتا ہی اگرچہ دست بدست
چندبار اوسکی بیع ہوگئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہی اور بیع مکرہ مین حق العبد کی
جہت سے فساد اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہی کیونکہ عبد حاجتمند ہی اور حق تعالی غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق
دون وقت القبض اور تیسری صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کی وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے
کہ اونمین وقت قبض کے قیمت معتبر ہی نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری فلا ضمان بلا تعدٍ بخلاف ما فی الفاسد
بزازیہ اور چوتھی صورت یہہ ہی کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہی مکرہ بالفتح کی ہاتہ مین بسبب لینے ثمن کی مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون

تعدی سے تاوان نہیں برخلاف ان دونون اونکے بیع فاسد مین کہ امانت نہیں ہوتی کذا فی البزازیہ ھم ثمن اور مبیع اوسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے
کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا ۔ امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ ہی اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی دہمکی نہ دیہو
کی ہو ھم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایکمرد سے کہا کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا یا اس سور کا گوشت کہا اور نہین تو مین تجکو قتل
کردونگا تو اوسکو کہانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جبکہ اوسکو گمان غالب ہو کہ اگر نکہاونگا تو مقتول ہونگا پہر اگر اوسنے نکہایا اور قتل ہوا تو گنہگار
ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا
اور نکہانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو یہہ ظن غالب ہو کہ بادشاہ اوسکو نکہانے
سے قتل نکریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اوسکو کہانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کیا کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو
اوسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کردونگا تو اوسکو اپنا قتل کرنا جائز
نہین انتہے مختصرا اور ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گہسجائے یا اور مہلک چیز پر تو اوسکو
اختیار ہے امام کے نزدیک چاہی اقدام کرے چاہی صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ۔ وامر غیرہ لا ان
لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضو منہ الملتقی
وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسیکا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے یہہ نجانتا ہو کہ اگر اوسکا کہا نکریگا تو وہ اوسکو قتل کریگا یا
اوسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اوسکو اسطرح ماریگا جس سے اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوے ہے
وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہے کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اوس سے اکراہ ثابت ہی
ھم تہدید زوج اوس صورتمین اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اوسکے کرنے پر اور یہہ دو روایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی
اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندہنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنیکا سو اوسنے
انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالے کے نزدیک کذا فی الاشباہ ھم پہر اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اوسپر کچہہ
نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اوسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونو پر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ۔ ولو اکرہ
البائع علی البیع لا المشتری وھلک المبیع فی ید المشتری ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور
مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اوسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ھم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اوسکا لیچکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری
سے بھرلے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اوسکے پاس تلف ہوجاے بدون تعدی کے تو تاوان اوسپر نہین کیونکہ وہ اسصورت مین
اوسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری ۔ والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی
بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے اور مشتری سے ۔ فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ
پہر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے والے سے تو وہ مشتری سے قیمت اوسکی بہرلے یعنی اسواسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اوسکا مالک ہوگیا
وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فیصح بعدہ لا ما قبلہ
اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجائیگی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ
خرید جو تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے بعد
کی خریدیں ہی جائز ہونگی نہ قبل کی ھم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسری مسئلہ کے ضمن مین بیان کردیا پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ

مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول
مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک نے مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو اوسکے
کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو سب خریداریان جائز ہو جاوینگی محشی وغیرہ نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ تاوان لینے ہی مین مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض ہے فَیَرجِعُ المشتری الضامن بالثمن
علی بائعه تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویاخذ
الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے جائز کہے اگرچہ عقد
اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا وجہ جواز کل بیوع زوال
مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اوسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او
شرب خمر باکراہ غیر ملجئ بحبس او ضرب او قید لم یحل الا ضرورۃ فی اکراہ غیر ملجئ پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے
گوشت کھانے پر یا شراب کے پینے پر بواسطے اکراہ غیر ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہوا تو ضرورت ثابت
نہوئی کذا فی النہر نعم لا یحد الشارب للشبہۃ ہان یہہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی شبہہ اباحت کی
سبب سے وان اکرہ بملجئ بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اگر اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب
شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہین اور جان بچانے
سے زیادہ کون ضرورت ہے ف مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم یہہ ہے جسمین اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اوسکا کرنا
افضل ہے اور اگر نکریگا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہے
اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجرار کلمۂ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری
قسم مین امتناع عزیمت ہے اور اقدام مین رخصت نہین کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہے یا اوسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی
فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد به مغایظۃ الکفار فلا باس به پھر اگر محرمات مذکورہ کی کھانے مین صبر کیا یہانتک کہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا
مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھجانیکا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ف وجہ عصیان یہہ ہے کہ تناول محرمات اس حالت
مین مباح ہے اور جان یا عضو بچانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائه فیعذر
بالجهل کالجهل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو
تو گنہگار نہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی جیسی احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہے
ف اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اوسمین اختلاف بھی علما کا اور صابر کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا
کذا فی الزیلعی ابتداء اسلام مین مراد یہہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین
مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحجر جیسے شدت گرسنگی مین محرمات مذکورہ کے نکھانے اور
مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحجر مین بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مجمع وقدوری بقطع او قتل رخص له ان یظهر ما امر به علی لسانه ویوری وقلبه مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا
یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کرے جسکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے درآنحالیکہ اوسکا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہی بلا تغیر عقیدہ ہ توریہ
عبارت ہی اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم اِنْ وَرّٰی لَا یَکْفُرُ وَبَانَتْ امْرَأَتُہٗ قَضَاءً لَا دِیَانَۃً پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار
کفر میں تو کافر نہوگا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹجائیگا ظاہر حکم میں نہ عنداللہ ہ توریہ کی صورت یہہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے
اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی المحیط ماہمہ چنانچہ اوسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اوسنے کہا کہ دشنام کیوقت میں نے مرد نصرانی
کا ارادہ کیا تہا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹہرا کہ کلمہ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر
نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہیں کیا وَاِنْ خَطَرَ بِبَالِہِ التَّوْرِیَۃُ وَلَمْ یُوَرِّ کَفَرَ وَبَانَتْ امْرَأَتُہٗ دِیَانَۃً وَقَضَاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اوسکے دل میں توریہ
مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ
ہ اسواسطے کہ جب دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹہرا کفر سے باقی رہی
تیسری صورت وہ یہہ ہی کہ مکرہ کہے کہ میرے دل میں توریہ مخطور نہوا ولیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اوسکی
عورت جدا نہوگی استحسان میں اسواسطے کہ جب اوسکے دل میں سوا اوسکے کچہ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہی اور اس
بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت میں لازم ہے جبکہ اوسکے دل میں توریہ مخطور ہو جا کذا فی الطحطاوی وَیُؤْجَرُ لَوْ صَبَرَ لِتَرْکِہِ الْاِجْرَاءَ الْمُحَرَّمَ
اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ہ عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمیں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا
اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیگئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہدا فرمایا کذا فی الدرر وَمِثْلُہٗ سَائِرُ حُقُوْقِہٖ
تَعَالٰی کَاِفْسَادِ صَوْمٍ وَصَلٰوۃٍ وَقَتْلِ صَیْدِ حَرَمٍ اَوْ فِیْ اِحْرَامٍ وَکُلُّ مَا ثَبَتَ فَرْضِیَّتُہٗ بِالْکِتَابِ اختیار اور اکراہ علی الکفر کی مانند
ہین رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم اور صلوۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور
جس چیز کی فرضیت قران مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہ زیلعی میں ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہی تو اکراہ کامل یعنی اکراہ
ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے میں رخصت ہی اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت
محتمل سقوط نہیں تو اوسمیں اصلا اباحت متصور نہیں اور سوا ہی کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے
ساتھ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی وَلَمْ یُرَخَّصِ الْاِجْرَاءُ
بِغَیْرِھِمَا بِغَیْرِ الْقَطْعِ وَالْقَتْلِ یعنی بغیر الملجی ابن کمال اِذِ التَّکَلُّمُ بِکَلِمَۃِ الْکُفْرِ لَا یَحِلُّ اَبَدًا اور اجراء کلمہ کفر مرخص نہیں بغیر قطع اور قتل کے
یعنے بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہ غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ
ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بہی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم
علت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اوسکے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی وَرُخِّصَ لَہٗ اِتْلَافُ
مَالِ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّیٍّ بِاِخْتِیَارٍ بِقَتْلٍ اَوْ قَطْعٍ وَیُؤْجَرُ لَوْ صَبَرَ ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دیگئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں
تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اوسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وَضَمِنَ رَبُّ الْمَالِ الْمُکْرِہَ بِالْکَسْرِ لِاَنَّ الْمُکْرَہَ بِالْفَتْحِ
کَالْاٰلَۃِ اور صاحب مال اکراہ کرنیوالے سے تاوان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتہیار کی مانند ہے ہ افعال دو قسم ہیں ایک
فعل وہ ہے جسمیں مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکہتا کہ اوس فعل میں مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتہیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کیطرف فعل منقول
ہوگا گویا اوسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمیں وہ آلہ نہیں ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنیوالے
کیطرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے مُنہ سے نہیں کہا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے

اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پر گرا دیوے اور مال تلف
ہو جاے کذا فی الطحطاوی لا یُرخَّص قتلہ او سبّہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اوسکو
گالی دینے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اوس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار ھ لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ
مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی مین گرا کر ڈبونا
اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویُقادُ فی القتلِ العمدِ المکرِہُ ما لکسر لو مکلفاً علی ما فی المبسوط خلافاً لما فی النہایۃ فقط لانّ العاقل
کالآلۃ اور قتل عمد مین فقط مکرہ بالکسر یعنے اکراہ کرنیوالے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اوس قول کے
جو نہایہ مین ہے فقط مکرہ بالکسر اسواسطے قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کی مانند ہے ھ منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول
ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضای
اوسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اوس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف مین نہ گناہ مین اور یہہ اسواسطے ہے کہ
ہتھیار وہ ہے جو بمقتضای اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور چنانچہ آگ کہ
اوسکی طبیعت جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے
تو اسیطرح یہان بھی اکراہ ملجی مین آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعیؒ علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور
دونو پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسفؒ عنہما للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب
شبہ عدم وجوب ھ اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحساً وحکماً یعنی در حق گناہ تو ادسی پر
قصاص واجب ہوگا ولو اکرِہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین سو اسی
کہ اسمین جان کا قتل کرنا ہے اوسکے ضائع ہو جانے سے ھ اسواسطے کہ ولد الزنا حکماً ہالک ہے اسواسطے کہ اوسکا کوئی پالنیوالا نہین تو زنا
کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کی کذا فی الدرر لکنہ لا یُحدُّ استحساناً لیکن مامور پر حد نہین از روی استحسان کے بل یَغرم المہر ولو طائعۃً لانہما
لا یسقطان جمیعاً شرح وہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط
نہین ہو جاتے کذا فی شرح الوہبانیۃ ھ یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب
المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت
ہے اوسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب لڑکا اوسکی زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اوسکی
جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ
نہین رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کی زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کی زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ
ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اوسکے واسطے شبہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان
حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فتُرخص بالملجی الا ان یُفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہ
قبحہا عقلیاً ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قال المصنف فتاملہ کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت
کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کی حکم کی مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہہ کہ زنا اور لواطت مین
فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اسوجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے
اور اسیواسطے اغلام بہشت مین نہوگا بر مذہب صحیح یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھ منح کی کتاب الاکراہ مین ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر

اکراہ ہو تو اوسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہوا ہنوز تو اس روایت مین انعدام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ اہلاک ولد کا مودی نہین
اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق متن فاعل اور مفعول دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو
بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنی قرابت دار
کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ھ لیکن جوہرہ کی یہہ روایت اسکے مخالف ہی کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہو گا اور اکراہ کرنیوالے پر
تاوان لازم نہو گا ہواسطے کہ اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ اور جسپر اکراہ ہوا
وہ اکراہ کرنیوالے سے غلام کی قیمت بسبب عتق کے اور نصف مہر مسمی بسبب طلاق کے اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ھ یعنے عتق
غلام مین قیمت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر مسمے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمے نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر
ونذرہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم
اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلا اوسکا اور رجوع کرنا اوسکا ایلا مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول
مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ھو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا
فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی ہو اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسیطرح کا ہی اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہے کہ
حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیے
ھ کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوای چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اونمین سے نہین ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا کذا فی الطحطاوی ولا قتل
لو رجع للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اوسکی قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ
باب المرتد مین گذر گیا ھ شبہہ یہہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق
وعتاق وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور
ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ھ اشباہ مین ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع
نہین ہوتا وجہ قیاس یہہ ہے کہ وکالت باطل ہوجاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہہ ہے کہ اکراہ مانع
انعقاد بیع نہین بلکہ اوسکے فساد کا موجب ہی تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ
الاکراہ وعدھا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعددناھا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین
یہہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھہ وہ اکراہ کے ساتھہ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھہ صحیح ہی اسمین فسخ کا احتمال نہین اور
جسمین فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھہ صحیح ہین اونکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین
اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق مین ہمنے اونکو نظم مین بیس گنا ہی ھ غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا
ہواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کردیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا مؤثر ہے عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کردیتا ہے
فسخ عقد پر تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہوچکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح
لا یصح مع الاکراہ ابراء مدیونہ او ابراء کفیلہ بنفس او مال لان البراءۃ لا تصح مع الہزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھہ بری الذمہ
کردینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال الضامن اسواسطے کہ برائت صحیح نہین ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھہ تو اکراہ کے
بھی ساتھہ صحیح نہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسیطرح اگر شفیع پر اکراہ ہوا

طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل نہوگا ولا یرد نہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلاتبین زوجتہ لانہ لایکفر بالقول
لہ استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامل اور نہ اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اوسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہوجاتا اور عدم ارتداد قلبی مین یہی قول معتبر
ہے استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف اسکے نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو
اسکو تامل کرو ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نکیا
باوجودیکہ دل مین منظور ہونے کے تو دونو طرح سے چھوٹیگی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او بقتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر
بذلک فقطعت یدہ او قتل ینظر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متھما بالسرقۃ معروفا بھا او بالقتل
لا یقتص من القاضی استحسانا للشبھۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے
ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنیوالا موصوف بصلاح
یعنے نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مقر چورانے کے ساتھ متہم ہو اور چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص
نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اوسنے کیا ہو جسکا اوسنے اقرار کیا ہے قیل لہ
اما ان تشرب ھذا الشراب او تبیع کرمک فھو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر و الا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک
شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ کر تو وہ اکراہ ہے اگر مشروب ایسے پینے کی چیز شریعت مین حلال نہو جیسے شراب
اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہی حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو
اوسنے بیچا تو اوسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع مالہ
تعلیقہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اوسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی سو اوسنے کوئی چیز بیچڈالی بادشاہ کو دینے کے
واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اوسکی عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچ
کر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا ہے اسواسطے کہ ادای مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہوسکتا ہے کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول
من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرھا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے
دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفھا الزوج بالضرب
حتی وھبتہ مھرھا لم تصح الھبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف
کر دیا تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونونکو شامل ہے لیکن قاضی خان کے فتاوی
مین ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ھددھا بطلاق او تزوج علیھا او تسر فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر
نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے
کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہوسکتے وفی مجمع الفتاوی
منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویھا الا ان تھبہ مھرھا فوھبت بعض المھر فالھبۃ باطلۃ لانھا کالمکرھۃ قلت و
یؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وھی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادت الزفاف منعھا الاب الا ان یشھد علیھا انھا استوفت منہ میراث امھا
فاقرت ثم اذن لھا بالزفاف فلا یصح اقرارھا لکونھا فی معنی المکرھۃ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ تحفۃ الاقران فی ھبۃ
المھر اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتار حادث کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اوسنے اپنے شوہر کے گھر جانیکا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدونکو اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اوسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری پہر لی ہے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہے ابوسعود مفتی روم نے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین م ظاہرا مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کیطرف جانے کی حاجت ہو اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کی مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی والمکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چہین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ چہیننے والے نے لینے کیوقت یہہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پہیر دیگا اوسکے مالک کو اور اگر یہہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا م یعنی پہیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پہر وہ مال تلف ہوگیا تو اوسکا تاوان اکراہ کرنیوالے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ و لا یضمن مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنے مالک کہتا ہو کہ اسنے پہیر دینے کی نیت سے نہین لیا تہا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پہیر دینے کی نیت سے لیا تہا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ مادام حاضرا عندہ المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبہذا تبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوسوقت تک جائز ہے جبتک اوسکے پاس اکراہ کرنیوالا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگارونکو کچہہ عذر نہین ناحق مال چہین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود نہونے کیوقت تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے م مبسوط مین ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چہین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اوسکو یہہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھہ ہو اسطرح کہ اگر یہہ شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑلاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کہانیکا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بہوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بہرلے اکراہ کرنیوالے سے بسبب حاصل ہونے کہانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کی حالت نہ دوسری صورت مین یعنے سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناک وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اس نبی سے کہا جسکو انہون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چہوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چہوڑ دینگے اور اگر تو کہیگا کہ یہہ نبی ہے تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر م اس مسئلہ سے اگر عصمت انبیا کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی

ہے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتك لازنی بہا دفعت لك الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے
کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دی تاکہ مین اوس سے بدکاری کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے
کہ یہہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے اونکو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبدہ مکرہا لم
یعتق فی الا صح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادیکا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہوگا صحیح تر قول مین وهل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر
القنیة نعم اور مال چہین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان معتبر ہے ہم ینابیع مین ہی کہ سلطان نے وصی
یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطانکو دی سو اوسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہی اور اگر
وصی کے مال چہین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کری اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چہوڑیگا اور مال متروک اوسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اوسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈریکہ تمام مال چہین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین
اوسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چہین لیا تو ہر صورتین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة قال
ہ وان یقل المدیون انی مرافع ٭ لتبرئ فالاکراہ معنی مصدق اور وہبانیہ مین کہا ہی اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا بہید
ظاہر کرنیوالا ہون حاکم سے ورنہ تو مجکو اپنے دَین سے بری کردی تو یہہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا ہم شرنبلالی مین ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا
کہ تمسک کا وثیقہ پہیردی اور یہہ اقرار کر کہ میرا تجہپر کچہہ اودہار نہین اور اگر تو قبول نکریگا تو مین حاکم سے ظاہر کرونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا
اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اوس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پہیردیا اور اپنے دین نہونے کا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا
کہ یہہ در معنی اکراہ ہی اور اوسکو جائز ہے کہ اوسپر اپنے دین کا دعوے کری یہہ جواب اوس صورتین ہی جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چہین لیتا ہو
کذا فی الطحطاوی ہ وصح فی الاستحسان اسلام مکرہ ٭ ولا قتل ان یرتد بعد ویجبر اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور
اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہوجاے تو قتل نہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہہ مسئلہ شرحا بیان ہوچکا مبسوط مین ہی کہ ظالم نے کہا
کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا نہین تو مین تیرے بیٹے یا باپ یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کردونگا یا تیرے باپکو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم
کو بیع کر سو اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہہ بیع جائز ہے اور استحسان مین باطل ہی اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطیکہ یہہ اکراہ ہے کذا
فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم

كتاب الحجر

یہہ کتاب ہی حجر کے احکام مین ہم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کی بعد اسواسطی لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر
یہہ کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سی اسواسطیکہ اکراہ سلب اختیار اوس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح اور صاحب ولایت کاملہ ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہی
مجورین پر اور کاہی غیر مجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور سفیہ کی حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولی ہو ولغة المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی
مطلقا یعنی باز رکہنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور طلب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حار مہملہ و سکون جیم مذکور ہی و شرعا منع من نفاذ تصرف قولی
لا فعلی لان الفعل بعد وقوعه لا یمکن رده فلا یتصور الحجر عنه اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہی تصرف قولی کی نافذ ہونیسے نہ تصرف فعلی سی اسلیے کہ فعل کا پہیرنا
بعد اسکی واقع ہوجانے کی ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل و اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیے کہ مجور کا عقد موقوف
ہوتا ہے ذی کہا بہتر یہہ تہا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کی اسواسطیکہ نافذ عام ہی لازم سے لو تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور
اسلام تو اوسمین صغیر بالغ کی مانند ہی قلت لیشکل علیه الرقیق لمنع نفاذ فعله فی الحال بل بعد العتق کما صرح به فی المبدایه اللهم الا ان یقال الاصل فیه ذلك
لکنه اُستوحقه لقیام المانع قائل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج مین غلام کی فعل سے اشکال واقع ہوتا ہی اسواسطی کہ اوسکی فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال غیر
کو اودہ تلف کرڈالی تو وہ فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ آزاد ہونیکے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدایہ مین مصرح ہی بارضدا یا مگر یون جواب دیا جائے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہی کہ غلام اپنے
افعال مین فی الحال ماخوذ ہو لیکن موخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اوسکی آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کی اسکو تا مل کر ہم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام فعل پر فی الحال ماخوذ ہو

تو اوسمین بھی جاہی اور اوسمین عوض تو لی کا ابطال ہو طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین واضح ہوا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہی ماخوذ نہوتا تصرف قولی کی مانند قال وسببہ صغر وجنون
یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کصبی یمیز کما سیجی فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا
طفل تمیزدار کی مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا اسلیے کہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے
نفع وضرر کو نہین سمجہتے لہذا شرع مین اونکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہرچند عاقل ہے لیکن جو کچھ اوسکے پاس موجود ہے مولے کی ملک ہے تو برعایت حق مولے اوسکا تصرف جائز نہوا فلا یصح
طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمہ کممیز فلا یصح یعنی طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسیوقت ہوشمین نہین آتا اور جو
کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اوسکا حکم طفل ممیز کی مانند ہے کذا فی النہایۃ ام نہایۃ اور غایۃ البیان مین ہے کہ معتوہ یعنی جو کبھی دیوانہ ہو اور کبھی ہوشیار وہ ممیز کی مانند ہے اور زیلعی مین ہے
کہ وہ عاقل کی مانند ہے شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حالت افاقہ مین کوئی عقد منعقد کرے تو اوسمین نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کی مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری
کا وقت معین نہو تو حکم اوسمین توقف کا ہے صغیر کی مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی
ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت اونکے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور
اعتاق اور اقرار کے بنظر ترحم اور شفقت کی ہے اونکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار
فقط اوسکی ذات کے حق مین نہ اوسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو لغیرہ وہدر لو لہ تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ
پیچھے ڈالا جائیگا اوسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولے کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ
مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر ویحد ویقاد اقیم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا
اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن عقد عقدا یدور
بین نفع وضرر کما سیجی فی الماذون منہم من ہؤلاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او ردہ
اور جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ عاقد
اوسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجہتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شرا ملک مشتری کو کہینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کیطرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد قاضی
اور باپ اور دادا اور وصی اور مولے ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نامنا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی
الطحطاوی وان لم یعقلہ فباطل نہایہ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجہتا نہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایۃ وان اتلفوا ای ہؤلاء المحجورین
سواء عقلوا او لا درر شیئا متقوما من مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجہتے ہون یا نبوجہتے ہون کذا
فی الدرر تلف کر ڈالین شے متقوم کو مال ہو وہ شے یا جان تو ضمان اونپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اونکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو
لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونیکے ہے چنانچہ گذر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور مواخذ بافعالہ
فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع
منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل
کریگا تو دیت اوسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلونمین صغیر پر تاوان نہین اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے
پاس ودیعت رکہی گئی بدون اذن اوسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لیگئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اوس سے بدون اذن
ہم عدم اذن ولی چارون مسئلونکی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع یا
اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع

اولا الاخذ اور ایداع صغیر سے مستثنیٰ ہے وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر
صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت لینے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہہ قید بہی
ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی ولا یحجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع
او العقل ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام
کے نزدیک ازاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال ہی اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضای شرع یا عقل کے
کذا فی الدرر اور اگرچہ خیر مین اسراف مال کرے جیسا کہ بنا کرے مسجد اور اوسکی مانند اور امور حسن اور صرف کرے تو اوسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے
نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہے ہم کہتے ہین سفہ بفتحتین لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت
سے مراد صرف بیجا وہی مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا فسق سے ہی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی
نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلا و دیندار غرض شمار نہین کرتے چنانچہ مغنین
اور لاعبین کو مال دینا اور اوڑنے والوں کبوترونکو گران قیمت خریدکرنا اور خرید و فروخت مین بلا محمدت نقصان اوٹہانا اور مراد یہہ ہی کہ اول رشید تہا پہر
سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائیگا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی وفسق ودین وغفلۃ اور
حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور اوداے قرض اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ہم دین سے وہ دین مراد ہی جو اوسکے اموال مملوکہ سے زیادہ ہو
غفلت سے مراد یہہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بہولا سیدہا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکر جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اوٹہایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی
بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا وتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی
بیباک جو لوگونکو باطل حیلے سکہاوے جیسے ارتداد سکہانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چہوٹجاوے یا اوس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے ہم زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکہاوے اور حرام کے حلال کہنے اور حلال کے حرام بتادینے مین نہ پروا اور بیباک ہو فتاوی قاضی خان مین ہے کہ
مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ کو نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع
کیا جاے علاج کرنے سے طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دوا مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض
پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر دور نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگونکو مضر اور مہلک دوا پلا دے اور
وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا ہم حموی نے اپنی شرح مین کہا
کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور انکے ساتہ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہہ
روایت ہی امام اعظم سے اور ان تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی
قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہے اور
صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بہی محجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہہ جو امام سے مروی ہی کہ اونکے نزدیک حجر نہین
مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پس سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور
فتوی ٹہیک ہو تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اوسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی ظاہری مراد ہی اسطرح
وہ لوگ اپنے کام سے رکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگونکے دین مین فساد ڈالتا ہی اور طبیب جاہل اونکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس
اونکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس نہ اونٹ ہین نہ اور جانور جسپر باربرداری کرے اور نہ اوسکے پاس
مال ہے جس سے جانور باربردار خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا پہر جب سفر کا

وقت آتا ہی تو وہ چپ رہتا ہے لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پونہچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کی فساد کی مانند تو
الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہوا کذا فی الطحطاوی سے
وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاتا ہے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت
کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اوسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ کالصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے
سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کی مانند ہین ہم یعنی اس پر نابالغ کی عقود محتمل الفسخ مین قاضی کو اختیار ہوگا چاہو جاری رکھے چاہے
فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ یہہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات مین
ہے جنمین فسخ کا احتمال ہی ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہو ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا
مخصوص بتصرفات مذکورہ ہو چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیر ذلک واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح وطلاق
وعتاق واستیلاد وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی
الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب من الثلث فھو فی ھذہ کبالغ اور ان تصرفات مین کہ جو فسخ کے محتمل نہین اور اونکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق
حجر نہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کی مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور
عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اوسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور انفاق
یعنے نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے صحت اقرار مین اور حسنات کی وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کی مانند غیر محجور ہی
یعنے جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اسیطرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمین صاحبین کے بھی نزدیک حجر نہین وفی کفارۃ
کعبید اشباہ اور سفیہ کفارہ مین غلام کی مانند ہے کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ اکمل مین ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا
مال صرف نہونے دیگا بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی والحاصل ان کل ما یستوی فیہ الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ
اور خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہی وہ محجور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سے کذا
فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا
ہوشیار نہو کہ اپنا نفع او ضرر پہچانے تو اوسکا مال اوسکو ندیا جاے یہانتک کہ وہ ۲۵ برسکو پونہچے ہم درر مین ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پونہچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برسکو پونہچ جاتا ہے خزانۃ اکمل مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اوسکا
مال اوسکو جلد ندے بلکہ توقف کرے اور اوسکو کچھہ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزماوے پس اگر اوسکو مصلح پاوے تو اوسکا مال اوسکو دیوے اور اگر مفسد بیباک
دیکھے تو مال ندے پھر جب ۲۵ برسکو پونہچے تو مال اوسکو دیوے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع فصح تصرفہ قبلہ ای قبل المقدار المذکور من
المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ہم یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا
تصرف کریگا اپنے مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہین امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو ندینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کیواسطے تھا
وبعدہ یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد
دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اوسکا ولی اوسکو مال ندے اوسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا درصورت ہلاک ہو جانے مال کے
اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے اوستاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع
حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار نہو اور صاحبین نے کہا کہ مال ندیا جائیگا
یہانتک کہ اوسکی ہوشیاری معلوم نہو اور اوسکا تصرف قبل از ہوشیاری جائز نہین یعنی اگرچہ وہ پیر فرتوت ہو جاے والرشد المذکور

فی قوله تعالیٰ فان آنستم منهم رشدا هو کونه مصلحا فی ماله فقط ولو فاسقا قال ابن عباس بعد وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول
مین کہ اگر تم یتیموں کا رشد معلوم کرو تو اونکے مال اونکو دو تو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ فقط اپنے مال مین مصلح ہو نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا
ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے م اصلاح فی المال سے مراد یہہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور صرف فضول خرچ
نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونو مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون
لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے م اور ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون
پر بعد مطالبہ یعنی تقاضا آجکل کے وعدہ پر ٹلنا ہے تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا دفع ظلم کیواسطے لازم ہوا وقضی دراهم دینه من دراهمه
یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپے اوسکے روپیوں سے ادا کرے یعنی بلا اجازت اوسکی اور اسیطرح اگر دین
اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهم دینه وبالعکس استحسانا لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون
کی اشرفیان بیچ ڈالے اوسکے روپیوں کیواسطے اور روپے بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کیواسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے
مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یبیعهما للدین یفتی اختیار وصححه
فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کیواسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور
فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادای دین کیواسطے بیچ ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے
اور صحیح کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال
حاجت نہین م ادا کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور گدی قالین
موسم گرمی مین بیچا جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی
ولو اقر بمال یلزمه بعد الدیون ولکن ثابتا ببینة او علم قاضی فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہوجانے ان دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تھا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم
سے ثابت نہو اور اگر ثابت ہو تو مقرلہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اوس مال کی جسکو مدیون نے تلف
کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا م قول معتمد یہہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی ثمنه ایک شخص مفلس ہوگیا اور اوسکے پاس وہ
متاع ہے جو اوسنے خریدی تھی اور قبضہ کیا ہوا اوس متاع پر اوسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہین کیا تو اوسکا بائع اور دیون والون
کے برابر ہے متاع کے ثمن مین یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد
دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس
پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہے یعنی متاع
سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اوسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی اور
نہ اوسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اوسکا ضمان لازم ہوگیا کذا
فی الطحطاوی توضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ
پھر اگر مشتری مفلس ہوگیا قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اوسکا
روک رکھنا ثمن کیواسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم دفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز

ما صنع المحجور كذا في الخانية وهو ساقط من الاصل والله جاز اطلاقه قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شراء وغیرہ سے اوسکو روکدیا پہر
اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اوسنے اوسکو کہولدیا مطلق العنان کردیا اور جائز کردیا اوس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ
تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی قبلہ اور یہی اکثر اور متن الغارسی وما صنع المحجور فی ماله من بیع او شراء
قبل اطلاق الثانی وبعده کان جائزا لان حجر الاول مجتهد فیه فیتوقف علی امضاء قاض اخر اور جو تصرف محجور نے اپنے مال مین کیا بیع یا شرا
سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوس کے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہے گا
دوسرے قاضی کے جاری رکہنے پر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینحجر ما لم یعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر
لیکن وہ محجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہو گا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کردیا ہے کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر
تو اوسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اوسکے تصرفات نافذ ہونگے
اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنیکے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے ہی حجر نہین اوٹھتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اوسکو اوٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی
الرشد وادعی خصمه بقائه علی السفه وبرهنا ینبغی تقدیم بینة بقاء السفه اشباه اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکے مخاصم نے اوسکے
باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونو گواہ لائے اپنے دعوی پر تو بقاء سفاہت کے گواہونکو مقدم رکہنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث
مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر وہ صالح تہا پہر فاسد ہوگیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوس سے کچہہ خریدا پہر محجور اور مشتری مین
اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجہہ سے اسکو خرید کیا تہا تیری صلاح کی حالت مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کیحالت مین تو محجور کا قول مقبول ہے اور
اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی صحت کے گواہ مقبول ہین انتہے اور ذخیرہ ناظرین سے کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین
وفی الوہبانیة سه ومن یدعی اقراره قبل حجره فمن یدعیه وقته فهو ابدلا اور وہبانیہ مین ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور
ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کیوقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور
نے کہا صالح ہوجانیکے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تہا سو حالت حجر مین کیا تہا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح
کی حالت مین کیا تہا تو محجور کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹہرا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ
نیند یا بچے ہوا کذا فی الطحطاوی سه ولو باع والقاضی اجازوقال لا ، تودی فاد الامن بعدیحبس اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز
رکہی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اوس کا ثمن محجور کو نہ بہیجو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا
نقصان ہوگا ہم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادای ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کیواسطے ثابت ہوگیا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا
جیسے اجنبی کو دیا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکہی اور ادای ثمن سے
مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی

فصل

یہہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے مین ہم بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہے انتہاء حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تہا
اسباب حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تہی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہہ فصل اوسکے بیان مین ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام والا
حبال والانزال والاصل هو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کردینے سے اور
انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہے ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو
وہی اصل ٹہرا اور احتلام اور احبال اوسکی علامات ہین والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانه قلما یعلم منها
اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نہ کیا

اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ھ موی زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اوراسیطرح پنڈلی اور موچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ہم صغیر مین کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہما شیٔ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پہر اگر صغیر اور صغیرہ مین امور مذکورہ مین سے کوئی امر نپایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو یہی قول مفتی بہ ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ھ درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال سے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال سے اور امام سے بھی اسکی روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہو جاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کا ٹھرایا اوس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہے کذا فی الصدر الشہید اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوے قرار دیا وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے ھ شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھہ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ پہر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس اوسنے مدت کو پہنچ گئے ہون اور وہ دونو کہین کہ ہم بالغ ہو گئے ہین تو اونکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اونکی تکذیب نکریگا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اوسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کیواسطے وہ شرط یہہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ھ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت دبلے اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اُن کا اونکے قول پر دلالت نہین کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اوسوقت مین یعنے اقرار بلوغ کیوقت مین بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کی مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اوسکی حالت کے تو اوسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ھ فتاوی قاضی خان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پہر اگر بعد اسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جبکہ اوسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اوسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اوسکا صحیح نہین اور حموی مین ہے کہ دونو کے احکام بالغونکی مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھہ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ھ یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اوسپر لازم ہے و فی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل ثنتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ مین ہے صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہ ھ معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم +

کتاب الماذون

یہہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین ھ ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اوسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف نے کتاب حجر کے بعد اسواسطے لایا کہ ماذون سبقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام سے یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین ماذون عبارت ہے منع تصرف کے دور کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین

تو اذکرہ ابن کمال ھم یعنی فک حجر سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے و اسقاط للحق اور شرع مین اذن عبارت ہی اسقاط حق سے ھم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہو نہ فقط حق اسواسطے کہ اسصورتمین اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط ھو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہو اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہو وعند زفر و الشافعی ھو توکیل و انابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہی وکیل کرنے اور نائب کرنے سے ہے ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوگا اس امر میں کہ تخصیص اذن صحیح اونکے نزدیک صحیح ہے کہ غلام اوسکے خلاف نہیں کر سکتا وکیل کی مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے ثم یتصرف العبد لنفسہ باھلیتہ فلا یتوقت بوقت و لا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولے نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسیوقت کے ساتھہ مقید نہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھہ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن سکے اسقاط ہونے پر ھم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولے کے حق کے سبب سے پہر جبکہ مولے نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام متصرف ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا و لا یرجع بالعھدۃ علی سیدہ لفکہ الحجر اور عبد متصرف غلام کی رجوع اوسکے مولے پر نہوگی بسبب دور کر دینے مولے کے منع تصرف کو ھم یعنی جب مولے نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اوسکی ثمن کا مطالبہ مولے سے نہوگا یہہ قول متفرع ہی تصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شھرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت پہر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایکدن یا ایک مہینے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہانتک کہ مولی اوسکو منع کرے اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر و لو تخصیص بنوع فانا اذنہ فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلھا لانہ فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھہ مخصوص نہوگا پہر جبکہ مولے نے ایک قسم مین اذن دیا تو اوسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت کی سب قسمونکو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہو سکے ھم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو یہہ خشکی کی تجارت کا بہی اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے واقف بہی ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ و بالشخصی استخدام پہر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہی اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہی نہ اذن تجارت ھم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولی کی منفعت ہی تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین یعنی اگر مولے نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہان فلانے کام مین مزدوری کر تو یہہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر و عقود مختلفہ کا اذن ہوا منتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بہی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگونکو پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرانے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد راہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لو یشتری ماذنا بالنطق بزازیہ و درر عن الخانیہ اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت حال سے تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکہا تو اگر مولے اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھیگا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر مین ہے خانیہ سے ھم اذن جائز نہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہہ مراد نہیں کہ اس

برخلاف اذن نوعی ... اذن کی بیع اور ... اذن ہو ... کام ... خدمت لینا ہے اذن نہیں ہے

تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن ثابت نہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی من ابی السعود ولکن سوّی بینھما الزیلعی وغیرہ
وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی وبحثہ فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ
لیکن مال اجنبی اور مال موسلے کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونون مالونکی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین
دونونکی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرحپر کہ جو بات کہ متون اور شروح مین ہے وہ مقدم اور اولی ہے اوس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م یہہ استدراک بیموقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہہ
بزازیہ اور درر کی مغائر ہے اسواسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہہ مقتضی فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو
سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد مین نہ اوس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی
ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر المبتداء تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکھا اور
مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون ہے فی التجارۃ دلالۃ لا نطقا ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا ہے فعبد رآہ الا اذا کان
المولی قاضیا اشباہ سکوت مولے کا اذن ہے مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک
الشیء او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل لیکن غلام ماذون نہوگا اوس
چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اسکی خرید مین تو مولے پر اس متاع کی بیع نافذ نہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے
پہلے اور حالانکہ یہہ باطل ہے قلت لکن قیدہ القھستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی
الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھہ نہ اوس خرید کے ساتھہ
جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمین یہی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید ذخیرہ کی بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دی
فرق بیان کرنیکی م زیلعی مین ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہوگیا
انتہی تو غلام عینی مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہہ ہے کہ خرید مین مبیع داخل ہو جاتی ہے مولے کی ملک مین تو کچھہ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اوسمین
زائل ہو جاتی ہے مولے کی ملک سے تو اوس بیع مین سکوت اذن نہوا لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ بیع اور شرا دونومین ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا
شاید کہ وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی مین مذکور کیا ہے کہ شرا اسرع النفاذ ہے بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے
مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدی تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دی تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی ویثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید
صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی م
اذن مطلق کی یہہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ مین نے تجکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی
اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید لگا دیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہوگی اذن
عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لھما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا
غبن فاحش کے ساتھہ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہے ویوکل بھما ویرھن ویرتھن
ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس
رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اسواسطے کہ یہہ سوداگرونکی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر صلح
کرے اوس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منھا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے
سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین م اور بیع اکثر قیمت سے بطریق اولے جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

یعنی موسے عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت سے یا کمتر سے وللمولى حبس المبيع لقبض ثمنه من العبد اور موسے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا واسطے
ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لهما صحيح شارح المجمع معزيا للمحيط لو سلم المبيع قبل قبضه لانه لا يجب له على عبده
دين فخرج مجانا حتى لو كان الثمن عرضا لم يبطل لتعينه بالعقد وهذا كله لو المأذون مديونا والا لم يجز بينهما بيع لعدم فائدة اور ثمن باطل
ہوگا اگر موسے مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور موسے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے
ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد بیع سے اور یہہ سب مذکور یعنے
ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اوس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو موسے اور اوسکے غلام مین بیع جائز
نہین کذا فے النہایہ ہم جب غلام ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کی مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہو گئی اور در صورت عدم دین جو غلام
کے پاس ہے وہ دستے کا مال ہے تو خرید فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولى منه باكثر حط الزائد او فسخ العقد اي يؤمر بسبب
بان يفعل واحدا منهما لحق الغرماء ا۔ اگر موسے نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی
مالک کو امر کیا جاویگا کہ وہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے سبب سے فيما كان من التجارة ہم موسے زائد کو کم کرے یا
بیع فسخ کرے اوس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہہ احتراز ہے
اوس بیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اوسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیئے وتقبل الشهادة عليه اي العبد
المأذون ولو محجورا اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی یا اوسکی
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم يحضر مولاه گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اوسکا موسے
اوسوقت حاضر نہو ولو محجورا لا تقبل يعني لا تقبل على مولاه بل عليه فيؤاخذ به بعد العتق اور اگر غلام مجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنے
اوسکی موسے پر مقبول نہین بلکہ غلام مجور پر مقبول ہوگی سو اوسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اوسکے آزاد ہونیکے بعد ولو حضرا معا فان الدعوى
باستهلاك مال او غصبه قضي على المولى وان باستهلاك وديعة او بضاعة على المحجور تسمع على العبد وقيل على المولى اور اگر
مولی اور غلام مجور دونو حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوی ہو تو موسے پر حکم ہوگا یعنے مولی سے خطاب ہوگا کہ اوسکو بیچے اور
تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا مجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع ہوگا یعنی عتق کے بعد اوس سے مواخذہ ہوگا اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ موسے پر مسموع ہوگا ولو شهدوا على اقرار العبد المحجور لم تقبل على المولى مطلقا وتمامه في العمادية اور اگر گواہی دی
غلام کی اقرار کرنے پر ساتھہ حق کے یعنی غلام نے کسیکے حق کا اقرار کیا ہے تو اوسکے موسے پر حکم نہوگا مطلقا خواہ موسے حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا
عمادیہ مین ہے ويأخذ الارض اجارة ومساقاة ومزارعة ويشتري بذرا يزرعه اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت
کی اور وہ بیج خرید کرے جسکو بووے ويؤاجر ويزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دوکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت
کے کذا فی الطحطاوی ويشارك عنانا لا مفاوضة اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ويستأجر ويؤجر ولو نفسه اور ماذون
اجارے لے اور اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کر دی کہ اسمین
امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اونکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ويقر بوديعة وغصب ودين اور ماذون اقرار کرے ودیعت
اور غصب اور دین کا یعنے یہہ اقرار صحیح ہے ولو عليه دين لغير زوج وولد ووالد وسيد فان اقراره لهم بالدين باطل عنده خلافا لهما
اور اگر ماذون پر زوجہ اور بیٹے اور باپ اور موسے کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوجہ اور
بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوجہ اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اونکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسیکا مدیون ہو یا نہو ولو اقرّ لبعضهم صحّ ان لم يكن مديونا وهما نيه اور اگر دین کے سوا کسی اور شے معین کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولے کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیة ویهدی طعاما يسيرا بما لا يعدّ سرفا ومفادہ انه لا يهدى من غير المأكول اصلا ابن كمال وجزم به ابن الشحنة اور ماذون تھوڑا کم قیمت کہانا تحفہ دے اسطرحپر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کہانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا ہے اسپر ابن شحنہ نے ہم ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہین کیا بلکہ ضیافت اور تصدق اکول قلیل کو اوسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا يهدى شيئا اور غلام مجور کچھ تحفہ نکرے خواہ قلیل ہو خواہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا کان فی المحجور قوت یوم فدعا بعض رفقائه للاكل معه فلا بأس بخلاف ما لو دفع اليه قوت شهر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام مجور کو ایک دن کا کہانا دیا گیا ہو اوسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کہانے کیلئے بلایا تو کچھ مضائقہ نہین برخلاف اوس صورت کے کہ اگر اوسکو مہینے بہر کا کہانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کہلانا درست نہین ولا بأس للمرأة ان تتصدق من بيت سيدها او زوجها باليسير كرغيف ونحوه ملتقى اور عورت پر کچھ مضایقہ نہین اس کا کہ اپنے مولے یا شوہر کے گہر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقى ہم یعنی بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہین ولو علم منه عدم الرضى لم يجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضمندی مولے یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا دینا بھی جائز نہین ويضيف من يطعمه اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کہانا کہلاتا ہے ويتخذ الضيافة اليسيرة بقدر المال اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے ہم محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دسہزار درم ہو تو دس درم ضیافت مین خرچ کرنا قلیل مین داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحيط ويحط من الثمن لعيب قدر ما يحط التجار اور ماذون کم کرڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کرڈالتے ہون یعنی زیادہ کم کرنا درست نہین ہے ويحابي ويؤجل مجتبى اور ماذون جنس بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس مین ہے کہ حبا عبارت ہے عطا و بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباة عبارت ہے نصرت اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہان ان معانی سے کوئی مراد نہین یہان تو مراد جنس کا بیچنا ہے اوسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا يتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہین ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہوجانے سے ولا يتسرى وان اذن له المولى اور تسریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ہم اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہین ولا يزوج رقيقه وقال ابو يوسف يزوج الامة اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکردے اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کا نکاح کردے ولا يكاتبه الا ان يجيزه المولى ولا دين عليه ولاية القبض للمولى اور ماذون مکاتب نکرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا يعتق بمال الا ان يجيزه الى اخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعض مال کے آزاد نکرے مگر یہ کہ مولے اوسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولے اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولے کیواسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا بغيرها اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا يقرض ولا يهب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا يكفل مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نکرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مالضامنی ولا يصالح عن قصاص وجب عليه اور ماذون صلح نکرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا يعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ويصالح عن قصاص وجب على عبده خزانة الفقه اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانة الفقه وكل دين وجب عليه بتجارة او بما هو في معناها امثلة الاول كبيع وشراء واجارة واستيجار واستهلاك

الثاني غرم وديعة وغصب وامانة جحدها عبارة الدرو غيرها بجحدها بلا ميم فتنبه وعقر وجب بوطي مشرية بعد الاستحقاق كل ذلك يتعلق برقبته كدين الاستهلاك والمهر و نفقة الزوجة يباع فيه اور جو دين واجب ہوا ماذون پر اوسکی تجارت کے سبب سے یا اوس سبب سے جو بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنے تجارت کی مثالین چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اوس غصب اور امانت کا تاوان جنکا ماذون انکار کرچکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی ہیکے وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین مین یعنے اوسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہے غرم ودیعة وغصب وامانة وغیرہا جحدہا بدون میم کے سو آگاہ رہنا ھم مصنف کی عبارت مین ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولهم استسعاؤه ايضا لمعي اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اوس سے کسب کروانا اور اوسکے کسب سے اپنے دیون کا لینا درست ہے ومفاده ان زوجته لو ارادت استسعاءه لنفقة كل يوم ان يكون لها ذلك ايضا بحر من النفقة اور ثبوت استسعا سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اوس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کیواسطے تو اوسکو بھی جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقة بحضرة مولاه او نائبه لاحتمال ان يفديه بخلاف بيع الكسب فانه لا يحتاج لحضور المولى لان العبد خصم فيه دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اوسکے مالک کے سامنے یا اوسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف بیع کسب ماذون کہ اوسمین حضور مولے کی حاجت نہین اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب مین اور اوسکی ذات کی بیع مین اوسکا مولے صاحب معاملہ ہے ويقسم ثمنه بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والونمین حصہ رسد ويتعلق بكسب حصل قبل الدين او بعده اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد ويتعلق بما وهب له وان لم يحضر مولاه اور دین مذکور متعلق اوس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اوسکا مولے حاضر نہو هذا قيد للكسب والاتهاب لكن يشترط حضور العبد لانه الخصم في كسبه یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین ادای دین کیواسطے مولے کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی مین ثم انما يبدأ بالكسب وعند عدمه يستوفي من رقبته بہر دریافت کرنا چاہیئے کہ ادای دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہونے کیوقت اوسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنے ماذون کو بیچکر قلت واما الكسب الحاصل قبل الاذن فحق المولى فله اخذه مطلقا قال شيخنا ومفاده انه لو اكتسب المحجور شيئا واودعه عند اخر وهلك في يد المودع للمولى تضمينه لانه كمودع الغاصب قباملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ موسلے کا حق ہے تو موسلے کو اوسکا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام مجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہوجاوے تو موسلے کو اوس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب کے مودع کی مانند ہے سو اوسکو تامل کر لا يتعلق الدين بما اخذه مولاه منه قبل الدين دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے موسلے نے اوس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اوسنے اپنا خالص حق لیا وطولب المأذون بما بقي من الدين زائدا عن كسبه وثمنه بعد عتقه ولا يباع ثانيا اور ماذون سے اوس دین کا جو زائد باقی رہگیا ماذون کی کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اوسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی کے ادا کرنیکے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اوسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اوسکو جاکر خرید نکریگا تو بیع اوسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا وللمولى اخذ غلة مثله بوجود دينه وما زاد للغرماء يعني لو كان المولى ياخذ من العبد كل شهر عشرة دراهم مثلا قبل لحوق الدين كان له ان ياخذها بعد لحوقه استحسانا لانه لو منع منها يحجر عليه فينسد باب الاكتساب اور ماذون کے موسلے کو مثل ماذون کی کمائی لینا باوجود اوسکی مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اوس سے زیادہ ہو وہ دین والونکا

حق سے یعنے اگر موسلے غلام سے ہر مہینے دس درم شلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اوسکو دس درم کا لینا دَین لاحق ہونیکے بعد بہی بعد لحق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ موسلے اگر اوسقدر کے لینے سے روکا جائیگا تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند ہو جائیگا تو دین والون کا نقصان ہوگا وَیَنْحَجِرُ اِنْ عَلِمَ هُوَ نَفْسُهُ لِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُ وَاَكْثَرُ اَهْلِ سُوْقِهٖ اِنْ كَانَ الْاِذْنُ شَائِعًا اور عبد ماذون مجبور ہو جائیگا موسلے کے مجبور کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اوسکے اکثر اہل بازار کو مجبور کر دینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہو بازاریون مین ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اوس سے دفع ہو هم یعنی اگر ماذون مجبور ہو سکے بدون اوسکی اطلاع کے تو جو کچہہ وہ تصرف کریگا بعد مجبور کئے وہ دین اوسکو دینا پڑیگا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اَمَّا اِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهٖ اَىْ بِالْاِذْنِ اِلَّا الْعَبْدُ وَحْدَهٗ كَفٰى فِىْ حَجْرِهٖ عِلْمُهٗ بِهٖ فَقَطْ وَلَا يُشْتَرَطُ مَعَهٗ ذٰلِكَ عِلْمُ اَكْثَرِ اَهْلِ سُوْقِهٖ لِانْتِفَاءِ الضَّرَرِ یا اور جبکہ اذن موسلے کو کوئی نجانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اوسکے مجبور کرنے مین فقط اوسیکا علم کفایت کرتا ہی اور اوسکے ساتہہ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے وَفِى الْبَزَّازِيَّةِ بَاعَ عَبْدَهُ الْمَاذُوْنَ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ صَارَ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ عَلِمَ اَهْلُ سُوْقِهٖ بِبَيْعِهٖ اَمْ لَا لِصِحَّةِ الْبَيْعِ وَاِنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا مَا لَمْ يَقْبِضْهُ الْمُشْتَرِىْ لِفَسَادِ الْبَيْعِ اور بزازیہ مین ہے کہ موسلے نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اوسپر کسیکا دین نہو تو وہ مجبور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اوسکے بک جانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اوسکی بیع کے اور اگر اوسپر دین ہو تو مجبور نہوگا جبتک کہ اوسکو مشتری اپنے قبضہ مین نلاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے هم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہی وَهَلْ لِلْغُرَمَاءِ فَسْخُهٗ اِنْ يَوْمِ حَالِهٖ نَعَمْ اِلَّا اِذَا كَانَ بِالثَّمَنِ وَفَاءٌ اَوْ اَبْرَؤُا الْعَبْدَ اَوْ اَدَّى الْمَوْلٰى وَتَمَامُهٗ فِى السِّرَاجِيَّةِ اور کیا دین والونکو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہی یا نہین جواب اوسکا یہہ ہی کہ اگر اونکے دیون بلا میعاد کے فی الحال ہون تو ہان فسخ اونکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادای دیون ممکن ہو یا دین والون نے اوسکو معاف کر دیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے وَبِمَوْتِ سَيِّدِهٖ وَجُنُوْنِهٖ مُطْبِقًا وَلُحُوْقِهٖ وَكَذَا بِجُنُوْنِ الْمَاذُوْنِ وَلُحُوْقِهٖ اَيْضًا بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا وَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ اَحَدٌ لِاَنَّهٗ مَوْتٌ حُكْمًا اور ماذون مجبور ہو جاتا ہی اپنے مالک کی موت سے اور اوسکے جنون مطبق ہونے سے اور اوسکے دار الحرب مین ملجانے سے مرتد ہوکر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اوسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نجانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہی هم محمد بن حسن سے روایت ہی کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بہر رہی بازیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین كذا فى الطحطاوى وَيَتَحَجَّرُ حُكْمًا بِاِبَاقِهٖ وَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ اَحَدٌ بِجُنُوْنِهٖ وَلَوْ عَادَ مِنْهُ اَوْ اَفَاقَ مِنْ جُنُوْنِهٖ لَمْ يَعُدِ الْاِذْنُ فِى الصَّحِيْحِ زَيْلَعِىْ وَقُهُسْتَانِىْ اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے حکماً اوسکے بہاگجانے سے اگرچہ کوئی نجانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پہر او سے بہاگنے کے بعد یا ہوشمین ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین كذا فى الزيلعى والقهستانى وَبِاِسْتِيْلَادِهَا اَىْ اِنْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَادَّعَاهُ كَانَ حَجْرًا لِاَنَّهٗ لَمْ يُصَرِّحْ بِخِلَافِهٖ اور جاریہ ماذونہ مجبورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنے موسلے سے پہر اوسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہہ استیلاد حجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ موسلے اوسکے برخلاف کی تصریح نکرے هم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت یون جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہی اور مالک اوسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتہہ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہہ دلیل ہی حجر کی ہان اگر موسلے استیلاد کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے كذا فى الطحطاوى لَا بِالتَّدْبِيْرِ ماذونہ مجبور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکہنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نپائی گئی وَضَمِنَ بِهِمَا قِيْمَتَهُمَا فَقَطْ لِلْغُرَمَاءِ لَوْ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ مُحِيْطٌ اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والونکو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو هم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اوسکا مطالبہ آزاد ہونیکے بعد ہوگا وَاِقْرَارُهٗ مُبْتَدَاءٌ بَعْدَ حَجْرِهٖ اَنَّ مَا مَعَهٗ اَمَانَةٌ اَوْ غَصْبٌ اَوْ دَيْنٌ عَلَيْهِ لِاٰخَرَ صَحِيْحٌ خبر مجبور ہونیکے بعد ماذون کا یہہ اقرار کرنا کہ جو اوسکے پاس ہے وہ امانت ہی یا غصب ہی یا اوسپر دین ہی دوسری شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرار ہ مبتدا ہے اور صحیح اوسکی خبر ہے فَيَقْضِيْهِ مِنْهُ وَقَالَا لَا يَصِحُّ تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا

کہ اوسکا اقرار مذکور صحیح نہین آحاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما فی یدہ ماذون کا دین محیط ہوگیا اوسکے مال اور اوسکی ذات کو تو اوسکا مالک
اوسکے پاس کے مال کا مالک نہوگا ھ اسواسطے کہ مولے اپنے غلام تاجر کے مال کا اوسوقت مالک ہوتا ہے اوسکا خلیفہ ہوکر جب اوسکی حاجت سے
فارغ ہو وارث کی مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اوسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولے اوسمین خلیفہ نہوگا اور وہ مال اوسکی ملک مین داخل نہوگا
فلو یعتق عبدًا من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او لو معسرا فلھم ان یعتقوا العبد المعتق ثم رجعوا علی المولی ابن کمال
تو آزاد نہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اوسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہو تو
اوسکے آزاد کرنے سے اوسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اوسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولے مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین
والونکو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لین پھر غلام آزاد مولے سے پھیر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق
ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولے کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہوگا اور اگر مولے ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اوسکا محرم آزاد ہوجاتا
بمجرد خریدنے کے ھ یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولے کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن اقالھما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولے تلف کر ڈالے اوسکو جو ماذون کے قبضہ مین غلام ہو تو مولے
پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولے اوسکے کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا بر خلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط نہو تو مولے کا آزاد کرنا ماذون
کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو بمحیط اور صحیح ہے مولے کو آزاد کر دینا ماذون
کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت مین اگرچہ دین محیط ہو ھ اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کی کسب مین ہے استغراق دین
کیوقت وضمن المولی للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والونکو کمتر اوسکے دین اور قیمت سے ھ یعنی اگر
دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا حق نہین مگر دین مین اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا دین
متعلق ہے اوسکی ذات سے اور ذات کو اوسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء وا اتبعوا العبد بکل دیونھم او باتباع احدھما
لا یبرا الآخر فھما ککفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے چاہین تو غلام آزاد کا پیچھا کرین اپنے تمام دین کیواسطے اور مولے اور غلام مین ایک کے
پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہوگا تو مولے اور اوسکا غلام کفیل یعنی ضامن کی مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ھ یعنی جسطرح کفیل کے
مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہین ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہین ہوجاتا وطولب بما بقی من دینھم اذا لم تف
بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اونکا دین باقی رہگیا اوسکا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کی اوسکی
ذمہ پر مطالبہ اوسوقت ہوگا جبکہ اوسکی قیمت ادای دین کیواسطے کفایت نکریگی وصح تدبیرہ ولا تحجر وتخیر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد
الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجور التصرف نہوگا اور دین والون کو اختیار ہوگا تضمین
اور استسعار ماذون مین اوسکے عتق کی مانند مگر عتق اور تدبیر مین اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا اوسکا پھرنا درست نہین کذا فی
شرح التکملہ ھ یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لین تو وہ غلام سے مطالبہ نہین کرسکتے اوسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا
رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دین تو اوسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لین اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی
وفی الھدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتھما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتھما لانھما لا یباعان بالدین اھ ہدایہ مین ہے اور
اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو اونکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہوگا اسواسطے کہ دین والون کا حق اونکی گردن سے متعلق نہین ہے کیونکہ ام ولد
مدبر دین مین بیع نہین ہوتے ھ یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولے ماذون کرے اور اونپر لوگون کا دین لازم ہو پھر اونکو مولے آزاد کر دے تو مولے پر

تاوان قیمت لازم نہوگا ولو اعتقہ المولیٰ باذن الغرماء فلھم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولے نے دین والون کے اذن سے آزاد کردیا تو اونکو اوسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ھ یہہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبرت والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا قدروا علی العبد کان لھم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اوسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اوسکو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے مالک سے اوسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک کے مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام پر قادر ہون تو اونکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان ردّ العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع السید بقیمتہ علی الغرماء وعاد حقھم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضاسے یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اوسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ھ یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان ردّ بعد القبض لا بقضاء فلا سبیل لھم علی العبد ولا للمولیٰ علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وھی بیع فی حق غیرھما اور اگر غلام پھیر دیا گیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون کیواسطے کوئی راہ نہین غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعا کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولے نے جو دین والون کو قیمت دی تہی اوسکا استرداد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہی بیع کا اور اقالہ بیع ہی غیر عاقدین کے حقین یعنی غلام کے حقین کذا فی الطحطاوی وان فضل من دینھم شیٔ تبعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولے دین والون کے دین سے کچھہ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اوسکو پھر لین اوسکی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای ان شاءوا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عبد متغیب کی مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اوسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہی ھ طحطاوی نے کہا یون کہنا شارح کو بہتر تہا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکہین اور اوسکا ثمن لین نہ قیمت غلام کی ھ زیلعی مین ہے خلاصہ یہہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکہین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما سیجی لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری لا الغرماء اور اگر ماذون کو اوسکے مالک نے بیچا اوسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکار کا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی اسواسطے قید لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ھ قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکہتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تہا واقر المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اوس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی فللغرماء ردّ البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والونکو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیھم لان قبضھم الثمن دلیل الرضا بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والونکو اوسکا ثمن نہ پونہچا ہو اسواسطے کہ اونکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ھ یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والونکو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے ثمن اس خیال سے قبض کیا تہا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن اونکے دین کو کفایت نکرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اوسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی فاما ان یدفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو گویا ثمن ٹھہرایا جسکے وہ بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ھذا اذا کان الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینھم والا فالبیع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ نہہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اوسوقت ہے جبکہ اونکا دین بلا مدت ہوا ور بیع اُنکی
خواہش سے نہوا ور ثمن غلام کا اونکے ادای دین کے واسطے کفایت نکرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنے اگر دین موجل ہو یا
بیع اونکی خواہش سے ہو یا ثمن ادای دین مین کافی ہو اونکو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا ہو حلوکہ مانع نفاذ بیع اونکا حق تہا سو تینون صورتون مین قطع
ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لھم لو منکرا دینہ خلافاً للثانی ولو مقرا فخصم کما مر اور گر
بائع ماذون کا غائب ہو اور مشتری اوسپر قبضہ کرچکا ہو تو مشتری دین والون کا خصم نہین اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف
مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بقلبہ بان غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لھم تضمین البائع قیمتہ او اجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا
ہو یعنے مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے خصومت نہین بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والونکو اُنکی
قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکہنا اور اوسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع
واشتری فھو ماذون وحینئذ لزمہ کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر مین آیا اور بولا کہ مین فلانے کا غلام ماذون نے تجارت ہون
اور اوسنے بیع اور شرا کی تو وہ ماذون ہے اور اسوقت مین اوسکو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی ھم یہہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہہ خبر تو معاملات مین
اور ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد وباع ساکتا عن اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا للضرورۃ
التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور
اسیطرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہوکر تو وہ غلام ماذون ٹہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت
تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اوسکی خرید فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فے شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا
قید لگانا مسئلہ کا مسلم کے ساتہہ کذا ذکرہ ابن کمال یعنے خرید فروخت و بلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو
اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اوسکا ثابت نہوگا ولکن لا یباع لدینہ اذ الرقبۃ لیس کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن او تثبت
الغرماء بالبینۃ ولیکن غلام مذکور اپنے دین مین بیچا نہ جاویگا جب کہ اوسکا کسب ادای دین کیواسطے کافی نہوگا مگر جبکہ اوسکا مولے اذن کا اقرار کرے
یا دین والے اذن کو گواہون سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب
صح بلا اذن اور جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجہتا بوجہتا ہے اوسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا
اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیھما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق
اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہین اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا ہو ھم بضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ
اوسمین آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ
فاجازہ نفذ اور عقود مین سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان مین دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے
تو اگر صغیر بالغ ہوجاوے اور اوس عقد کو جائز رکہے تو نافذ ہوگی ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے
کہ تفریع کی کوی وجہ نہین فان اذن لھما الولی فھما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کو ولی نے اذن دیا تجارت
کا تو وہ دونون خرید فروخت مین عبد ماذون کی مانند ہین ماذون کے ساری احکام مین ھم منجملہ احکام مذکورہ یہہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک
قسم کے ساتہہ مقید نہوگا اور مخصوص بزمان نہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اونکا ولی خرید کرتے دیکہکر سکوت کریگا تو یہہ سکوت بجای اذن ہوگا وغیر
ذلک من احکام الماذون والشرط لصحۃ الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان

یقصد الربح ویکرہ الغبن الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہہ ہی کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہون کہ بیع ملک کی سلب کرنی
والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کہینچ لانیوالی ہے مشتری کیواسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور یہہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید فروخت سی نفع
حاصل کرنیکا ارادہ رکہتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہہ قول ظاہر ہے و ولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ
کما فی القہستانی عن العمادیۃ اور صغیر یا معتوہ کا ولی اوسکا باپ ہی پہر اوسکا وصی اوسکی موت کے بعد پہر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہے
عمادیہ سی ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پہر ان تینون کے
بعد جد صحیح اوسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پر دادا یا اوپر دادا پہر اوسکا وصی پہر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا
زیادہ کہا ہی پہر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولے ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جسکی ولایت مین قضا ہی
تو جو حاکم کہ قاضی نہین اوسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پہر قاضی یا اوسکا وصی ولی ہے
قاضی اور اوسکا وصی جو کوئی ان دونون مین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا سو اسیواسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور
قاضی اور اوسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر بہ نہ ماں یا اوسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اوسکا وصی صغیر کا
ولی نہین یہہ تفصیل ولایت کی مال مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماں کی مانند چچا اور بہائی اور کوتوال شہر اور بہن اور عمہ اور خالہ صغیر
کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی رای القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع او یشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ
قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونون کے غلام کو یا اپنے غلام کو دیکہا بیع کرتے اور خرید کرتے پہر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا
مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی و لعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی
وامتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنیکا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا
کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سی انکار کری
جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہہ ترکیب مصنف کی مخل ہی بہتر یون تہا کہ اذا کان کے مقام پر او کان ہوتا فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اوسکا وصی یا دادا ہو پہر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہوا سو اوسنے اذن
دیا اور اوسکے باپ نے نمانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سی چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام
کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہے چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول
سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کے اول بیت سی نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت و فی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی
لذا اشار شارح الوہبانیۃ ولا ینحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم لا یحجرہ قاضی آخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا
اوسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اوسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہوگا اسواسطے کہ
قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہین ہوتا اگرچہ دوسرا قاضی کے روک دینی سی سو اسکو غور کر **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے لو اقر الانسان بما معہما من کسب
او ارث صح علی الظاہر کماذون در اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کیواسطے اوس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سی تو اقرار
اونکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کی مانند کذا فی الدرر ہم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت
فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کیہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم
الا فی مسئلۃ ما اذا قال بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا
اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جب کہ مولی نے کہا کہ خرید فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اوسکو اذن دیا سو لوگون نے

اوس سے خرید فروخت کی اور حالانکہ غلام اِس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہریگا برخلاف اِس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت کرو ھم اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہی اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اطلاع صغیر مین دونو روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی لَا یَصِحُّ الْاِذْنُ لِلْآبِقِ وَالْمَغْصُوْبِ الْمَجْحُوْدِ وَلَا بَیِّنَۃَ اذن صحیح نہین غلام گریختہ کیواسطے اور نہ اوس غلام مغصوب کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ھم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کیا ہی دین تو اذن صحیح ہوگا وَلَا یَصِیْرُ مَحْجُوْرًا بِھِمَا عَلَی الصَّحِیْحِ اشباہ اور غلام ماذون مجحور نہین ہوجاتا بھاگجانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوھبانیۃ ۔ وَلَوْ اَذِنَ الْقَاضِیْ لِلطِّفْلِ قَدْ اَبٰی ۔ اَبُوْہُ یَصِحُّ الْاِذْنُ مِنْہُ فَیَتْجَرُ اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اوسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کیجانب سے سو صغیر تجارت کرے ۔ وَضَمَّنَ یَعْقُوْبُ الصَّغِیْرَ وَدِیْعَۃً وَعَلَیْہِ یُفْتٰی بِہٖ حَیْثُ یُنْکِرُ اور ابو یوسف نے تاوان لازم کہا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ھم یعنی اگر صغیر مجحور نے ودیعت تلف کرڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اوسپر ضمان ہی اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت مین یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کرڈالے تو اوسپر اوسکا تاوان ہی اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اوسکی تحلیف مین اختلاف ہی کتاب الاقرار مین مذکور ہی کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر ۔ وَلَوْ رَھَنَ الْمَحْجُوْرُ اَوْ بَاعَ اَوْ شَرٰی ۔ وَجَوَّزَہُ الْمَوْلٰی فَمَا یَتَغَیَّرُ لِتَوَقُّفِ تَصَرُّفِ الْمَحْجُوْرِ عَلَی الْاِجَازَۃِ اور اگر مجحور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولے نے اوسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف مجحور کی اجازت پر ھم خواہ مجحور غلام ہو یا صغیر عاقل فَلَوْ لَمْ یُجِزْ بَلْ اَذِنَ لَہٗ فِی التِّجَارَۃِ فَاَجَازَھَا الْعَبْدُ جَازَ اِسْتِحْسَانًا وَلَوْ لَمْ یَاْذَنْ لَہٗ فَاَعْتَقَہٗ فَاَجَازَ ھَلْ تَصِحُّ اِجَازَتُہٗ سو اگر مولے نے عقود مذکورہ کو جائز نرکھا بلکہ مجحور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اوسکو اذن تجارت کا ندیا سو اوسکو آزاد کردیا سو اوسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اوسکی اجازت صحیح نہین قال وَکَذَا الصَّبِیُّ الْمُمَیِّزُ مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا کو بوجہتا ہی قلت وَلَا یَخْفٰی اَنَّ مَا ھُوَ تَبَرُّعٌ اِبْتِدَاءً ضَارٌّ فَلَا یَصِحُّ بِاِذْنِ وَلِیِّ الصَّغِیْرِ کَالْقَرْضِ مین کہتا ہون اور یہہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہے وہ نقصان ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہوگا چنانچہ قرض ھم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض محض ہی تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہہ اعتراض ہے اوسپر جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اوس سے مفہوم ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الغصب

کتاب الغصب یہہ کتاب ہی غصب کے احکام مین ھُوَ لُغَۃً اَخْذُ الشَّیْءِ مَالًا اَوْ غَیْرَہٗ کَالْحُرِّ عَلٰی وَجْہِ التَّغَلُّبِ غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت مین عبارت ہی چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وَشَرْعًا اِزَالَۃُ یَدٍ مُحِقَّۃٍ وَلَوْ حُکْمًا کَجُحُوْدِہٖ لِمَا اَخَذَہٗ قَبْلَ اَنْ یَنْقُلَہٗ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہی قبض محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودَع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اوس ودیعت کا جسکو اوسنے مالک سے لیا تہا ھم قبضہ مودَع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودِع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پہر جب اوسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکمًا بِاِثْبَاتِ یَدٍ مُبْطِلَۃٍ غصب عبارت ہی ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھہ یعنی حقدار کا قبضہ دور کردیا اور ناحق قبضہ کرلینا یہ حقیقت ہی غصب کی ھم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہی فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتہہ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اوسپر ہاتہہ مارے اور موتی دریا مین گر پڑے تو تاوان لازم ہی حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتہہ اثبات قبض بہی ضرور ہی اور تحقیق یہہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب جو تاوان کا موجب ہی تو اوسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہی جو پہیر دینے کا موجب ہی تو اوسمین اثبات قبض بہی شرط ہے وَاعْتَبَرَ الشَّافِعِیُّ اِثْبَاتَ الْیَدِ فَقَطْ وَالثَّمَرَۃُ فِی الزَّوَائِدِ فَثَمَرَۃُ بُسْتَانٍ مَغْصُوْبٍ لَا تُضْمَنُ عِنْدَنَا خِلَافًا لَہٗ درر اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہے تو باغ مغصوب کا پہل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے

كذا في السعدية يعني اگر سيل نے طعام كو تلف كر ڈالے تو اوسپر تاوان ہمارے نزديك نہين بسبب عدم ازالہ كے اگرچہ اونكے نزديك تاوان ہے اثبات يد كے سبب سے اور اگر مالك زوائد كو طلب كرے تو
بالاجماع تاوان ہے كذا في الطحطاوي في مال فلا يتحقق في ميتة وحر ازالہ اور اثبات ہو مال مين تو غصب ثابت نہين ہوتا مردار اور شخص آزاد مين اسواسطے كہ وہ مال نہين متقوم
اي مباح شرعا قهستاني فلا يتحقق في خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مين يعني جو شريعت مين مباح ہو كذا في القہستاني تو غصب ثابت نہين ہوتا مسلمان كے شراب مين اسلئے كہ شراب مسلمان كے حق
مين مباح الاستعمال نہين محترم فلا يتحقق في مال الحربي ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مين تو غصب ثابت نہين ہوتا كافر حربي كے مال مين اسواسطے كہ اوسكا
مال محترم نہين قابل للنقل فلا يتحقق في العقار خلافا لمحمد مال مذكور قابل ہو نقل كرنے كے تو غصب ثابت نہين ہوتا زمين وغيرہ غير منقول مين برخلاف
محمد كے ہم غير وقف مين شيخين كا قول صحيح ہے اور وقف مين محمد كا قول صحيح ہے كذا في الطحطاوي بغير اذن مالكه احترز به عن الوديعة واعلم ان
الموقوف مضمون بالاتلاف مع انه ليس بمملوك اصلا صرح به في البدائع فلو قال بلا اذن من له الاذن كما فعل ابن كمال لكان اولى
ازالہ اور اثبات ہو مال مذكور مين اوسكے مالك كے بلا اذن مصنف نے يہہ قيد لگاكر وديعت سے احتراز كيا يعني وديعت اور اسيطرح عاريت مين ہرچند ازالہ يد محقق
ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے ليكن چونكہ باذن مالك ہے لہذا غصب مين داخل نہين اور يہہ معلوم كر كہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف كر ڈالنے سے
باوجوديكہ وہ اصلا كسيكا مملوك نہين تصريح كي ہے اسكي بدائع مين تو اگر مصنف يون كہتا كہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اوس شخص كے جسكو اذن كا اختيار ہے
چنانچہ مالك يا متولے وقف جيساكہ ابن كمال نے كہا ہے تو البتہ خوب ہوتا يعنے اسواسطے كہ وقف كو بھي غصب شامل ہو جاتا لا بخفية احترز به عن السرقة وفيه ان
الكمال كلام ازالہ اور اثبات ہونا بطريق خفيہ كے مصنف نے يہہ قيد لگائي تا سرقہ نكلجائے غصب سے اور اسمين ابن كمال كا كچھہ كلام ہے حاصل كلام ابن كمال
يہہ ہے كہ سرقہ كا حدود مين داخل ہونا اوسكے داخل ہونيكا غصب مين منافي نہين سو سرقہ غصب مين داخل ہے باعتبار اپني اصل كے اور حدود مين باعتبار
بعض خصوصيات كے داخل ہے چنانچہ بيع الفضولي غصب ہے اور حالانكہ كتاب البيوع مين مذكور ہے بعض خصوصيات كي بيع كے سبب سے اور جسكو يہہ نكتہ
معلوم نہوا اوسنے لا على سبيل الخفية كي قيد لگائي تا سرقہ غصب سے نكلجائے فاستخدام العبد وتحميل الدابة غصب لا ازالة يد المالك تو خدمت لينا
غير كے غلام سے اور غير كے جانور پر بوجھہ لادنا غصب ہے بسبب دور كر دينے قبض مالك كے يعني اور اثبات قبض ناحق كے ہم غلام مشترك سے خدمت
لينا بدون اذن شريك كے ايسكے غصب ہونے مين اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان كا ہے اور مشترك جانور پر سوار ہونا بدون اذن شريك كے
تاوان كا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستاني كے كلام سے نكلتا ہے كذا في الطحطاوي عن ابي السعود لا جلوسه على بساط لعدم ازالتها فلا يضمن
ما لو هلك بفعله غصب نہين بيٹھنا اوسكا غير كے فرش پر بسبب زائل كرنے قبض مالك كے تو حابس پر تاوان لازم نہوگا جبتك كہ فرش تلف نہو جائے
اوسكے فعل كے سبب سے ہم اسواسطے كہ فرش بچھانا مالك كا فعل ہے تو فقط جلوس سے اوسكا ازالہ نہين ہوتا بدون نقل اور تحويل كے وكذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فهو ضامن وان لم يحوله ولو جحد لم يضمن ما لم يهلك بفعله او يخرجه من الدار خانية اور اسيطرح كا حكم ہے اگر غاصب ايك
آدمي كے گھر مين داخل ہوا اور كچھہ اسباب ليا اور منكر ہو گيا تو اوسپر تاوان ہے اور اگر اوسنے اسباب گھر سے باہر نہ نكالا اور اوسكے لينے كا انكار كيا
تو تاوان نہين جبتك وہ چيز ہلاك نہو جائے اوسكے فعل كے سبب سے يا اوسكو گھر سے نكال ليجائے كذا في الخانية يعني درصورت عدم انكار تاوان نہين مگر
اہلاك يا اخراج سے وحكمه الاثم لمن علم انه مال الغير اور حكم يعني اثر مترتب غصب كا گناہ ہے اوس شخص كے حق مين جو جانتا ہو كہ مغصوب غير كا مال ہے ہم
غصب كا حرام ہونا قران اور حديث سے ثابت ہے قال تعالى ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل حق تعالى نے فرمايا كہ نہ كھاؤ اپنے مالونكو آپسمين ناحق اور
حجة الوداع كي حديث مين ثابت ہے كہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہين جبتك كہ تم اپنے رب سے ملو يعني قيامت تك ايك شخص كا مال دوسرے پر
حرام ہے اور متفق عليہ حديث مين وارد ہے جو شخص بالشت بھر زمين غصب كريگا اوسكي گردن مين حق تعالى سات طبق زمين كا طوق ڈاليگا غصب كے گناہ ہونے مين دانست كي قيد اسلئے
لگائي كہ ناداني سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص كا مال تلف كر ڈالنا اپنا مال جان كر ليكن تاوان علم اور عدم علم دونون صورتونمين واجب ہوگا
كذا في الطحطاوي ورد العين قائمة والغرم هالكة بفعله وغيره او آفة سماوية قهستاني اور حكم غصب كا پھير دينا ہے غصب كي چيز كا

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اُسکا تاوان ہوتا اگر وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اُسکے فعل سے یا بغیر اُسکے فعل کے بآفت سماوی کذا فی المستصفی ہم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے لیا سوا اسکے کہ گھر سے لیا اور اسکے
پاس تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں ہے اسلیے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی المحیط والاثم علی الاخیرین فلا اثم لانه خطاء وھو
مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم ناواقف کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں ہے اسلیے کہ یہ خطا اور
چوک ہے اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے والمغصوب منه مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی
الوقف المغصوب بان غصبه وقیمته اکثر وکان الثانی املا من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیة مغصوب منہ یعنی جسکا مال
غصب ہوگیا وہ مختار ہو وہ چیز میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنیوالے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے
غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اوسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور
غاصب ثانی زیادہ تر مالدار ہو غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیة ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب
ثانی سے بھی لے اور اگر غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نکرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ
نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایکمرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اوسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اوسکی قیمت
زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کی برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کیواسطے زیادہ تر نافع
ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی المحیط وفی خصیها عصب عجلا فاستهلکه ویبس لبن امه
یضمن قیمة العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اوسکو ہلاک کیا اور اوسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب
تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اوسکے ماں کے نقصان کا ضامن ہے اسلیے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اوسکی ماں میں ظاہر
نہیں تو یہ ضمان ہو تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراهیتها من هدم حائط غیره ضمن نقصانه ولم یؤمر بعمارته الا فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت
میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اوسکے ناقص ہو جانیکا تاوان دے اور اوسکو حکم نہوگا دیوار کے بنانیکا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ہم قنیہ
میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجائے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا
وفی القنیة تصرف فی ملک غیره ثم ادعی انه کان باذنه فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأته فماتت وادعی انه کان باذنها وانکر الوارث
فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا مگر جبکہ
اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا سو وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اوسکی اذن سے تھا اور وارث اوسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہوگا
ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہو پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر بتغیر فاحش نہوگیا ہو
کذا فی المجتبی ہم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اوسکا نام اور اوسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک اوس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب
اوسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اوسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادای عوض غاصب کو اوس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب ضامن
نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی المحیط وہی مغصوب کا نام زائل ہوتا
چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبه لتفاوت القیم باختلاف الاماکن پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اوسکے
غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے ویبرأ برده ولو بغیر علم المالک فی البزازیة غصب دراهم انسان من کیسه
ردها فیه بلا علمه برئ وکذا لو سلمه الیه بجهة اخری کهبة او ایداع او شراء وکذا لو اطعمه فاکله خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوجاتا
ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی ناواقفی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے دراہم اوسکی تھیلی سے غصب کئے پھر انکو
اوسمیں رکھدیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب سپرد کردیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے

کے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلادے اور مالک اوسکو کھا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم مین کذا فی الزیلعی

اور **یجب ردّ مثله ان هلك وهو مثلی** یا واجب ہی پھیر دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہوجاے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے **وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیه وان کان یوجد فی البیوت ابن کمال فقیمته یوم الخصومة ای وقت القضاء وعند ابی یوسف یوم الغصب وعند محمد یوم الانقطاع ورجحا قهستانی** اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاے بطوریکہ وہ پایا نجاے اوس بازار مین جسمین وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگونکے گہرون مین موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اوسکی قیمت خصومت کے دن کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہو اوسوقت کی قیمت دینا واجب ہی اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی قیمت واجب ہی اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دیگئی ہی کذا فی القہستانی ہم خزانہ مین امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ مین اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی **ویجب القیمة فی القیمی یوم غصبه اجماعًا** اور قیمت والی چیز مین غصب کے دن کی قیمت واجب ہی باتفاق امام اور صاحبین ہم بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضایع کیا پہر وہ اوسکی قیمت واپس لایا مالک نے کہا کہ مین قیمت نہین چاہتا ہون اور نہ یہ کہ تجھکو معاف کرتا ہون تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نکرے لیکن قیمت اوسکی گود مین رکھدی یا اوسکے دونون ہاتھون مین تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اوسکے سامنے رکہدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے رکہدینے سے بری الذمہ ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی **والمثلی المخلوط بخلاف جنسه کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلك كدهن نجس قیمی تجب قیمته یوم غصبه** اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس کے ساتھ ملگئی ہو جیسی گیہون مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نرہی تو اوسکی غصب مین اوسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ہم فتاوی رشید الدین مین ہے کہ دو وزنی چیزین جب ملجاوین اسطرح کہ جدا نہوسکین وہ مثلی نہین رہتی ہین قیمت والی ہوجاتی ہین کذا فی الطحطاوی **وکذا کل موزون یختلف بالصنعة کقمقم وقدر ورب ودبس ذکره فی الجوهرة** اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہی ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ [illegible] کا کذا فی جواہر الفتاوی **زاد المصنف ورب وقطر لان كلا منهما یتفاوت بالصنعة ولا یصح السلم فیهما ولا تثبت دینًا فی الذمة** مصنف نے اپنی شرح مین اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکا ہوئی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہرایک انمین سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اوسمین صحیح نہین اور وہ دین ہوکر ذمہ پر ثابت نہین ہوتا ہم یعنی متفاوت القیمة ہونا وبیع سلم کا اسمین جائز نہونا یہ دلیل ہی کہ مثلی نہین قیمتی ہی **قلت وفی الذخیرة والجبن قیمی فی الضمان مثلی فی غیره کالسلم** مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے اور پنیر قیمتی ہی تاوان مین اور مثلی ہے سوای تاوان کے چنانچہ سلم مین **وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوته بالقلی وقیل مثلی** اور مجتبی مین ہے کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھونی سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ مثلی ہے **وفی الاشباه الفحم واللحم ولو نیًّا والآجر قیمی** اور اشباہ مین ہے کہ کوئلا اور گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی **وفی حاشیتها لابن المصنف هنا وفیما یجلب التیسیر معزیا للفصولین وغیره وکذا الصابون والسرقین والورق والابر والعصفر والصرم والجلد والدهن المتنجس وکذا المغنم وکل مکیل وموزون مشرف علی الهلاک مضمون بقیمته فی ذلک الوقت کسفینة موقرة اخذت فی الغرق والقی الملاح ما فیها من مکیل وموزون یضمن قیمتها ساعتئذ کما فی المجتبی** اور فرزند مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یہان اور جلب تیسیر کے قاعدے مین فصولین وغیرہ کے طرف منسوب کرکے وارد ہی اور اسیطرح صابون اور پانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سوئیان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسیطرح مٹی ہر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہی جو تلف ہونے کے وقت اوسکی قیمت ہو چنانچہ گران بار کشتی جب ڈوبنے لگی اور اوسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اوسمین تہی گرا دی تو اوس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی المجتبی ہم ورق سے یہان کاغذ مراد نہین اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریة **وفی الصیرفیة صبّ ماءً فی حنطة فافسدها وزاد فی**

کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا مثلہا ہذا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فلیعلم

اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون مین سو اوسکو بگاڑ دیا اور اوسکے کیل مین زیادت ہوگئی بہیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اوس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اوسکی قیمت تہی یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے گیہون کو نہ اوٹہایا ہو اور اگر دوسرے مکان کیطرف اوٹہا لیگیا ہو اور پہر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اوسوقت مثلی تہا برخلاف اوس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اوسی مکان مین جہان گیہون تہے بغیر نقل کے انتہے ما فی الصیرفیۃ اور حاصل کلام اور خلاصۂ تمام درر وغیرہ کے موافق یہہ ہی کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازار وں مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکہنا چاہئے فان ادعی ہلاکہ حبس بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر لا لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ بالبدل من مثل وقیمۃ پہر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانیکا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جائے یہانتک کہ حاکم یہہ معلوم کر جاے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اوسکو ظاہر کر دیتا پہر حاکم اوسپر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاء ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا سوقت رد مثل یا رد قیمت کیطرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانیکا اوسکے مالک کے پاس پہیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی اوسکے تلف ہو جانیکا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کئے تو غاصب کی یہہ گواہی کہ اوسنے مغصوب کو پہیر دیا اور وہ مالک کے پاس تلف ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجی اور اگر غاصب ور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اوسکا بیان آگے آویگا ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہہ نہین ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہی مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گہر اور درخت کسیکا لیا اور اوسکے ہاتہہ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گہر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بہی تاوان ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہی وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر ظہیر الدین فی فتاواہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان وان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہی کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گہرون کے غصب مین تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کیطرف راجع ہی و فی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گہر مول لیا اور اوسمین رہا پہر ظاہر ہوا کہ وہ گہر وقف تہا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تہا تو مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے و فی اجارۃ القنیۃ انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یتحقق فی الرد فکذا فی استحقاق الاجر انتہی فلیحفظ اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ما سوا مین

تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہین جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو
اِسیطرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اوسپر لازم ہوگا اگرچہ وقف اور مال صغیر نہو انتہیٰ ما فی الفیض
تو اِسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائله الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیهما والاصح انه ای العقار یضمن بالبیع والتسلیم قول ضعیف یہہ ہے کہ عقار
یعنے غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اِس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونون نے یہہ قول اپنے فصول مین کہا ہے وکذا
بالجحود فی العقار الودیعة اور اِسیطرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ودیعت
کا انکار کرے تو اوسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی النہر وبالرجوع عن الشهادة بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہی کے پھر جانے سے
قاضی کے حکم کر دینے کے بعد ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ دو شاہد وانے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گہر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے
وہ گہر دوسریکو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گہر کا تاوان شاہدونپر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے نہ ضمان غصب
وفی الاشباه العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد هذه الثلثة اور اشباہ مین ہے کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہے اور انہین مین سے ان
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادہ واذا نقص العقار بسکناه وزراعته ضمن النقصان بالاجماع
اور جبکہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے قول صواب
اور مفتی بہ یہہ ہے کہ اسمین خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گہر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر
دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد البذر وصححه فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اوسقدر دے جسقدر بیج نے اوسکی مالیت
زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ہم یہہ مسئلہ ظاہرا مرتبط معلوم ہوتا ہے ما قبل سے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہہ جداگانہ مسئلہ ہے
زیادت تخم کی یہہ صورت ہے کہ کہیت کی قیمت کیجاے تخم ریزی کے ساتھہ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اوکہاڑ سکتا ہے
پہر اوسی کہیت کی قیمت بدون تخم کیجاے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہو اوسقدر مالک غاصب کو دے اور اپنی زمین اوس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی
وعن الثانی مثل بذره اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہے کہ غاصب کی تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیة
هو المختار اور صیرفیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت له قلعه وتمامه فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اوسکا اکہاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہے ہم مجتبی مین ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کہیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اوسکے
اوکہاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکہاڑے تو وہ آپ اکہاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کہیت جمے پہر
اوکہاڑنیکا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعله کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب
منقول مین بالاتفاق اوسقدر تاوان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب
کے نقصان مین مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اوسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہے تو شارح کی تقیید
غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعها اجنبی او هدم البناء ضمن هو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈہا دیا تو
قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا واجره فنقص فی مدة الاجارة بالاستعمال وهذا ساقط من نسخ الشرح لدخوله تحت قوله
چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اوسکو اجارہ مین دیا پھر غلام مین کچہہ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت مین استعمال
کے سبب سے شارح نے کہا اور یہہ قول مصنف کی شرح کے نسخون مین سے ساقط ہے بسبب داخل ہونے اِس مضمون کے مصنف کے قول آیندہ مین ہم طحطاوی
نے کہا یہہ مضمون قول آیندہ مین داخل نہین اسواسطے کہ تصدق علتہ ضمان نقصان کے مغایر ہے وان استغله فنقص بالاستغلال او اجر المستعار و
نقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلة والاجرة خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ مین دیا سو اوسکو نقصان عارض ہوا

کرایہ وغیرہ سے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اوسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور
اجرت سے اوسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تصدق واجب نہین کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان
الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ سے یہہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول مین
ہم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادا ضمان غلہ سے جائز نہین بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور
اگر غاصب فقیر ہے تو ادا ضمان غلہ سے درست ہی اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ و
ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب و ودیعت مین تصرف کرے اسطرح کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسمین نفع حاصل ہو تو منفعت
کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب ورودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہہ صورت ہی کہ مغصوب عروض یعنے از قسم اسباب کے ہو
نہ درم اور دینار او بالشراء بہا ای بالدراہم الودیعۃ او الغصب ونقدہا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور اونہین دراہم کے
ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصرا اور واضح تر یون کہنا تہا اذا کان متعینا او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق
واجب ہی خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین
بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اوس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب ورودیعت کے تصرف مین جبکہ دونون اوس قسم سے ہون کہ اشارہ کرنے
سے متعین ہو جاتے ہون وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اوس قسم سے
ہون کہ متعین نہونے ہون چنانچہ دراہم تو چار صورتین ہین سو اگر دراہم کیطرف اشارہ کیا اور اونہین کو ثمن مین ادا کیا تو اوسی متعین کی مانند
منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کیطرف اشارہ کیا
اونکے سوا اور دراہم ادا کئے یا اشارہ کیا اونکے غیر کیطرف اور غصب کے دراہم دئے یا مطلق دراہم مذکور کئے اور اشارہ کسیطرف نکیا اور غصب کے دراہم
دئے تو ان تینون صورتونمین منفعت تصدق نکرے کرخی کے نزدیک بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہی اور مختار قول یہہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہین کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل مین مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا
لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضی فقیہون نے کرخی کے قول
کا فتوی مختار جانا ہے ہماری اس زمانے مین بسبب کثرت حرام کے اور یہہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے
کچہہ بہی تصدق نکرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہین زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل
مضمون مختلف الجنس ہون اسطرح کہ تاوان مین دراہم دئے ہون اور غاصب کے ہاتھہ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اوس پر واجب
نہین اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم
منافعہ ای اکثر مقاصدہ پہر اگر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کردیا سو اوسکا نام اور اعظم منافع یعنی اوسکے اکثر مقاصد زائل
ہوگئے ہم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کرڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح
سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اوسکو حلال بکری بولتے ہین احترز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ لکن یبقی اعظم منافعہ
لذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ منلا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم
منافع کی قید اون دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگہلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اوسکا اعظم منافع باقی ہی یعنی ثمن ہونا
اور آلہ ثمنیت اور اسیواسطے مالک کا حق دراہم مسبوک سے منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہوا جیسا

صاحب درر وغیرہ نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون سے جو مقاصد متعلق تھے
چنانچہ اونکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملك الغاصب بحيث يمتنع امتيازه كاختلاط بُرٍّ بِبُرٍّ
او يمكن بحرجٍ كبُرٍّ بشعيرٍ ضمنه وملكه بلا حلّ انتفاعٍ قبل اداء ضمانه اى رضى مالكه باداءٍ او ابراءٍ او تضمين قاضٍ یا زائل ہوگیا مغصوب غاصب
کی ملک سے اسطرح پر کہ اوسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملجانا غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط
جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اوسکا دیگا اور اوسکا مالک ہوجائیگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اوسکے تاوان کے ادای ضمان سے
رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا ادای ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو
مگر تاوان لینے سے راضی نہو تو غاصب کو اوسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادای ضمان قیمت جائز نہین والقياس حِلُّه وهو رواية فلو غصب طعامًا
فمضغه حتى صار مستهلكًا يبتلعه حلالًا فى رواية وحرامًا على المعتمد حسمًا لمادة الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط سے مغصوب
بلا رضای مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے تو اگر طعام غصب کیا سو اوسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اوسکو حلال نگلیگا بموجب روایت قیاسی
کے اور حرام نگلیگا بنا بر استحسان معتمد کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضای مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا
ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے كذبح شاةٍ التنوين بدل الاضافة اى شاةَ غيرِه ذكره ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ
ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہہ ذکر کیا ہے وطبخها او شيّها وطحن بُرٍّ وزرعه
وجعل حديدٍ سيفًا وصفرٍ آنيةً چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اوسکا پکانا یا بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اوسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار
بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہہ مثالین ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء على ساجةٍ بالجيم خشبة عظيمة تنبت بالهند وقيمته
اى البناء اكثر منها اى من قيمة الساجة يملكها الباني بالقيمة اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے
ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانیوالا اوسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے
یعنی ساگون ہم یہہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھہ ممکن ہے وكذا لو غصب ارضًا فبنى عليها او غرس او ابتلعت
دجاجةٌ لؤلؤةً او ادخل البقر رأسه فى قدرٍ او اودع فصيلًا فكبر فى بيت المودَع ولم يمكن اخراجه الا بهدم الجدار او سقط ديناره
فى محبرة غيره ولم يمكن اخراجه الا بكسرها ونحو ذلك يضمن صاحب الاكثر قيمة الاقل والاصل ان الضرر الاشد يزال بالاخف كما فى هذه القاعدة
من الاشباه اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پہر اوسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت کیا
سو مودَع کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اوسکا نکالنا ممکن نہین مگر دیوار ڈہاکر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اوسکا نکالنا متصور
نہین مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ
کمتر قیمت والے کو ضمان دیکر اوسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی
الضرر الاشد يزال بالاخف مین یہہ سب کچھہ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤةً فمات لا يُشق بطنه لان حرمة الآدمى اعظم من حرمة المال وقيمتها
فى تركته وجوّزه الشافعية قياسًا على الشق لاخراج الولد قلت وقدّمنا فى الجنائز عن الفتح انه يُشق ايضًا فلا خلاف وفى تنوير البصائر انه الاصح فليحفظ
پہر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پہر مر گیا تو اوسکا پیٹ چیرا نجائیگا موتی نکالنے کیواسطے اسلئے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے
اور قیمت اوس موتی کی اوس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس
کرکے شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم باب الجنائز مین فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہین کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ
مین کچھہ خلاف باقی نرہا اور تنویر البصائر مین ہے کہ موتی کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے بَقِيَ لو كانت قيمة الساجة

والبناء سواء فان اصطلحا على شيء جاز وان تنازعا يباع البناء عليهما ويقسم الثمن بينهما على قدر مالهما شرنبلالية عن البزازية باقی رہی یہہ صورت کہ
اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلین تو جائز ہے اور اگر تنازع کرین تو وہ عمارت ساگون کے ساتھہ علی زعم المتخاصمین
بیع ہوا اور اوسکا ثمن دونون شخصون پر بانٹ جاوے بقدر اونکی مالیت کے کذا فی الشرنبلالية عن البزازية بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجة هل له
ذلك ان قضی علیه بالقیمة لا یحل وقبله قولان لتضییع المال بلا فائدة وتمامه فی المجتبى باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیردینے کا ارادہ
کیا تو یہہ کیا درست ہی یا نہین سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہین اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہین ایک
قول مین جواز ہے اور دوسرے مین عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی مین ہے وان ضرب الحجرين دراهم
ودنانير او آنية لم يملكه وهو لمالكه مجانا خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دنیار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اوسکا مالک
نہوگا اور وہ اوسکے مالک کی ملوک ہے مفت برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک، اسواسطے مفت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے
اور جودت مال ربوی مین متقوم نہین فان ذبح شاة غيره ونحوها مما يوكل طرحها المالك عليه واخذ قيمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا
دنبہ ذبح کرڈالا اور دنبہ کی مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اوسکی قیمت اوس سے لے یا چاہے
مذبوح لے اور غاصب سے اوسکے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور
ضمان نقصان جائز نہین امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وكذا الحكم لو قطع يدها او قطع طرف دابة غير ماكول له كذا فی الملتقى قيل ولفظ غير غير سديد
هنا قلت قوله غير سديد غير سديد لثبوت الخيار فی غير الماكولة ايضا لكن اذا اختار ربها اخذها لا يضمنه شيئا وعليه الفتوى كما نقله المصنف عن العمادية
فليحفظ بخلاف طرف العبد فان خيله الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ
یا پانون کاٹا کذا فی الملتقى بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہان لفظ غیر یعنے غیر ماکول اللحم مین غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہین اسواسطے کہ تضمین
اور اخذ عین ماکول اور رقیق مین ہی نہ غیر ماکول مین شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہین ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر
ماکول اللحم مین بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اوسکا لینا اختیار کرے تو اوس سے کچھہ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے
اپنی شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے بخلاف قطع دست غلام کہ اوسمین تو خون بہا ہی ہم عیون مین ہی امام اعظم نے کہا کہ جب
ایکمرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کرڈالے اوسکا ہاتھہ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہی غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کریگا اور چاہی
اوسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہے تو جو ملتقی مین تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہی الحاصل
خیار مالک ماکول اور غیر ماکول مین مختلف ہے سو ماکول مین مالک جانور کے لینے مین مع ضمان نقصان اور اوسکے دینے مین مع اخذ قیمت مختار ہے اور
غیر ماکول مین اوسکے دینے اور اوسکی قیمت لینے مین اور غیر ماکول کے لینے مین مختار ہی لیکن غاصب پر کچھہ ضمان نہین علی ما علیه الفتوی تو معلوم ہوا کہ
کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کی مانند ہے امساک اور رجوع بالنقصان مین حالانکہ بلاشک یہہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہان غیر سدید ہوا
ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العين وبعض نفعه لا كله فلو كله ضمن كلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کردے کچھہ کپڑے اور کچھہ اوسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ
یہہ ہے کہ خرق فاحش مین مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اوسکی قیمت اوس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اوس سے
تاوان لے وفی خرق يسير نقصه ولم يفوت شيئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عينه ليس غيره لقيام العين من كل وجه [illegible] صنعته
ولا يكون رفوا كما بسطه الزيلعي اور جس پھاڑنے مین ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھہ منفعت کو فوت نہین کردیا تو مالک نقصان کا تاوان لے
بعینہ کپڑا لینے کے ساتھہ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہین بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اوسمین کچھہ صنعت تازہ نکی ہو

یا کہ وہ مال ہو جسمین بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ھم اگر غاصب نے صنعت جدیدہ کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنے تخییر مالک سب چیز مین جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہان تعییب فاحش ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرنی ہے امساک عین مین بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین مین تضمین مثل یا قیمت کے ساتھہ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اوس سے بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثۃ وھی غصبت حیاصۃ فضۃ مموھۃ بالذھب فزال تمویھہا خیر مالکہ بین تضمینہا مموھۃ او اخذھا بلا شیء لانہ تابع مستھلک اور اوس سے یعنی اوکے ربوی ہونے کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی جوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اوسکا ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اوسکا مختار ہے جوڑی ملمع دار کے ضمان لینے مین یا جوڑی لینے مین بلا ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے ھم اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنہا فضۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمہ فقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجائے غصب جوڑی کے خریداری ہوئی اوسکے برابر وزن چاندی سے پہر ملمع اوسکا زائل ہو گیا ہو تو رد بیع جائز نہین بسبب عیبدار کردینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہین بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہہ کہا ھم ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین مین اوسکے بلا اذن تو اوسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پہیر دینے کا امر کیا جائیگا اگر قیمت زمین کی زیادہ ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فتقوم بدونہما ومع احدھما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنیکا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹہرائی جاویگی بدون عمارت اور درخت کے پہر قیمت مقرر کیجاوے ساتہہ اوس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونون قیمتون مین اوتنا غاصب کو ضمان دے ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فیجب الحصۃ او الاجر بکل حال فصول لسین اور اگر غاصب نے زمین مین زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہون تو اوسی رواج کا اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اوسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی مین تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال مین واجب ہوگی کذا فی الفصولین ھم ہر حال سے مراد یہہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکہنے پر راضی ہو یا اوسکے اکہاڑنیکا طالب ہوا اور ملک مین تو بلا رضامندی بقاء زراعت حصہ یا اجرت واجب نہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا عبرۃ للالوان بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق عبر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ھنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقدمنا قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پہر اوسکو رنگا رنگون کا یہان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پہر اوسکو گہی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے کہا مبسوط مین قیمت ستو کی بہی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو بریان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اوسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اوسکی قیمت کے مقام اوسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہین مجتبی سے نقل کرکے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ مثلی وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لامتزاجہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گہی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اوسکا تاوان دے اور گہی کا تاوان دے اسواسطے کہ گہی مالک کی ملک کے ساتہہ متصل ہونے کے وقت مثلی تہا اور رنگ مثلی باقی نرہا قبل از اتصال بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتہہ کذا فی المجتبی غصب غاصب المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ

غاصب کے غاصب نے مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو ھلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ
الی الغاصب فانہ یبرأ ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اوس نے اوسکی قیمت ادا کردی غاصب اول کو تو
بھی وہ بری الذمہ ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ ظاہرا بقضاء او بینۃ او بتصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق
نفسہ و غاصبہ عمادیہ ادای قیمت سے غاصب ثانی اوسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک
کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول
قبض قیمت کا اقرار کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن مالک مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت
لیگا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اوسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول و بعضہ
من الثانی فلہ ذلک سراجیہ والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یملک ترکہ و تضمین الآخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر
دوسرے شخص نے اُس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اوسکو یہہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ
اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اوسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان
لینے کا مالک نہ رہیگا اور بعضوں نے کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت
لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیہ لکن نقل المصنف عن العمادیہ ان الاجازۃ تلحق الافعال ھو الصحیح قال و علیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ
الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کردینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اوسکو جائز رکھا یا میں راضی ہوگیا تو
تلف کرنے والا ضمان سے بری نہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من البزازیہ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف
نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کردینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا
کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہوسکتا ہے حموی نے کہا کہ بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اُس فعل
پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا لا یملکہ و لو کسرہ الموھوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے
لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اوسکا مالک نہوگا اگرچہ اوسکی قیمت زیادہ ہوجاے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا
حق منقطع نہوگا کذا فی الاشباہ و فیہا آجرہا الغاصب ورد اجرہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے
غصب کی چیز اجارہ دی اور اوسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اوسکو یہہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے
استعار منشارا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا اذن مالکہ انقطع حقہ و علی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح وھبانیہ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے
میں سو اوس نے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اوس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوھبانیہ رکب دار
غیرہ لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوھرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اوس آگ بجھانے کو جو
شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہوگئی اوسکے چڑھنے سے تو اوسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سبکو تو ہر شخص کو
اوسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوھرۃ لا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اوسکی
اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم و فیما اذا سقط ثوبہ فی
بیت غیرہ و خاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اسصورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ
ڈرا کہ اگر میں اوسکو خبر کردونگا تو وہ اوسکو خود دبا رکھیگا حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فھو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ و ان تسوی بیتا او
ان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ و ان وقفا فکذلک و لا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی

سوا اوسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتون پر ہے اگر وہ زمین قبر کہودنے والے کی مملوک ہو تو اوسکو مردہ اوکہاڑنا اور زمین کا برابر کردینا جائز ہے اور اگر
زمین مباح ہو تو وہ اوسکو قبر کہودنے کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسیطرح اوسکی اجرت ثابت ہی اور یہہ مکروہ نہین اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو
اسواسطے کہ قبر کہودنیوالا نہین جانتا کہ کس زمین مین مریگا ھ ولوالجیہ مین ہے کہ ایکمردنے مقبرہ وقف مین قبر کہودی پہر دوسرے نے اوسمین دفن کرنیکا ارادہ
کیا اگر مکان مین وسعت ہو تو اول شخص مزاحمت نکرے اور اگر وسعت نہو تو مزاحمت کرے اور اگر پہلی صورت مین دفن کریگا تو مکروہ نہین ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث
نے اسواسطے کہ جسنے اپنے واسطے قبر کہودی ہے وہ جانتا نہین کہ کس زمین مین مریگا کذا فی الطحطاوی ٭ لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی
مسائل مذکورۃ فی الاشباہ ٭ جائز نہین تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اوسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل مین تصرف
مال غیر جائز ہے جو اشباہ مین مذکور ہین ھ منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ فرزند کو والد مریض کے واسطے مایحتاج خرید کرنا بغیر اوسکے اذن کے جائز
ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کیواسطے اوسکے مال سے خرید درست ہی لیکن اور چیز سوای طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہین اسواسطے
کہ مایحتاج مین اذن باعتبار عادت کے ثابت ہی دوسرا مسئلہ یہہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کی والدین پر بدون اوسکے اذن کے صرف کرنا اوس مکان مین درست
ہے جہان رای قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہین اور اوسپر ضمان لازم نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہہ کہ ایک رفیق سفر مین مرگیا تو باقی رفیقون نے
اوسکا اسباب بیچا اور اوسکی تجہیز اور تکفین اوسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اوسکے وارثونکو دیا تو اونپر ضمان نہین ٭ غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ
الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ ٭ وغاصب شیئ کیف یضمن غیرہ ٭ ولیس لہ فعل بما یتغیر ٭ گدہی ایک شخص نے غصب کی سو اوسکا
بچہ اوسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اوسکو بہیڑیا کہا گیا تو غاصب پر اوسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان مین یون مذکور ہی اور ایک
چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اوسکا ایسا فعل نہین جس سے وہ متغیر ہو جاوے ھ عالمگیری مین ہے کہ غیر کی گدہی بلا اجازت
ہانک لیگیا اور بہیڑیا اوسکا بچہ کہا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اوسنے مالک کو گدہی پہیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتھ ہانک لیگیا ہے تو اوسپر تاوان
لازم ہوگا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اوسکے ہانکنے کے تو اوسپر بچہ کا تاوان نہین شارح وہبانیہ نے کہی یہ تفصیل [illegible] ہے اور بیت کو اس صورت پر
محمول کیا ہے کہ گدہی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطیکہ وہ اب متعدی ٹھہرا ٭ وغاصب نہر ہل لہ منہ شربہ ٭ وہل تم لغصب ما
لطاہر لا مطہر ٭ اور نہر کے غاصب کو اوسمین سے پینا درست ہے یا نہین اور کیا وہان نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہین ھ سوال اول کا جواب یہہ ہی کہ
اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر کو اوسکے مکان سے ہٹایا ہو تو اوسمین سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ تحویل ہی غصب کا اثر
ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر مین سے ہر شخص کو پینا اور توضی یعنی وضو درست ہی اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ ہان وہان نہر
طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ

فصل

یہہ فصل ہے کتاب الغصب کی ٭ غیب بجعمۃ ما غصبہ وضمن قیمتہ لمالکہ ملکہ عندنا
ملکا مستندا الی وقت الغصب فتسلم لہ الاکساب لا الاولاد ملتقی ٭ غاصب نے جو غصب کیا اوسکو غائب کر ڈالا اور اوسکی
قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اوسکا مالک ٹہریگا غصب کرنیکے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیان حلال ہونگی نہ اولاد یعنی
کذا فی الملتقی ٭ والقول لہ بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ ٭ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے
مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نکی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینۃ الغاصب لقیامہا
علی نفی الزیادۃ ہو الصحیح زیلعی ٭ پہر اگر مالک گواہ لایا یا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول
نہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ٭ ونقل المصنف عن البحر والجواہر
لو قال الغاصب والمودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت انہا اقل مما یقولہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان ٭ اور مصنف نے
شرح مین بحرالرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہہ جانتا ہون کہ قیمت اوسکی

اوس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جائیگا ھ بحرالرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ و تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے فصل کا مسئلہ اوس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف مین مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ کا بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجائیگی سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادۃ اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کہائی تو وہ اوسکو لیگا غاصب ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمۃ او ردہ واخذ القیمۃ وھی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اوسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اوس سے قیمت پھیر لینا اور یہہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیئے فان ظہر المغصوب وھی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وھی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او مضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا درحالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اوس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اوسکی یا کمتر ہے اوس سے بقول اصح کذا فی الغایۃ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اوسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو باری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم مین تو مصنف کو بہتر یہ تہا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیۃ مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ مین کچہہ اختیار نہین اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہان جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اوسکو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی ھ اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اوسکو لازم ہوا جاے ولو ضمن بقول المالک او ببرہانہ او نکول الغاصب فہولہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اوسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونیکے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اوسمین اختیار باقی نرہیگا اوسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اوسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اور اگر غاصب نے مغصوب بیچڈالا پھر مالک نے اوسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حررہ ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور اگر غاصب نے مغصوب کو آزاد کردیا پھر مالک نے اوس سے اوسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہوگا اسواسطے ملک ناقص نفاذ بیع کیواسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کیواسطے کافی نہین شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح مین نافذ ہے کذا فی الغایۃ وزوائد المغصوب مطلقا متصلۃ کسمن وحسن او منفصلۃ کلدر وثمر امانۃ لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانہا امانۃ اور مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہون چنانچہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہون چنانچہ دودہ اور پہل امانت ہین غاصب کے پاس اونکا تاوان نہین مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اوسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہین ھ یہان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یون کہتا کہ زوائد مین اسواسطے تاوان نہین کہ اونمین غصب متحقق نہین تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المتصلۃ لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہین وما نقصتہ الجاریۃ بالولادۃ مضمون ویجبر بولدہا بقیمتہ او بغرتہ ان وفی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوبہ نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردی تو اوسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اوسکے ولد کی قیمت یا اوسکے غرہ سے کیا جائیگا اگر اوسکے ساتھہ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہو کم ہو تو اوسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائیگا ھ یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ستر درم قیمت رہگئی تو اگر اوسکے ولد کی قیمت تیس درم ہے تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اوسکا ولد مالک

کو پھیر دیا جائے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو بہتر ہے اسقدر ساقط کرکے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اوسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب
ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اوسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اوسی سے جبر نقصان کیا جائیگا ولو ماتت وبالولد وفاء کفی هو الصحیح م
اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اوسکے ولد کی قیمت اوسکی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاختیار
یعنے غاصب پر کچھ ضمان نہیں زنی بامة مغصوبة ای غصبها فردها فماتت بالولادة ضمن قیمتها یوم علقت زنا کیا اوس جاریہ سے جسکو
غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اوسکی اوس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اوسکی قیمت حاملہ
ہونیکے دن تھی م چونکہ رد فاسد تھا لہذا اوسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اوسنے غصب کی تھی تو اوسمین تلف ہو جانیکا کوئی سبب نہ تھا اور جب اوسنے
پھیر دی تو سبب تلف اوسمین موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف
حرہ مغصوبہ کی پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اوسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب
سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردها محمومة فماتت لا یضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اوسکو تپ تھی
سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ تپ مین غاصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت به ملتقی اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اوسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے
سو وہ اوسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی م زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بها واستولدها یثبت النسب
والولد قیمی در اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اوسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر
وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها فانها لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا ونکو معطل
چھوڑا ہو اونکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لکن لا یلائم ما یاتی من عطف
خمر المسلم الخ مع انه اخصر فتدبر اور متن کے بعضے نسخہ مین یون عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آئے آویگی
یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہین باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کرو الا فی ثلث فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین
ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال لِ منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتونمین تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار
کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کیواسطے وقف ہو او مال یتیم الا فی
مسئلة سکنت امه مع زوجها فی داره بلا اجر لیس لهما ذلك ولا اجر علیهما کذا فی الاشباه معزیا الی وصایا القنیة یا مال یتیم کے
منافع مغصوب مین اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ مین کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر مین بدون کرایہ رہی تو ونکو
یہ جائز نہین اور اونپر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ مین قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت ویستثنی ایضا سکنی شریك الیتیم
فقد نقل المصنف وغیره عن القنیة انه لا شیء علیه وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار الیتیم کالوقف انتهی مین کہتا ہون اور وجوب اجرت
مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا بھی مسئلہ مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس
اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر مین بلا عقد اجارہ رہا اور بعضون نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت مین مطلقا انتہی قول المصنف
م مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کی مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ویمکن حمل کلا الفرعین علی قول المتقدمین
بعدم اجرته واما علی قول المعتمد انها کالوقف فتجب الاجرة علی الشریك والزوج لکون سکنی المرأة واجبة علیه وهو غاصب للدار
الیتیم فتلزمه الاجرة وبه افتی ابن نجیم مین کہتا ہون اور استثنا کے دونون مسئلون کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور

منافع مین کے تو قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گہر وقف کی مانند ہے تو اجرت گہر کی یتیم کے شریک اور اوسکی مان کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج
پر واجب ہی اور زوجہ مذکور گہر یتیم کا غاصب ہے تو اوسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہی ابن نجیم صاحب اشباہ نے ۱۲ اور اگر یتیم کی مان اوسکے
گہر مین رہی درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہو تو اوسپر اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن الحمید وما فی الصیرفیۃ من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر
والا فعلیہا غیر ظاہر اور جو صیرفیہ مین یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اوسنے منع نکیا تو اجرت نہین اور اگر منع پر قادر نہین تو زوجہ
پر اجرت واجب ہی غیر ظاہر ہے ۱۲ قول مذکور کی ظاہرا غیر ظاہر ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہین ہے وعلیہ ای بناءً
فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اوسکی یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت زوج پر واجب ہی نہ یتیم کی مان پر چنانچہ
افادہ تنویر البصائر مین مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹہہرا ثم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض
وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی پہر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا
کہ گہر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کی مانند ہے اور شریک حاضر جبکہ گہر مین سکونت کرے جس صورتین کہ سکونت گہر کو ضرر نکرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ
اوسمین بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علما نے کہا اور اوسی پر فتوی ہے ۱۲ عمادیہ مین مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہی کہ اگر زراعت زمین کو نقصان کرے
نفع کرے تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہے پہر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرلے اوتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندے
مالک کی ایسی صورت مین باعتبار دلالت حال کے ثابت ہی اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ
للاستغلال بان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او آجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اوس مغصوب کے منافع کی اجرت مثل واجب ہے
جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اوسکے مالک نے اوسکو تیار کیا ہو کرایہ لینے کیواسطے اسطرحپر کہ اوسکو بنایا ہو اسیواسطے یا خرید کیا ہو اسیواسطے بعضون
نے کہا یا اوسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او بشرائہا لہ ولا باعداد البائع
بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ مین ہے کہ گہر استغلال کیواسطے مہیا نہین ٹہہر جاتا اوسکے اجارہ دینے سے بلکہ اوسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے
کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال کیواسطے ہوسکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال
کرنیوالیکا یہہ جاننا شرط ہے کہ وہ گہر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہہ شرط ہی کہ استعمال کرنیوالا غصب کرنے مین مشہور نہو ۱۲ اور اگر مشہور ہوگا غصب مین تو اوسپر کرایہ نہین اگرچہ گہر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونو
مسئلون کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسنے سکونت نہین کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ
منکر ولا شرح مین کہتا ہون اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہون یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تہا کہ یہہ گہر کرایہ
کیواسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجکو اسکا علم نہ تہا تو رہنے والیکا قول اوسکی قسم کے ساتہہ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہی
اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہی نہ مدعی کا قال شیخنا وبموت رب الدار وبیعہ یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سی
اور اوسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ واخبر الناس
جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گہر اپنے واسطے بنایا پہر چاہا کہ اوسکو کرایہ کیواسطے مہیا کردے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردے
تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء
فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اوس گہر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطے طیار رہا جبکہ اوسمین کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور
توجیہہ سی چنانچہ وہ گہر جسمین شرکاء ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گہر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہی قنیہ سی تو خبردار رہنا ۱۲ شارح
نے خبردار کردیا اسبات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت مین اما فی الوقف

اِذا اسکنہ احدھا بالغلبۃ بلا اذنٍ لزم الاجر لیکن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اوسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت
لازم ہوگی اوعقلٍ کبیتِ الرھن اذا اسکنہ المرتھن ثم بان للغیر مُعَدٌّ لِلاجارۃ فلا شیٔ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گہر مین
مرتہن رہا پہر ظاہر ہوا کہ وہ گہر غیر شخص کا ہے دراں حالیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچہہ ضمان نہین یبقی لو اجر الغاصب احدھا فعلی المستاجر
المسمّی لا اجر المثل و لا یلزم الغاصب الاجر بل یرد ما قبضہ للمالک اشباہ و قنیہ باقی رہی یہہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ یعنی وقف
اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گہر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو
غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پہیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ و فی الشرنبلالیۃ و ینظر ما لو عطّل المنفعۃ ھل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور
شرنبلالیہ مین ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چہوڑ دے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت
کے حالمین و بخلاف خمر المسلم و خنزیرہ بان اسلم وھما فی یدہ اذا اتلفھما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کی شراب اور سؤر کے
اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سؤر اوسکی ملک مین باقی رہی جبکہ دونوکو مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہین یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے
حق مین شراب اور سؤر مال متقوم نہین و ضمن المتلف المسلم قیمتھما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سؤر کا تلف
کرنے والا دونون کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سؤر کافر ذمی کی مملوک ہون قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت
والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سؤر مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ
قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اوسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اوسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او ما مور یری ذلک عقوبۃ
فلا یضمن و لا الزق خلافا لمحمد مجتبیٰ ضمان اوسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا بادشاہ یا اوسکا مامور نہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو
اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کی تلف کرنیکا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبے ہم یعنی اگر بادشاہ یا اوسکا مامور شراب اور سؤر کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے
باعتبار تعزیر کے تو اوسپر ضمان نہین سنیم الغفار مین ہے کہ ذمی نے دار الاسلام مین خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اوسکو منع کیا جاے پہر اگر کوئی شخص شراب
بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اوسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہہ کرے تعزیر جانکر تو اوسپر تاوان نہین نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سؤر کا و لا ضمان فی میتۃ
ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین اصلا تاوان نہین خواہ مسلم کی ہون یا ذمی کی اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہہ چیزین مال نہین
بخلاف ما لو اشتراھا ای الخمر منہ ای الذمی و شربھا فلا ضمان و لا ثمن لانہ فعلہ بتسلیطہ بائعہ بخلاف غصبھا مجتبے برخلاف اس
مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی تو نہ اوسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہہ فعل اوسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے
غصب کرنیکے کہ اوسمین تسلیط مالک نہین لہذا اوسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی و فیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدھما لا شیٔ علیہ الا فی روایۃ حلیۃ
قیمۃ الخمر اور مجتبی مین اوسی سے ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پہر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچہہ تاوان نہین مگر ایک روایت
مین اوسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللھا بما لا قیمۃ لہ کنقلہا او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او تشمیس او غصب جلد میتۃ فدبغہ
بما لا قیمۃ کتراب و تشمیس اخذھما المالک مجانا شراب مسلمان کی غصب کی پہر اوسکو سرکہ بنایا اوس چیز سے جسکی کچہہ قیمت نہین چنانچہ تہوڑے
گیہون یا تہوڑا نمک ڈالکر جسکی کچہہ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دہوپ مین رکہکر یا مردار کی کہال غصب کی پہر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسکی کچہہ قیمت نہین
چنانچہ مٹی اور دہوپ ہے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا و لکن لو اتلفھما ضمن لا لو تلفا لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف
کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہون تو اوسپر ضمان نہین و فی شرح الوھبانیۃ یضمن قیمتہ مدبوغا و اعتمدہ فی الملتقی اور شرح
وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتماد کیا ہے ہم یہہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
و لو خللھا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ و لا شیٔ علیہ لما لکہ خلافا لھما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ

نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا اور مالک کیواسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین ولو دَبَغہ بِہ بذی قیمۃ کقرظٍ

وعفصٍ الجلد اخذہ المالک وردّ ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اوسکو لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے وللغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب نے جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اوس صورت میں ضمان نہیں اگر خود بخود تلف ہو جاے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدًا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اوس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اوس شخص کا ہو جو اوسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہی ہم حجت حنفیہ یہہ ہے کہ اوسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی قال تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کہاؤ اوسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا

وضمن بکسر معزف بکسر المیم الۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دیوے اوسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اوسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانیکا باجا ہم معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہہ کہ دف کو توڑے میں اوس دف کی قیمت کا تاوان دے جسمیں دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اوس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجیٔ بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ میں سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم سکر نام ہے کھجور کے کچے پانیکا جبکہ وہ گاڑہا ہو جاے اور منصف وہی جو اوس جلجا آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایۃ وصحح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہی بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی حظر الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر میں زیادہ کیا ہی اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی میں مباح ہی تو اوسکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا ککبش نطوح وحمامۃ طیارۃ ودیک مقاتل وعبد خصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور ہیبہ میں سے گانے والی لونڈی اور اوسکی مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈہا اور اوڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہی اسطرحپر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نرکہتے ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی

غصب ام ولدٍ فہلکت لا یضمن بخلاف المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پہر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اوسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہی قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوم حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او درباط دابتہ او فتح باب اصطبلہا او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات او سعی الی السلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یندفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال للسلطان قد یغرم او قد لا یغرم فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اوسکے جانور کے باندہنے کی رسی کہولدی یا اوسکے اصطبل کا دروازہ کہولدیا یا اوسکے چڑیا کے پنجڑے کی کہڑکی کہولدی سو یہہ سب چیزین جاتی رہین یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کہائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں

یا ایسے کی چغلی کہائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اوسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا
یہہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانیوالے پر کچھہ ڈانڈ ڈالدیا تو ان مجرمون سے ان سب
صورتون مذکورہ بالامین تاوان نہ لیا جاوے گا یعنی نہ غلام اور گہوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا
و لو غرّم السلطانُ البتةَ بمثلِ هذه السعايةِ ضمِن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرحکی چغلی سے تو چغلخور ضامن ہے وکذا یضمن
لو سعى بغير حق عند محمد زجراً له اى للساعى وبه يُفتى وعُزِّر ولو الساعى عبداً يُطالب بعد العتق اور اسیطرح ضمان لازم آتا چغلخور پر محمد کے
نزدیک اگر اوسنے ناحق چغلی کہائی وجوب ضمان چغلخور کا زجر اور توبیخ کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اوسکو تعزیر
دیجائے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اوس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاے آزاد ہونیکے بعد ولو مات الساعى فللمسعيّ به ان يأخذ قدر الخسران
من تركته هو الصحيح جواهر الفتاوى اور اگر چغلخور مرگیا تو اوسکو جسکی اوسنے چغلی کہائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اوسکے متروکہ سے لے
یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انه لو مات المشكوّ عليه بسقوطه من سطح لخوفه غرم الشاكى ديته لا لو مات بالضرب
لندرته وقد مرّ فى باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا یعنی عمادی سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا چہت پر سے
گرکے اوسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اوسکی دیت کا تاوان دیگا نہ تاوان دے اوس صورت مین کہ اگر ضرب سے وہ مرگیا بسبب ندرت موت کی
ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غيره بالاباق وقال له اقتل نفسك ففعل ذلك وجب عليه قيمته
ایک شخص نے غیر کے غلام کو بہاگجانے کا امر کیا یا غلام سے اوسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بہاگ گیا یا اوسنے اپنی جان ہلاک کی تو اوس
شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگئی ولو قال اتلف مال مولاك فاتلف لا يضمن الآمر والفرق ان بامره بالاباق والقتل صار غاصباً
لانه استعمله فى ذلك الفعل وبامره بالاتلاف لا يصير غاصباً للمال بل للعبد وهو قائم لم يتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک
شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر سو اوسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان نہ دیگا اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین
یہہ ہی کہ بہاگنے اور قتل کرنیکے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص
مال کا غاصب نہ ٹہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واعلم
ان الآمر لا ضمان عليه بالامر الا فى ستة اذا كان الآمر سلطاناً او اباً او سيداً او المامور صبياً او عبداً آمره باتلاف مال غيره
واذا امر بحفر باب فى حائط الغير غرم الحافر ورجع على الآمر اشباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والی پر تاوان نہیں بسبب امر
کرنے کے مگر چہہ امر کرنیوالون پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا مامور صغیر ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اور کسیکے مال
تلف کرنیکا امر کیا ہو اور جبکہ اوسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کہودنے کا امر کیا ہو تو کہودنے والا تاوان دے اور کہودنے والا امر کرنے والے سے بہر لے
کذا فی الاشباہ م سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین اطاعت نکرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف
غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہہ صورت ہی کہ باپنے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اوسکی زمین مین آگ جلادی سو اوسنے آگ
جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جاپڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہی کہ ہر
امر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اوسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور امر مولے
کی صورت یہہ ہے کہ مولے نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اوسکا مولای آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہہ صورت ہی کہ صبی محجور سے کہا
کہ اس درخت پر چڑہ اور میرے واسطے پہل توڑ پہر وہ چڑہا اور گرپڑا تو اوسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کہود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اوسکا آمر پر ہے نہ حافر پر الا اگر یون نہ کہے کہ

میرے واسطے کہو تو ضمان آمر پر نہو گا یعنی حافر پر ہو گا کذا فی الطحطاوی ۵ مستعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد
او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اوسکو اپنی حاجت
مین بھیجا اگرچہ وہ بجانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اوس غلام نے کہا جسکو اوسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اوسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام مر
جاے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی آخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک
ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ اور عمادیہ مین ہے کہ ایک مرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون
سو مجھسے کوئی کام لے سو اوسنے اوس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اوسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا بجانتا ہو
یہہ اوسوقت ہی جبکہ اوسنے اوس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ
لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لناکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ
اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہوجاتا چنانچہ اوسکے یون کہنے مین
غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردالو کو جھاڑ تاکہ تو کھاے سو غلام گر کے مرگیا تو آمر پر ضمان نہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھاے اور مین تو اوسکی
قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اوسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ہم طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع مین
مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا لغیرہ بالاول فمات من ذلک ضمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام
فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اوسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت مین کھولا کرتے ہین سو وہ مرگیا اس فصد کے زخم سے تو فصاد
کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولے ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ
غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ
اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اوسکے مرجانے مین تو اوسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کذا فی العمادیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ
شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور
اوسکے ساتھہ مولے کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہوگیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام
کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہین اور نہ اوسکے کپڑون کا وفی الوہبانیۃ ۵ ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا
ولو نسی القرآن او شاخ یذکر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر غلام مغصوب پیشہ انکو بھول گیا تو اونکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن
بھولجاے یا غلام جوان پیر ہوگیا تو اسیطرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہی جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہے
۵ ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ + فقوم للسلطان النقص یخیر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کیواسطے کمتر قیمت اوسکی بیان کرے تو
اوسپر تاوان لازم آویگا ۵ ومتلف احدی قردتین یسلم الاثنتین والمجموع منہ یحضر اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے
والے کو باقی فرد بھی دیجاے اور کل کے ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ دو چیزین ہین جنکے الک کو انتفاع مقصود حاصل نہووے
بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اوسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اوسکو مالک تسلیم کرے
اور جوڑے کا تاوان اوس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی ہم
مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ غاصب سے تاوان لیا جاے مگر ایک ہی موزے کا جسکو اوسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ
یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر ما یفید ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بتضمین القاضی ایضا سیاقی
استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت مین

تشخیص قیمت دلال مین سلطان قید نہین ہے اور یہہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے واللہ اعلم ھم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کیواسطی قیمت کرنیوالے مقرر کرتے ہین اور اوسمین غبن فاحش ہوتا ہی اور قاضی اونکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہہ ہے کہ قاضی کی بہی ضمان کے قائل ہوجئے کذا فی الطحطاوی من الشرنبلالی مختصراً **خاتمہ** ایک شخص پر دین تہا سو وہ بہول گیا پہر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہوگا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہہ ہے کہ مواخذہ نہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اوسپر دین تہا اور وہ بہول گیا اور اوسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بہی دین بہولکر مرگیا تو ماخوذ نہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پہر اوسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطی کہ دین اور ضمانِ مسروق منتقل ہوا فرزند کیطرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جہگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطی کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اوسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اوسکی حق تلفیون کے تو اوس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اوسکی عیادت نکرنی چاہئے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اوسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا توچندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نجانا چاہئے اور دوکانونکو کرایہ نلیا چاہئے مگر خرید کرنے کیواسطی دوکانون جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اوس مسجد مین یہان تک کہ اوسکا مالک راضی ہوجاوین اور ان دوکانونکو خرید کرنا بہی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دوکانون مین رہتی ہین مغصوب جانکر اونکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب الشفعة

یہہ کتاب ہی شفعہ کے مسائل مین مناسبتہا تملّک مالِ الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سی مالک ہونا ہے غیر کے مال کا بدون اوسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اوسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ھی لغۃً الضمّ شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنے ملانا ھم زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اِسی سی شفاعتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگارون کیواسطی کہ حضرت کی شفاعت سی مذنبین فائزین کے ساتھہ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھہ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹہرا وشرعاً تملیکُ البقعۃِ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیًا والّا فبقیمتِہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سی مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اوس مال کے جو مشتری پر خرید کرنیمین پڑا یعنی یہہ تملیک ہو بعوض مثلِ ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اوسکی قیمت کے ھم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اوس ملک سی جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطی کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اوسمین شفعہ ہی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصالُ ملکِ الشفیع بالمشتری بشرکۃٍ او جوارٍ اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سی ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سی ھم خواہ شرکت نفس مبیع مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہہ ہی کہ تا آدمی اجنبی شخص کی ہمسایگی سے تکلیف نپاوی وشرطہا ان یکونَ المحلُّ عقاراً اور شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ محل عقار ہو ھم دُر المنتقی مین ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہی تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اوسکی راہ سفل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سی نکل گئی اسواسطی کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھہ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مع حق القرار ہو خلافاً لابن الکمال کذا فی الطحطاوی وسفلاً کان او عُلوًا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ھم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہہ ہے کہ دو شخص شریک ہین سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اوسکا شفیع ہوگا تبعیت عقار سی کذا فی الطحطاوی وان لم

بكن طريقه في السفل لانه الحق بالعقار عاله من حق القرار درد شفعہ ثابت ہی اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکانمین نہو اسواسطے کہ بالاخانہ
ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اوسکو لئے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر هم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب
طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اوسکی دوسری راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسایگی کی ہے اور اگر منزل زیرین
کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہین اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے
شخص کی اور دونوں کے پاس گہر بکتا ہے تو اوسمین دونون کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی وامّا ما جزم به ابن الكمال في اول باب ما هي
فيه من ان البناء اذا بيع مع حق القرار يلتحق بالعقار فرده شيخنا الرملي وافتى بعدمها تبعا للبزازية وغيرها فليحفظ
اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول مین جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کرلیا ہے کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہی یعنے
تو اوسمین شفعہ ثابت ہی سو اوس کلام کو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہی اور فتوی دیا ہی عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے هم
عمارت مع حق القرار کی مثال یہہ ہے کہ زمین وقف مین عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال
اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور منیہ اور قنیہ مین عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ مین یون ہے
کہ اگر کسی کا گہر وقف کی زمین مین ہو تو اوسکے واسطے شفعہ نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اوسکی واسطے بھی شفعہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وركنها
اخذ الشفيع من احد المتعاقدين عند وجود سببها وشرطها اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط
شفعہ کے نزدیک هم سبب جسکے اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ اور مبیع عقار ہو وحكمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنين
اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو هم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی
بکہ شفیع غائب ہو اور اوسکو بیع کا حال معلوم نہو وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فيثبت بها ما يثبت بالشراء
كالرد بخيار رؤية وعيب اور شفعہ کی صفت یہہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کی مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پہیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے يجب له لا عليه شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہی شفیع کی منفعت کے
واسطے نہ اوسپر مضرت ہونے کو هم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہان وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم
آوے تو اگر شفیع شفعہ طلب نکرے تو اوسپر کچہہ گناہ نہین بعد البيع ولو فاسدا انقطع فيه حق المالك كما يأتي شفعہ واجب ہی بعد بیع کے
اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا هم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن
رکہنے اور وصیت کرنے سے او بخيار المشتري یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور
مشتری دونوں کا تو شفعہ نہین وتستقر بالاشهاد في مجلسه اي طلب المواثبة اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہی گواہ کرنے سے اوسکی مجلس مین یعنی
طلب مواثبہ کی مجلس مین فلا تبطل بعد ذلك تو شفعہ باطل نہوگا بعد گواہ کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے
تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملك بالاخذ بالتراضي او بقضاء القاضي عطف على الاخذ لثبوت ملك الشفيع
بمجرد الحكم قبل الاخذ كما حرره منلا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہی لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہی قاضی کے حکم سے
شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ درر مین ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہی هم
شارح نے بیان عطف سے شبہہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجہیگا تو مطلب یہہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سی ہوتی ہی خواہ لینا تراضی سے ہو
خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعي شفعہ واجب ہوتا ہی
بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر ملک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی هم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصون مین

مشترک ہے ایک کا حصہ اوسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونو شریکون نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو خمس اخماس کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونو شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین کذا فی الدرر یعنے جتنی شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسیکی زیادہ ملک ہو اور کسیکی کم **للخلیط متعلق بتجب فی نفس المبیع** شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا **ثم ان لم یکن او سلم له فی حق المبیع وھو الذی قاسم وبقیت له شرکة فی حق العقار کالشرب والطریق خاصّین** بعد اسکے اگر شریک نفس بیع کا نہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے مبیع کو مسلم رکہے یعنے حق شفعہ کو طلب نکرے تو اوسکا شفعہ واجب ہی جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہی جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اوسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت **ثم فسر ذلك بقوله کشرب نھر صغیر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ** پہر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنے چنانچہ پانی کی باری اوس نہر صغیر کی جسمین کشتیان نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ **فلو عامّین لا شفعة بھما** تو اگر پانی کی باری عام یعنے نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنے کوچہ نافذہ ہو تو ان دونو شرکتون سے شفعہ ثابت نہوگا **بیانه شرب نھر مشترك بین قوم تسقی اراضیھم منه بیعت ارض منھا فلکل اھل الشرب الشفعة ولو النھر عامًّا والمسئلة بحالھا فالشفعة للجار الملاصق فقط** بیان نہر خاص کا یہہ ہی کہ نہر صغیر کہ پانی لینے کی باری مین شریک ہین چند لوگون مین کہ انکی اراضی اوس سے سیچی جاتی ہین اون اراضی مین سے ایک کہیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنے سب لوگونکا حق ہی اوسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہین اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والونکا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا اوسکے ظاہر ہونیکے سبب سے **ثم لجار ملاصق ولو ذمیًا او ماذونًا او مکاتبًا** پہر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کیواسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو **بابه فی سکة اخری وظھر داره الی ظھرھا فلو بابه فی تلك السکة فھو خلیط لکنه جار ملاصق** وہ ہی جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین ہے اور اوسکے گہر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہو تو اگر اوسکا دروازہ اسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اوسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹہری یا دالان مشترک ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گہر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جابہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتہہ پہر اگر وہ تسلیم کرے تو گہر کے شریک احق ہین کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پہر اگر وہ بہی تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پہر اگر وہ بہی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر و طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث مین مذکور ہے **الشریك احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع** یعنے شریک زیادہ ترحقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اوسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پہر شریک فی الدار پہر شریک فی الاساس پہر شریک فی الشرب پہر شریک فی الطریق پہر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اوسکی دیوار برابر دوسرے کی دیوار سے ہے اور دونو دیوارونمین راہ نہین چلتی بسبب تنگی کے یا دونو باہم ملصق ہون تو اگر دونمین طریق نافذ ہو تو اوس ہمسایہ کا شفعہ نہین انتہے **ووضع جذوع علی حائط وشریك فی خشبة علیه جار** اور رکہنے والا دہنیون کا دوسری کی دیوار پر اور اوس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الھدایة والکافی **ولو فی نفس الجدار فشریك** ملتقی قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یقدم علی غیره من الجیران لان الشرکة فی البناء المجرد بدون الارض لا یستحق بھا اور اگر دیوار کی ذات

مین شرکت ہو تو وہ شریک ہے ہمسایہ نہین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اوس ہمسایہ پر مقدم نہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ہم یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہی جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے قیمت کر لی سوای محل بنا کے تو اگر اوس دیوار کی بیع ہوگی تو اوسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی شرح المجمع وکذا الجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اورشرح مجمع مین ہے اور اسیطرح شفعہ ہی اوس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کی کہ اوسکا شفعہ نہین اسقط بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الاخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعونکو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے اونمین سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصے سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کرے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعونکو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کی نہ طلب کرنیکے احتمال سے تو تاخیر نکیجائیگی بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اوسکے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اوسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اوسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کیواسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب نپائے جانے اوسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کی ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ بہ لاعراضہ وقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسری شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اوسکی روگردانی سے اور مبیع بٹجائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرطہ صحتہا ان یطلب الکل کا بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہہ ہی کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھرونکی تو اونمین شفعہ واجب ہی اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ م ملتقطات مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھرون مین شفعہ نہین وبہ یفتی تو فتوی اسمین مختلف ہی چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ شفعہ واجب ہی اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ وستحققہ فی الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہہ ہے کہ اونکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو متقدم ذکر کر چکے ہین تو یاد کرنا چاہیئے لیکن اونکا اجارہ مکروہ ہی اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ مین

ھ شارح نے کتاب الحظر مین اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مین مکروہ جانتا ہون بیوت مکہ کا اجارہ ایام
حج مین اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کیواسطے کہ گہر و نکو حاجیون کے واسطے خالی کردین بدلیل قول حق تعالی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ
مین مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوائے مین تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی
الطحطاوی یعنے ایام حج مین اجارہ مکروہ ہی اور غیر حج مین اجارہ صحیح ہے وفیہا و یَصِحُّ الطلبُ من وکیلِ الشراء ان لم یُسَلِّمْ الی موکّلِہ
وان سَلَّمَ لا لبطلان هو المختار اور اشباہ مین ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اوسنے اپنی موکل کو تسلیم نکردی ہو
اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہین تو دعوی شفعہ اوس سے باطل ہے یہی قول مختار ہی ھ مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے
کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اوسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہی قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر مین یون ہے کہ وکیل
مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نکرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمین بطلان شفعہ مذکور نہین اور اسیطرح زیلعی مین مذکور نہین
کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ مین کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ نوازل ولا بجوارہ شرح مجمع وخانیہ خلافاً للخلاصۃ
والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہین وقف مین اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار مین شفعہ
ہی کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہی خلاصہ اور بزازیہ مین ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مین ھ وقف مین اسلیے
شفعہ نہین کہ اوسکی بیع جائز نہین اور اگر کوئی گہر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اوسکو وقف کرنیوالا بطریق شفعہ نہین لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
و قولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تہا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ایسا ہی کیا ہی مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ
کی روایت یون نقل کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یون ہوگی لا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل
شیخنا الرملی الاول علی الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع فغی الفیض حق الشفعۃ یُبْنی علی صحۃ البیع انتہی مین کہتا ہون اور
ہمارے اوستاد خیرالدین رملی نے قول اول یعنے عدم شفعہ جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف مین کوئی گہر بکتا ہو تو واقف
اور متولی کو اوسکا لینا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہین اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ مین مذکور ہے محمول کیا ہی وقف کے خریدنے پر بسبب ذات
وقف کے جبکہ اوس وقف کی بیع ہو سو فیض مین ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ھ یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو وہی تو
اوسکے جوار کے وقف کے متولی کو اوسکا خرید کرنا بحق شفعہ درست ہی کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما لا یُملک من الوقف بحالٍ لا شفعۃ فیہ وما لا یُملک
بحالٍ ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہو سکتا ہو کسی حال مین تو اوسمین شفعہ نہین اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی
حالتین تو اوسمین شفعہ ہے ھ مملوک ہونے وقف کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزند و نپر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنی حصہ کے استبدال مین مختار
کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضای شرط کے بیع کیا پہر دوسرے نے اسیطرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی
واَمّا اذا بیع بجوارہ او کان بعضُ المبیع ملکاً وبعضُہ وقفاً وبیع الملکُ فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف مین کوئی چیز بیع ہو
یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہین واللہ اعلم

بابُ طلبِ الشفعۃ

یہہ باب ہی شفعہ
طلب کرنیکے مسائل مین ھ چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہی لہذا اوسکا بیان اور اوسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا و یطلبہا الشفیع فی
مجلس علمہ من مشترٍ او رسولہ او عدلٍ او عددٍ بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس مین خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا
اوسکے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتدّ المجلس کالمخیّرۃ هو الاصحّ درر وعلیہ المتون خلافاً
لما فی جواهر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور
اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم ہی اور علی الفور پر فتوی ہے ھ طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور

پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے
کہ طلب پر اوسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زیلعی مین ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط
خط مین لکھا تھا سو اوسنے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اوسوقت رضا ہوتا
ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا تھی ما فی الجطاوی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او اطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے
جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اوسکو طلب کرتا ہون
وھو یسمی طلب المواثبۃ اسے المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہین ھم مواثبت مفاعلت ہے وثوب
یعنی برجستن سے اور وہ استعارہ ہے سرعت سے اسواسطے کہ جو اوچھل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس
بلازم بل لمخافۃ الجحود اور طلب مواثبت مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہے ھم گواہ کرنا
اوسوقت لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہون والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اوسوقت گواہ ہون تو اونکو اپنے
طلب کرنیکا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہہ ہے تا اوسکا حق عند اللہ ساقط نہو جاوے اور اگر مشتری
طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن
ذا ید لانہ مالک او عند العقار پہر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اوسکے قبضے مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہو اسواسطے
کہ وہ مالک ہے اوسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ھذہ الدار وانا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا
الان فاشہدوا علیہ وھو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلانے یہہ گھر خرید کیا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مقرر مین
مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اوسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اوسپر اور یہہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین
ھم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وھذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول
ولم یشہد بطلت شفعتہ اور یہہ طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا تبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہو تو شفعہ باطل نہوگا ھم منح الغفار مین ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع
راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گہر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے
پہر اگر نپاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہہ بھی نہوسکے تو اوسکا شفعہ قائم ہے پہر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچہہ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا
ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ھؤلاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسیکے پاس ان تینو نمین
سے یعنی گہر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اوسکو طلب ثانی سے یہہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد
ھذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی لو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پہر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہے اور مین اوسکا
شفیع ہون بسبب فلانے گھر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے یعنی بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح
ملتقی مین ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا ھم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونو
شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الی ھذا لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجئے اوسکو کہ گھر مجکو
دیوے شارح نے کہا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کرچکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہین وھو یسمی طلب
تملیک وخصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین وبتاخیرہ مطلقا بعذر وبغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل و

الشفعة حتى يَتولها بلسانه به يُفتى وهو ظاهر المذهب وقيل يُفتى بقول محمد ان اخره شهرًا بلاعذر بطلت كذا فى الملتقى يعنى دفعاً
للضرر فلذا فُهم برفعه للقاضى ليأمره بالاخذ او الترك اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے
کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہین ہوتا جبتک شفیع اوسکو اپنی زبان سے ساقط کردے یہی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فتوی
محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کیواسطے
ہے ہم جواب مین کہتے ہین اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا م سابق مذکور ہو چکا ہے کہ
جب ظاہر مذہب پر فتوی ہوا اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واذا طلب الشفيع سأل القاضى الخصم عن مالكية
الشفيع لما يشفع به اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اوس چیز کا جس کی
ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے م زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے
قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ مین ہے اور اوسکی حدین کیا ہین اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح
نہین پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہین اسواسطےکہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہین جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو
بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطےکہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور
شخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تہا جب سنا تہا اسلیے
کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بہی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر کی
سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تہا اپنی غیر سے یا نہین پھر جبکہ شفیع یہہ سب کچہہ بیان کر دے اور
کسی شرط کو اوسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعا علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہوا اور اوس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے
كذا فى الطحطاوى فان اقر بها اى بملكية ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشترى ام لا
سو اگر مشتری اوسکا اقرار کرے یعنی اوس گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے
کہ وہ گھر اوسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اوسکو خرید کیا ہے یا نہین م مصنف کو مناسب تہا کہ نکول کو گواہون کے بعد ذکر کرتا
اسواسطےکہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل فى شفعة الخليط وعلى السبب فى
شفعة الجوار لخلاف الشافعى كما مر فى كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے
قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط مین یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار مین بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی مین مذکور ہو چکا یا
شفیع گواہ لاوے اوسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہین نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ
خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہین ہے اور شفعہ جوار مین بسبب شفعہ پر قسم کہائے
اسطرح کہ واللہ مین نے یہہ گھر خرید نہین کیا هذا اذا لم ينكر المشترى طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال یہہ یعنے
شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اوسوقت ہے کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا اوسکی طلب
شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم
کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نکیا ہو یعنی اسواسطےکہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہین واذا قضى لزمه احضاره وللمشترى
حبس الدار ليقبض ثمنه اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گھر کا روک رکہنا ثمن لینے
کیواسطے درست ہے فلو قيل للشفيع اى بعد القضاء واما قبله فتبطل عند محمد لعدم التأكد كذا ذكره الزيلعى ادّ الثمن فاخّر لم تبطل شفعته

پہر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اوسنے تاخیر کی ادای ثمن مین تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سی محمد کے نزدیک اوسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصمُ للشفیعِ المشتری مطلقًا والبایع قبل التسلیمِ الاول بملکہ والثانی بیدہٖ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہرطرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہی قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اوسکی مالک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تُسمَعُ البیّنۃُ علیہ حتی یحضرَ المشتری لانہ المالکُ ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویُفسَخُ بحضورہٖ ولو سلّم للمشتری لا یُلزم حضورُ البائع لزوالِ الملکِ والیدِ عنہ ابن کمال اور بیع فسخ کیجای بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کیوقت لازم نہین بسبب زائل ہوجانے اوسکی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃِ والعہدۃ لضمان الثمنِ عند الاستحقاقِ علی البائعِ قبل تسلیمِ المبیعِ الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لو بعدہٗ لما مرّ اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کیطرف اور عہدہ ضمانِ ثمن کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اوسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا وللشفیعِ خیارُ الرؤیۃِ والعیبِ وان شرطَ المشتری البراءۃَ منہ دون خیارِ الشرطِ والاجلِ اختیار اور شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برات عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنے خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہین اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بہی نہین اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃُ بیعٌ فی کلّ الاحکامِ الا ضمانُ الغرورِ للجبرِ اور اشباہ مین ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام مین فریب کے تاوان کے سوا جبر کے سبب سے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پہر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پہر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اوسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پہیر لے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری نے اوس سے ناحق ثمن لیا اسواسطے کہ زمین اوسکی ملک نہ تہی لیکن جو نقصان عمارت اور درخت کی قیمت مین واقع ہوا اوسکو مشتری سے لے نہ بائع سے لیکن مشتری کو اگر ایسا دہوکہا ہوگا تو بائع سے وہ نقصان پہیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اوسکو دہوکہا دیا اور شفیع کو مشتری کیجانب سے تو دہوکہا نہین ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلفَ الشفیعُ والمشتری فی الثمنِ والدارُ مقبوضۃٌ والثمنُ منقودٌ صُدِّقَ المشتری بیمینہٖ لانہ منکرٌ ولا یتحالفانِ اور اگر شفیع اور مشتری ثمن مین اختلاف کرین اور حالانکہ گہر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کی قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونون قسم نکہا وینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہے جبکہ انکار دونو جانب سے ہو اور دعوی بہی طرفین سے ہو اور یہان مشتری شفیع پر کچہہ دعوی نہین کرتا کذا فی الزیلعی مختصرًا وان برہنا فالشفیعُ احقُّ لان بیّنتہٗ مُلزِمۃٌ اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کی گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کو ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے کہ مشتری کیجانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک مین ادّعی المشتری ثمنًا وادّعی بائعہٗ اقلَّ منہ بلا قبضِہٖ فالقولُ لہٗ ای للبائعِ دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اوسکے بائع نے اوس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اوسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتائی پر لیگا ومع قبضِہٖ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتہہ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اوسکی شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہٖ القولُ للمشتری وقبلہ یتحالفانِ اور اگر دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہی اور قبل قبض کے دونو پر قسم کہانا لازم ہوگا و آگے نکل اعتبر قولُ صاحبہٖ اور اگر کسی نے قسم سی انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلفا فسخ البیعُ ویأخذُ الشفیعُ بما قال البائعُ ملتقی اور اگر دونون نے قسم کہائی تو بیع فسخ کیجائی اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحطُّ البعضِ یظہرُ فی حقِّ الشفیعِ فیأخذُ بالباقی وکذا ہبۃُ البعضِ

الا اذا كانت بعد القبض اشباه اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے شفیع کے حق مین تو شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ عوض قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادة لا فیأخذ بکل المسمّٰی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن سے پر حق شفیع مین ظاہر نہین ہوتا تو شفیع اوسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے و لو حط النصف ثم النصف یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اوسکو لیگا و لو علوانه شراه بألف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة کما لو باعه بالف فسلم ثم زاد البائع له جاریة اومتاعا قنیه اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اوسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا پہر بائع نے اوسمین سے سو کم کر دئے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اوسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہی کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹجائیگی م یہہ دونو مسئلے حط ثمن کی جزئیات سے ہین وفی الشراء بمثلی و لو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثله اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا ذکره ابن کمال م یہہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق مین اور اسکا مقتضی ہے کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچہہ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنے شارح کی تعبیر سے یہہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے و فی الشراء بقیمي بالقیمة ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والے سے شفیع لیگا قیمت سے یعنے جو اوس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمة الاخر تو عقار کے بیع مین بعوض دوسر عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گہر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گہر کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گہر کا شفیع اسکو اوسکی قیمت سے لیگا اور اوس گہر کا شفیع اوسکو اسکی قیمت سے لیگا و فی الشراء بثمن موجل یأخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال و اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع کے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ نے الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اوسکو لے و لا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری پر ہے وہ معجل نہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اوسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہی سو تعجیل شفیع سے باطل نہوگا و لو سکت عنه فلم یطلب فی الحال و صبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف اور اگر شفیع ثمن موجل سنکر چپ رہا اوس سے سوا وسنے شفعہ نے الحال طلب نکیا اور صبر کئے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنیکے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک باطل نہوا و یأخذ بمثل الخمر و قیمة الخنزیر ان کان البائع و المشتری و الشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہہ قید ضرور ہے کہ بائع بہی ذمی ہوا اور اگر بائع ذمی نہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہی مبسوط کیطرف نسبت کرکے و یأخذ بقیمتهما لما مر لو کان الشفیع مسلما للمنع عن تملیکهما و تملکهما اور شفعہ لے شراب اور سُور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سُور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے م یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ خنزیر کی قیمت اوسکی ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطیکہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اوسکے مثلی ہونے سے اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر لذا لا یحرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر پہر معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گہر کے قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسیواسطے اوسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر م یعنی قیمت خنزیر یہان گہر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اوسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سُور لیکر عاشر پر گذر کرے تو

وہ اوس سے کچھہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے اور مسلم کو اوسکی ذات کا لینا جائز نہین تو اسیطرح اوسکی قائم مقام لینا درست نہین اور یہان قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلف فیه فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کی معرفت کا رجوع کرنا ہے اوس ذمی کیطرف جو مسلمان ہوگیا یا اوس مسلمان فاسق کیطرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایة ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع لے ثمن سے اور اوس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت اما لو دهنها بالوان کثیرة او طلاها بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکها واخذها واعطاء ما زاد الصبغ فیها لتعذر نقضه ولا قیمة لنقضه بخلاف البناء حاوی الزاهدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت گچکاری کی اوسمین تو شفیع مختار ہے اوس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اوسکے لینے مین اور اوسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگت کی اور علاوہ اوسکے رنگ کی کچھہ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اوسکی قیمت کچھہ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعهما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کہودنے اور درخت اوکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع له ان یاخذها مع قیمة البناء والغرس مقلوعة غیر ثابتة قهستانی مگر جبکہ اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اوسکا لینا کہودی عمارت اور اوکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھہ کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمة البناء والغرس او ترک وبه قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیره فیه حق اقوی ولذا تقدم علیه فینقضه اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اوسکو چھوڑدے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا اور یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہوگیا اوسکے لینے مین مشتری پر تو اوسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاته فانه ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زیلعی وزاهدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ھم یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اوسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسیکو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ ظلم مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لها نهایة معلومة ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اوکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اوسکی نہایت معلوم ہے اور اوسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اوسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمة البناء والغرس علی احد لانه لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیرلے اگر اوسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اوسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اوسکی وصف کے ھم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحطاوی وهذا اذا لم یبق شیء من نقض او خشب اور یہہ یعنی بصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اوسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درختون کی لکڑیون سے کچھہ باقی نرہا ہو فلو بقی واخذه المشتری لانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فیقسم الثمن علی

ھم یعنی نبش موتی

قیمۃ الدار یوم العقد و علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالح اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اوسکو لیا بسبب اوسکے جدا ہونیکے
زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نرہا تو بقدر اوسکے حصے کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاویگا گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھے اور منقوض کی
قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یأخذہ المشتری کان ہلک بعد انفصالہ لم یسقط شیء من الثمن لعدم حبسہ
اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شیء من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یقابلہ
بمثلہ شیء من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالح اور لکڑی کچھ نلے اسطرحکہ وہ تلف ہوجاے جدا ہونیکے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ
ساقط نہوگا مشتری کی عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالح اور لکڑی توابع سے ہے اور توابع کے مقابلہ میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ
کے عقد گہومکر شفیع کیطرف ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہہ کہا ہے ہمارے استاد
خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصتہ لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھہ زمین تلف ہوگئی بسبب
ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اوسکے حصے کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونیوالا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویأخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض
المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف وفی الاول الآفۃ سماویۃ ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف الاول لما مر کافی معزوا بالجبر
اور شفیع لیگا حصہ زمین کے ثمن کی عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈہائی ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی
تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اوسکے منہدم ہوجانیکے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط ہوگا کہ منقوض
مال متقوم ہے جس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنیکے مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اوسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر
المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول یعنی ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اسکا لینا نہیں پہنچتا کیونکہ زمین سے جدا ہوسے اوسکا
تابع نرہا ویأخذ بثمرہا استحسانا لاتصالہا ان ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لیگا اوسکے پہلوں کے ساتھ استحسان
کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کہجور کے درخت اور پہل خرید کئے یا کہ پہل لگے خرید کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پہلون کے درخت سے
وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پہل توڑ لئے تو شفیع کو پہل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پہل تابع میں
نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن فی الاول ای شراہا بثمرہا
وبکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اوسکو مشتری نے اوسکے پہلون کے ساتھہ خرید کیا تہا ساقط
ہوگا اوسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پہل کے ساتھہ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہان پہل پیدا ہو مشتری کے قبض میں بسبب
حادث ہونے پہل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اوسکے کچھہ ثمن واقع نہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ الیہ
بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کیا تو اوسکو اوسکا چہوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پہر جانے عقد کے شفیع کیطرف
قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کیوقت
ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط لا شیوع فیہا وقت التقابض اور اوس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کیوقت طلب شفعہ ہے ہم یہہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار
بائع وقت البیع عند الثانی ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ سے وقت بیع کے ابو یوسف کے
نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کیوقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق
کذا فی المجتبی من لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہا یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا
وان لا یقل لا یحکم منیہ وبزازیہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہو جیسا کہ شافعی مذہب شلا اور وہ شفعہ طلب کرے اوس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو تو

حاکم یون سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اوسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو
حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیہ م یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہہ حلوانی کا قول احسن الاقوال ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ
حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اوسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اوسکے وجوب کا اعتقاد رکہتا ہے اور یہی مشہور ہے
کذا فی المنح **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے أخّر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی
احضارہ فامتنع بخلاف سبت الیہود کما یأتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہے اگر اوسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا اور
قاضی نے نہ مانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی
یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور نہوگا کذا فی شرح الحموی شرٰی ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع
بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ثمنہا یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے
زمین خرید کی سو درم کو پھر اوسکی مٹی اوٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اوس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اوسکو پچاس درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا
ثمن یعنے سو درم بانٹا جاویگا زمین کی اوس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اوس مٹی کی قیمت پر جسکو اوسنے بیچ لیا اور دونون قیمتین برابر ہین
م طحطاوی نے کہا یہہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کبسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ادفع
ما کبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اوسکو
پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اوسمین تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شرٰی
دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجیئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا
ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی مین ہے کہ گھر خرید کیا کہیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع
کو جائز نہین کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے
آویگا کہ اوسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے سے
اور مانند اوسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو
وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر
کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط مین ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جسوقت کل مقبوض ہو یعنی دونو
عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسری عوض پر پھر شفیع شفعہ سے
دستبردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہہ باب ہے اوسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج الہبۃ ہو مال
خرج المہر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصداً مگر اوس عقار مین جو مملوک ہوئی ہے اوس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض
خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا م قصداً کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر
مین شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشیا مین خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح نہر مین اراضی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا
للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی لہا یہ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر نہو برخلاف
شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نرہی نہایہ مین ہے

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم لسنی اشیاء مذکورہ مین شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ
نہین دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون ما لیس بعقارٍ فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہین عرض مین عرض
بفتح اول و سکون ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہین وہ من قبیل عطف خاص کے ہین عام پر ہم صحاح مین ہی عرض بالسکون عبارت ہی
متاع سے اور جو چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم سوا النقدین طعام و ثیاب و فلکٍ خلافًا لمالکٍ اور شفعہ ثابت نہین ناؤ مین برخلاف مذہب مالک کے و بناءٍ
و نخلٍ اذا بیعا قصدًا و لو مع حق القرار خلافًا لما فیه ابن الکمال لمخالفته للمنقول کما افادہ شیخنا الرحلی اور شفعہ نہین عمارت و درختستان
مین جبکہ اونکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اوسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہی بسبب اوسکی مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے
استاد خیر الدین رملی نے اوسکو بیان کیا ہے و لا فی ارثٍ و صدقةٍ و هبةٍ لا بعوضٍ مشروط اور شفعہ ثابت نہین موروث مین اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط
مین ہم اگر ایک شخص گہر کا مالک میراث کے سبب ہو تو اوسمین شفعہ نہین کذا فی الدر و دارٍ قسمت او جعلت اجرةً او بدل خلعٍ او عتقٍ او صلحٍ عن
دمٍ عمدًا و مهرًا و ان قوبل ببعضها ای الدار مالٌ لان معنی البیع تابع فیه اور اوس گہر مین شفعہ نہین جسکی قسمت ہوگئی شریکون مین یا وہ گہر اجرت یا
بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گہر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گہر کے مقابلہ مین مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہین کہ بیع کے معنے
اسمین تابع ہین ہم بعض گہر کے مقابلہ مین مال واقع ہونے کی صورت یہہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گہر کے مہر پر اس شرط پر کہ زوجہ زوج کو ہزار
درہم پہیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ مصنف بجای مہرٍ بالجر کے مہرًا بالنصب لاتا تاکہ اجرةً پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گہر بدل ہوگا مہر کا اسطرح کہ زوج
مہر کے بدلے زوجہ کو گہر دے تو اوسمین شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی مین مذکور ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گہر بدلا ہے اوسکا جو
زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر و اوجباها فی حصة المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال مین یعنی جسقدر گہر مال کے مقابلہ مین پڑا اوتنے مین
صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہو او دارٍ بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخیار فی الصحیح و قیل
عند البیع و صحح یا اوس گہر مین شفعہ نہین جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اوسکا اختیار ساقط نہین ہوا پہر اگر ساقط ہوگیا تو شفعہ واجب ہوگیا اگر شفیع نے سقوط
اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح مین اور بعضون نے کہا کہ بیع کیوقت طلب کی اور اس قول کی بہی تصحیح ہوئی ہے او بیعت الدار بیعًا فاسدًا و لم یسقط
فسخہ فان سقط حق فسخه کان بنی المشتری فیها ثبتت الشفعة یا اوس گہر مین شفعہ نہین جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اوسکا فسخ ساقط نہین ہوا
پہر اگر اوسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ مشتری نے اوسمین کچہہ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اسیطرح ہبہ سے اور مہر مین دینے
سے حق فسخ ساقط ہوجاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردّت بخیار رؤیةٍ او شرطٍ او عیبٍ بقضاءٍ متعلق بالاخیر فقط خلافًا لما زعمه
المصنف تبعًا للدرر یا رد بیع ہوا خیار الرویہ یا خیار الشرط کے سبب یا رد بیع ہوا خیار العیب کے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاءٍ فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق
ہے برخلاف اوسکے جو مصنف نے شرح مین گمان کیا ہے درر کا تابع ہوکر ہم مصنف نے شرح مین کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی
متعلق ہوگیا حالانکہ ایسا نہین چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکی مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع و سلمت الشفعة ثم رد المبیع
بخیار رؤیةٍ او شرطٍ کیف ما کان او بعیبٍ بقضاءٍ فلا شفعة لانه فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ شفیع سے
انکار کیا پہر مبیع پہیر دیا گیا بسبب خیار الرویہ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ یہہ فسخ
ہے بیع نہین ہے ہم یہہ علت ہی مسائل ثلثہ کی یعنے شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیبٍ بعد القبض بلا
قضاءٍ او باقالةٍ فان له الشفعة لان الرد بعیبٍ بلا قضاءٍ و الاقالة بمنزلة بیعٍ مبتدأ برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی
کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمین شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پہیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شروع سے اور اسیطرح
اقالہ بیع جدا گانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پہیر لینا چونکہ واجب نہین اور باوجود اسکے بائع نے اپنی خوشی سے پہیر لیا تو ایسا ہوا گویا اوسنے

خرید کیا اور ایسطرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق مین اوشفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق
بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہے اپنے مولے
کی مبیع مین ابن کمال نے کہا محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین ہم یعنی اگر مولے نے گہر بیچا تو اوسکا شفعہ اوسکے غلام
تاجر مدیون کیواسطے ثابت ہی اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولے کے شفعہ
لینے کی غلام کی مبیع مین وتثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر جائز اور شفعہ ثابت ہی
غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گہر مین اسوجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور اونمین سے ایک کا خرید کرنا دوسری سے جائز ہے
وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او اشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کیواسطے جسنے اصالۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اوسکے واسطے
دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گہر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو
اوسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصونمین مشترک ہے اور اوس گہر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پہر جب وہ گہر بیع ہوا اور
ایک شریک نے اوسکو خرید کیا تو مشتری کیواسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اوسنے اصالۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے
اوسکے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہہ توضیح ہے شارح کے قول آیندہ کی و فائدتہ انہ لو کان المشتری
او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ
کا مسئلہ مذکورہ مین یہہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گہر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کے واسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہی
اور گہر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا الشفعۃ لمن باع
اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ یبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اوسکا
جسنے بیع کی اصالۃ یا وکالۃ یا بیع ہوئی اوسکی طرفسے یعنی دوسرے کو اوسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلی تو ثمن
کا ضمان اوسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے نہ رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار
خواہش سے اوسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہہ باب ہے اوسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم
ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کیصورت یہہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نکرے اوس مجلس مین جسمین اوسکو بیع کی خبر
پونہچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنے طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر او
ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہی باوجود قدرت
کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم
طلب اشہاد کی یہہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہہ گہر خرید کیا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کرچکا
ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اور اسپر اوسکو قدرت کیصورت یہہ ہی کہ کسی نے شفیع کا منہ نہ بند کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہو وتسلیمہا
تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اوسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اوسکو
ہو یا نہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد
وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب ووصی
خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کی باپ یا وصی کیطرفسے ہو برخلاف محمد کے اوسمین جسکی

باب ما یبطلہا

بیع اوسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقے ھم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی
بعد بلوغ کے صغیر اوسکو طلب نہین کرسکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہہ ہے کہ بصورت مساوات یا قلت قیمت
تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہین الوکیل یبطلہا اذا سلم الشفعة او اقر علی الموکل بتسلیم الشفعة صح لو کان التسلیم او الاقرار
عند القاضی والا لا یصح لکنہ یخرج عن الخصومة طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہو اگر یہہ
تسلیم او اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور مین نہو تو صحیح نہین لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم
اور ساکت رہنا اوسکا جو تسلیم کا اختیار رکہتا ہے تسلیم ہے ھم مثلا باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور اونہون نے بیع کیوقت سکوت کیا طلب شفعہ
سے صغیر کیواسطے تو یہہ سکوت بجای تسلیم ہے ویبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ
سے عوض پر یعنے عوض غیر مشفوع پر بدلیل آیندہ ھم قول آیندہ وجہ ہے دوسطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار وعلیہ رده لانہ رشوة اور شفیع پر
عوض کا پہیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ھم چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اوسکا عوض لینا صحیح نہین ویبطلہا بیع شفعتہ
بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالة بخلاف
القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے ھم کفالت سے یہان مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے
کہا کہ مین تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون استقدر مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہوگا بخلاف قصاص کے کہ اوسکا عوض لینا درست ہے
اور ایسا ہی ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا مین ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح
اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گہر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالة الثمن عند الاخذ و
لا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گہر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اوسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہین بسبب مجہول ہونے
ثمن کے لینے کیوقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہوگا ھم نصف گہر کی صلح مین ثمن مجہول نہین ہوا اسواسطے کہ نصف گہر کا ثمن نصف ثمن مسمی
ہے اور تمام گہر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح
اور شفعہ ثابت ہے ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب وقبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرگیا قاضی کے
حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہوگا ھم وجہ بطلان یہہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہین رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو
اوسمین کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا موت المشتری لبقاء المستحق مشتری کی موت شفعہ کو باطل نہین کرتی بسبب باقی رہنے
مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعة مطلقا علم ببیعہا ام لا اور جس زمین اور گہر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے
اوسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اوس گہر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہو وکذا
لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اوس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا
قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہین ہوتا
بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب اور
جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اوسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا
ملک ہے اوس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہین ہوئی ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل
کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہہ خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے

فلمن دونہ اومثلہ لیسلمہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول ہو اسنانے ترجمہ شخص کستر سے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اوسکی برابر ہو تو اوسکو
وار شفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہو خواہ بعقد اول یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق شفعہ خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع
ادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداءً حیث لاشفعۃ لمن دونہ برخلاف اوسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو
خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع ادون کا شفعہ ثابت نہوگا ہم سابق مذکور ہوچکا کہ اگر شریک خریدار ہو تو جار ملاصق کیواسطے
شفعہ نہین ہے وکذا یبطلہا ان استاجرہا اوساومہا بیعا او اجارۃ ملتقے اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ
لیا یا اوسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقے یعنے بعد علم بیع کرایہ لیا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ ان
یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہہ طلب کرے کہ اوسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم
کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہہ مراد نہین کہ اوسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ
اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب اسکے ہونیکے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر آنفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی
یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کیوقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سب
تینون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر
او شعیر او عددی متقارب قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعرض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق
بینہما ان ہذا قیمی وذاک مثلی فربما یتسہل علیہ وان کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اوسنے بیع مسلم رکھی پھر اوسکو
معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب کے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہہ ظاہر ہوا کہ گھر بکا اون
دینارون یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون یعنے متاع مین اور گیہون جو مین یہہ ہے کہ یہہ یعنی اسباب
اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گاہی مثلی چیز شفیع پر آسان ہوسکتی ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولے
مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تہی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پھر جب اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو اوسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت مختلف ہوتی
ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہوا کہ
دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہین تو آسانی اوسمین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی ولو علم
ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اوسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو
شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہوتے ہین سو بعضے کے ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضی کی نہین تو ایکے
حق مین تسلیم کرنا اوسکے غیر کے حق مین تسلیم کرنیکا مستلزم نہین ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم
فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھہ تو اوسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق
مین تسلیم حاصل نہین ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجاے لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ
فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لاشفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ
اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پونہچی سو اوسنے بیع تسلیم کی پھر اوسکو خبر پونہچی تمام گھر کے خرید کی تو اوسکو واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر مین اور اوسکی بالعکس
مین اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اوسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اوسکو واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایہ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم
کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع فی الحیل فقال وان باع عقارا الا ذراعا مثلا فی
جانب الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلونکا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایکمرد نے زمین یا گھر بیچا

مگر مثلاً ایک گز نہین بیچا حد شفیع کیجانب مین تو شفیع کو شفعہ نملیگا بسبب عدم اتصال کے ھ شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تہا سو اگر اوسنے گز بہر یا ہاتھہ بہر یا بالشت
بہر یا انگل بہر زمین شفیع کیجانب کی بیع نکی تو اب شفیع اوسمین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا بشرطیکہ طول مستثنے شفیع کے تمام گہر کو ملاصق ہو اور یہہ حیلہ
ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقولُ بِانّ نَصَبَ ذراعًا سهوٌ اور یہہ قول کہ ذراعًا کا نصب سہو ہی سہو ہی ھ بمہ تعریض ہے صاحب درر کی
طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہی کہ وقایہ مین جو یہہ عبارت ولا فیما بِیعَ اِلّا ذراعًا نصب ہی سو کاتب کے سہو سے ہی سو شارح نے کہا کہ اسکو سہو
کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب مین مستثنے کا نصب واجب ہی وکذا لاشفعةَ لو وھبَ ھذا القدرَ للمشتری وقبضَه اور اسیطرح شفعہ نہین اگر اسقدر
یعنے بقدر ایک گز طولین بائع نے مشتری کو ہبہ بلاعوض کر دیا اور اوسنے اوسپر قبضہ بھی کر لیا ھ عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفیع تہا
وہ موہوب ہو گیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وَاِن ابتاعَ سهمًا منه بثمنٍ
ثم ابتاعَ بقیتَها فالشفعةُ للجارِ فی السهمِ الاولِ فقط والباقی للمشتری لانّه شریکٌ اور اگر مشتری نے اوسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ
کچھ ثمن سے خرید کیا پہر باقی گہر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصے مین اور باقی گہر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا
بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر ھ سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہی کہ پہلے بیع اوسیکی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے
عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہوئی مگر دونون عقد کے بعد وحیلةٌ کلّه ان یشتریَ الذی داعَ
او السهمَ بکلِّ الثمنِ الّا درھمًا ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہہ حیلہ ھ کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولے مین یا سہم
کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سواے ایکدرم کے اور باقی گہر کو باقی ایکدرم سے خرید کرے ھ مثلاً ہزار درم سے خرید کرنا منظور ہے تو اوس گہر کا
ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گہر ایکدرم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزاروین حصے مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور
باقی گہر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہی جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفُہ باللّٰہ ما اَرَدتَ بہ ابطالَ الشفعةِ
اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللّٰہ تو نے اس فعل سے میرے شفعے کے باطل کر دینے کا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفُہ باللّٰہ انّ البیعَ
الاول ماکان تلجئةً مؤیدزادہ معزیًا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہی کہ واللّٰہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تہی کذا ذکرہ مؤیدزادہ عن الوجیز
ھ تلجئہ اوس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہی اسکی
تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وَاِن ابتاعہ بثمنٍ
کثیرٍ ثم دفعَ ثوبًا عنہ فالشفعةُ بالثمنِ لا بالثوبِ فلا یُرغب فیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پہر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت
ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہوگی ھ مثلاً ایک گہر کی قیمت سو درم ہے اوسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پہر ثمن کے عوض بائع
کی رضامندی سے ایک تہان دیا تو اگر شفیع دعوے کریگا تو اوسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تہان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی عوض تہان دینا دوسرا عقد ہی اور گہر کی
عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہی وھذہ حیلةٌ تعمّ الشریکَ والجارَ لکنّھا تضرّ بالبائعِ اذ یلزمہ کلّ الثمنِ اذا استُحِقَّ المنزلُ اور یہہ حیلہ شریک و جار دونونکو عام ہے لیکن بائع کو مضر
ہی اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاَولیٰ بیعُ دراھمِ الثمنِ بدینارٍ لیبطلَ الصرفُ اذا استُحِقَّ
تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ عقد صرف باطل ہو جائے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ھ ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ
پہر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پہر جبکہ استحقاق ملک غیر ثابت ہوگا تو یہہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تہا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پہیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلةٌ اُخرےٰ احسنُ واسهلُ وھی اشعارٌ
فی الاصدارِ ذکرَھا بقولہ وکذا لو اشتریٰ بدراھمَ معلومةٍ بوزنٍ او اشارةٍ مع قبضةِ فلوسٍ اُشیرَ الیھا وجُھِلَ قدرُھا وضیعَ الفلوسِ
بعدَ القبضِ فی المجلسِ لانّ جھالةَ الثمنِ تمنعُ الشفعةَ درر قلتُ ونحوُہ فی المضمراتِ اور ایک دوسرا حیلہ ہے بہتر اور سہلتر سب حیل مذکورہ

سے اور وہی مشہور ہی مشہور نہین اوسکو مصنف نے اپنی اس قول سے ذکر کیا ہی اور اسیطرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہی اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ
تعیین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور ادسا تہہ ایک مٹھی بھر فلوس بھی دی جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دئے
بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسکی مانند مضمرات مین ہی م جب فلوس مذکور پر
بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کیوقت معلوم اور متعین تھہر البذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کیوقت ثمن مجہول ہوگیا
معلوم نہین کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کیوقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید نہ منح الغفار مین مذکور ہی نہ درر مین اور
اوسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہہ برابر ہے خواہ مجلس مین ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان
الشفیع لو قال انا اعلم قیمة الفلوس وھی کذا ان یاخذھا بالدراھم و قیمتہا کما لو اشتری دارًا بعرض او عقار للشفیع اخذھا بقیمتہ
کما مر فانہ المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریة ما یوافقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواھر الجواھر بانہا مخالف
للاول وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارًا انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ مین فلوس کی قیمت جانتا ہون اور
وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے شرح مین پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے مین کہتا ہون اور اسکے موافق
کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین اور ہمارے اوستاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہی زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ
مین اسطرح کہ یہہ قول مخالف ہی قول اول کے جو متن مین مذکور ہے اور جو متون اور شروح مین ہو وہ فتاوون پر مقدم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا
انتہے ما فی زواہر الجواہر م متون اور شروح مین جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہی کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار مین مقبول نہو اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو
اس حیلہ مذکورہ کا کچھہ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہی کذا فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعة فیما بیع فاسدًا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا
سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ شفعہ نہین اوسمین جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہوجانے
بیع فاسد کے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتہا وفاقًا
کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہی حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یون کہنا شفیع سے کہ تو
اس منزل کو مجہہ سے خرید کرلے ذکر کیا ہی اسکو بزازی نے م شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پہر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجہسے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ
کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہہ ابو یوسف اور محمد دونوکے نزدیک مکروہ ہی واما الحیلة لدفع ثبوتہا ابتداء
فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعة قیدہ فی السراجیة بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ وستحسنہ
محشی الاشباہ اور ابتداسے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین یعنی سواسطے کہ وہ منع
ہے حق واجب ہونیسے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسف کے قول کا فتوی ہی شفعہ مین سراجیہ مین جواز حیلہ کی یہہ قید لگائی ہی جبکہ
ہمسائے کو اوس گہر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہی م محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر مین کہا ہی کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے
اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ مین ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہی تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیون کو اوس سے ضرر ہو تو
اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہین اور اگر مشتری نیکمرد ہوا اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ونصا وھو
الکراھة فی الزکوة وللجوایة السجدة جوھرة اور اوسکی مخالف یعنی کراہت ہی حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ مین کذا فی الجوہرہ م منع زکوۃ کا یہہ
حیلہ ہی کہ جس مال مین زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اوسقدر خیرات کر دی جس سے نصاب
پوری باقی نرہی شرح وقایہ مین کہا کہ یہہ حیلہ نہایت قبیح ہی کہ بخیلی اختیار کرنا ہی اور فقیرون کا رزق قطع کرنا ہی اور وعید عدم انفاق مین داخل ہوتا ہی اور حج کا حیلہ یہہ ہے

کہ آفاقی داخل میقات ہوا اور میقات کسی محل میں جو حل میں ہے پہر کہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہوا اور حیلہ اسقاط احرام کا نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑہے اور سابق اور لاحق کی آیتین پڑہے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا ھا کثیرا فلم نجدھا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنیکے واسطے کذا فی البزازیۃ کہا بزازی نے اور ہمنے اوسکو بہت تلاش کیا سو اوسکو نپایا ۔ اذا

اشترے جماعۃ عقارا والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددھم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضھم ویترک الباقی وبعکسہ وھو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدھم فلم تتفرق الصفقۃ فلا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا او سمی للکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتریوں کی شمار کے موافق تو شفیع کو یہہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چہوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سبکو چہوڑ دے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہان شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچہہ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اوسکے ہر مشتری کے ثمن کا علحدہ علحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہان اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصۃ فھو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قائم رہے م اور قول ضعیف یہہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی در منتقی ولو اشتری دارین او قریتین بعضین صفقۃ اخذھما شفیعھما معا او ترکھما لا احدھما ولو احدھما بالمشرق والاخرے بالمغرب شرح مجمع دیأتی اور اگر مشتری نے دو گہر یا دو گانون خرید کئے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو اُن دونو گہروں کا شفیع ان کو ساتہ لے یا دونون چہوڑے اور یہہ نہیں کہ ایک گہر کو لے اگرچہ ایک گہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا م اور اگر شفیع ایک ہی گہر کا ہو نہ دوسریکا اور بیع دونون گہروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پونہچتا مگر اوسی گہر کا جو اوسکی بابت ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے اُن دونون گہروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گہر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ھذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضھم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کیطرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کیطرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے م یہہ اوس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سبکو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحطاوی

اشترے نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدہا گہر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اوسکو حصہ میں ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کیجانب میں نہ پڑا ہو موجب اصح قول کے م غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اوسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضھا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانھا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے سو اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وھبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اوسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اوسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گہر سے اور مشتری نے دوسرے اوس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کر لی تو وہان شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اوسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے م یہہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد

اوس شخص سے واقع نہیں ہوا جس سے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اوسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارًا وھما شفیعاھا
ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ صدر و سراج محمد صدیر ونصف التنصیف ثلثًا منھ وھبانیہ چنانچہ اگر دو شخصون نے گھر
مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اوس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوائے اوسکے آپس کی رضامندی سے تو
شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھ یہ تشبیہ جو نقض قسمت کی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی
ملاصق ہیں مثلاً اون میں سے دو نے وہ گھر خرید کرکے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی
تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں سے ہر ایک کی بابت نصف نصف ہے اور یہہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیھا الشفیع
التی ھو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اوس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول
مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا
اوسکی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھ یعنی مشتری یون قسم کہائے کہ واللہ یہہ گہر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی
کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو
تو اوس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ
علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کیوقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کہائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے
نہ طلب اول کو کذا فی حاوی الزاہدی ھ اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوگی یہہ اوسوقت ہے جبکہ شفیع طلب
اشہاد کا مدعی ہو اور گواہ سے اوسکو ثابت نکر سکے ولو برھنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاوین تو شفیع
کے گواہ احق اور مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں **فروع** مسائل لحقہ شارح باعتھا فی اجارۃ الغیر وھو شفیعھا فان اجاز البیع
اخذھا بالشفعۃ ولا بطلت الاجارۃ وان ردھا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اوسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اوسکی
جائز رکہی تو اوسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر بیع جائز نرکہی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے ھ یعنی عدم اجازت بیع کی ساتھ
شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ والاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب
قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کیواسطے خریدی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کی مانند ہے میں
کہتا ہوں لیکن شرح مجمع اسکی مخالف ہے سو خبردار رہنا ھ شرح مجمع میں یون ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقًا اسواسطے کہ
شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ
فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اوسکا شفعہ فقط اوسیقدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو
ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیوارون
میں راہ نہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلھا قضاءً مطلقًا
لا دیانۃ ان لم یعلم بھا شفیع کیجانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ھ صورت
اوسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری جانب ہو سو اوسنے ابراء عام
کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ اونکی جانب اوسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و
بین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نچھوڑتا زواہر الجواہر میں ہے کہ یہہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر تو برأت من المجہول سے
برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ

المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پہر شفیع آیا تو وہ مختار ہی چاہے
اوسکو اوتنا دے جسقدر اوسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے آخر الجار طلبه لكون القاضی لا یراها فهو عذر شفیع جار نے
طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہین رکہتا تو وہ معذور ہی یهودی سمع بالبیع یوم السبت فلو لم یطلب لم یکن عذرا
یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نکیا تو یہہ عذر نہوگا م یہہ تینون مسئلے مکرر ہوگئے کہ سابق مذکور ہوچکے ہین قلت یؤخذ منه ان الیهودی
اذا طلب خصمه من القاضی احضاره یوم سبته فانه یكلفه الحضور ولا یكون سبته عذرا وهو واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهی فی واقعات
الحسامی مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اوسکے یوم السبت مین تو قاضی
اوسکو حاضر کروادے اور اوسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہہ مسئلہ فتوی طلب ہوچکا یہہ کہا ہے مصنف نے مین کہتا ہون اور یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہی
ادعی الشفیع علی المشتری انه احتال لابطالها یحلف وفی الوهبانیة خلافه قلت وسنذكره لان ابن المصنف فی حاشیة الاشباه ایده بما لا مزید علیه فلیحفظ
شفیع نے مشتری پر یہہ دعوے کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجائیگی اسپر اور وہبانیہ مین اسکی مخالف عدم تحلیف مذکور ہی مین
کہتا ہون اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہی کہ
اوسپر تائید زیادہ نہین ہوسکتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م خلاصہ تائید مذکور یہہ ہی کہ قاضی خان اور ولوالجی کے کلام مین اس سے مصرح ہے کہ مشتری
پر قسم لازم نہین تعلیق ابطالها بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلق کرنا شرط سے جائز ہی م صورت اوسکی یہہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ مینے
شفعہ تیرے واسطے سلم کیا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خرید کی تو اوسکا شفعہ ثابت ہی كذا فی الطحطاوی
عن منیة المفتی والمجتبی له دعوى فی رقبة الدار وشفعة فیها یقول هذه الدار داری وانا ادعیها فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیها
ایک شخص کا دعوی ملک ہی گہر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بہی اوسمین دعوی ہی تو یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا ہی اور مین اوسکا دعوی کرتا ہون
سو اگر یہہ گہر مجکو پہنچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہنچا تو مین اوسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون م یہہ مسئلہ ظہیریہ مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک گہر
دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اوسکا شفیع ہے اور اوسکا زعم یہہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہی سو وہ ڈرتا ہی کہ اگر مین اوسکی ملک کا دعوی کرون تو
شفعہ باطل ہوتا ہی اور اگر شفعہ کا دعوی کرونگا تو ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہی تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا ہے اور مین اوسکے رقبہ کا دعوی
کرتا ہون سو اگر وہ مجکو پہنچا تو بہتر ہے اور نہین تو مین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون اسواسطے کہ یہہ سب ایک کلام ہی تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہوگا كذا
فی الطحطاوی عن الحموی استولی الشفیع علیها بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یكون ظالما والا كان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کرلیا گہر پر
بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہین تو وہ ظالم ٹہریگا م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس
مسئلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہہ مصرح ہی کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پہر جبکہ بدون اوسکے بمجرد
قول عالم کے اوسنے استیلا کیا تو یہہ استیلا غیر کی ملک پر تو یہہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود
ہوجاتا ہی تو عالم کی قول کی بہی کچہہ حاجت نہین اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹہریگا تو اوسپر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس
العقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیه الكل فی الاشباه چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے
شفعہ تیسرے قسمت کرنیوالی کی اجرت چوتھی راہ جبکہ اوسمین لوگ اختلاف کرین یہہ سب مسائل مذکورہ اشباہ مین ہین م دیت کی صورت یہہ ہی کہ اگر مقتول پایا گیا
مکان مملوک مین تو اوسکی دیت اوس مکان کے سب مالکون پر لازم ہوگی برابر خواہ کسیکی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہوچکی اور اجرت
قسام کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کردی شریکون مین تو اوسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہی اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور
دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہی اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہی اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہین اور طریق کی مانند

گھر کا صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اوسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے مین سب برابر ہین یعنی اگرچہ
ایک شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود ولا شفعۃ لمرتدۃ یعنی مرتدہ عورت کے واسطے شفعہ کا حق ثابت نہین
لیواسطے کذا فی العنایۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جواہر ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی والی نہین
تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر
شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع ولکذہ ان الاشجار وقت القبض مثمرۃ سقط بقدرہ و
الا فلا حصۃ لہ من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اوسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری
نے انکو کہایا پھر شفیع آیا اور اوسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہون تو بقدر قیمت پھلون کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر
پھلے نہوئے قبض کیوقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نتہا ثمن مین اوسوقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی وفی الوہبانیۃ ہ ویأخذ
فیما یشتری لصغیرہ * اب ووصی للبلوغ یؤخر اور وہبانیہ مین ہے اور باپ شفعہ لے اوسمین جو اوسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور
وصی بخاصمت مین تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ھ اگرچہ خصومت مین تاخیر چاہیئے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ
کر رکھے چنانچہ خزانہ اکمل مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ہ ولیس لہ تفریق دارین بیعتا * ولو غیر جار فالتفرق احذر
اور شفیع کو جائز نہین تفریق کرنا اون دو گھرون کا جو ساتھہ ہی بیع ہوئے اور وہ دونون کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہین دوسرے گھر کا تو تفریق
الا تو بہتر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ورایکہ گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہین تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا
ہے وما ضر اسقاط التحیل مستبطا * وتحلیفہ فی النکل لاشک انکر * اور ضرر نہین کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درانحالیکہ وہ قاصد ہے
اسقاط کا یعنی کچھہ مضائقہ نہین قصداً شفعہ ساقط کرنے مین حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی حالت انکار مین بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعاً
یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کرین کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہین کیا تو شفیع کو اونسے قسم لینا جائز نہین کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم

واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہہ کتاب ہے قسمت کے بیان مین یعنی ساجھی کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق
باع فیجب الشفعۃ او قسم و قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہہ ہے کہ جب شریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا
یا قسمت کرلیگا بدون بیع کے ھی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت مین اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے
اقتدا کا و شرعا جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع مین قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان
مین ھ مثلا ایک گھر کے تین شریک ہین تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہہ اوس گھر مین شائع ہے بلا تعین پھر جب اوسکے تین حصہ ہو گئے تو ہر شخص کا حصہ
خاص خاص مکان مین مجتمع ہو گیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم للانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم توجد
طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکونکا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنیکے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکون
کی طلب نپائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین ھ مشترک چیز مین ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہہ سوال کرتا ہے کہ اوسکو
اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کردے اور غیر کو اوسکے انتفاع سے روکدے تو حاکم پر اوسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ھو الفعل
الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء ککیل و ذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جاوے حصون
کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ھ یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی
چیز کو گز سے ناپنا یہہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہین وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم نحو حائط
وحمام اور شرط قسمت کی یہہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہو جاوے بانٹنے سے اور اسیواسطے قسمت نہین کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکی

کتاب القسمۃ

هم عدم فوت منفعت یہہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سی غرض مقصود تو فیر منفعت ہی پہر جب منفعت ہی نرہی تو حاکم قسمت پر جبر نہین کرسکتا
ایک شریک کے طلب سی ہان اگر سب شریک طلب کرین تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمها تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدة اور
حکم یعنے قسمت کا اثر مترتب معین کردینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وهو اخذ عین حقه وعلی معنی
المبادلة وهی اخذ عوض حقه اور مطلقا یعنے مثلی اور قیمتی دونون قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق کا
بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلا لینا ہے اپنے حق کا هم بیان اشتمال یہہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی او سکے اجزا مین ہر جزو شامل ہے نصفین کو یک
نصف تو اسی شریک کا ہی تو اسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف او سکے شریک کا تہا او سکو لیا او سکی عوض جو اسکی حصہ مین سی شریک ثانی
کے قبضے مین ہے تو اسکا لینا یہی مبادلہ ٹہرا کذا فی الشمنی والافراز هو الغالب فی المثلی وما فی حکمه کالعددی المتقارب فان معنی الافراز
غالب فیه ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنے اپنا حق بعینہ لینا غالب ہی مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم مین ہی چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور
جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمین بہی مثلی کی مانند غالب ہین ایسا نقل کیا ہی ابن کمال نے کافی سے هم مثلی مین معنی افراز اسواسطے غالب ہین کہ اسکی
ابعاض اور افراد مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً گیہون اور جو مین سی جو ایک شریک لیتا ہی وہ او سکی مثل سے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی
تو او سکو بعینہ او سکا قرار دینا ممکن ہی والمبادلة غالبة فی غیره ای غیر المثلی وهو القیمی اور مبادلہ غالب ہی مثلی کے سوا یعنی قیمی مین هم قیمت
والی چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین مین اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انمین بہت تفاوت ہوتا ہی چنانچہ ایک گہوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار
درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونو حصونمین بالیقین معادلہ اور مساوات ثابت نہین اذا تقرر هذا الاصل فیاخذ الشریک
حصته بغیبة صاحبه فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوته جبکہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثلی مین افراز
غالب ہی اور قیمی مین مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنی ساتھی شریک کے غائب ہونیسے اولین یعنی مثلی مین عدم تفاوت افراد کے سبب سی نہ حصے
او سکی غیبت سی ثانی مین یعنی قیمی مین او سکی تفاوت افراد کے سبب سی فی الخانیة مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر
او البالغ نصیبه نفذت القسمة ان سلم حظ الآخر والا لا خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین کیلی یا وزنی چیز مشترک ہی درمیان حاضر اور
غائب کی یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونون شریکون کا حصہ تسلیم کردیا اور اگر تسلیم
نہین کیا تو قسمت نافذ نہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونو کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب
اور صغیر کا کصبرة بین دهقان ومزارع امره الدهقان بقسمتها ان ذهب بما افرزه للدهقان اولا فالهلاک الباقی علیهما وان بنفسه
اولا فالهلاک علی الدهقان خاصة کذا قاله بعض المشائخ انتهی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈہیر مشترک ہی درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے
مزارع کو او سکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو اوسنے زمیندار کیواسطے جدا کیا تہا زمیندار کیطرف لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونون پر
پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہہ کہا ہی بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان ملخصا هم عالمگیری مین یہہ مسئلہ
ذخیرہ سی یون منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون مین یہہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا
حال ہوجاویگا جیسا کہ قسمت سی پہلے تہا اور اگر او سکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسریکا حصہ تو قسمت برقرار ہی اسی قاعدہ سی یہہ
کہا کہ اگر زمیندار مزارع سی کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض
ہی اور زمیندار مزارع کے حصے سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہی انتہے اور جو
شارح نے قاضی خان سی نقل کیا وہ اسکی مخالف ہی اور ظاہرا ترددا عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اوس قول کو بعض مشائخ
کیطرف نسبت کیا ہی تو بہہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبرا علیها ای علی قسمة غیر المثلی فی محل الجبر منه فقط

بینو شے رقیق غیر المغنم عند طلب الخصم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ نہین لیتا قیمی مین اگرچہ غیر مثلی
کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس مین اسوا سطے اوس غلام کے جو غنیمت کا نہین جب کہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی مین جبر اسواسطے کہ اوسمین معنی افراز
ہے ھ یہہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی مین باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی مین قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ مین جبر جاری
نہین خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمین تحصیل منفعت ہے اور متحد الجنس مین مقاصد متقارب ہین تو جبر اسپر جائز ہوا تا ضرر دفع
ہوا اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اوسکی ملک مین غیر کا تصرف نہو اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی
ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع مال المدیون لاداء دینہ اوسکا علاوہ یہہ ہے کہ مبادلہ مین کاہی جبر جاری
ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونیکے نزدیک چنانچہ شفعہ مین اور مدیون کی ملک بیچنے مین اوسکو دین کے ادا کرنے کیواسطے ویُنصب قاسم یُرزق من بیت
المال بلا اخذ اجر منہم وہو احب وما فی بعض النسخ وجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کردیا کرے بدون لینے اجرت کے
شریکون سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہہ جو بعض نسخ در المختار مین ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نُصب باجر المثل صح لانہا لیست بقضاء
حقیقۃ فجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجر مثل پر مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت مین قضا
نہین تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہین کذا ذکرہ اخی زادہ ھ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے مین
اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ جائز نہین کذا فی الغرر وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لہما اور وہ یعنی اجر مثل شریکون کی شمار پر ہے
مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نہ حصونپر بر خلاف صاحبین کے ھ صاحبین کے نزدیک اجر مثل حصونکے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ
اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمل و
الحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان کان لہا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقنا علیہ
اختلاف اجرت مین ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح
تمام مصارف شرکت مین اجرت بقدر حصون کے ہے جیسے چرانیوالے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی
مین اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اوسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ دو شریکون نے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے
اوسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اوسکی مقدار معلوم ہو تو اوسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی الدر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اوسمین وہی
خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ مین اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح مین ہے
والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار ھ تو فاسق اور خائن اور اوس جاہل کا
قسمت کرنا جائز نہین جو قسمت کرنا نہین جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنیکے واسطے
متعین نکیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نکرلین اونکی
اتفاق کے خوف سے ھ یعنی اگر اونمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگونکا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا
قسام جمع ہے قاسم کے وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا
باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکونکی رضامندی
سے مگر جبکہ اونمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرفسے کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرفسے کوئی وکیل نہین قسمت مذکورہ صحیح نہوگی
اوسکے نہ لازم ہونیکے سبب سے اسوقت مین مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اوسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہہ یعنی قسمت
کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اوسوقت ہے جبکہ شرکا وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے اونمین شرکت

حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی مین عالمگیری سے یون مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہوگی ایک شریک کے غائب ہونے
سے تا حضور غائب اگرچہ شرکا حاضرین گواہ لاوین خریداری پر وقسم نقلی یدعون انہ بینہم او ملکہ مطلقا او شراءہ کالصالحبریۃ فلا فرق فی النقلی
بین شراء ووارث وملک مطلق اور قسمت کیا جائیگا وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینہم شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اوسکی خریدنے
کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ یہ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خرید اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا
مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول بعرض تلف مین ہے تو قسمت مین اوسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق
کی اور کوئی اونکے ساتھ منازع نہین قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم تتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا
مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان کہ منفعت متبدل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدلجاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ
کہا ہے ہمارے اوستاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائیگا مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اوسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے
ہین فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اوسکی قسمت
نکیجائیگی یہانتک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اوسکے وارثونکی شمار پر وقالا یقسم باعترافہم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی
بھی تقسیم کیجائیگی محض اونکے اقرار سے جیسا کہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کیصورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا
کہ غیر منقول اونکے ساتھ ہے یعنی اونکے قبضہ مین ہے یہانتک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول اونہین دونونکا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلئے
کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول اونکے قبضے مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اسصورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو
برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض
لہما نظرا للغائب والصغیر اور اگر گواہ لاتے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اونکے قبضے مین ہے اور وارثون مین صغیر
حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجائیگی اور غائب ورصغیر کیواسطے ایک شخص اونکے حصہ کا قبض کرنیوالا مقرر کیا جائے تاکہ اونکی حق تلفی
نہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین جیسا کہ
مذکور ہوچکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گہر انکی میراث ہے انکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من
حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور
ہے اگرچہ اونمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر
خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک انمین سے غائب ہے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ خریداری
کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کیطرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اوسمین ایک وارث اور وارثون کیطرف سے خصم
ہوسکتا ہے او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل والغائب
بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورت مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اوسکی قسمت نہوگی بسبب لازم
ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کیطرف سے ہم صغیر کی مانند اوسکی مان ہے اور غائب کی مانند اوسکا مودع ہے حلبی نے کہا
شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور
مال مشترک قسمت کیا جائیگا ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ
حصتہ اور زیادہ حصہ والیکی طلب سے قسمت کیجائیگی اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ سے

کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصے کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی جصاص نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و فی الخانیۃ یقسم بطلب کلٍّ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اھ اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نکرے اپنے موضوع پر منتقض ہوکر ھ یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہاں مفقود ہے کذا فی الحلبی ہاں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق اونکا ہے اور وہ اپنی حاجت کو زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اسکا متباشر نہو اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ انکو منع کرے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکلٍّ ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا یقسم والا لا مجتبی میں ہے کہ ایک دوکان ہے دو شریکوں کی جسمیں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اوسمیں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاوے اور اگر ایسا نہو تو قسمت نکیجاوے ویقسم عروض من جنس واحد لا الجنسان بعضہما فی بعض لوقوعہا معاوضۃ لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاوے اون عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو اور قسمت نکیجاوے دو جنسیں اسطرح کہ بعض جنس بعضے شریک کو دیجاوے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہوکر نہ تمیز ہوکر تو اختلاف جنس میں تراضی شرکا پر اعتماد کیجاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ھ یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس سے ہے چنانچہ کیلی یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اسمیں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھہ ایک شریک کو دیگا اور کچھہ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونوں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوتی لہذا قاضی کو اوسمیں جبر کا اختیار رہا اور درر میں ہے کہ جنسین کی قسمت میں داخل بعض کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کا اونٹ دیجے اور دوسرے کو بکریاں مثلا ایک جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونو جنسوں میں اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار رہے جہاں قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور نہ قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ھ آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ اونمیں تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کیصورت میں فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھہ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اوسوقت مملوک کی بھی اوسکے ساتھہ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالا یقسم لو ذکوراً فقط و اناثاً فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہوں یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بکریاں اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاویں جواہرات اونکی کثرت تفاوت کے سبب سے ھ اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہوگی اسواسطے کہ اونکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہو سکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابیں اور جس جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ھ شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دیکر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع منفعت کے لائق نرہا تو معنی قسمت متحقق نہو الا برضاہم لما مر مگر شریکوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ھ یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکا راضی ہوں تو قسمت جائز ہوگی کہ حق تو اونہیں کا ہے واذا اراد احدہما البیع فللآخر ان یجبرہ علی بیع نصیبہ [illegible] اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں مانتا تو دوسرے کے حصہ کی بیع پر جبر کیا جاویگا یہ فتوی مذہب امام مالک وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع بہا کل بالمہایاۃ ولا تقسم الاوراق ولو برضاہم اور

جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہونگی وارثون مین ولیکن ہر وارث اون سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابونکی ورقونکی شمار سے نہوگی اگرچہ
ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لوکان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ھم یعنی اگر بڑی
کتاب جو کئی مجلدات مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چہہ جلد مجلد ہوتی ہین تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ
لے مثلا اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لوکان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک
باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجائے اور ہر شریک بعض کتب بے قیمت سے تو اگر یہہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہو تو جائز
نہین وفی التتارخانیہ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہ فقال احدہما لا اکریہ ولا انتفع وقال الاخر اریدذلک امر
القاضی بالمہایاۃ ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہے ایک ایسا گہر یا دکان مشترک
ہے دو شریکونمین جسکی قسمت ممکن نہین ہے دونون نے اوسمین جہگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ مین اسکو کرایہ ندونگا اور نہ اس سے نفع لونگا سکنی وغیرہ سے اور
دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکہتا ہون یعنے کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پہر اوس شریک
سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکہتا ہے تو اگر چاہے تو اوس گہر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکہہ ھم یعنی اپنی باری مین اسکو
انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری مین دوسریکو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دیدے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار
وضیعۃ او دار وحانوت قسم کل وحدہا متفرقۃ مطلقا ولو متلاصقۃ وفی محلتین او مصرین مسکین چند گہر مشترک ہین یا ایک گہر اور
زمین مشترک ہے یا ایک گہر اور دوکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال مین اگرچہ گہر وغیرہا باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو
محلونمین ہون یا دو شہرونمین ہون کذا فی شرح مسکین ھم یعنی مشترک گہر زمین بطور قسمت نہوگی کہ ایک گہر ایک شریک لے اور دوسرا گہر دوسرا شریک اسلئے
کہ گہرون کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلون اور پڑوسیون اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت مین برابری ممکن نہین تو ایک
شریک کا حصہ ایک گہر مین جمع کر دینا ممکن نہین بدون آپسکی رضامندی کے اور گہر اور زمین اور گہر اور دوکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہین
کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہین مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہون ایک گہر مین تو قسمت پذیر ہین اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ منزل
بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہین اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد او کلا
دور مشترکہ وغیرہا کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر مین ہون یا نہون ھم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق
جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان الکل فی مصر واحد فالرأی فیہ للقاضی وان فی مصرین فکقولہ اور صاحبین نے کہا کہ
سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر مین واقع ہون تو اسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہرونمین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول
کی مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہین دو شہرونمین اور ایک شہر مین جائز ہے اگر قاضی اوسکو بہتر سمجہے والا جائز نہین ویصور القاسم ما یقسمہ
علی قرطاس لیدفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنادے کاغذ پر اوسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے
سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصونپر تعدیل اور تسویہ کرے ھم تسویہ سہام قسمت کی یہہ صورت ہے کہ کمتر سہام کو ناپ کرے تو مقسوم کو اوسی پر
جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو تو اوسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس ٹہرادے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعہ اور گز سے اسکو
پیمایش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ھم تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ
عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ مین واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی
قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کردے ہر حصہ کو اوسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ھم ہر حصہ کی راہ
وغیرہ جدا کر دینے سے یہہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نرہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہون

و یلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وھلم جرا ۱ اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کو ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کیوقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیہم ویقرع لتطییب النفوس (وفی نسخۃ القلوب) اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھی اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر گولی بنادے ہم جوہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اوس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسیکی جانب داری معلوم نہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کردے تو جائز ہے

فمن خرج اسمہ اولاً فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیاً فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اوسکے لئے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا دوسرا حصہ ہے یہانتک کہ اخیر تک پونہچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کی قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اوسکے متصل کو ثانی ٹھہرادے اور اوسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اوسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اوسکا حصہ پورا ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت انتہی ملخصا درر میں ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھہ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اوسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک کرے اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اوسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اوسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اوسکے پاس کے دو سہم اور لے

واعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمۃ فی العقار الا برضاہم فلو کان ارض وبناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ دفع الفضل دراہم للضرورۃ واستحسن فی الاختیار اور یہہ جان رکھہ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت داخل نہیں ہوتی ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا منقول ہو تو اوسکی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابویوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھہ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونو حصوں میں ممکن نہو تو بقدر زیادت درم پھیر دئے جاوینگے ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو اونہوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اوسکے عوض زمین تو عوض زمین ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو درست ہے یعنی درم دلانا ہو واعلم کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درموں میں تو اوسکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر

قسموا ولاحدہم مسیل ملکہ او طریقہ فی ملک الآخر والحال انہ لو یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعاً و استوثقت مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمدرفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں شرط نہیں ہوا تو نابدان اور راہ اوسکی طرف سے دوسری طرف پھیر جاوے اگر ممکن ہوا اور اگر ممکن نہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں شرط ہوگیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقیناہ مشترکاً کما کان ان امکن افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہمنے اوسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تہا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اوسکو مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تہی تو اوسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصے میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے سوا اور راہ

قسمت کردینی تحصیل منفعت کیواسطے تاکہ ہرطرح سے جدائی ہوجائے اور اگر ایسا نہو سکے توراہ کو قسمت سی اوٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا
فی المحیط ومختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وامافی الارض فبقدر ممر الثور ز مطلع شریکون
نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین توراہ کا عرض گہرکے دروازے کی عرض کی برابر کیا جائے اور زمین مین توعرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے
کیا جائیگا درصورت اختلاف کذافی الزیلعی م یعنی جب گہر کی قسمت ہوگئی شریکون مین اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک
گہرکے دروازہ کے عرض کی برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گہر کا دروازہ متفق علیہ ہے تومختلف فیہ متفق علیہ کیطرف پہیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت
وہ ہے جو .... نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سی نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گہر دو شریکون مین مشترک ہے اور اس گہر مین تیسرے شخص کے
مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گہر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سی منع کرے تو اوسکو منع کا اختیار نہین لیکن اوس شخص کیواسطے
اوتنی چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اوس گہر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گہرکے دروازہ سی شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گہر کی قسمت ہوگی اور
مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذافی المحیط بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان
قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے اختلاف مین عرض اوسکا بقدر عرض
دروازہ ٹہرایا جاتا ہے اوسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گہر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی
کرنا چاہیے توہر شخص شریکون مین سے چہجہ نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سی کمتر اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازہ کی
مشترک ہے اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سی کذافی الجلالیہ م یعنی گہر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گہر کے
باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اوس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چہجہ کہا یا کہڑکی یا روشندان اپنے مکان
مین راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سی اوپر بنا دے تو درست ہے اور اوس سے نیچے مین بنانا درست نہین ولو شرطوا ان یکون
الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصلیہ کان سہامہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر
الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التبن بالاکیال لانہ لیس بوزنی لا العنب بالشجر علی العظیم بل بالقبان او المیزان لانہ وزنی اور اگر شریکون
نے شرط کی کہ گہر کی قسمت مین راہ متفاوت رہے تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گہر مین برابر ہون اور یہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے
جائز ہے سوائے ان مالون کے جنمین سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بہس کا بانٹنا رسیون سی یعنی جالی جو بہس وغیرہ کے اوٹہانیکے واسطے رسیون سے
بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بہس وزنی چیز نہین جسمین بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہین انگور کا بانٹنا کہجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سی اسواسطے
کہ وہ وزنی ہے م فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التبن بالحبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو مبتاعت
اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم
کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے قاموس مین قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو ی بزرگ سی تو تردید کا یہہ مطلب ہوسکتا ہے
کہ انگور کی قسمت بڑی یا چہوٹی ترازو سی جائز ہے واللہ اعلم سفل لہ ای فوقہ علو مشترکان وسفل مجرد مشترک والعلو لاخر وعلو مجرد مشترک
والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلک علیحدہ وقسم بالقیمۃ عندہما وبہ یفتی نیچے اوپر کا مکان دونون مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک
اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اوسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترک کی قیمت ٹہرائی جاوے
علیحدہ علیحدہ اور شریکون مین قسمت کیجائے قیمت سی محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سی نہو گی بلکہ نیچے کے
مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک گز بمقابلہ ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی
ہوا کہ نیچے کا مکان اوسکی صلاحیت رکہتا ہے جو اوپر کے مکان مین صلاحیت نہین چنانچہ اوسمین کنوان کہودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک

تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکون کے حصونکی ممکن نہین ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ
استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء لحقہ تقبل وان قسما بالاجر فی الاصح ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصے
کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالون نے پورا ملنے سے اوسکو حق کے گواہی دی تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اگرچہ اونہونے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین
ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق الا ببرہان
او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجۃ لعمت ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصے
مین سے کچھ از روی غلط کاری کے میرے ساتہی شریک کے قبضے مین پڑگیا ہے اور حالانکہ اوسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نکیا ہو کذا ذکرہ البرجندی
تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اوسکے قسم نکھانے سے تو اگر مصنف بجای الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور
نکول سبکو شامل ہوجاتا اور اقرار استیفا اور ادعاء غلط سے تناقض دعوی مدعیکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اوسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے
استیفا کا اقرار کیا پہر تامل کے بعد اوسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی
بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پہر میرے شریک نے اوسمین سے کچھ لے لیا اور
شریک اوسکا منکر ہے تو اوس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم
یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا ونقضت القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو
پہونچا ہے اوس میرے حصے سے یہانسے یہانتک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اوسکا اوسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کہا دین اور
قسمت فسخ کرڈالیجاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب
کل طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الاخر من نصیبہ وانکر الاخر فعلیہ البینۃ لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گہر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان
پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھریکا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اوسپر گواہی لانا واجب ہے
کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض تحالفا وفسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود
اور اگر دونون شریکونے گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک
قسم کہا دین اور قسمت فسخ کرڈالیجاوے اور یہی حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استحق بعض معین من نصیبہ لا تفسخ القسمۃ
اتفاقا علی الصحیح - اور اگر ایک شریک کے حصے سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بر قول صحیح ہم اسلئے
کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اوسمین غیر کا حق نہین کذا فی المطلب و فی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کی استحقاق
مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع آیک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اوسکے صحیح نہین وفی
استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ
دفعا لضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصے سے قسمت زبردستی سے فسخ نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اوسقدر لیوے اپنے
شریک کے حصے سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑدے تاکہ حصص سازی مندفع ہوجاوے قلت قد بقی ہہنا احتمال اخر وہو ان یستحق بعض من نصیب کل
واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ لذلک الزائد کالمعین لم یتعرض لہ الذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور
احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصے مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصونمین برابر ہو تو
ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم وبیش ہو تو اوسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسیواسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ہم کمی بیشی کی

یہہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصے مین چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصے مین چھہ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیرے وظھر دین فی الترکۃ المقسومۃ
تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابرأ الغرماء ذمم الورثۃ او یبقی منہا ای من الترکۃ ما یفی بہ لزوال المانع
ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردین یا ارباب دیون وارثون کو
بری الذمہ کردین یا ترکہ سے اوتنا باقی رہگیا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظھر
غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت مین
ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف
مقید ہے عدل کے ساتھہ اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازھا المعادلۃ ولم توجد
فوجب نقضھا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ
جواز قسمت مین برابری حصونکی شرط ہے اور وہ پائی نہین گئی تو اوسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کی مانند بجائے
بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز مین یون ہی ولو ظھر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہہ
عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونونکو شامل ہے لہذا شارح اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وتسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر
من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ و
تمامہ فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اوسنے حصہ پانیکا اقرار نکیا ہو اور اگر اوسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی
دعوی غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اوسنے غصب کرلیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا
اسکا بیان خانیہ مین ہے ادعی احد المتقاسمین للترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ
بانٹ لینیوالون مین سے ایک شخص نے دین کا دعوی کیا متروکہ مین تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب
متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کے صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اور اوسکا تعلق ہے
تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو اونکو دین کا ادا کرنا اپنی پاس سے اور متروکہ کو اپنی واسطے مخصوص کرلینا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا
بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے
خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا واصاب
ثم ادعی احدھم فی قسم الآخر بناء و غلط دعواہ بناہ ودعوی اشجارہ لا تقبل بینتہ اور خانیہ مین ہی کہ شریکون نے ایک گہر یا زمین بانٹ لی پہر ایک نے دوسرے
کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہہ کہا کہ مدعی نے اوسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اوسکے گواہ مقبول نہونگے یعنی بسبب تناقض کے
وقعت شجرۃ فی نصیب احدھما اغصانھا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعھا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانھا اختیار
درخت ایک شریک کے حصہ مین پڑا اوسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصے مین تو اوسکو نہین پہونچتا ہے کہ اوسپر زبردستی کرے شاخون کے
کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اوسکی شاخون کے ساتھہ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر
کی کون وجہ ہے بنی احدھما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترک بینھما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی
نصیب البانی فبہا ونعمت والا ھدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس
زمین مین جو دونون مین مشترک ہی سو اوسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالیکے حصے مین
پڑے تو خوب ہے اور نہین تو عمارت ڈہائی جاویگی اور اسیطرحکا حکم درخت کا ہی کذا فی البزازیۃ ہم ہان اگر وہ شریک کو راضی کرلے تو ہدم نہوگا کذا

فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا و اخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
التراضی مبادلۃ وبیع فسخہا ومبادلتہا بالتراضی جائز یعنی قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکون نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیلیے
پہر وہ راضی ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو یہہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہی اور شرکت پہر آویگی زمین یا اوسکے غیر مین اسواسطے کہ آپکی رضامندی کی قسمت مبادلہ
ہے اور اوسکا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ
او بیع من المقسوم وغیرہ یثبت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا
ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنیکی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اوسکا ملکیت کو اوسمین ثابت کر دیتا ہی اور قابض کے
واسطے اوسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اوسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سی کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ
جیسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہی اور قول ضعیف پر یقین کیا ہی اشباہ مین اور قول اول پر یقین کیا ہی بزازیہ مین
ولو تہایئا فی سکنی دار واحدۃ لیسکن ہذا بعضا وذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او داربن یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما او عبدین
یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او غلۃ دار او دارین صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرین ایک گہر مشترک کے
رہنے مین اسطرح کہ یہہ شریک ہی گہر کے بعضے مکانمین اور وہ شریک بعضے مین یا یہہ شریک مہینہ بہر رہی اور وہ شریک مہینہ بہر یا دو گہرونمین باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گہر مین رہے یا باری معین کرین غلام
مشترک کی خدمتمین کہ ایک روز اوسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرا یا دو غلام مشترک کیخدمت مین کہ یہہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گہر یا دو
گہر کی حاصلات اور کرایہ مین اوسیطرح تو یہہ باری مقرر کرنا چہ صورت مین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہی مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلۃ اور تفاعل ہی ہئیت سی
اور ہئیت عبارت ہی اوس شخص کی حالت ظاہری سے جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہے اور تحقیق اوسکی غایہ مین یون ہی کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہی اور شریک
ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اوس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین مہایاۃ عبارت ہی منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہہ جائز نہین
کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اوسکی ہم جنس سے لیکن استحساناً یہہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا صح ان القاضی یہایئ بینہما
جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکونمین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنیسے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو
ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ
فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اوس مشترک مین جو قابل قسمت ہی تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض
مہایاۃ بعذر او بلا عذر جائز ہے اور یہہ اوسوقت ہی جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونون نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز
نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پہر توڑ دی تو اب اوسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا
یا دروازہ پہوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے
اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اوس شریک پر ہی جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً برخلاف لباس کے کہ اوسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین
دونون نے مذکور نکی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہین اور استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ
وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گہر مین
تو وہ مشترک ہی دونونمین نہ دو گہر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گہر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے
کی نوبت سے تو زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گہرونمین ایک گہر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہوگی کذا فی الکمالیۃ مختصرا وتجوز فی
عبد و دار علی السکنی والخدمۃ وکذا فی کل مختلفی المنفعۃ ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گہر کی سکونت

جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ھم شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب باری متحد المنفعة میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعة میں بطریق اولے جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر و لو تھایئا فی غلة عبد او فی غلة عبدین او تھایئا فی غلة بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرة شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا دو غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کی کرایہ میں یا دو خچر کی کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان آٹھون مسئلون میں باری معین کرنا درست نہیں ھم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہوسکتی مگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اوسمین مسامحہ مروج ہے اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اسلیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل مساوات کی سبب سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچرونمین اختلاف ہے وعلے ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچرونمین اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلة الثمار ونحوھا ان یشتری حظ شریکه ثم یبیع کلھا بعد مضی نوبته او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبه اذ قرض المشاع جائز اور پھل اور اوسکی مانند اور چیز کی باری کا حیلہ یہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر سب پھلونکو بیچڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل لمتفرقة شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمة علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریة تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے لیواسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اوسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگونکی شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانو سے ڈانڈ لے تو اوسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی و لو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعتہ فالغرم بعدد الرؤس لانھا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اوسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیونکی شمار پر ہے اسواسطے کہ یہہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ھم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اوسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اوس غائب پر کچھہ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی مین ہے اور اوسنے گرانی کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونو طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و مختصر المشترک اذا انھدم فابی احدھما العمارة ان احتمل القسمة لا جبر وقسم والا بنی ثم آجره لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک دوسرے کی عمارت بنانے سے انکار کر لیوے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہین اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کی نہین ہے تو ایک شریک دوسرے کی تعمیر کرے پھر اوسکو کرایہ پر چلاوے تاکہ جو اوسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نکی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کیوقت ہو و له التصرف فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاھر الروایة الکل فی الاشباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ اس تصرف مین اوسکی پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایة مین یہہ سب مسائل مذکور ہین اشباہ مین ھم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہین تو جائز ہے اور اسی پر فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہے نسفی نے اور عمادیہ مین ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الزواہر و فی المجتبیٰ وبه یفتی و فی السراجیة الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاھر الروایة اور مجتبی مین ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہے کہ فتوی منع تصرف پر ہے یعنی درصورت ضرر

مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورتمین لائق یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوی یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پاوی قلتُ وَمَرَّ فی متفرقات القضاء مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا متفرقات قضا مین وفی الوہبانیۃ وشرحہا ؎ ولو زرع الانسان ارضا ابدا فلیس لجارٍ منعہ لو یضرّہ اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین ہے او اگر آدمی کچہہ زمین بووے اپنے گہر مین تو اوسکے پڑوسی کو اوسکی منع کرنیکا اختیار نہین اگرچہ اوسکو ضرر ہووے ھ یہہ وہی مسئلہ ہی جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہی اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو ؎ وحیطٌ لہٗ اہلٌ شتّیٰ واحدٌ ولا حمل فیہ قبلُ لیس یُغیّر اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہین سو ایک شریک نے اوسپر دہنیان رکہین اور حالانکہ قبل اسکے اوسپر دہنیونکا بوجہہ نہین تو اوسکو دوسرا شریک تغیر نکریگا ھ یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دہنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اوسپر دہنیان رکھے تو دوسرا شریک اوسکو دفع نہین کرسکتا اور اگر دوسرا شریک بہی اونپر برابر دہنیان رکھے یا اوسپر پردہ بنادی یا دروازہ وغیرہ لگادی تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ؎ وما للشریک ان یُعلّی حیطہٗ وقیل التعلّی جائزٌ فیعمّر اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے ھ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہی ؎ وممنوعٌ قسمٍ عند منعِ مشارکٍ بعین الحمّام فامرٌ موجرٌ فیعمّر اور بیت مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اوسکو کرایہ پر دیکر کرایہ سے اوسکی تعمیر کرے ھ مثلا ایک مشترک حمام منہدم ہوجاتا ہی اور ایک شریک اوسکی مرمت پر مستعد ہی اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اوس سے اوسکی مرمت کرے لیکن یہہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہے ؎ وینفق فی المختار راضٍ باذنہٖ ویمنع نفعا من ابی قبل یخبر اور قول مختار مین جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اوسکی مرمت مین اپنی پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اوسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اوسکا کرایہ نہین لے سکتا ہی ؎ وخذ منفقا بالاذن منہ لحاکمٍ وخذ قیمۃً ان لا وھذا المحرّر اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نکی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ھ طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین بعلامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ لمنہ مترجم۔ ایک شخص مرگیا اوسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیان چھوڑین پانچ ٹھلیان سرکہ سے مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اوٹھانیکے برابر بانٹ لین تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیان اور ایک آدہی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیا جاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدہ بھرین تو یہہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سبکا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب المزارعۃ

کتاب المزارعۃ یہہ کتاب ہی مزارعت کی یعنی بٹائی پر کہیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بہی کہتے ہین اور اہل عراق اسکو قراح بولتے ہین مُنَاسَبَتُہَا ظاہرۃٌ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کہیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہی اوسمین قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہِیَ لغۃً مفاعلۃٌ من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہی زرع سے وشرعًا عقدٌ علی الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتہائی اناج پیدا ہوئی زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہہ حقیقت ہی مزارعت کی واَرکانُہا اربعۃٌ ارضٌ وبذرٌ وعملٌ وبقرٌ اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور بیج اور محنت اور بیل ولا تصحّ عند الامام لانہا کقفیز الطحّان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کی مانند ہی ھ امام کی دلیل وہ حدیث ہی جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہی زمین کی تہائی یا چوتہائی کی وعندہما تصحّ وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسًا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہی اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت

پر قیاس کرنے سے ھ درر مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہانکے لوگون کو دیئے بطریق معاملہ
اور اوسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور ابتک مسلمین مین جاری ہے اور ایسی عقود مین خبر واحد اور قیاس متروک
ہوجاتا ہے بشروطٍ ثمانیۃٍ صلاحیۃُ الارضِ للزرعِ صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھہ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری
کیواسطے ھ تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہین واھلیۃُ العاقدینِ اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوئے مجنون
اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہین لیکن بلوغ اور حریت شرط نہین اور اسلام بھی شرط نہین کذا فی المحیط و ذکرُ المدّۃِ ای مدۃً متعارفۃً فتفسد بما
یتمکّن فیہا منہا و بما لا یعیشُ الیہا احدھما غالبًا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین مین معروف اور مروج ہو یعنی ایکسال
یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اوس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہوسکتی اور اوس مدت طویل سے کہ وہان تک احد العاقدین غالبًا نہین جیتا وقیل
فی بلادِنا تصحّ بلابیانِ مدۃٍ و یقعُ علی اوّل زرعٍ واحدٍ وعلیہ الفتوی مجتبی و بزازیہ و اقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہماری ملک مین
مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبے والبزازیہ اور مصنف نے اپنی
شرح مین اس قول کو ثابت کہا ہے و ذکرُ ربِّ البذرِ اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ھ اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہے تو مزارعت
استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف
مین اسواسطے کہ جسکا بیج نہین تو اوسکے حق مین عقد لازم ہے نے الحال اور صاحب تخم کے حق مین بدون تخمریزی کے عقد لازم نہین وقیل یحکّم العرفُ اور بعضون
نے کہا بیج مین عرف حاکم ہے یہہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اور اگر وہان ہو جہان مالک زمین کا
بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہین و ذکرُ جنسہٖ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کی جنس کا
یعنے گیہون یا جو باجرا یا جوار ھ بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اوسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فے الزیلعی لا قدرہٖ
لعلمہٖ باعلامِ الارضِ و شرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم کا ذکر کرنا شرط نہین بسبب اوسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم
ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین مین اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے و ذکرُ قسطِ العاملِ الاٰخرِ اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص
کا حصہ ھ مراد اوس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اوسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بیّنا
حظَّ ربِّ البذرِ وسکتا عن حظِّ العاملِ جاز استحسانًا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانًا
جائز ہے ھ اور اگر عاقدین نے اوسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہین ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسًا و استحسانًا کذا فی الخلاصۃ وبشرطِ التخلیۃِ بین
الارضِ ولو مع البذرِ والعاملِ اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دیا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھہ ہو
ھ تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونونکا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ مین نے
زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرطِ الشرکۃِ فی الخارجِ اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہوا اوسمین دونونکی شراکت
ضرور ہے تو اگر یہہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہین ثم فرّعَ علی الاخیرِ بقولہٖ فتبطُلُ ان شُرِطَ لاحدِھما قفزانٌ مسمّاۃٌ پھر مصنف نے
شرط اخیر یعنی شرکت فے الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہون یعنی کچہہ غلہ ایک شخص
لے اور باقی دونون نصفا نصف ہو او ما یخرجُ من موضعٍ معیّنٍ یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین مین پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف او دفعُ ربِّ
البذرِ بذرَہ یا یہہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اوٹھا لے یعنی جسقدر اوسنے بیج ڈالا اوسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او دفعُ الخراجِ الموظفِ
وتنصیفُ الباقی بعدَ دفعِہٖ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اوسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کرلینا شرط ہو ھ تنصیف الباقی چارون مسئلون سے
متعلق ہے اور بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ بعد دفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتون مین مزارعت اسواسطے باطل ہے کہ شاید

ہو قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اوتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شرط دفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شرط دفع العشر للارض او لاحدھما لانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جاوے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسوان حصہ زمین کا نکال لیا جاوے یا دسوان حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہین اسواسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہہ قطع شرکت کیطرف نہین پونہچاتا ہے او شرط التبن لاحدھما و الحب للآخر لانہ یؤدی الی قطع الشرکۃ فیما ھو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کیواسطے اور دانہ دوسرے کیواسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کی اسمین جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب و التبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن و الحب لاحدھما لقطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونون اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود مین و ان شرط تنصیف الحب و التبن لصاحب البذر کما ھو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہہ شرط ہوا کہ دانہ تو دونون نصفا نصف ہو اور بھوسا فقط صاحب تخم کا ہونا یہی مقتضائے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھہ تعرض نہوا تو مزارعت صحیح ہے ھم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہین ہوتا کذا فی الدرر و حینئذ التبن لرب البذر و قیل بینھما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للصدر و غیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال و التبن بینھما و قیل لرب البذر اور اسوقت مین یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بھوسا دونون نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسیکو مقدم ذکر کیا ہے سو یون اونسے کہا ہے اور بھوسا دونون نصفا نصف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت و فی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا و بالثلث یستحق النصف مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہین ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے ھم مقتضائے فقہ یہہ ہے کہ بھوسا دونون مشترک ہو بقدر انکی حصہ کے مگر جبکہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ مین مذکور ہے کہ جہان عاقدین کی شرط منصوص نہو وہان عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہین ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے مین نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھہ بھوسا نہین عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی و الطحاوی مختصرا و کذا صحت لو کان الارض و البذر لزید و البقر و العمل للآخر او الارض لہ و الباقی للآخر او العمل لہ و الباقی للآخر فھذہ الثلثۃ جائزۃ اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی ہو اور باقی تین چیزین یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزین یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہہ تین صورتین جائز ہین و بطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض و البقر لزید او البقر و البذر لہ و الآخران للآخر او البقر و البذر لہ و الباقی للآخر فھی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدھما واحد الثلثۃ من الآخر فھی اربعۃ و اذا کان من احدھما اثنان و اثنان من الآخر فھی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صور تونمین اگر زمین اور بیل زید کے ہون یا بیل اور بیج اوسکا اور باقی دو چیزین دوسرے کی ہون یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہہ صورتین باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہین اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل مین سے احد العاقدین کیطرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کیطرف سے تو یہہ چار صورتین ہین اور جبکہ ایک طرف سے دو ہون اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہون تو یہہ تین صورتین ہین و متی دخل ثالث فالکل بحصتہ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک ہون مزارعت مین اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہہ جائز نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحاوی عن الوھبانیۃ و شرحھا و اذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو

وہ شرط کے موافق تقسیم ہو ولا شیٔ للعامل اِن لم یخرج شیٔ فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھہ نہین اگر کچھہ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ مین ھ اسواسطیکہ
استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہی اور خارج کچھہ نہین برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اوسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر
فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر ھ اور زبردستی کیجاتی ہی مزارعت قائم رکھنی کی اوس شخص پر جو انکار کرتا ہی مگر صاحب تخم کہ اوسپر جبر نہوگا بیج ڈالنی
سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو
وہ بیج والیکا ہی اسواسطےکہ اوسکی ملک کی افزایش اور بڑہوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للاخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی
الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اوسکے عمل یا اوسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہی تو عامل کو اوسکے عمل کی مزدوری
دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نکیجاویگی شرط پر پونہچی جہانتک پونہچی محمد کے نزدیک وان لم
یخرج شیٔ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل
حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ مین کچھہ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کیطرف سے ہو تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو
تو اوسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض فلا شیٔ لہ لکرابہ حکما
ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرورہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہا اور حالانکہ
عامل نے زمین مین جوتائی کی ہے تو قاضی کے حکم مین اوسکے واسطے کچھہ نہین اجرت اوسکا جوتنے کی اسواسطیکہ منافع کی قیمت نہین ہوتی اور دیانت مین یعنی فیما بینہ و
بین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیئے تو یہہ فتوی دیا جاویگا کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کہانیکے یعنی عقد مزارعت سے اوسنے فریب کہایا کہ
اور کام سے باز رہا اور جوتنے مین مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ
اذا عمل کا مر اور عقد مزارعت فسخ کرڈالا جاوے بسبب اوس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنیکی طرف جبکہ کہیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ مزارع راضی
کیا جاوے جبکہ وہ کچھہ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جوتائی کی اجرت اوسکو دینا چاہیئے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہو اوسکے ادا کرنے کی
ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو باع جاز اور اگر کہیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہوا ہو کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پہر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کہیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کہیت کی
پختہ ہونے تک اجرت واجب ہی بقدر اوسکے حصے کے زمین سے چنانچہ اجارہ مین اجرت واجب ہوتی ہی ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ مین تہائی ہو تو زمین کی
اجرت کی تہائی اوسپر واجب ہی اور نفقہ دونوں پر ہوگا اسصورت مین کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی
العامل او وارثہ لبقاء العقد استحسانا کما سیجیٔ برخلاف اوس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کہیت پکنی سی پہلے کیونکہ وہان کل یعنی عمل اور کہیت
کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اوسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا ھ طحطاوی نے کہا یہہ دوسرے محل کی گفتگو
ہے اسکا ذکر آگے آویگا دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا
فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد
ایکمرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنی بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بہی دونو
مین اسیطرح نصفا نصف ہی سو مزارع اور اوسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہی اور غلہ دونوں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھہ اجر لازم نہین بسبب اوسکے شریک ہوجانیکے غلہ مین اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہی صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان
البذر ثلثاہ من احدہما وثلثہ من الآخر والریع بینہما نصفان او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ

اور اسیطرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کیطرف سے ہوا اور ایک تہائی دوسرے کیطرف سے ہوا اور حاصل غلہ دونوں مین آدہون آدہ ہو یا غلہ بقدر اونکے بیج کے تو وہ
بہی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت مین کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ مالک مین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا
کذا فی الطحطاوی واعلموا ان نفقة الزرع مطلقا بعد مضی مدة المزارعة علیهما بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کہیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے
مدت مزارعت کے دونو پر ہے بقدر اونکے حصون کے ھ مطلقا یعنی خواہ مدت کی حاجت ہو کہیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اوسکے کذا فی الحلبی واما
قبل مضیها فکل عمل قبل انتهاء الزرع کنفقة بذر ومؤنة حفظ وکری نهر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناهی بقی مالا مشترکا فیجب
علیهما مؤنته کحصاد ودیاس کذا حرره المصنف وحمل علیه اصل صدر الشریعة فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کہیت
پختہ ہونیکے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اسکی شرط نہوئی ہو پہر جب کہیت پختہ ہوکر کمال کو پہونچا
تو اب اشترک ہوکر باقی رہیگا تو عامل اور مالک مین دونو پر خرچ اوسکا واجب ہوگا چنانچہ کہیت کو کٹنا اور دائین چلانیکی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدة پر صدر الشریعة کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے ھ صدر الشریعة نے یون کہا ہی کہ جو عمل قبل
پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہی نہ استحقاق
فان شرطاه علی العامل فسدت کما لو شرطاه علی رب الارض پہر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے
اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل
فیه جمیعا علی العامل او وارثه لبقاء مدة العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیه الی انتهاء الزرع برخلاف سابق یہہ صورت ہی کہ اگر
صاحب زمین مرگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہی یعنی دانہ نہین نکلا تو اسمین تمام عمل عامل پر یا اوسکے وارث پر ہے بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب تا
ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہی تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہوچکا ھ حلبی نے کہا قوله بخلاف مرتبط ہے قوله ونفقة الزرع علیهما بالحصص ولو مات
قبل البذر بطلت ولا شیء للکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہوگیا اور مزارع کی
جوتائی کی کچہہ اجرت نہین چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسیطرح جوتائی کی کچہہ اجرت نہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اوس دین کے جو مضطر کردے بیع زمین کی طرف
کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس وتذریة علی العامل عند الثانی للتعامل وهو الاصح وعلیه الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کرلینا
عمل کا چنانچہ کہیت کاٹنا اور ماڑنا (بیلون سے روندنا ۱۲) اور غلہ کو بہوسہ سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الملتقی ھ عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی وعن الخانیة الغلة فی المزارعة مطلقا ای
ولو فاسدة امانة فی ید المزارع ثم فرع علیه بقوله مزارعت مین مطلقا اگرچہ مزارعت فاسد ہو غلہ امانت ہی مزارع کے ہاتہہ مین پہر مصنف نے اس
قول پر تفریع کی بقول آیندہ فلا ضمان علیه لو هلکت الغلة فی یده بلا صنعه فلا تصح بالکفالة تو مزارع پر تاوان نہین اگر غلہ تلف ہوگیا اوسکے
پاس بدون اوسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانی صحیح نہین نعم لو کفل بحصته ان استهلکها صحت المزارعة والکفالة ان لم تکن علی وجه الشرط والا فسدت
المزارعة خانیه ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصے کا اگر مزارع اوسکو تلف کرڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونون صحیح ہین بشرطیکہ کفالت
بطریق شرط کے نہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیة ھ کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے
سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کیطرف ومثله فی الحکم المعاملة ای المساقاة فان حصة الدهقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کی
مانند حکم مین معاملت یعنی مساقات ہی اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتہہ مین امانت ہی واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی هلک الزرع بهذا
السبب لم یضمن المزارع فی المزارعة الفاسدة ویضمن فی الصحیحة لوجوب العمل علیه فیها کما مر وهی فی یده امانة فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع
نے تقصیر کیا زمین کے سینچنے مین یہان تک کہ کہیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ مین اور تاوان دے مزارعت صحیحہ مین بسبب

واجب ہوتے عمل کے مزارع پر سمجھ مین نہ فاسدہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اوسکے پاس امانت ہی تو ضمان دیگا بسبب تقصیر کے فی السراجیة اَخَّرَ المزارعُ السقیَ
عمداً حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمته نابتًا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قُوِّمَت الارض مزروعةً وغیر مزروعةٍ فیضمن فضل
ما بینهما کذا فی السراجیة سراجیہ مین ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کہیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کیوقت جو زمین مین جمے کہیت کی قیمت ہو اوسکا تاوان دے
اور اگر کہیت کی کچھہ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائیگی تو جس قدر دونون مین زیادتی ہو اوسکا تاوان دیگا یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی
قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دیگا **فروع** مسائل منحہ شارح اَخَّرَ الاکّار السقیَ ان تاخیراً معتاداً لا یضمن والّا ضمن مزارع نے سینچائی
مین تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین مین اور کہیت خشک ہو جاے تو تاوان نہ دیگا اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دیگا شرط علیه الحصاد فتغافل
حتی هلک ضمن الّا ان یؤخر تاخیراً معتاداً مزارع پر کہیت کاٹنا مشروط ہوا سو اوسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دیگا مگر یہہ کہ اتنی تاخیر
کرے جسکی عادت ہی تو تاوان نہین ترک حفظ الزرع حتی اکله الدواب ضمن وان لم یَرُدَّ الجراد حتی اکل کله ان امکن طرده ضمن والّا لا
بزازیہ مزارع نے نگہبانی کہیت کی یہانتک چھوڑی کہ اوسکو چوپائے جانور کہا گئے تو تاوان دیگا اور اگر اوسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کہیت کہا گئی
تو اگر اوسکا ہانکنا ممکن تہا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تہا تو تاوان نہین کذا فی البزازیہ زرع ارض رجلٍ بلا امره طالبه بحصة الارض فان کان العرف
جاریا فی تلک القریة بالنصف او بالثلث ونحوه وجب ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین مین زراعت کی بدون اوسکے امر کے تو صاحب زمین
اوس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اوس گانوں مین عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکی تو وہی واجب ہوگا حَرْثٌ بین رجلین ابی احدهما
ان یسقیه اُجْبِرَ فلو فسد قبل رفعه للحاکم لا ضمان علیه وان رفع الی القاضی وامره بذلک ولم یفعل ضمن جواهر الفتاوی ایک کہیت ہے دو شخصون
کی شراکت مین ایک شخص نے اوسکے سینچنے سے انکار کیا تو اوسپر زبردستی کیجاے سینچنے مین اور اگر کہیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اوسپر تاوان نہین
اور اگر اوسنے قاضی سے نالش کی اور اوسنے اوسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اوسنے نمانا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی ہم ظاہر اس مسئلہ
کی صورت یہہ ہے کہ کہیت مشترک ہی نہ بطریق مزارعت کی اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے شرط البذر علی المزارع ثم زرعها ربُّ الارض
ان علی وجه الاعانة فمزارعةٌ والّا فنقضٌ لها بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کہیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہہ بوجہ اعانت ہی تو یہہ مزارعت ہے
اور نہین تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الآجر مزارعةً جاز ان البذر من المستاجر ومعاملةً لم یجز مستاجر نے
اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہی اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقات کی دی تو جائز نہین استاجرها ثم استاجرها
صاحبها لیعمل فیها جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تاکہ اوسمین عمل کرے تو
جائز ہے یہہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سواے مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق
مساقات کے زمین دینا جائز نہین قلت وفیه اخر باب جنایة البهیمة معزیا للخلاصة بستانی ضیّع امر البستان وغفل حتی دخل الماء
وتلفت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان ولو فیه الحصرم ضمن الحصرم لا العنب لنهایته فصار حفظ علیهما قلت ویضمن
العنب فی عرفنا انتهی مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جنایة البہیمہ کی آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہی کہ بستانی یعنی ساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا
اور غافل ہوگیا یہانتک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین صاحب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختون کا نہ دیوار کا
اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اوسکا بہی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پونہچ گیا تو اوسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی
مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بہی تاوان دے انتہی وفی النهر انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع کمرمة دارٍ مشترکة
خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اوسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کر سکتا جیسے مشترک گھر کا
مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مزارع غائب ہے قبل انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر

صرف کیا غائب سی پھیر لے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہو جاے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور مالک مین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہی تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم دیگا جب گواہی ثابت ہو کہ کھیت اوسمین اور غائب مین مشترک ہی اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ماتَ العاملُ فقالَ وارثُه انا اَعملُ الی ان یُستحصَدَ فلہ ذلک وان اَبیٰ ربُّ الارضِ ملتقی مزارع مرگیا سو اوسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اوسکو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نامنے کذا فے الملتقی و فی الوھبانیۃ **ویاخذُ ارضًا للیتیمِ وصیُّہ مزارعۃً ان کان ماھو یَبذُرُ** اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہو بیج ڈالنی والا ھم اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فے الطحطاوی **ولو قالَ بذرُ الارضِ منّی مزارعٌ + لہ القولُ بعدَ الحصدِ والخصمُ منکرٌ** اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا کھیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاۃ

کتاب المساقاۃ یہ کتاب مساقات کے احکام مین لا یخفی مناسبتُها پوشیدہ نہین مناسبت مساقات کی مزارعت سی ھم اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقات مین باغ اور درختونکی اصلاح ہی سچائی وغیرہ سی **ھی معاملۃٌ بلغۃِ اھلِ المدینۃِ** مساقات اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقات کو معاملہ کہتے ہین **فھی لغۃً وشرعًا معاقدۃٌ فی الشجرِ والکرومِ وھل المرادُ بالشجرِ مایعمُّ غیرَ المثمرِ کالجوزِ والصفصافِ لوارادَ الی من یُصلحہ بجزءٍ معلومٍ من ثمرہ** تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ ہے شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اوس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اوسکی معین پہلو پر اور کیا شجر سی وہ درخت بہی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسے جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکھا کتب فقہ مین ھم یعنی مساقات کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی ہر یہی اور مسکین وغیرہ مغائرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقات مفاعلت ہی سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقات مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جا کہ ذکر اوسکا بنا بر عادت غالب کے ہے **وھی کالمزارعۃِ حکمًا وخلافًا** اور مساقات مزارعت کی مانند ہی ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقات صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہہ ہی کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے **وکذا شروطًا تُمکنُ ھنا کخرجِ بیانِ البذرِ ونحوِہ** اور اسیطرح مساقات مزارعت کی مانند ہی اون شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا چنانچہ اوسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاے ھم شروط ممکنہ مساقات چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کر دینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہوگا **فی اربعۃِ اشیاءَ فلا تشترطُ ھنا اذا امتنعَ احدُھما یُجبرُ علیہا اذ لا ضررَ بخلافِ المزارعۃِ کما مرَّ** مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک یہہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اوسپر مساقات مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اوسپر جبر نہین **واذا انقضتِ المدۃُ تُترکُ بلا اجرٍ ویُعملُ بلا اجرٍ وفی المزارعۃِ باجرٍ** اور جبکہ مساقات کی مدت منقضی ہو جاے تو چھوڑ دیجاے بدون اجر کے اور اوسمین عمل کیا جاے بدون اجر کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ ھم یعنی مدت مساقات اگر منقضی ہو جاے اور پھل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت مین مزارع پر اجرت زمین کی بقدر اوسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اوسکے حصہ کے اجرت واجب نہین ہو اسلیکہ اشجار کا اجارہ درست نہین برخلاف مزارعت کہ وہان زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **واذا استُحقَّ النخیلُ یرجعُ العاملُ باجرِ مثلہ وفی المزارعۃِ بقیمۃِ الزرعِ** اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل بھرلے اور مزارعت مین کھیت کی قیمت لے ھم عامل اوسوقت اجر مثل لیگا جب کہ کچھ ثمر ہوا ور اگر پھل نہون تو کچھ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیۃ **والرابعُ بیانُ المدۃِ لیسَ بشرطٍ ھنا استحسانًا للعلمِ بوقتہ**

حادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقات مین نہین بیان کرنا ہو مدت کا سو بیان مدت یہان استحسانا شرط نہین بسبب معلوم ہونے اوسکے
وقت کے بطریق عادت کے ھم یعنی پختگی پہل کا وقت مقرر ہے اوسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقعُ علی اولِ ثمرٍ یخرجُ فی اول السنۃ
اور اسوقت یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقات واقع ہوگی پہلی پہل پر جو پیدا ہوا اول سال مین ھم یعنی مساقات منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اوس سال مین خارج ہو
اسواسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اوسکا مشکوک ہو و فی الرّطبۃِ علی اِدراکِ بَذرِھا اِذِ الرغبۃُ فیہ وحدَہٗ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات
منعقد ہوگی اوسکی بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اوسکی فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ھم رطبہ بفتح اول ولایت مین عمدہ چارہ ہے ایکبار کا بویا سالہا سال رہتا
ہو اسکی بیج کی زیادہ قدر ہو طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہو اوسکو قضب کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو دریس بولتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ سے جمیع
بقول مراد مین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ
ثمرٌ فسدت اور اگر اوس سال مین پہل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃً لاتخرجُ الثمرۃُ فیہا فسدت اور اگر ایسی
کم مدت ذکر کرے جسمین پہل پیدا نہو تو مساقات فاسد ہے و لو تبلغ الثمرۃُ فیہا او لا تبلغ صحّ لعدم التیقّنِ بفواتِ المقصودِ اور اگر اتنی مدت
مذکور ہو کہ گاہے اوسمین پہل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوتِ مقصود کے ھم بلکہ اوس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث
آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقات اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقتِ المسمیّ فعلی الشرطِ لصحۃ العقدِ و الا فسدت فللعاملِ اجرُ المثلِ
لِیدوم عملُہ الی اِدراکِ الثمرِ تو اگر پہل پیدا ہوا وقت مسمے مین تو مساقات اپنی مشروط پر ثابت ہو بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو
مساقات فاسد ہو سو عامل کیواسطے اجر مثل ہے تاکہ اوسکا عمل ہمیشہ بنا رہے پہل پکنے تک ولو دفع غراسًا فی الارضِ لم تبلغِ الثمرۃَ علی ان
یُصلحہا فما خرج کان بینہما نصفین فسدت ہذہ المساقاۃ ان لم یذکرْ اعوامًا معلومۃً وان ذکر ذلک صحّ اور اگر ایسے پودہے درخت کے جو زمین مین قائم
ہین اور ہنوز اونکے پہلنے کی نوبت نہین پونہچی مالک نے باغبان کو دئے اس شرط پر کہ اونکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پہل پیدا ہو وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہہ مساقات فاسد ہو اگر وہ چند سال معین کو ذکر نکرے اور اگر ذکر کرے اوسکو تو عقد صحیح ہے ھم بیان مدت اسصورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ
نئے درختونکا پہل لانا نہایت متفاوت ہوتا ہو باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصولَ
رَطبۃٍ فی ارضٍ مساقاۃً ولم یُسمّ المدۃَ اور اسیطرح مساقات فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ھم یعنی بقاء اصول
تک مساقات فاسد ہو اسواسطے کہ اوسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی جڑین بڑہا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم رہین تو مدت مجہول ٹہری کذا فی الزیلعی
بخلاف الرطبۃ فانہ یجوزُ وان لم یُسمّ المدۃَ ویقع علی اول جزٍّ یکون بر خلاف رطبہ کے کہ اوسکی مساقات جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد
واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ھم اسواسطے کہ اوسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چہ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رَطبۃً انتہی جُذاذُھا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرُھا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیانِ المدۃِ و الرطبۃُ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت منتہی
ہوگیا اس شرط پر کہ عامل اوسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اوسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقات جائز ہے بدون بیان کئے
مدت کے اور رطبہ اوسکے مالک کی ہے ھم اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو منصفہ شرط کرنا
صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اوسمین کچہہ اثر نہین کذا فی الدرر و لو شرطا الشرکۃَ فیہا ای فی الرطبۃِ فسدت
لشرطِہما الشرکۃَ فیما لاینمو بعملِہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بہی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہو اسواسطے کہ اونہون نے اوسمین شرکت شرط کی
جو نہین بڑہا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تہا اوسکی محنت سے پہلے وتصحُّ فی الکرمِ والشجرِ والرطابِ المرادُ منہا جمیعُ البقولِ واُصولِ
الباذنجانِ والنخلِ وخصّہا الشافعیُّ بالکرمِ والنخلِ اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور
مساقات صحیح ہے بیگن کی جڑونمین اور کہجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہو انگور اور کہجور مین لو فیہ ای الشجرِ المذکورِ ثمرۃٌ غیرُ

مُدْرِکَۃٍ یعنی تزید بالعمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہو اگر درخت مذکورہ مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت
سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہین مزارعت کی مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ
لیغرس ویکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد اگر سفید یعنی خالی صاف زمین
دی مدت معین پر تاکہ عامل اوسمین درخت لگا دے اور زمین اور درخت دونون نصفا نصف ہو تو مساقات صحیح نہین بسبب شرط ہونے شرکت کے اوس چیز
مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہہ قفیز الطحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ
غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اوسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے
واسطے اوسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانیکے دن تھی اور اوسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف
الارض ویستأجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشیٔ قلیل لیعمل فی نصیبہ فحصل الشرکۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہہ حیلہ ہو کہ عامل
آدھے درختونکو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کیواسطے نوکر رکھ لے تھوڑیسی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت
کرکے درخت طیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل
نصف زمین اور نصف درختونکا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہوجاوین ذہبت الریح بنواۃ رجل والقتہا
فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی گٹھلی کو ہوا اوڑا لیگئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اوسکو ڈالا سو
اوس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وکذا لو وقعت خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ
لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے کہ شفتالو نہین جمتا مگر اوسکے
گوشت کے جانیکے بعد یعنی جمنے کیوقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدہما ومضی
مدتہا والثمر نی ہذا قید للصورتین الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کی مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت
منقضی ہوجانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونونکی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ
علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اوس کے
وارث اوسپر قائم رہین اگر چاہین یہان تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اسکو پسند نکرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے
پر انپر جبر نہوگا ہم اور مالک زمین کو اسصورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثونکے ساتھہ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے
عامل کے حصے کی قیمت دیدے اور سب پھلونکا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلونکی خبرگیری کرا دے اونکی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ
جو پھلونمین ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنی
مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہون یہہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ہم اور اگر عامل کچے پھل
توڑ لینے پر راضی ہو تو اوسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اوسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا
اور مالک زمین کے وارثونکو خیارات ثلثہ متقدمہ ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل ہم اور اگر عامل اور مالک زمین
دونو مرگئے تو اوسمین عامل کے وارثونکا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل
ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے
جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہے عذر سے
مزارعت کی مانند چنانچہ اجارات مین فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنہ کون العامل عاجزا عن العمل وکونہ سارقا یخاف علی ثمرۃ وسعفہ منہ

دفعاً للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اوسکا چور ہونا کہ اوسکی طرف سے خوف ہو اوسکے پہل اور شاخون پر فسخ جائز ہو اور دفع ضرر کیواسطے **فروع**
مسائل ملحقہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی و تلقیح و حفظ فعل العامل وما بعدہ کجذاذ و حفظ فعلیہما و لو شرط علی العامل فسدت اتفاقاً
ملتقی والاصل ان ماکان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہی
چنانچہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونو پر لازم ہی اور اگر عمل
بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقات فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد
پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونو پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونو پر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما
علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات
کے دی پہر ایک شریک نے نصف پر کچھہ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ یہہ ہبہ ہے اوس شیء کا جو قسمت پذیر ہی اور اگر عامل نے
زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر للشریک لیقع العمل لنفسہ
درخت دیا اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہین ہوا اوسکی واسطے اجرت بھی نہین اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اوسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا
ہم یعنی عمل اصالتاً اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور تبعاً غیر کیواسطے و فی الوہبانیۃ وما للمساقی ان یساقی غیرہ ؛ وان اذن المولی لہ لیس ینکر
اور وہبانیہ مین ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہین یہہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دیوے اور اگر مالک اذن دیوے اوسکو تو معیوب نہین ہم یعنی اگر مالک یون کہے
کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقات کرنا درست ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم بجای اذن اطلق بولتا
تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی و فی معایاتہا **ہ** وای شیاہ دون ذبح تحلہا ؛ وای المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون سے
یہہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہی اور کونسے مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ہم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ وہ بکری
مراد ہی جو جنگل مین وحشی ہوگئی کسیطرح اوسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اوسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھہ پانون مین
لگے خواہ پیٹ یا پیٹہہ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ ہر ساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت مین بمعنی چہپانیکے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم
بوتا ہی تو اوسکو خاک مین چھپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی **خاتمہ** منح الغفار مین ہے کہ محمد بن فضل کی فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا
الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً مین حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح
کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اوسکی زراعت
طیب نہیگی اور اسیطرح اگر بیج بو دیگا یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک
ہو گیا یا ادای ثمن مین مدت معین کے ہو جانیکے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اوسکی کہیتی طیب نرہیگی اور مستحب یہہ ہے کہ بیج
زمین مین ڈالے طہارت کرکے پہر کہیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑھے اور یہہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ
لی وبارک لی فیہ پہر درود پڑھے تو حق تعالی اس کہیت کو آفات سے بچا دیگا اور اوسمین برکت کریگا اور جب کہیت پختہ ہو تو مستحب ہوکہ یہی کہ کیل یا
وزن کرنیوالا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہوگی پہر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہہ دعا کرے یا رب القیت بذرا
قلیلاً واعطیتنی شیأ کثیراً فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسیطرح درخت لگانے مین کرنا چاہیئے کذا
فی الطحطاوی تبصرف واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم **کتاب الذبائح** یہہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع
ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارعت سے ہونا
دونونکا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجامکار مین ہم مناسب یہہ تہا کہ شارح ذبائح اور مساقات مین مناسبت

نہ کور کرنا اسواسطے کہ ذبائح مساقات کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقات اور ذبائح ہر ایک مین خورش انسانی مذکور ہے مساقات مین پہل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر و اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوی جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک او الجراد فیحلان بلا ذکوۃ و دخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل لم یدرک ذکاتہ شرعیا اختیاریا کان واضطراریا جو جاندار کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہو جبتک ذبح نکیا جاوی بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کہا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ھ حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نزا تعریف مین انتہے لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرحہ وطعنہ وانہار دمہ فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن سے جہان کہین زخم واقع ہو ھ کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھہ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام و تشدید با نحر کرنیکا مقام ہے سینہ سے ھ واضح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم کرنا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے القانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہے لبہ سینہ کا موضع ہے اوسکے نحر کرنیکا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے سینہ سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اوسکے اوپر یا اوسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ھ ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشانے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدہ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہماری علمانے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سبکے نزدیک ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم مین سے جانب سر کچھہ باقی نرہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہوگا تو وہ ماکول نہوگا بالاجماع اور اسیطرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہرا زیلعی اور اوسکے ساتہیونکا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیئے انتہے مختصرا والمری ھو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری بوزن امیر ہے یعنی کہانے اور پینے کی راہ ھ اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصای فم مین دو منفذ مین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کیطرف اوسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کیطرف اوسکو مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اوسکے پیچھے ہے پشت کیطرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہین جنمین خون پہرتا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہین ھ دونون رگین حلقوم اور مری کی چپ و راست واقع ہین یہہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلئے متعین ہوتین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکل جانے کیواسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوی کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹجانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کی برابر ہے ھ تین رگون کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وھل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ مین سے ہر رگ کی اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ھ شلبی نے حاشیہ مین کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہوجاوین تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے جو مذکور ہو چکی دوسری روایت یہہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ

مین سے ہر رگ کا اکثر کٹجانا ضرور ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہوجاے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما
افری الاوداج اراد بالاوداج کل اربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہو حجر
ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس
یا نرکل کے پوست سے یا باڑہ دار پتہر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چارون رگونکا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتہر چہری کی مانند ہے جس سے ذبح
کرتے ہین ہم شلبی نے حاشیہ مین کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات مین ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہوسکتا ہی اگر آگ رکہی
جاے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونون شہرگ کو قطع کردے تو اوسکا کہانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح مین مذکور کیا ہی انتہی اور اوسکے خط سے حاشیہ پر لوٹ
مذکور ہے کہ یہہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہی کہ ذکاۃ آگ سے نہین واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین کہ
جیسے دانت اور جیسے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہین ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت
اور ناخن منزوع ہون یعنی علیحدہ اور جدا ہون منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیون کے نزدیک ونسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر یعنی حیوان
کو تکلیف ہی جیسے جانور کا ذبح کرنا کند چہری سے مکروہ ہی ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث مین منع وارد ہی کہ وہ حبشیون
کی چہریان ہین یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہین اور حنفیون کے نزدیک یہہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیون سے یہی صادر ہوتا ہی طحطاوی
نے کہا کہ ظاہر اکراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اوسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا
الی المذبح اور مستحب ہے تیز کرلینا چہری کا مذبوح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانیکے بعد مکروہ ہی جسطرح اوسکا پانون پکڑکے کہینچنا مذبح کیطرف مکروہ ہے
ہم حدیث مین وارد ہی کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہی تو جب قتل کرو تو اچہی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچہی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ
تیز کرلے اپنی چہری کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے
جانور کا ذبح کرنا اوسکی گردن کے پیچہے سے اگر وہ زندہ رہے رگون کے کٹجانے تک اور اگر اسقدر زندہ نرہی تو اوسکا کہانا حلال نہین بدون ذبح کے مرجانیسے
ہم وجہہ کراہت مخالفت سنت کی ہی اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع فسکوت بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی
جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہانتک کہ حرام مغز تک چہری پہونچ جاے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاء معجمہ پہونچنا چہری کا نخاع تک اور نخاع سفید
رگ ہی گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بہی لغت مین درست ہی حرام مغز کو کہتے ہین جو گردن اور پیٹہہ کی گریون مین دنبالہ کی مانند واقع ہے
طحطاوی نے کہا بعضون نے کہا نخع یہہ ہے کہ گردن کو کہینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہوا اور بعضون نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹہنڈی ہونے سے پہلے اور یہہ سب
افعال مکروہ ہین کہ بلا فائدہ تعذیب ہی چنانچہ زیلعی مین ہی وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب
وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کہال کا اودہیڑنا ٹہنڈی ہوجانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب سے پیشتر اور یہہ تفسیر باللازم ہی چنانچہ مخفی نہین یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہی بدون عکس اسواسطے کہ کاہی سکون عن الاضطراب
ہوتا ہی اور برودت اوس سے متاخر ہوتی ہی اور منجملہ تعذیب بیفائدہ سے یہہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک
التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کیوقت قبلہ رخ نہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم
ان کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہی ذبح کرنے والیکا مسلمان ہونا اور محرم نہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا
غیر محرم اور خارج حرم ہونا اوسوقت شرط ہی جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف مین ذبح کرنا حلال نہین کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا
حلال ہم پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہی او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہی ذابح
کا اہل کتاب ہونا خواہ وہ ذمی ہو یا حربی مگر جبکہ اوس سے ذبح کیوقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ذبیحہ حلال نہین ہم یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسواسطے

حلال ہے کہ وہ توحید کے معتقد نہین اور اصل اسمین آیت قرانی ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور
طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اوسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مہیلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری
مین ہے کتابی کا ذبیحہ اوسوقت کہاجاوی جبکہ ذبح کیوقت مسلم وہان موجود نہو اور کتابی سے کچھہ سُنا نہو یا ذبح کیوقت اوس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو
اور جبکہ کچھہ سنا ہو تو اسپر محمول ہو کہ اوسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے بسلم کی مانند اور جبکہ اوس سے اللہ تعالے کا نام سُنا اور اوسنے اللہ تعالی سے
مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہاہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہی تین کا تو اب
ذبیحہ حلال نہین انتہے فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امراۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی
کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالی کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہوا اور ذبح کرسکتا ہو ھم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ
اوسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اوسپر خدا کا نام لیا جاوی اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا جانتے ہون اور اسپر قادر ہون تو وہ عاقل
بالغ کی مانند ہین کذا فی الدرر منح الغفار مین ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسی ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو اونکا ذبیحہ حلال نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہرطرح
حلال ہے خواہ اوسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اوسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو
گونگا زبان سے نام خدا لینے سی عاجز ہے تو وہ معذور ہی اور اوسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہی تو وہ ناسی کی مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کیوقت نام خدا
لینا بھول جاوی بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہی کذا فی المنح لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ
بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ھم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن
یعنے حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سی چنانچہ اشباہ مین ہے ملتقط سی اور ظاہرا محل اسکا وہ ہی جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نکری اور اگر آدمی کیصورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اوسکا ذبیحہ حلال ہو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا تحل
لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر اوسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ
اسواسطے کہ سُنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کی مانند ہوگیا کذا فی القنیۃ ھم مصنف نے
منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہی مین کہتا ہون اور ظاہرا صاحب
فوائد زینیہ نے جو مصنف ہی اشباہ کا یہہ قول قنیہ سی لیا ہی اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اوسکے آباء اور
اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کی مانند ہین اور اگر اونکی باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیۃ
مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہین اسواسطے کہ معتزلہ
اہل سنت کو مجبرہ کہتی ہین چنانچہ بیہقی جیشمی معتزلی کے کلام سی یہہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اونکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور
ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبریہ سی بدلدالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہے اور ظاہرا مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ
کے فرق کیطرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوی اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اونکا یہہ ہی کہ بندون مین استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین
اور تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر مین علماء سلف اور خلف مین اختلاف ہی اور اسمین شک نہین کہ جسکا مذہب بدعت
موجب للکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اوسکا اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی
ہو تو اوسکی تکفیر مین اختلاف ہی بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سی اور بعضون نے اونکو جماعت
مسلمین سے نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اونہون نے کہا ہی کہ وہ عاصی گمراہ ہین اونپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سی میراث
پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ان اکثر اہل مذہب اونکو کافر کہتے ہین لیکن یہہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور

مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہیٰ ما فی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اوسکا
باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب تہا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنیکے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدۂ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً
بخلاف یہودی تنصّر او مجوسی تنصّر لانہ یُقرّ علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجّس یہودی لا یحل ذبیحتہ کانہ برخلاف اوس یہودی یا
مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اوسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اوسنے انتقال کیا یعنے
اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہی تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کیوقت تو اگر یہودی مجوسی ہوجاوے تو اوسکا ذبح حلال نہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی
کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کی مانند ہے یعنی اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے بہ نسبت
مشرک سے اوسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً خلافاً للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اوسکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کیوقت برخلاف امام شافعی کے
لقولہ تعالی ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اوسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے
تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اوسکا نافذ نہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حل خلافاً لمالک پھر اگر
نام خدا بھولکر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنے اونکے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع
نے ناسی کو ذاکر کی مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کردیا چنانچہ اکل ناسیاً کو قائم مقام امساک کے کردیا صوم میں اسی سبب سے
وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم در اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اوسکے غیر کو ذکر کرے
تو اگر غیر خدا کو ملادے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کیطرف سے یا میری طرف سے
اور وصل بلا عطف سے ہی یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہونیکے سبب سے تو ذابح شروع کرنیوالا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ
مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدر عن غایۃ البیان ہم حموی
میں نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے
اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا ہے یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب
سے حرام ہونا اوسوقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ
بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنیکے عدم عرف کی جہت سے کذا
فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آیندہ میں بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیۂ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ
غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور یہی
اس کلام کا وہی جو ہمنے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر
ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنی
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ
والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اوسپر غیر خدا کا نام
پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اوس ذبیحہ کہانیکا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمیں مجکو ذکر کرنا نچاہیے ایک تو چھینکنے
کیوقت اور دوسرے ذبح کرنے کیوقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا بأس لعدم
القران اصلا پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علٰحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے

سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنیکے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اسمین غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر مین نہ حقیقت مین ہے بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہہ دعا کی اِنِّی وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ علے مِلَّۃِ ابراہیم حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی مین یون ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّی وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِی **والشرط فی التسمیۃ ھو الذکر الخالص عن شوب الدعاء فلا یحل بقولہ اللھم اغفر لی لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل** اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے مین شرط یہہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہین فقط یون کہنے سے اللھم اغفرلی یعنی الہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا **ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصدہا التسمیۃ** اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کیوقت سو اوسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہے اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا **بخلاف الخطبۃ حیث یجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا لا لیوفق بینہ وبین ما مر فی الجمعۃ فتامل** برخلاف خطبہ کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے مین کہتا ہون اور اسکا حمل کرنا اوسصورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہہ اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاے اسمین اور اوسمین جو مذکور ہو چکا جمعہ مین سو تامل کر ہے مصنف نے جمعہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہے ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہیں ہین صریح تو فقط بسم اللہ ہی تو یہہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی **والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بھا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو** اور ذبح کیوقت یون کہنا مستحب ہے بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھہ یون کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کیطرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھہ ہے ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ حرام ہو جاے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہہ کہ فور مقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری مین ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر بزمان قلیل جس سے بچنا ممکن نہیں اور جسطرح حدیث مین واو منقول ہے اسیطرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی **ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بھا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بھا امرا اٰخر فانہ لا یصح فلا یحل** اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اوسکے اگر اوسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سواے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہے درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہین اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہین کہ اوسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہے **تنبیہ** اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اوسنے نا رہونز کو ظاہر نکیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نکیا اور اوسکو قصدا ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی سے

کما لو قال الله اکبر و اراد به متابعة المؤذن فانه لا یصیر شارعا فی الصلوة بزازیه چنانچه اگر کسی نے الله اکبر کہا اور اوس سے موذن
کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تحریمہ سے شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کذا فی البزازیہ و فیها و تشترط التسمیة من الذابح
حالة الذبح او الرمی بصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن الطلب کما سیجئ اور بزازیہ مین ہے اور شرط ہی بسم الله کہنا ذابح
سے ذبح کیحالت مین یا شکار کیواسطے تیر مارنے کی حالت مین یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کیحالتمین یا لوہا رکہنے کی حالتمین گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ
شکار کرنیوالا نہ بیٹھہ رہا ہو اوسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا و المعتبر الذبح عقب التسمیة قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع شاتین احداهما فوق الاخری
فذبحهما ذبحة واحدة بتسمیة واحدة حلا بخلاف ما لو ذبحهما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فیتعدد التسمیة ذکره الزیلعی فی الصید
اور معتبر ہی ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریون کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پہر دونونکو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح
کرنے سے ایک ہی بار بسم الله کہنے سے تو دونون حلال ہین برخلاف اوسکے اگر دونونکو علے التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پہر دوسری اور تسمیہ ایک ہی
بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنے ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے کتاب الصید مین و لو سمی الذابح ثم
اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال و قطع الفور حرم و الا لا و حد الطول ما یستکثره الناظر و اذا احد الشفرة ینقطع الفور بزازیہ اور اگر
ذبح کرنیوالا بسم الله بولا پہر کہانے یا پینے مین مشغول ہوگیا پہر اوسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہین تو حرام
نہین ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکہنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چہوری تیز کی پہر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگی کذا فی البزازیہ
هم طحطاوی نے کہا ان مسائل مین اور مسائل سابقہ مین تحریر فرق چاہیے وحُبّ بالحاء نحر الابل فی اسفل العنق و کره ذبحها و الحکم فی غنم و بقر
عکسه فندب ذبحها و کره نحرها لترک السنة و منعه مالک اور مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اوسکا ذبح کرنا اور
بہیڑ بکری دنبہ اور گای بیل مین بالعکس اسکا حکم ہے یعنی اونکا ذبح کرنا مستحب ہی اور اونکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت کے سبب سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہی
هم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہی قطع عروق سے اسفل عنق مین صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہی قطع عروق سے اعلای عنق مین تحت اللحیین اهـ استحباب سے
یہان سنت مراد ہی اسواسطیکہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچہہ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سی کہ اوسنے اسکو سنت کہا ہی
فتاوی عالمگیری مین خزانة المفتین سے منقول ہی کہ اگر ذبح کیا جسمین نحر مستحب ہی یا نحر کیا جسمین ذبح مستحب ہی تو جائز ہی لیکن ترک سنت ہی اور آبیاری کی شرح کنز
مین ہی کہ شترمرغ اور بطا اونٹ کی مانند ہے نحر مین اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن طویل ہے اوسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی مین تحفہ سی منقول ہے کہ آداب ذبح
سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائین کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پانون باندہے اور داہنے ہاتھہ سے ذبح کرے اور چہری اول تیز کر لے اور
چہری چلانے مین حلقوم پر اور ذبح مین نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی و لا بد من ذبح صید مستانس لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیها
عند العجز عن ذکاة الاختیار اور ضرور ہے ذبح کرنا اوس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاة اضطراری کیطرف تو اوسیصورتمین حاجت ہوتی ہے
جب ذکاة اختیاری سی عاجزی ثابت ہو و کفی جرح نعم کبعیر و غنم توحش فیجرح کصید او تعذر ذبحه کان تردی فی بئر و نحوه و صال حتی لو قتله
المصول علیه مریدا ذکاته حل اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گای بیل اور بہیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کی مانند
یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئین مین یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے
حملہ کیا ذکاة کی نیت سی تو وہ حلال ہی و فی النهایة تعسرت ولادتها فادخل رجل یده و ذبح الولد حل و ان جرحه فی غیر محل الذبح ان لم یقدر
علی ذبحه حل و ان قدر لا اور نہایہ مین ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اوسکے مالک نے اپنا ہاتہہ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا
اور اگر اوسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل مین تو اگر قادر نہو سکا اوسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تہا ذبح پر تو حلال نہین قلت و نقل
المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیده حیا او اشرف ثوره علی الهلاک و ضاق الوقت عن الذبح او لم یجد آلة الذبح فجرحه حل فی روایة

مین کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کیصورتونمین سے ایک صورت وہ ہی کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا یا اوسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اوسنے ذبح کرنیکا ہتہیار نپایا سوا اوسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا ھ بہتر یہہ تہا کہ شارح بجای فی روایۃ کے فی قول کہتا اسواسطی کہ یہہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہاکہ اوسکا کہانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اوسکا مالک اوس تک نہین پونہچ سکتا تو اگر اوسکی فوت اور موت کا خوف نہو اور اوسکو تیر سے مارے تو اوسکا کہانا جائز نہین اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اوسکا کہانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس اوڑ گیا پہر اوسکے مالک یا اور کسی شخص نے اوسکو تیر مارا تو فقہا نے کہاکہ اگر وہ اپنے مکانپر نہ آسکتا ہو تو اوسکا کہانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطی کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکانپر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اوسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہہ ہی کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی ع اِنِ الجَنِینُ مُفرَدٌ بحکمہ ؛ لم یَتَذَکَّ بذَکاۃِ اُمِّہ ؛ فحذف المصنف اِنْ اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہو جاتا اپنی مان کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے اِن شرطیہ کا لفظ حذف کیا ھ یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اوسکے حلال ہونے سے وہ بہی حلال ہو جاوے وقالا اِن تمّ خلقہ اُکِل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃُ الجَنِینِ ذکاۃُ اُمّہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہاکہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کہایا جاوی بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ ہی اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہی یعنے جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ کی مانند ہے اس دلیل سے کہ اوسکی روایت نصب سی بہی آئی ہے ھ اکمل نے شرح ہدایہ مین کہاکہ ذکاۃ امہ برفع ونصب دونون طرح مروی ہی تو اگر منصوب ہو تو کچہہ اشکال نہین اوسلی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بہی اشکال نہین اسواسطی کہ وہ تو ہی ترسے تشبیہ مین اول کقول الشاعر وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بحیوتہ اور مان کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اوسکی موت کا تیقن نہین ہی یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنیسے زندہ بہی رہتا ہی تو اوسکی موت یقینی نہوئی ھ یہہ تنبیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کہانا اوسکی مان کے ذبح کرنے سی حلال نہو تو اوسکی مان کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطی کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہی اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہی چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنی نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنی چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سی اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سی اسواسطیکہ اگرچہ وہ نیشدار ہی لیکن نیش سی شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سی کبوتر سا طائر حرمت سی نکل گیا اسواسطیکہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہی شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانیوالا غارتگر پہاڑنیوالا قاتل بنا بر عادت کے ھ حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیشدار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کہانی سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سی وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پہاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سی بہی وہ مراد ہی جو اپنی چنگل سی شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہہ ہی کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوتی ہی شرعا تو خوف یہہ تہا کہ انکے گوشت کہانے سی انہین کی خوی بد انسان مین بہی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کیواسطی حیوانات مذکورہ حرام ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چہوٹے جانور زمین پر چلنی والے اور رینگنی والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہی حشرہ بالتحرک کی کذا فی القاموس ھ ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گہوس اور نیولا اور سیہی جو زمین مین رہتی ہین حرام ہین اسواسطیکہ مستخبث ہین

ل اوجہڑی بہکنین اوسکی اکہنین یعنی اوجہڑی گردن اوسکی گردن اوسکی ہی

قال تعالیٰ وَیُحَرِّمُ عَلَیْہِمُ الْخَبَائِثَ اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولحمُ الاہلیۃ بخلافِ الوحشیۃ فانہا ولبنہا
حلالٌ اور حلال نہین پالتو گدہے برخلاف وحشی گدہون یعنی گورخر اور اونکا دودہ حلال ہے ھم پالتو گدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جاے اور گورخر
حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہو جاے اور اوسپر پالان باندہا جاے کذا فی العالمگیریۃ والبغلُ الذی اُمُّہ حمارۃٌ فلو اُمُّہ بقرۃٌ اُکِلَ اتفاقاً ولو فرساً
فکاُمّہ اور وہ خچر حلال نہین جسکی ماں گدہی ہے تو اگر خچر کی ماں گای ہو اور باپ اوسکا گدہا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گہوڑی ہو تو وہ
اپنی ماں کی مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھم قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اوسکی ماں کا
اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اوسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اوسکا حلال ہو والخیلُ وعندہما والشافعی
یَحِلُّ وقیل انّ اباحنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوٰی عمادیۃ اور حلال نہین گہوڑا اور گہوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور
شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اوسکی حرمت سے رجوع کی اور اوسکے حلال ہونیکے قائل ہوئے اور
اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ھم ہدایہ مین گہوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر مین بقول فخر الاسلام اور ابوالمعین کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے
تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین مین کچہہ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہین لیکن کراہت تنزیہی کے ساتہہ کذا فی الطحطاوی
ولا بأس بلبنہا علی الاوجہ اور گہوڑی کے دودہ مین کچہہ مضائقہ نہین بر قول وجیہ تر ھم اسواسطے کہ اوسکے دودہ پینے مین سامان جہاد کی کچہہ کمی متصور نہین بخلاف
گوشت حلال کہلانے کے کذا فی المنح والضبعُ والثعلبُ لانّ لہما ناباً وعند الثلثۃ یحلّ اور حلال نہین بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونون نیشدار ہین اور امام
شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہین والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ اور حلال نہین کچہوا خشکی کا ہو یا دریائی والغرابُ الابقعُ الذی یاکل الجیف
لانہ مُلحقٌ بالخبائثِ قالہ المصنفُ ثم قال والخبیثُ ما تستخبثہُ الطباعُ السلیمۃُ اور حلال نہین ابلق کوا جو مردار کہاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات
خبیثہ کے ساتہہ ملحق ہے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پہر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جسکو طبائع سلیمہ گہنائین اور اوسکو مکروہ اور خبیث جانین ھم
غراب ابقع وہ ہے جسمین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغدافُ بوزن غرابِ النسر جمعہ غِدفان قاموس اور حلال نہین
غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدہ ہے اور جمع اوسکی غِدفان ہے کذا فی القاموس ھم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ
مین اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس مین غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش
واقع ہے اغلب کہ یہہ کاتب کی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غرابُ القیظ والنسرُ الکثیرُ الریشِ جمعہ غِدفان والفیلُ والضّبُّ وما روی
من اکلہ محمولٌ علی الابتداءِ اور حلال نہین ہاتہی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کہانے کی روایت ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداء اسلام
مین حلال تہا اب حلال نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوعُ وابنُ عرسٍ والرخمُ والبغاثُ وہو طائرٌ دون الرخم یشبہہ الرخمُ وکلہا
سباعُ البہائمِ اور حلال نہین موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہہ تمام سباع
بہائم سے ہین ھم یربوع جانور ہے چوہے کی مانند لیکن اوسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہین اور دونو پانو دونو ہاتہون سے درازتر ہین
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا یربوع کا ترجمہ اردو مین گہوس ہوا اور مخزن الادویہ مین یربوع کا ترجمہ فارسی مین خرموش اور ہندی مین گہوس
لکہا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاشُ لانہ ذونابٍ اور بعضون نے کہا کہ حلال نہین چمگادر اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ھم اتقانی نے کہا کہ دلیل مین خلل ہے
اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہین بلکہ وہ نیشدار جانور حرام ہے جو اپنی نیش سے شکار کرتا ہوا نہیں اور فتاوی عالمگیری مین چمگادر کی حلت اور حرمت کے دو قول
مذکور ہین کذا فی الطحطاوی ولا یحلُّ حیوانٌ مائیٌ اور حلال نہین دریائی اور پانی کا جانور ھم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا توالد اور معاش
پانی مین ہو کذا فی المنح الّا السمکَ الذی ماتَ بآفۃٍ ولو متولداً فی ماءٍ نجسٍ ولو طافیۃً مجروحۃً وہبانیۃ سب دریائی جانور حرام ہین
مگر وہ مچہلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچہلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچہلی پانی پر اچہل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھم

قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہہ ہی کہ جو مچھلی کسی سببسے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدر ولا یحل الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وھو ما بطنہ من فوق مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اوچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کیطرف ہو فلو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھہ اوپر کیطرف ہو تو وہ طافی نہین اُسکا کہانا حلال ہے جیسے اوس مچھلی کا کہانا حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ مین ہی ھ جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اوسکی موت آفت اور سببسے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سببسے کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کہانا حلال ہے یعنی اسواسطےکہ دونونکی موت آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شیء فموتہ بآفۃ وھبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سببسے یا پانی مین باندہنے کے سببسے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اوسکو کہاکر مرگئی تو اوسکی موت آفت کے سببسے ہوئی یعنی تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیہ ھ اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑہے مین یا ایک شخص نے مچھلی گہیری حظیرہ مین کہ اوس سے نکل نہین سکتی اور وہ شخص اوسکو پکڑ سکتا ہے سو اوسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تہی کہ جال سے نکل سکتی تہی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا سو وہ برتن مین باقی رکھی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہی ایک روایت مین کیونکہ اوسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت یہہ ہی کہ وہ حلال نہین اسواسطےکہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہی کذا فی الدرر ولا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک فی صورۃ الحیۃ وافردھما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہی جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کیصورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونون مچھلیونکو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ اونکی مچھلی ہونے مین پوشیدگی تہی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علٰحدہ بیان کیا ھ عینی نے کہا جریث بکسر جیم و تشدید راء مکسورہ ایک قسم ہی مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہی جیسے ڈہال انتہی اور یہہ جو محمد سے مغرب مین منقول ہی کہ سب مچھلیان حلال ہین سوای جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہی غایۃ البیان مین ہی کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کہانے کو مکروہ جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک دیوث تہا وہ لوگونکو اپنی جورو کے پاس بلاتا تہا سو مسخ ہوکر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اوسکی نسل باقی نہین رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگہی بولتے ہین وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنیکے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئی ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئی دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب اور کہیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کہاتا ہی ھ یعنی نجاست خور نہین ہے شہر مین نہین آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہی مثل فاختہ کے واللہ اعلم والابقع والعقعق ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کہاتا ہی اور اوسکا حلال ہونا اصح قول ہے ھ عقعق بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اوسکی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہی کذا فی القاموس بعضے لوگ اوسکو مہوکہا کہتے ہین طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہی کبوتر کی مانند لنبی دم والا اوسمین سپیدی اور سیاہی ہوتی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بدشگونی اوس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچہا تو فرمایا کہ لا باس یعنی اوسکے کہانے مین کچہہ مضائقہ نہین تو مین نے کہا کہ وہ نجاست کہاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پہر کہاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہہ ٹہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملاکر کہاوے چنانچہ مرغی تو اوسکا مضائقہ نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان معہا ای مع الذکاۃ کہیت کا کوا اور خرگوش اور

عفق حلال ہین ذبح کرنیکے ساتھہ ف اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُن حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ مین مذکور ہی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گای بیل اور بہیڑا اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسیطرح ماسوائے انعام جو درندہ نہین ہین چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو نقط دانہ کہاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام کنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور حرام ہی ہر شیدار درندہ چنانچہ شیر اور بہیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچہہ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گیدڑ اور ہاتہی اور سُوَر اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین چنانچہ زنبور یعنی بہڑ اور مچہر اور مکہی اور پسو اور جون اور چچڑی اور ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہی چنانچہ صقر یعنی جرہ اور باز اور گدہ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب ابقع یعنی ابلق کوا یہہ سب حرام ہین انتہے ما فی الخانیۃ **فائدہ** جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہی سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بہڑ اور مکہی اور مکڑی اور گبریلا اور بچہو اور مانند اسکے تو انکا کہانا حلال نہین سوای ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چہپکلی جسکو گٹکلی بہی کہتے ہین اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گہوس اور نیولا اور مانند انکی اور انکی حرمت مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گای بیل اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندہ مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندہ جنکو سباع الوحش کہتے ہین چنانچہ شیر اور بہیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچہہ اور بندر اور مانند اسکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور جرہ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدہ اور عقاب اور جو انکی مانند ہو یہہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان وذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہین اوسکا ذبح کر ڈالنا اوسکی گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین اسکی خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ف طہارت مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارت سی مطلب یہہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جای تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کی مانند ہی اور اوسکے ساتھ نماز باطل نہین ہوتی اور کہانیکے سوا اوسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی

والخنزیر کما مر سوای آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پہر اوسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر اوسنے حرکت نکی یا اوسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اوسکی زندگی ذبح کیوقت معلوم نہوئی ہو ف حرکت اور خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سی کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اوس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اوس صورتمین جبکہ زندہ کی مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل وسیجیء فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہوگئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگرچہ اوسنے جنبش اور حرکت نکی ہو اور خون بہی نکلا ہو اور اسکا بیان آویگا اوس جانور مین جسکا گلا دابا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے سینگ سی مارا اور جسکا پیٹ بہیڑیے نے پہاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچہہ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لہ شُن د

حیوۃً وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم إن فتحت فاھا لا توکل وإن ضمته أکلت وإن مدت رجلھا لا توکل وإن قبضتھا أکلت و
ان نام شعرھا لا توکل وإن قام أکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامة الموت لانھا استرخاء
وضمھا بلھا حرکات تختص بالحی فدل علی حیوته وھذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتھا وان قلت وقت الذبح أکلت مطلقا بکل
حال کذا فی الزیلعی بکری ذبح کی اور اوسکا زندہ ہونا ذبح کیوقت معلوم نہوا اور اوسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اوسنے منہ کھولدیا تو اوسکا کھانا حلال نہین ہی
اور اگر اوسنے منہ بند کرلیا تو کھانا حلال ہے اور بکری اگر اوسنے پانون پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہی اور اگر اوسکے بال سوگئی یعنی گر پڑی
تو اوسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہوگئی تو درست ہی اسواسطے کہ جانور موت سو ڈھیلا ہوجاتا ہے تو منہ اور آنکھہ کا کھولنا اور پانون کا پھیلانا اور بال کا
گرپڑنا علامت ہی موت کی اسواسطے کہ یہہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہوجانیسے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھہ کا بند کرلینا اور پانو کا
کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہہ حرکات صرف زندہ کے ساتھہ مخصوص ہین تو اوسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہہ سب علامات مذکورہ اوسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم
نہوا اور اگر اوسکی زندگی معلوم ہو ذبح کیوقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اوسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حالمین خواہ علامات مذکورہ پائے جاوین یا نپائے جاوین کذا فی
الزیلعی سمکة فی سمکة فان کانت المظروفة صحیحة حلتا یعنی المظروفة والظرف لان موت المبلوعة بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری
مچھلی کی پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنے وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہی تندرست ہی تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادث
سے ہے یعنی تنگی مکان کے سببسے اور نگلنے والے کی موت ابھر جانے سے والا لکن صحیحة حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من
دبرھا لاستحالتھا کذا فی الجوھرة وقد غیر المصنف عبارة متنه الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑگل گئی ہو تو ظرف حلال ہے
نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہی نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اوسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین ہی اسواسطے کہ استحیل اور متغیر ہوکر گوہ ہوگئی کذا فی الجوہرہ اور البتہ مصنف
نے اپنے متن کی عبارۃ بدلڈالی جو تونے سنی ھ اشباہ کی عبارت یون تھی سمکة فی سمکة فان کانت صحیحة حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر مچھلی ہے تو اگر مظروفہ
صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین اور حالانکہ یہہ مطلب
نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہہ خلل دفع ہوگیا ولو وجد فیھا درة ملکھا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا
وھو لقطة اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والیکو اوسکی ملک حلال ہے اور اگر اوسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانیوالا اوسکا مالک نہین اور
وہ لقطہ ہے ھ اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہی تو وہ پانیوالیکا ہے اور اگر
مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہی اور اگر موتی صدف مین نہین ہی تو وہ پانیوالیکا مملوک ہی اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا وہ صیاد
کے ہاتھہ سے اوسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانه اھل به لغیر الله ولو وصلیة ذکر
اسم الله تعالی ذبح کیا حاکم کے آنیکے واسطے یا حاکم کی مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنیکے سببسے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے
الله تعالی کا نام لیا ہو ذبح کیوقت اسواسطے کہ اوسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ھ دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہی تو اوسکی
تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کی بھوگ دینیکیواسطے تاکہ تکلیف نہ دی جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اوسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجئے
طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ الله تعالی کا خالص نام اوسپر لیا جاوے اور بہتر یہہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوی انتہی تو اس روایت
سے معلوم ہوا کہ یہہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہی کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مردار ہے
اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کیوقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال
اور پاک ہوجاتا ہی گو نیت عوام کی خراب ہو سو انکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہوجاتا ہی اگرچہ الله تعالی کا
خالص نام لیا جاوی صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی الله عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہی لعن الله من ذبح لغیر الله یعنی خدا لعنت کری اوسپر جو غیر خدا کیواسطے

ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالی اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام
نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کیواسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے م منح الغفار مین
کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہی تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو ایس شخص نے
قران اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکرے تو ایس جاہل پر لازم
ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہاوے اور نہ اوسکو کہائے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان
الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان
حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ یا مہمان کہائے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور
گوشت کی منفعت مہمان کیوسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم
ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا م حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالے کے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو
یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو اسی
طرح درست ہی بلاشبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پہر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پہر معلوم کرنا چاہئیے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلئے
کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بہی تو بہتر یہہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا
فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہی والا حلال ہے وهل یکفر قولان بزازیہ وشرح وہبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ
کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہے کذا فی البزازیۃ وشرح الوہبانیۃ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ
ولا یکفر لانا لا نسیء الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎ وفاعلہ جمہورہم
قال کافر ۞ وفضلی واسمعیل لیس بکفر مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے
اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھہ یہہ گمان بد نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح
وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے مین م ہر چند
تکفیر اختلافی مین عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیئے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ
وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتامل کمیتۃ کالاذن المقطوع
والسن الساقط الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وهو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہوگیا حیوان حی یعنی زندہ
سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین یہ ہے کتاب الطہارۃ
سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے کہ
حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم
پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر م اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے
تو وہ منفصل ہی زندہ صورۃ سے نہ زندہ حکما سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچھ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے
مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃ یعنی صورۃ زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین
ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہی دونو صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت
سے جدا ہو جائے اگرچہ کہال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہی وہ ماکول ہی اور کلام ہی مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچھلی اور

ہڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی و الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان ما بقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلا
بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مسّ مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیۃ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونیسے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوھبانیۃ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین قبیل
تیمم کے ھ کتاب الطہارۃ مین شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچہہ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا اپنی مان کے اعتبار سے ~ وقد حللا لحوم البغال و امہا من الخیل قطعا و الکراہۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہی قطعا
خچرون کا گوشت حالانکہ مان اونکی گہوڑی ہے اور کراہت بہی مذکور ہے یعنی جس خچر کی مان گہوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہی مگر کراہت
بہی مذکور ہے ~ و ان ینز کلب فوق عنز فجاءھا بنتاج لہ راس ککلب فینظر اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکی بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکہنا چاہیے ~ فان اکلت لحما فکلب جمیعھا و ان اکلت نبتا فذا الراس یبتر سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گہاس کہایا تو یہہ سر کاٹا جای یعنی اوسکا کہانا نچاہیے ~ و یوکل باقیھا و ان اکلت
لذا و ذا فاضربنھا و الصیاح یخبرہ اور سوائے سر کے باقی گوشت کہایا جاوی اور اگر گوشت اور گہاس دونون کہائے تو اوسکو مار اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھ یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بہونکے تو نکہانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلاے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جای اور باقی
کہایا جای کذا فی الطحطاوی ~ و ان اشکلت فاذبح فان کرشھا بدا فعزوا لا فھو کلب فیطمر اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونون کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجہڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جای اور اگر اوجہڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہی دفن کیا جای یعنی اوسکا کہانا نچاہیے و فی معایاتھا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہہ ہے ~ و ای شیاہ دون ذبح حلھا و من
ذا الذی ضحی و لا دم بینھم اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکہتا ہی اور کون ہی وہ شخص جو اپنے گہر مین رہا یہانتک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہین کیا ھ مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا
محل سوال فقط لفظ سے ضحی کا تو ظاہرا اوسکا مطلب یہ ہے مفہوم ہوتا ہی کہ کونسا شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
مین منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا **خاتمہ** آٹھہ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہی سینگ
اور کہر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور شعر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر
واللہ اعلم و استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہی عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہی اور قربانی خاص ہے ھی لغۃ اسم ما یذبح ایام الاضحی
من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جای من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتہہ ھ جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑہے اوسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہی چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہی چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوئی کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہی پہر گوشت مین تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہی انتہے
واقعات مین ہی کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہی ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہی وہ صدقات سے نہین ہوتی
و شرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہی حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت مین ھ حیوان مخصوص یعنی گای بیل بہیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر و شرائطھا الاسلام و الاقامۃ و الیسار

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اوسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر ہے چنانچہ اخر کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ہم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر مین کافر تہا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول مین مسافر تہا اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہے ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہی جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی ۵۲ روپیہ یا ساتہ تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گہر یا باغ یا چارپایہ جانور یا غلام یا گہوڑے یا تجارت کا اسباب غیرہ ہو ۵۲ روپئے کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑہتا ہو یعنی پڑہ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑہتا ہو یا نہ پڑہتا ہو اور اگر قادر نہو قرآت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین شہرتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون ملور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خلیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا الوقت وھو ایام النحر وقیل الرأس وقدمہ فی التاتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قولکو ترجیح دی ہے وذکرنا ذبح لمیجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوائے اوسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبیہ ہے مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیۃ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بلا نیۃ اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونیکے ساتھہ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایونکا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دی تو واجب ادا نہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ نہین اور صدقہ فطر سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہہ ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکہو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنی بال اور ناخن روک رکہے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد ان یحج فلیستعجل یعنے جو حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے پہر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینی والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ھی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءھا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاء وجوب کے واسطے اسلئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانیکو واسطے لا میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءھا لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتہہ تو قدرت میسرہ نے بدل ڈالا تنگی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کی ہے چنانچہ مذکور ہوگیا فطرہ کے بیان مین ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کیواسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سی نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین هم تو قربانی اور فطرہ اوسکے بعد واجب ہونے کے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سی ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بِمِصْرٍ اَوْ قَرْيَةٍ اَوْ بَادِيَةٍ عيني فلا تجب علی
حاجٍّ مسافرٍ فاما اهل مكة فتلزمهم وان حجوا وقيل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والونپر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوسِرٍ يسارَ الفطرةِ عن نفسه لا عن طفله على الظاهر بخلاف الفطرة
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سی نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایہ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنی طفل کیطرف
سے واجب ہی هم اور ظاہر الروایہ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور اپنے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شاةٌ بالرفع بدلٌ من ضمير تجب او فاعله او سُبْعُ بدنةٍ هي الابل والبقر سميت به
لضخامتها اور جو جانور قربانی کیا جاوی وہ دُنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نام رکھا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاةٌ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے هم فاعل تجب کا تو تضحیہ مصرح ہے
تو شاة نہ اوس سی بدل پڑسکتا ہی نہ اوسکا فاعل ہوسکتا ہی بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اوسکی یون ہے والمضحّى به شاة كذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ نکیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سی قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کیطرف سے اور قیاس یہہ تہا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سی کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ
کے ساتھہ گاو قربانی کیا سات کیطرف سی اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سی اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تہی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر ولو لاحدهم اقلُّ من سُبْعٍ لم يجز عن احدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤ سی ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی هم
یعنی شتر اور گاؤ کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چہوڑکر مرگیا پہر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تہا اس گاے مین تو ساتوین سی کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ جب
بعض قربت نہ ٹہرا تو کل بھی قربت نہوا وتجزئ عما دون سبعةٍ بالاولى اور شتر اور گاؤ کی قربانی کمتر سات سی بطریق اولی جائز ہے یعنی چہہ یا پانچ
شخصون کیطرف سی بطریق اولے درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجرٌ نصبٌ على الظرفية يوم النحر الى اخر ايامه وهي
ثلثة افضلها اولها واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچہلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ
ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب هم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب احتمال غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ويضحّي عن ولدِه الصغيرِ من مالِه صحّحه فی الهداية وقيل لا صحّحه فی الكافی قال وليس
للاب ان يفعله من مال طفله ورجحه ابن الشحنة قلت وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمن من انه اصحّ ما يفتى به وعلله فی البرهان بانه
ان كان المقصود الاتلاف فالاب لا يملكه فی مال ولده كالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا يحتمل صدقة التطوع وعزاه للمبسوط فليحفظ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سی صغیر کے مال سی صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سی اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہہ کرنا اپنی طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کی متن مین یہہ مذکور ہی کہ فتوی دینی مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہی تو باپ اوسکا مالک نہین ہے فرزند کے مال مین چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہین اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہین رکہتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم فرع علی القول الاول بقوله ویاکل منه الطفل ویدخر له قدر حاجته وما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینه کثوب وخف لا بما یستهلک کخبز ونحوه ابن کمال وکذا الجد الخ پہر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کہائے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹہا رکہا جائے بقدر اوسکی حاجت کی اور جو گوشت باقی رہے وہ بدلڈالا جائے اوس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اوسکے کذا مرم ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراک ستة فی بدنة شریت لاضحیة ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہوجانا چہ شخصونکا اوس شترا در گاؤ مین جو خریدکیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روی استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی خرید کیوقت تو صحیح نہین از روی استحسان کے م صورت مسئلہ یہہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پہر اوسمین شریک کرلیا عالمگیریہ مین ہی اگر قربانی کے ارادہ سی خرید کی پہر اوسمین چہ شخصونکو شریک کرلیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کرلینے کا ارادہ کری تو مکروہ نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کری تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گائی خرید کی اس ارادہ سی کہ قربانی کرے اپنی ذات سی پہر چہ آدمی اوسکے ساتھ شریک ہوگئے تو کفایت کرتا ہی از روی استحسان کے اور قیاس یہہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کرچکا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی قولاً ممتنع ہو وجہ استحسان یہہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گائی پاتا ہی اور شریکونکو نہین پاتا ہے خرید کیوقت سو اوسکو خرید کرلیتا ہی پہر شریکونکو طلب کرتا ہی اور اگر یہہ جائز نہو تو لوگ حرج مین پڑین اور حرج شرعاً مدفوع ہی انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گائی خرید کی شرکت کی نیت سی اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پہر اوسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سی خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکره الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا الے الاشتراک قبل الشراء احب اور یہہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہی ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور تقسیم کیا جائے گا گوشت قسمت کیا جائی تول کرنہ اٹکل کرم قنادی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معه الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسه مگر جبکہ گوشت کے ساتھہ پائے یا کہال ملائی جائے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کیطرف پہیرنیکے سبب سے م یعنی ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ پائے یا ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ کہال یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسری جانب مین گوشت اور کہال ہو تو اب جائز ہی صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فی الدر واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوة عید ولو قبل الخطبة لکن بعدها احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز کے بعد اول وقت ہی جو سب سے پہلے نماز ہوگئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہی م اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سی مکروہ ہوگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتها لو لم یصلوا لعذر ویجوز فی الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیره اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑہی ہو اور گیارہوین اور بارہوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہی اسواسطے کہ تیرہوین بارہوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی م عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیره اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل مین واخره قبیل غروب یوم الثالث وجوزه الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ مین بہی قربانی جائز رکہی ہے م ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بہی تین ہین اور دونو ایام گذر جاتے ہین چار دنمین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچہلا دن تشریق ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین والمعتبر

مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھ تو اگر قربانی دیہات مین ہو اور قربانی
کرنیوالا شہر مین ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر مین ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات مین تو قربانی جائز نہین مگر بعد نماز عید کے بخلاف
صدقہ فطر کہ اوسمین مکان فاعل معتبر ہے وحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا الی خارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اوس شہری کا حیلہ
جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکان مین جہان مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہان فجر
کے طلوع ہونے سے قربانی کرے کذا فی المجتبے والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا
لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخر تجب علیہ وان مات فیہ لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت
کیواسطے تو اگر غنی ہو اول ایام نحر مین اور فقیر ہو اونکے پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب ہے
اور اگر غنی مرگیا پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین ھ صغیر کے مال مین قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام
صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوٰۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلوٰۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی
بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جاوے نہ قربانی اسواسطے کہ علما مین سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا
ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمین اجتہاد مجتہدین کی گنجایش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر
ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیان فساد سے محفوظ رہین وفی المجتبے انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی مین ہے کہ نماز اعادہ
کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیون کے ھ یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق مین مشقت ہے وفی البزازیۃ
بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہے یعنی وہانکا کوئی حاکم نہین ہے سو
شہر والون نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونیکے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار مین ھ اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہوگیا
اس حکم مین زیلعی حلبی نے کہا اور یہہ معارض ہے اوس قول کو جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عدم مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور
ہو چکا اور یہہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیع ولو تعمد الترک فمن اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن
ینابیع مین ہے اور اگر حاکم نے عمدا نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہین جبتک
زوال شمس نہو انتہی ما فی الینابیع ھ قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہین کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اسقدر اگر کی
کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز فی
بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہین قبل زوال کے اول
دن مین اور جائز ہے باقی دنونمین مین کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ یہہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن
مین تو خبردار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوٰۃ والتضحیۃ لانہ
لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون
نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہین تو جواز صلوٰۃ
اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور
مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر فاعل
تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑ دیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کردے
اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا ھ یعنی جسکے ملک مین بکری یا بہیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجھپر واجب ہے

یہ کہ مین اسکو قربانی کرونگا کذا فی الدر ولو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اُسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضاً اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیب دار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نکہاوے اور اگر کہاوے تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف علیہ شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اُسکو زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر ممنوع ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناذر پر م یعنے ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدر فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر قربانی خرید کی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین ہین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہہ کہ بلا نیت خرید کی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا یعنی کہا کہ خدا کیواسطے مجہپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہوجاویگی جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی کذا فی الطحطاوی ۔ وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ شراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اوسنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اوس بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو م درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اوسکی قیمت تصدق کرے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تاکہ اوسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہوجانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونیکے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمیز من بعد اور قربانی کیواسطے صحیح ہے جذع یعنی چہہ مہینے کا پٹہا دُنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکریون مین ملایا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو م ضان سے مراد وہ ہے جسکی الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃً یعنی جائز ہے چہہ مہینے کا پٹہا دُنبے سے قربانی کیواسطے انتہی کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایکسال پورا نہو اور دوسرا سال شروع نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے م تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اسسے کمیر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہے اہلی اور وحشی سے وہ اپنی مان کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے م یعنی اگر اوسکی مان کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بہی جائز ہے اور اگر اوسکی مان کی قربانی جائز نہین تو اوسکی بہی جائز نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گاے بیل کے ساتوین حصہ سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجۃ اذا استویا فیہما اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو م اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گاے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم م طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونو قسمون مین

مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وَلَدَتِ الاضحیۃُ ولدًا قبلَ الذبحِ یُذبحُ الولدُ معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبحٍ قربانی بچہ جنی ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاے اوسکے ساتھہ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاے بدون ذبح کرنیکے ضلّتْ او سُرقتْ فاشترٰی اُخرٰی ثم وجدہا فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولٰی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولٰی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرقٍ بین غنیٍ وفقیرٍ وقال بعضہم ان وجبت عن یسارٍ فکذا الجواب وان عن اعسارٍ ذبحہما ینابیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خریدی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہے اور اسیطرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دیوے اور اوسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسیطرح کا جواب ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سبب سے واجب ہوئی تو دونو قربانیونکو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونو قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ویُضحّی بالجمّاءِ والخصیِّ والثولاءِ ای المجنونۃِ اذا لم یمنعہا من السّومِ والرعیِ اور قربانی کرے منڈے کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نروکے وان منعہا لا یجوز التضحیۃ بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسی دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین والجرباءِ السمینۃِ فلو مہزولۃً لم یجز لان الجرب فی اللحم نقصٌ اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دُبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ھ یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاءِ والعوراءِ والعجفاءِ المہزولۃِ التی لا مُخّ فی عظامہا جائز نہین قربانی اندھے اور کانے اور ایسے نہایت دُبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاءِ التی لا تمشی الی المنسکِ ای المذبحِ اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک چل سکے ھ بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤن سے چلے اور چوتھا پاؤن زمین پر نرکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پاؤن کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے والمریضۃِ البیّنِ مرضُہا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوعِ اکثرِ الاُذنِ او الذنبِ والعینِ ای التی ذہب اکثرُ نورِ عینہا فاطلق القطعَ علی الذہابِ مجازًا وانما یُعرفُ بتقریبِ العلفِ اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکھہ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھہ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارا نزدیک کہنے سے معلوم ہوتا ہے ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بہوکھا ہو تو کم روشن آنکھہ کو بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکھا اور اوسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھہ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃِ لان للاکثرِ حکمَ الکلِ بقاءً وذہابًا فیکفی بقاءُ الاکثرِ وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکنی کٹی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسلیے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دُم اور آنکھہ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماءِ التی لا اسنانَ لہا ویکفی بقاءُ الاکثرِ وقیل ما تعتلفُ بہ اور قربانی جائز نہین بوپلے جانور کی جسکی دانت نہین اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون والسکاءِ التی لا اذنَ لہا خلقۃً فلو لہا اذنٌ صغیرۃٌ خلقۃً اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدائشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ھ اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجدّاءِ مقطوعۃِ رؤسِ ضرعہا او یابسہا اور

اوس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تہنو کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدّاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی
ناک کٹی ہو ولا المصرّمۃ اطباؤھا وھی التی عولجت حتی انقطع لبنھا اور نہ وہ جانور جسکے تہنو کی نوکین منقطع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے
دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا الیۃ لھا خلقۃ مجتبی اور درست نہین قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدائشی چکتی نہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمھا
لا ینضج شرح وہبانیہ وتمامہ فیہا اور جائز نہین قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان
اوسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرھا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کہاتا ہے اور اوسکے سوا کچھہ
نہین کہاتا ؛ ف اِس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کہاتا ہو اور چارا بھی کہاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی المحیط تتمہ قربانی جائز ہے
اوس جانور کی جسکو کہانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہین سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکی دودہ نہین اوترتا بلا مرض اور جسکے چہوٹی
چکتی ہے دُم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کہا سکتا ہو کذا فی المحیط ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیّبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ
غیرھا مقامھا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ
عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خریدکرنیوالا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکی واسطے
کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی
مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا یضرّ
تعیّبھا من اضطرابھا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب سے ذبح کیوقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرھا
لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلّت او سُرقت فشری اخری فظھرت فعلی الغنی
احداھما وعلی الفقیر کلاھما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اوسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج
پر دونوکا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ف یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم
صحّ عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوھا بلا اذن الورثۃ لم یجزھم لان بعضھا لم یقع قربۃ اور گائے یا اونٹ کے سات شریکون
مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے تو سبکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے
اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بھی قربانی ادا نہوگی
اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کُل ہی عبادت نہوا عدم تجزّی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک
الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منھم لان الاراقۃ لا تتجزی ھدایۃ الماس اور اگرچہ شریکون کے ساتھہ ساتوان شریک نصرانی ہو یا
فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اونمین سے کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ف
اور یہی حکم ہے باقی قُربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھہ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکہتا ہے تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت
قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ
احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر
ضحایا مین اور یہہ اِس بات سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکی مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب
کی راہ سے ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کی جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو
اِس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع مسائل لمحہ شارح ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منھم شاۃ للاضحیۃ احدھم بعشرۃ والاٰخر بعشرین والاٰخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزأتھم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیء وان اذن کل واحد منھم ان یذبحہا عنہ اجزأہ ولا شیء علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ کذا فی الینابیع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے ۳۰ درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اوسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینون بکریان اسطرح مخلوط ہوگئین کہ تینون شخصون مین سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کرلیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا دس درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہ اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اوسکے حکم کے تو بھی تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع م ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم میں خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہین لہذا اوسپر کچھ تصدق بھی نہین

ویاکل من لحم الاضحیۃ ویؤکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیھم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار کیواسطے اونپر کشایش کرنیکے لئے م مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستونکی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کررکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اوس قربانی مین ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اوسکا کھانا اور مالدارونکو کھلانا حلال نہین خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریۃ

وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلم یشھدھا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلھا میتۃ اور یہ مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کیوقت خود موجود رہے اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا ناواقف قربانی کو مردار نکرڈالے م رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یون کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو مین رکھا جائیگا ستر گنا ہوکر کذا فی الطحطاوی

وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اھلہ اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اوس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بناوے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اوسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے لا بمستھلک کخل ولحم ونحوہ کدراھم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہوسکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی چنانچہ روپیہ یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستھلک او بدراھم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراھۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اوسکی ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق لا

يُعطِي اَجرَ الجَزّارِ مِنها لانه كبيعٍ و استُفيدَت من قوله عليه الصلوٰة والسلام من باعَ جِلدَ اُضحيةٍ فلا اضحيةَ له هدايه اور نہ قصاب کی
مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے دے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہوئی کذا فے الہدایہ وكُرِهَ جَزُّ صُوفِها قبلَ الذبحِ لِيَنتَفِعَ بِهٖ فانْ جَزَّهٗ تصدّقَ
بِهٖ ولا يَركَبُها ولا يَحمِلُ عليها شيئًا ولا يُؤجِرُها فان فعلَ تصدّقَ بالاُجرةِ حاوي القدسي لانه التزمَ اقامةَ القُربةِ بجميعِ اَجزائِها
اور قربانی کے روئین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہوا ورنہ
اوسپر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی القدسی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم
کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلافِ ما بعدَهٗ لحصولِ المقصودِ مجتبیٰ برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہی بسبب حاصل
ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبے یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا
درست ہی ويُكرَهُ الانتفاعُ بِلَبَنِها قبلَهٗ كما فی الصوفِ ومنهم من اَجازَهما للغنیِّ لوجوبِها فی الذمّةِ فلا تتعیّن زیلعی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا
قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور بعضے فقیہون مین سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودھ دوہنا
قبل ذبح کے جائز رکہا ہی مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہے کذا فی الزیلعی ولو غَلِطَ اِثنانِ
وذبحَ كلٌّ شاةَ صاحبِهٖ يعني عن نفسِهٖ على ما دلّ عليه قوله غلطًا اولم يَغلَطا فيكون كلٌّ وكيلًا عن الآخر دلالةً هدايه قاله ابن الكمال
وظاهرُ كلامِ صدرِ الشريعةِ وغيرِهٖ وقوعُه عن صاحبِهٖ صحَّ استحسانًا بلا غُرمٍ اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہہ
قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی
طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جائیگا بدلالت حال کے سبب سے یعنی دونون
قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایہ یہہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ
ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ثم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ سوا زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ
ذبح مالک کیطرف سے ہی بقرینہ اذن حالی ويتحالّانِ ولو اَكَلا ثم عَرَفا هدايه اور دونو شخص باہم حلت کی درخواست کرین یعنی معاف کر ڈالین اگر
قربانی کا گوشت کہا یا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایہ وان تَشاحّا ضمِنَ كلٌّ لصاحبِهٖ قيمةَ لحمِهٖ وتصدّقَ بها اور اگر دونون نے
باہم بخل کیا اور معاف نکردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلتُ وفی اوائلِ القاعدةِ الاولی من الاشباہ
لو شَرَاها بنيّةِ الاُضحيةِ فذبحَها غيرُهٗ بلا اذنِهٖ فان اَخذَها مذبوحةً ولم يُضمِّنه اَجزأته وان ضمَّنه لا تُجزئه وهذا اذا ذبحَها عن
نفسِهٖ امّا اذا ذبحَها عن مالكِها فلا ضمانَ عليه انتهى مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل مین یہہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے
جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کر ڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان
نلیا تو اوسکی حق مین قربانی کفایت کرگئی اور اگر اوسکا تاوان لیا ذبح کرنیوالے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف
سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہین ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر كما يصحّ لو ضحّى بشاةِ الغصبِ
اِن ضَمِنَه قيمتَها حيّةً جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
ثم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اوسکا مالک ٹھہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے
تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہی اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہین آتا ہی بلکہ کفر لازم نہین آتا ہی جبتک غصب کرنیکو
حلال نجانیگا کذا فی الطحطاوی وكما اذا باعَها جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وكذا لو

اتلفها ضمن نصاحبها قيمتها هدايه لظهور ملكها بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب نے ذبح کیا ہو تو تاوان دے اوسکی قیمت کا اوسکے
مالک کو کذا فی الہدایہ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الوديعة ان ضمنها لان
سبب ضمانه هنا بالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه قربانی صحیح نہین امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان
بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہی تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک مین
قلت وتظهر ان العارية كالوديعة والمرهونة كالمغصوبة بل كونها مضمونة بالدين وكذا المشتركة فليراجع مین کہتا ہون اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا
ہے کہ عاریت امانت کی مانند ہی یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین
ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کی مانند ہی تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیئے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے م بدائع مین عاریت کو ودیعت
کی مانند مصرح بیان کیا ہو عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان
دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہی خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو شخصون مین سو دونون نے اونکو قربانی
کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لون
اضحية عليه الصلوة والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی م طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کئی دو خصی مینڈہے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھی نذر عشر اضحيات لزمه ثنتان للخبر الا ترى بها خانية والاصح وجوب الكل لايجابه ما هو من جنسه ايجاب شرح وهبانية
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگے اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈہون
کو قربانی کیا ہی چنانچہ ابھی اوسکا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے ناذر کے
اوس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہی کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادي او اصطلاحي
قاله المصنف فليحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہی لازم ہو جانا اوس نذر کا جسکی ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ
واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیئے غنم بين رجلين ضحيا بها جاز بخلاف العتق لصحة
قسمة الغنم لا الرقيق بہیر بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح
ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحى بشاتين فالاضحية كلاهما وقيل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونون قربانی ٹھہرینگی اور بعضون
نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاكثر قيمة فان استويا فالاكثر لحما فان استويا فالاطيبهما ولو ضحى بالكل فالكل
فرض كاركان الصلوة فان الفرض منها ما ينطلق الاسم فاذا طولها يقع الكل فرضا مجتبى اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہی اور اگر قیمت
مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب
فرض واقع ہون گے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اوسیقدر ہی جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کر دیا مثلا تین آیت
سے زیادہ قراءت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی م فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی
شرى اضحية وامر رجلا ان يذبحها فقال تركت التسمية عمدا لزمه قيمتها ليشتري الآمر بها اخرى ويضحي ويتصدق ولا يأكل لو ايام النحر
باقية والا تصدق بقيمتها على الفقراء خانية قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایکمرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین بسم اللہ
کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے
اور آپ نکہاوے یہہ اوسوقت ہی اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نرہے ہون تو اوسکی قیمت فقیرون پر تصدق کر دے کذا فی الخانیہ وفيها اداد.

التَّضْحِيَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ مَعَ الْقَصَّابِ فِي الذَّبْحِ وَاَعَانَهُ عَلَى الذَّبْحِ سَمَّى كُلٌّ وُجُوبًا فَلَوْ تَرَكَهَا اَحَدُهُمَا اَوْظَنَّ اَنَّ تَسْمِيَةَ اَحَدِهِمَا تَكْفِي حُرِّمَتْ وَهِيَ تَصْلُحُ لُغْزًا فَيُقَالُ اَيُّ شَاةٍ لَا تَحِلُّ بِالتَّسْمِيَةِ مَرَّةً بَلْ لَا بُدَّ اَنْ يُسَمَّى عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ اور خانیہ مین ہر کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنابر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکھتا ہی تو یون سوال کیا جا کہ کون بھیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہہ ضرور ہو کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وَقَدْ نَظَمَهُ شَيْخُنَا الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ فَقَالَ ۵ اَيُّ ذَبْحٍ لَا بُدَّ لِلْحِلِّ فِيهِ + اَنْ يُثَنَّى بِذِكْرِ ذِي التَّنْزِيهِ + فَاَجِبْ عَنْهُ بِالْقَرِيضِ فَاِنَّا + لَا نَرَاهُ نَثْرًا وَلَا نَرْتَضِيهِ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کون ذبح ہے جسکی حلت مین ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیجا ہی صاحب تنزیہہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جا ہی سو اوسکا جواب دے نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فَقُلْتُ فِي الْجَوَابِ ۵ خُذْ جَوَابًا نَظْمًا كَمَا تَبْتَغِيهِ + مِنْ فَقِيهٍ مَرْوِيَّةٍ عَنْ فَقِيهِ خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہے فقیہ سے ۵ هِيَ شَاةٌ فِي ذَبْحِهَا اشْتَرَكَ اثْنَا + نِ فَكَرَّرِ الذِّكْرَ شَرْطًا كَمَا نَرْوِيهِ + ذَاكَ ذَبْحُ قَصَّابٍ وَضْعُ الْيَدِ + مَعَ الصَّاحِبِ الَّذِي يَرْتَجِيهِ وہ بھیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکھا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکھتا ہی یا خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ۵ فَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ + يَذْكُرَ اللّٰهَ جَلَّ عَنْ تَشْبِيهِ تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ وَشَرْحِهَا قَالَ ۵ وَلَوْ ذَبَحَا شَاةً مَعًا ثُمَّ وَاحِدٌ اَخَلَّ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَالشَّاةُ تُهْجَرُ + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نبولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہی ۵ وَاِنْ يَشْتَرِي مِنْهَا ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ وَاَشْكَلَ فَالتَّوْكِيلُ بِالذَّبْحِ يُحْسَرُ اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریونکی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ھ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ۵ وَكِيلُ شِرَاءِ الشَّاةِ لِلْعَنْزِ اِنْ شَرَى + يَصِحُّ خِلَافَ الْعَكْسِ وَالْقَوْدُ يُحْسَرُ خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور ہانکنی کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹھاویگا ھ وجہ صحت یہہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونوکو شامل ہے برخلاف عکس کے یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاۃ مِنَ الضَّانِ یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر قربانی خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکو ہانکنے کیواسطے ایکدرم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ۵ وَلَوْ قَالَ سَوْدَاءَ فَغَيْرٌ صَحَّ لَا + اِذَا كَانَ فِي قُرْبَاءِ عَيْنًا يُعَيَّرُ اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائی یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے بغیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاۃ خدار سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ھ اسواسطے کہ شاۃ خدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ۵ بِنَذْرٍ بِتَيْنِ مَنْ بِنَذْرِ الْعَشْرِ اَلْزَمُوا + وَتَصْحِيحُ اِيجَابِ الْجَمِيعِ مُحَرَّرٌ علمانے دو قربانیونکو لازم کیا ہی اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۵ وَعَنْ مَيِّتٍ بِالْاَمْرِ اَلْزِمْ تَصَدُّقًا + وَلَا اَكْلَ مِنْهَا وَهُوَ الْمُخَيَّرُ اور اگر قربانی ہوئی میت کیطرف سے اور اوسکے امر سے تو لازم جان اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ۵ وَمِنْ مَالِ طِفْلٍ فَالصَّحِيحُ سُقُوطُهَا + وَعَنْ اَبِيهِ فِي حَقِّهِ وَهُوَ اَظْهَرُ اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے بہ[illegible]

کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ یہہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ مین مذکور ہو چکا ہے وَوَاهِبُ شَاةٍ وَلَهُ الرُّجُوعُ بَعْدَ ذَبْحِهَا + يُجْزِئُ مَنْ ضَحَّى عَلَيْهَا وَيُؤْجَرُ اور بکری کا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کرسکتا ہے تو کفایت ہوگی اوسکی طرف سے جسنے اوسپر قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھ یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہہ رجوع درست ہی امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہہ کتاب ہی حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھ مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بہی مذکور ہوتا ہی تا معلوم ہو کہ اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہی فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہی اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہہ اور غیر مکروہہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اون سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہی اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہی ممناسبتہ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہی اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحَظْرُ لُغَةً الْمَنْعُ وَالْحَبْسُ اور حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہی منع اور حبس سے وَشَرْعًا مَا مُنِعَ مِنِ اسْتِعْمَالِهِ شَرْعًا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہی جس کا استعمال شرعا ممنوع ہی ھ یہہ تعریف ہی محظور کی نہ حظر کی وَالْمَحْظُورُ ضِدُّ الْمُبَاحِ اور محظور ضد ہی مباح کی ھ یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قران سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی وَالْمُبَاحُ مَا أُجِيزَ لِلْمُكَلَّفِينَ فِعْلُهُ وَتَرْكُهُ بِلَا اسْتِحْقَاقِ ثَوَابٍ وَعِقَابٍ نَعَمْ يُحَاسَبُ عَلَيْهِ حِسَابًا يَسِيرًا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہان البتہ یہہ ہی کہ مباح پر کچھہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھ عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کی ہی اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کری تو عذاب ہوگا قال صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ كُلُّ مَكْرُوهٍ أَيْ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ حَرَامٌ أَيْ كَالْحَرَامِ فِي الْعُقُوبَةِ بِالنَّارِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَأَمَّا الْمَكْرُوهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ فَإِلَى الْحِلِّ أَقْرَبُ اتِّفَاقًا جو مکروہ تحریمی ہی وہ حرام کی مانند ہی دوزخکے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھ حرام وہ ہی جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا فرض ہی چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا واجب ہی جیسی سوسمار کا کہانا اور شطرنج کہیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اوس سے حرام مراد رکہتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اوسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کری تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہی اوسکو مکروہ کہتے ہین اور یہہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اوسکا تارک کچھہ تہوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وَعِنْدَهُمَا وَهُوَ الصَّحِيحُ الْمُخْتَارُ وَمِثْلُهُ الْبِدْعَةُ وَالشُّبْهَةُ إِلَى الْحَرَامِ أَقْرَبُ اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہی اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھ شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کی دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہی فَالْمَكْرُوهُ تَحْرِيمًا نِسْبَتُهُ إِلَى الْحَرَامِ كَنِسْبَةِ الْوَاجِبِ إِلَى الْفَرْضِ فَيَثْبُتُ بِمَا يَثْبُتُ بِهِ الْوَاجِبُ يَعْنِي بِظَنِّيِّ الثُّبُوتِ وَيَأْثَمُ بِارْتِكَابِهِ كَمَا يَأْثَمُ بِتَرْكِ الْوَاجِبِ وَمِثْلُهُ السُّنَّةُ الْمُؤَكَّدَةُ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہی یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت موکدہ ہے ھ دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین جیسا کہ آیات قرانیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین ہے یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی جیسا کہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور ہے ظنی ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
قطعی جیسا کہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمة الخیل القریب من الحرام ما تعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار بل
العتاب کترک السنة المؤکدة فانه لا یتعلق به عقوبة النار ولکن یتعلق به الحرمان عن شفاعة النبی المختار صلی الله علیه وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنة المؤکدة قریب من الحرام ولیس بحرام انتهی اور زیلعی مین گہوڑے کی حرمت کی بحث مین یہہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسی سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ
مراد ہی جیسا کہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین نتیجہ خلاف کا یہہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہکار اور مستحق عتاب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب للعطش ولو من حرام او میتة او مال غیره وان ضمنه فرض یثاب علیه بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کی اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ہم حدیث
مذکور یہہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمة یرفعها العبد الی فیه کذا فی شرنبلالیه یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹہاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے در منتقی مین ہی کہ جو شخص
مردار نکہاوے مخمصہ مین یا روزہ رکہتا جاوے اور نکہاوے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار رہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الهلاک عن نفسه کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وماجور علیه وهو مقدار ما یتمکن به
من الصلوة قائما ومن صومه مفاده جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنه لم یجز کما فی الملتقی وغیره اور ایک کہانا وہ
جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اوسقدر کہانا ہی جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑہ سکے اور روزہ رکہہ سکے شارح نے کہا اس کلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادای فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی جیسا کہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی المبتغی
بالغین المفرض بقدر ما یندفع به الهلاک ویمکن معه الصلوة قائما انتهی فتنبه مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہی جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اوسکے ساتہہ کہڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہوجا ہم اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین ہوسکتی بدون بیٹہ ومُباحٌ الی الشبعِ لِتزیدَ قوتُه اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرامٌ عنہ فی الخانیۃ بیکرہُ وھو ما فوقہ ای الشبعِ وھو اکلُ طعامٍ غلبَ علٰی ظنّہ انہ افسدَ معدتَہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ھم زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بہرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بہرنا ~~ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا~~ بہرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانیکی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہین ابو داؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اوسکی مغفرت ہوگی کذا فی اللطف وعن الدر المنتقی الّا ان یقصدَ قوۃَ صومِ الغدِ اولئلا یستحیَ ضیفُہ او نحوُ ذلک آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزے رکہنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا درست ہے حرام نہین ہے ھم عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا قے کرنیکے واسطے حرام نہین الّا اس حالت مین کہ صحابی طرح طرح کے کہانے کہاتے تھے اور قے کر ڈالتے سوا ونکو بیٹ [illegible] رتہا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوزُ الریاضۃُ بتقلیلِ الاکلِ حتّٰی یضعفَ عن اداءِ العبادۃِ اور جائز نہین تہوڑے کہانے کی اسقدر ریاضت کہ ادای عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا بأسَ بانواعِ الفواکہِ وترکُہ افضلُ اور طرح طرح کے میوون کے کہانے مین کچھ مضائقہ نہین اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذُ الاطعمۃِ سرفٌ اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضولخرچی ہے ھم مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ اسراف نہین ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہاسکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تہوڑا تہوڑا اتنا کہاوے جسقدر سے ادای عبادت پر قادر ہو یا مہمانونکی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وکذا وضعُ الخبزِ فوقَ الحاجۃِ اور اسیطرح روٹیان رکہنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہے ھم مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وسُنۃُ الاکلِ البسملۃُ اولہ والحمدلۃُ آخرہ وغسلُ الیدینِ قبلہ وبعدہ ویبدأُ بالشبابِ قبلہ وبالشیوخِ بعدہ ملتقی اور کہانیکے وقت سنت ہے کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانون کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانیکے بعد بڈہون کے ہاتھ دہلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی ھم اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بہولے تو یون کہے بسم اللہ علٰی اولہ وآخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے تا اوسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکہے مگر جبکہ سب لوگ کہانے سے فراغت کرین اور اوسکی سنت مین ایک ہاتھ دہونا یا دونو ہاتہونکی اونگلیان دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دہونا چاہیئے قبل از طعام ہاتھ دہوکر رومال سے پوچھنا نچاہیئے اور بعد از طعام پوچہنا چاہیئے تا اثر طعام کا زائل ہوجاوے اور بیسن سے ہاتھ دہونا اگر آٹا اوسمین باقی نرہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا بأس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام مین آٹے اور ستو سے ہاتھ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر نم جمیع مواضع مین مستحب ہے اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نکرے مانند وضو کی اور سنت یہہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاوے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند اُف کی آواز نہ نکلے تو پہونکنا درست ہے اور ہاتھ پوچہنے سے پہلے اونگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستارخوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من العالمگیریۃ تتمہ اپنی اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اونکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکہائے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاوے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہین ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدہر سے جاہے کہاوے اسیطرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہون تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث
مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت
یون ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات و ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف
اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھہ مبتلا کرتا ہے اور اوسکے اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے یعنے
روکہی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اوسوقت مین فرض ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو اتنا
کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تہا سو وہ مرگیا در کسی نے اوسکو کہانا ندیا تو جو لوگ اوسکا
حال جانتے ہون گے سب گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی
وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے بخلاف
مالک کے ہم کراہت ہمارے وغیرہ کے نزدیک حق مین ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ
ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گای یا بکری ہے جو نجاست کہاتی ہو اور
مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا
دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب
نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام للدجاجۃ واربعۃ للشاۃ وعشرۃ للابل والبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی
گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گای کیواسطے دس
دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا
لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کی دودہ
سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہے ہم اور اسیطرح
جو کہیت نجاسات سے سینچے جاوین تو اونکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصبہ شرح وہبانیہ
اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ
وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور
خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونونکے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنو مین اور نہ کہاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ
یہہ برتن کافرونکے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہے پہر جب کہانا پینا اونمین منع ہوا تو اسیطرح اون برتنون سے تیل
لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال
کمکحلۃ ومرآۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال
اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی صینی اور
سلیچی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملہ ابتداء
فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر او صب الماء او الدہن
فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو مکروہ فی الدر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اوسوقت ہی جبکہ اونکو ابتداءً استعمال کیجیے اُن کاموں مین جنکے واسطے وہ بنائی گئی ہین لوگونکے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہین
تو اگر کہانا نقل کیا جاے سونیکے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کہ دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پہر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین کذا
فی المجتبے وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر مین تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے ھ درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کیواسطے
مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہی جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسیواسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح استعمال ہون
اور اگر اونمین ہاتہہ ڈالے اور تیل ہاتہہ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین ہے اسواسطے کہ اون سے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ وانی اور نوح
نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین یہہ حدیث ہی کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل
لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہہ ہے کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو ورای زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث
نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھ ہرچند درر کے موافق فتاوی عالمگیریہ مین محیط سے بہی منقول ہی لیکن احتیاط یہہ ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم
واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانونکو جنگ مین ضرورت کے سبب مستثنی کیا ہے کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب او فضۃ
وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی ان ابا حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی
اور یہہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اوس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کیواسطے راجع ہو اور اوسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے
اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیبا اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ
امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس وصفر والافضل الخزف قال صلی اللہ
علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہے کہانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر مین مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھ ظاہرا کراہت اوسوقت
ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادای سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین
لا یکرہ ما ذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے
برخلاف امام شافعی کہ اونکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی
جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدر اور جڑاؤ ھ منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق
سے اور شمنی مین مرصع سے اور قہستانی مین مزین بفضہ سے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بہی جائز نہین زیلعی نے کہا یہہ اختلاف اوس صورت مین ہے
جبکہ چاندی برتن سے جدا ہوسکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہوسکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے
اوسکے باقی رہنے کا کچہہ اعتبار نہین چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض
ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹہنا
کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منہ علٰحدہ رکہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہاتہہ بہی جدا رکہے چاندی
کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اسکی مانند مین بہی بدن جدا رکہے ھ اجتناب فم کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ
مین مذکور ہے یہہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی اوسکا استعمال توکسیطرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب
بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہی ظرف مضبب یعنی جس برتن مین چاندی سونیکے پتر جڑے
ہون اوسکو استحکام کیواسطے اور اسیطرح چاندی سونیکے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے

[illegible]

کچھہ مضایقہ نہین کہانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض مین جبکہ منہہ سونے چاندی پر نرکہے اور اسیطرح ظرف مُضبّب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے
پر نہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سو اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دُمچی اور رکاب مفضض یا مضبب بست ہی بشرطیکہ اوسپر قعود
نہ واقع ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتھی کما لو جعله ای التفضیض فی نصل سیف
او سکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب لو تضع یدہ فی موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چہری
کی کوتھی مین یا ان دونونکے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین کرے اور اپنا ہاتھہ نرکہے سونے چاندی کی جگہہ مین ھم کافی مین ہے جبکہ چہری کی کوتھی
مین تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی سے
وکذا کتابۃ الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لا بأس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل اور اسیطرح درست
ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکہنا اور مجتبے مین ہی کہ چہری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھہ مضائقہ نہین اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ
ہین ھم امام اعظم کی دلیل یہہ حدیث ہی جو بخاری مین انسؓ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے
جکڑ گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تہا اوسمین چاندی کا تیر جڑا تہا والخلاف فی
المفضض اما المطلی فلا بأس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ
اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علٰحدہ ہوسکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پہرا ہو سو وہ
تو بالاجماع درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہی جدا نہین ہوسکتا تو اوسکی
فقط رنگت کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی
فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سی تو اوس گوشت
کا کہانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے واصلہ
ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی
ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین
اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہی نہ ہر طرح
کی حلت اور حرمت جیساکہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ھم ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام
مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہی
لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اوسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکے صدق کا یا
ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت
وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی
والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی لغیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پہنچانے مین خواہ
غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کانت
بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ھم سراج مین ہی
کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گہر مین داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری
یون ہے کہ اسی سبب سے لوگ باز نہین رہتے لہذا یہہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہ فلو شک فی صغیر

نحو صابون و اشنان لا باس ببیعہ و لو نحو زبیب و حلوی لا ینبغی بیعہ لان الظاہر کذبہ و تمامہ فیہا اور اذن تجارت مین سراج مین اسکی قید لگائی ہے جبکہ اوسکی رائے مین اوسکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال سے اور اسکا بہلا بیان سراج مین سے ہم شیرینی وغیرہ کیطرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے مان باپکے پیسے مٹھائی کھانی کیواسطے چرا لایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ میرے مان باپنے منگوایا ہے مقبول نکرنا چاہیے لیکن اغنیاکے اطفال پر یہہ اشتباہ نہین ہوسکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا مستجمع کہان اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکھے اور لوگونکے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سواخبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اوسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اوسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبرانہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرای صدقہ کما مر و سیجی اخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنیوالے کے گمان مین اوسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور شرط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع نہین تو اوسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمین کچھ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسی نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے و یتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ کہین کہ یہہ پانی ناپاک ہے تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ و توضأ و تیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پھر تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر مین اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ و تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہے اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی القہستانی واذا غلب صدقہ ای کذبہ فاراقتہ مستحب قہستانی خلاصہ خانیہ اور کافر کا تو یہہ حکم ہے کہ جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے اسلئے خبر ملزم نہین لیکن بہا کر پھر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر مین کہتا ہون اوس صورت مین کہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم نکور جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصومت میں تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطهارته وعدل بنجاسته حكم بطهارته بخلاف الذبيحة اور اگر مسلم
متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت
تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونو خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا
وتعتبر الغلبة في اواني طاهرة ونجسة وذكية وميتة فان الاغلب طاهر تحرى وبالعكس والسواء لا الا العطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف
پاک اور ناپاک مین جو باہم ملگئی اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئی تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے
واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع
عطش کیواسطے البتہ ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا وفي الثياب يتحرى مطلقا اور کپڑونمین ہر طرحکا گمان غالب معتبر ہے ھ خواہ اکثر کپڑے
طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑیکا کچھ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کیواسطے دعي الى وليمة وثمه لعب او غناء قعد واكل
لو المنكر في المنزل ولو على المائدة لا ينبغي ان يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين کوئی شخص شادی
کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو لعب یا راگ ہے تو بیٹھے اور کہائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دستارخوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دستارخوان
پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبًا بلکہ نکل جاے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے
ساتھ ھ ولیمہ شادی کے کہانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے
حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہہ ہے کہ سنت ہے اور
افضل یہہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی
دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ تو اسکی فسق سے راضی نہین اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے پایا
قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کہائے اور اگر اوسکا غالب مال حلال ہے تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکے ذمہ
پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کہائے یا نہ کہائے نہ کہانے سے کچھ حرج نہین اور کہانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی
اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گذاری چاہے تو خصوصًا اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت
قبول کرنا جائز ہے کذا في الطحطاوي مختصرا فان قدر على المنع فعل پھر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع
کرے ھ یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے سو اگر
قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کردے اور یہہ بھی اگر نہوسکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہہ ضعف الایمان ہے والا يقدر صبر ان لم يكن ممن
يقتدى به اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگونمین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتداے خلق نہو تو صبر
کرے دل سے ناخوش ہوکر فان كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد لان فيه شين الدين سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو
تو وہان سے نکلجاے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ھ اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین کے واسطے کہ وہ اوس بزرگ کی پیروی
کرینگے والمحكي عن الامام كان قبل ان يصير مقتدى به اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہہ اونکے
مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تھا کذا في الايضاح وان علم اولا باللعب لا يحضر اصلا سواء كان ممن يقتدى به او لا لان حق الدعوة انما يلزمه
بعد الحضور لا قبله ابن كمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجاے تو اصلا وہان نجاے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر
ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھ نجانے کی بہتر وجہ یہہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا في الزيلعي وفي
السراج ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کہیل اور ناچ رنگ حرام مین ھ ملاہی سے مین مستثنی

مین بموجب حدیث کے کفر دکی ملاعبت اپنی عورت کیساتھ اور تادیب اپنے گھوڑی کی اور تیر اندازی وَیَدْخُلُ علیہم بلا اِذْنِہم لِانکارِ المنکَرِ اور ارباب ملاہی کے گہر مین
گھس جاے بدون اونکی اذن خلاف شرع کے مثانیکے واسطے ہم یعنی ہر چند کسیکے گہر مین بلا اذن جانا درست نہین لیکن جب اُن لوگون نے خلاف شرع کا ارتکاب
سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو اونکی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قال ابنُ مسعودٍ صوتُ اللہوِ والغناءِ یُنبِتُ النفاقَ فی القلبِ کما یُنبِتُ
الماءُ النباتَ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دلمین نفاق کو اوگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اوگاتا ہے ہم ماق سے نفاق عملی مراد ہے نہ
نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلتُ وفی البزازیۃ استماعُ صوتِ الملاہی کضربِ قصبٍ ونحوِہ حرامٌ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماعُ الملاہی
معصیۃٌ والجلوسُ علیہا فسقٌ والتلذذُ بہا کفرٌ ای بالنعمۃ فصرفُ الجوارحِ الی غیرِ ما خُلِقَ لاجلہ کفرٌ بالنعمۃِ لا شکرٌ فالواجبُ کلُّ الواجبِ
ان یجتنب کیلا یسمع لِما رُوِیَ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَدخلَ اِصبعَہ فی اُذنہ عندَ سَماعِہ واَشعارُ العربِ لو فیہا ذکرُ الفسقِ تُکرہ انتہی
مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ باجونکی آواز سُننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکی حرام ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ
استماع ملاہی گناہ ہے اور اوسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلجانا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اُس
چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائے نہین گئی نعمت کا کفران ہے نہ شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ گیر ہوجاے تا آواز کو نہ سُنے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس مین داخل کرلیا تھا اوس کی سماعت کیوقت اور عرب کے اشعار اگر اونمین فسق کا ذکر ہو
تو وہ مکروہ ہین انتہی ما فی البزازیۃ ولتغلیظِ الذنبِ کما فی الاختیارِ اوللاستحلالِ کما فی النہایۃ یعنی سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بُرائی جتانی
کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فائدۃ** ومن ذٰلک ضربُ النوبۃِ للتفاخرِ فلو للتنبیہِ فلا بأسَ بہٖ
کما اذا ضُربَ فی ثلٰثۃِ اوقاتٍ لتذکیرِ ثلٰثِ نفخاتِ الصورِ لمناسبۃٍ بینہما فبعدَ العصرِ للاشارۃِ الی نفخۃِ الفزعِ وبعدَ العشاءِ الی نفخۃِ الموتِ وبعدَ
نصفِ اللیلِ الی نفخۃِ البعثِ وتمامُہ فیما علّقتُہ علی الملتقی ومنجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو
اُسکا مضایقہ نہین چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز مین سے انجملہ
مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدہی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبرون سے
اوٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح مین ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے ہم شرح ملتقی مین شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح مین دف
بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ مین ہے دف اوسوقت درست ہے جبکہ اوسمین جَلاجِل یعنی جہانجھین نہون اور اوسکا بجانا بر ہیئت تطرّب نہو
تتمہ پہلا گانیوالا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگون نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست
اوسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہہ کفار گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ مین ہے کہ حرمت رقص پر نص قرانی موجود ہے قال تعالیٰ وَلَا تَمْشِ
فِی الْاَرْضِ مَرَحًا یعنے مت چل زمین مین اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص مین نہایت تبختر اور سجاوٹ اور اترانا ہوتا ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ رقص گناہ کبیرہ
ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضی فقیہون نے کہا کہ غلبۂ وجد مین رقص منع نہین جیسی صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع مین تاتارخانیہ مین وہ مضمون ہے جو
جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہین اور یہہ اوس صورتمین ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام مین وہ شخص
مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبہی حرام ہوجاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو ہمارے زمانہ کی متصوفہ
بسماع کیوقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہین حرام ہے وہان بیٹھنا جائز نہین اور صوفیہ سابقین ایسا نہین کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہین کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہین ہے سری سقطی نے فرمایا وجد کرنیوالیکی شرط یہہ ہے
کہ اس حد کو اوسکا وجد پونہچ جاے کہ اگر اوسکی چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچہہ خبر نہو درد اور الم کی انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات
سرود کی اور اختلاف غناے مجرد کا کتاب الشہادات مین مفصل مذکور ہوچکا فلینظر ثمہ **فصل فی اللبس** یہہ فصل ہے لباس کے مسائل مین ہم فرض

لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا اون کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستینین انگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ نتف مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس سو اسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتین سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کیواسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الملتقط و المنصاب یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وھی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہہ ہے کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہے جبکہ وہ کہال سے لگا ہو قنیہ مین کہا اور یہہ رخصت عظیمہ ہے وہان جہان ریشمی کا عموم بلوی ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف نسبت کیا ہے نہ امام کیطرف تحریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابو داؤد اور نسائی مین علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھہ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھہ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردونپر حرام ہے اور اونکی عورتونپر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت مین کچھہ حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار او نگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ کھلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کھلین مراد ہین ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار او نگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت کھلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین شرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے جمع کرنے مین اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرحپر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق کثرت سے ہون اگر ان سبکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہہ جمع کرنا معتبر نہین وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازھا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی او نگلیون سے اور فاروق کی چار او نگلیان ہماری بالشت کے ساتھہ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش و نگار مین رخصت ہے ہم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ چادر یا انچل پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار او نگلیان ہین اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی او نگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہین تو بہتر یہہ تہا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نکرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ھذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

حلال نہین ہے کذا فی الزاہدی و فی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی مین ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عامہ مین دو جگہہ ہو
یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیئے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہین اور بعضون نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہین ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تہا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عمامۃ علیہا علم من فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس
ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی مین امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچہہ مضائقہ نہین اور
سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ نہین وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت وبہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا
من القمص المبصرتیہ اور مجتبی مین ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جسمین پیراہن کی اطراف مین ریشمی کپڑا سیا ہو مین کہتا ہون اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنون کے پہننے کی ہم طحاوی نے کہا یہہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری مین ذخیرہ سے
منقول ہے کہ کفوف بالحریر تمامہ علما فقہا کے نزدیک درست ہے انتہے اور ہدایہ مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تہے عینی محشی ہدایہ نے
کہا یہہ حدیث صحیح مسلم مین اسطرح ہے کہ اسمار بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو آستین دیباکا گریبان سیا تہا اور اوسکے دونو
چاک دیبا سے سیئے تہے سو کہا کہ یہہ عائشہ صدیقہ کے پاس تہا جب وہ مر گئین تو مین نے اوسکو لیا سو آنحضرت صلعم اوسکو پہنتے تہے سو ہم اوسکو دہو لیتے ہین بیمارون
کیواسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت مین یون ہے کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستین اور دونو چاک دیبا سے سیئے تہے اور
بخاری کی ادب مفرد مین یون روایت ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تہا بالشت بہر اور دونون چاک دیبا سے سیئے تہے حضرت اوسکو مہمانون کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تہے انتہے ما فی العینی مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف
وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ اور مجتبی مین ہے کہ کپڑے کے عرض مین علم مرخص ہے مین کہتا ہون اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول مین مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب
درر و غرر نے اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ و غیرہا کا اطلاق یعنی عدم تقیید طول و عرض مجتبے کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا انتہی
قلت قال شیخنا والظن ان الرایۃ وما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس یلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج مین ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رح نے کہا اور یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمین چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت مین
رخصت عظیم ہے اوس شخص کی جو علم کبیر کے استعمال کے ساتہہ مبتلا ہے ہمارے زمانے مین انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہہ ہے کہ جہنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندہا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہین اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس مین ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہین علم کا حریر سے کپڑے مین جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اسمین کچہہ خلاف مذکور نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر مین کہا کہ علم کا کچہہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اوسکی مقدار بیان نہین کی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جہنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہہ اختلاف علم
ثوب مین ہے نہ علم رایت مین کذا فی الطحاوی یعنی تو شارح کے اوستاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو
ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیہ للرجال مردون کیواسطے کچہہ مضائقہ نہین دیبا کے چہپر کہٹ اور مسہری مین دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا
اور بانا دونون ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر الستر الرقیق وتسمی الناموسیۃ لانہ لیس یلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام سنجاف
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہین بدن سے علحدہ رہتا ہے ہم قاموس مین ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گہٹا ثوب ہے مچہردانی

سے بچنے کیواسطے یعنی چھپر کھٹ اور مسہری اور پشخانہ معرّب ہو پشہ خانہ کا وذکرہ شارح الوھبانیۃ فقال ۔ و فی کلۃ الدیباج فالنوم عند ابی
و فی القنیۃ و المنتقی ذا مستطر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی
مین یہہ جواز مرقوم ہے ونکرۃ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح وقیل لا باس بھا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اوسکے
جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین ہے اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع
ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے
نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر
سی ہوی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بتت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق فیھا اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جائے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذھب و فضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا
گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر یعنی مکانمین اطلس وغیرہ کا چھت گیرہ
لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر و فی القنیۃ یحسن للفقھاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویلہ باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیھا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریسم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھہ مضائقہ نہین
ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونو آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکہہ کا و فی شرح الوھبانیۃ عن المنتقی
لا باس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھہ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا
اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین و فی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب اور تاتارخانیہ
مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھہ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیھا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذھب
قالوا وھذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذھب انتھی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین
نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور
کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کی مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسیطرح
ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین
بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کہتے ہین کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ
والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اوسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہئیے تامل ہے مجکو بغلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصراً
ہم و باللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفۃ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہوا اور جولانا ہے چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اوسکا
اور جو اوسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر
مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم و یحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالا والشافعی و مالک حرام وھو الصحیح
کما فی المواھب قلت فلیحفظ ھذا لکنہ خلاف المشھور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اوسکا فرش بچھانا اور اوسپر سو رہنا حلال ہے اور صاحبین
اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول صحیح ہے کما فی المواھب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہئیے لیکن یہہ تصحیح مذہب مشہور کے
مخالف ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھہ ہین حلت کے قول مین

کذا فی الطحطاوی۔ واما جعلہ دثاراً او ازاراً فانہ یکرہ بالاجماع سراج۔ اوپر کے کپڑے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج۔ ھم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو۔ واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع۔ اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع۔ ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوباً بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ھی المعتبرۃ دون السدی۔ اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا۔ قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواھب یکرہ ما سداہ ظاھر کالعتابی وقیل لا یکرہ وھو فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ۔ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں ہے اور اسیکی مانند اختیار میں ہے۔ میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اوسکے فتوی دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے۔ ھم ملتقی اور اوسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی۔ وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتھی قلت وھذا کان فی زمانھم واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم بر جندی وتتارخانیہ فلیحفظ۔ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز پشم تھا بھیڑ ریا منقوطہ شدہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہا رمتقدمین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریری ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیئے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے۔ وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقاً یحصل بہ اتقاء العدو فلو رقیقاً حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج۔ اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراج۔ ھم لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا۔ واما الخالص فیکرہ فیھا عندہ خلافاً لھما ملتقی۔ اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی۔ ھم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اوسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمیں لکھا ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے بوجہ اسکے کہ اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک کے انتہی تو جب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی۔ قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاھر اعتبار الغالب۔ میں کہتا ہوں اور میں نے اوس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہرا غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو حلال۔ وفی حاوی الزاھدی یکرہ ما کان ظاھرہ قزاً وخط منہ خز وخط منہ قز وظاھر المذھب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزاً فاما اذا کان کل واحد مستبیناً کالطراز فی العمامۃ فظاھر المذھب انہ لا یجمع انتھی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاھر علی الظاھر فافھم۔ اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اوسکی ایک دھاری اون کی ہو اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اوس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاوینگے جبکہ اوسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اسطرح کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہہ ہے کہ متفرقات کو جمع نکرینگے انتہے

فی الحاوی اور ہمارے اوستاد نے اس قول کو مان لیا ہے مین کہتا ہون اور مترجم کہتا ہے کہ عنقریب معلوم کر چکا ہی کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر الذہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر اوس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی نمودار ہو ویکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردونکو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنی دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ہنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مرد کو ہان گر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان مین ورس ایک گھاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہو ومفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کیواسطے مکروہ نہین ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہین کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگون مین مرد کیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراھۃ تنزیھیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی اور یہہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہی ہم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی المنح یعنی گو ہی اوس سرخی مین جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لکھا اور مجتبیہ اور آل اور کرمانہ کی شرحی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انھا تحریمیۃ وھی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیھا رسالۃ فیھا ثمانیۃ اقوال منھا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے اوسمین آٹھہ قول مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم سے روایت ہو کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیری عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اوسکے سوا مین الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منھا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرائش جو متجبرین اور متکبرین ہم قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین اوس کمربند کا جسکے دونو کنارے چاندی کے دو حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے تہذیب اور تلوار کا زیور اوسی شرط سے حلال ہی کہ چاندی کی جگہہ یا تختہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے مرجند کو بند اور حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطھا من ذھب وقیل یحل اذا لم یبلغ عرضھا اربع اصابع فیہ بعد ہم سبع ورق ولایکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیء حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال اوسی پیٹی کا حلال نہین جسکے بیچ دیباہوا اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اوسکا چار انگل کا نہوا اور اوسمین سات ورق کے بعد ہو اور کمر کی پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتی پہننے کا حکم آگے آویگا ولایتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بھا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہوجانے ضرورت کے چاندی سے یعنی چاندی سے ضرورت رفع ہوگئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہ کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرھا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعم منلا خسرو ذھب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرھا لما مر تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور شیشے وغیرہ بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسیکی حاجت باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرونکی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہے اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتونکی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ دوزخیونکا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ زیور ہے بہشتیونکا کذا فی العینی شرح الھدایۃ من ابی داؤد والترمذی والنسائی بعض اشخاص یشب مین کشف اور تیسیر بھی درست کہتے ہین فاذا ثبت کراھۃ لبسھا للتختم ثبت کراھۃ بیعھا وصیغھا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوئی تو انکو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہوگئی اسلئے کہ اسمین اعانت ناجائز ہے اور جو فعل کہ ناجائز کیطرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا سو اگر
چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے م یہہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری
کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہو ویحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین م کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے
تا نگینہ تھیویٔ سے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہو حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کفدست کے اندر رکہی بائین
ہاتھہ مین اور بعضون نے کہا داہنی ہاتھہ مین مگر یہہ طریقہ ہو رافضیونکا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہو کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ کبھی
رافضیونکا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہوگیا سو دیکہ لے م عورتین انگوٹھی ظاہر کفدست کیطرف رکہین برخلاف مردون کے اسواسطے کہ عورت زینت
کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالی لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید
علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کیصورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے
زیادہ کرے م اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی آستین یا داہنی ہاتھہ مین کرلے اگر بائین ہاتھہ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم
النبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تہا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تہا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر
اللہ تہا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت
اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تہا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑہے چار ماشے ہے وترک التختم
لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی فضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسے متولی کی غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے م
یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین تو انکو مہر رکہنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصونکو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین
یہہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضون نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی رکہنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اوسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر
اخلاطی مین ہے کذا فی العالمگیریہ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندہے بلکہ چاندی سے
باندہے اور محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی در صورت قطع اسواسطے کہ چاندی
کندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشربہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا
مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اوسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے م یعنی سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ
بللہ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال رکہنا وضو کا پانی پونچہنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پونچہنے کے لیے بشرطیکہ رفع حاجت
کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تبختر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اوس تری سے جو وضو کرنیکے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ
ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیٔ والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہین رتیمہ وہ تاگا ہے
جو اونگلی یا انگوٹھی پر باندہا جاے بات یاد رکہنی کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ مکروہ ہے اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہین
کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی مین ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان مین ہو م تعلیق
تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکہنے اور چہونیکے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ صبیح ولو امرد صبیح الوجہ
اور دیکہے اگرچہ دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس گبہرو کے بدنکو جو حد شہوت کو پہونچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ بے ریشہ خوبصورت ہو
اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا م امرد صبیح کا دیکہنا اوسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکہے والا وہ بمنزلہ عورت کی ہے از سر تا قدم اوسکو

دیکہنا اور خلوت کرنا حلال نہین کذا فی العالمگیریہ والاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت
وقرینة المقام تکفی فتدبر اور بہتر تہا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہی اسواسطی کہ
قاعدہ یہہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور اسیطرحکا کلام ہی اسکی مابعد مین یعنی تنظر المرأة من المرأة وکذا فی القہستانی مین کہتا ہون
اور قرینہ مقام مغائرت کیواسطی کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انه لو نظر لعورة غیرہ باذنه لم یأثم قلت وفیه نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی
نظر لعورة غیرہ وہی غیر بادیة لم یأثم انتہی فلیحفظ پہر قہستانی نے زاہدی سی نقل کیا کہ اگر مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکہی اوسکی اذن سی تو گنہگار نہوگا مین کہتا
ہون اسمین تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ اگر مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑی سے
ڈہکی ہے تو دیکہنی والا گنہگار نہوگا انتہی کلام البحر الرائق تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکہنا چاہیئے م زیلعی مین ہی عورت کے بدن مین تامل کرنیکا مضائقہ
نہین اگر اوسپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑی سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوة والسلام کے
کہ جو خلق عورت کو تامل کری اور اوسکے کپڑی دیکہی یہانتک کہ اوسکی ہڈیونکا حجم ظاہر ہوجاوی تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگہیگا کذا فی الطحطاوی سوی
ما بین سرته الی تحت رکبته فالرکبة عورة لا السرة ایک مرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکہی سوا اوس بدن کے جو بیچ اوسکی ناف کے ہی اوسکے گہٹنونکے نیچی تک یعنی زیر
ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت واجب الستر ہی اور ناف عورت نہین م عورت غلیظہ مبالغ اور شرمگاہ
ہے اوسکے بعد ران اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کہلا دیکہی تو اوسپر نرمی سی انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کہلی دیکہے تو اوسپر درشتی سی انکار
کرے اور اگر عورت غلیظہ کہلی دیکہے تو ڈہکنی کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریہ ومن عرسه وامته الحلال له وطیہا تحریم
المجوسیة والمکاتبة والمشترکة ومنکوحة الغیر والمحرمة برضاع او مصاہرة فحکمہا کالاجنبیة مجتبی ویشکل بالمعضاة فانه لا یحل له
وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانه اغلبی الی فرجہا بشہوة وغیرہا والاولی ترکه لانه یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی
اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہی فرج کیطرف نظر کرے شہوت سی اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا ندیکہنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہی حلال لونڈی
کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہی نکلگئی
اسواسطی کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہی کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکہنا درست ہی اعتراض
وارد ہوتا ہی اوس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہی پردہ پہٹکر کہ اوسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہی کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کبہی
یون جواب دیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہی نہ کلی م لونڈی کی حرمت بالمصاہرة کیصورت یہہ ہی کہ مدخولہ کی وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی مین ہے
کہ بہتر ہے کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ندیکہی اسلئے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہوسکے اور دونون برہنہ نہوجاوین
گدہون کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمه ہی من لا یحل له نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الرأس والوجه والصدر و
الساق والعضد ان أمن شہوته وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایة فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکہی مرد اپنی محرم عورت کا
سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سی بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سی بہی ایسا ذکر کیا ہی ہدایہ مین سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار
کیا سو اوسنی قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکی ساتھہ نکاح کرنا مرد کو کبہی حلال نہین بسبب نسب کی یا سبب کے اگرچہ حرمت
سببی حرامکاری سی ہو م محرمات نسبی چنانچہ مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن
ولا لا اور اگر طرفین سی خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہین لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ
ندیکہی مرد اپنی محرم عورت کی پیٹہہ اور پیٹ اور ران کیطرف پیٹہہ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہی واصله قوله تعالی ولا یبدین زینتہن الا
لبعولتہن الایة وتلک المذکورات مواضع الزینة بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالی کا یہہ قول ہی کہ عورتین اپنی زینت کو

ظاہر کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندونکو یا اپنی ازواج کے فرزندونکو یا اپنے
بھائیونکو یا بھتیجونکو یا بھانجونکو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع ہین زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہین ہم آیہ تفسیر مین نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہو ولیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہی اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہی اور کان بالیونکی جگہ ہے اور بازو موضع ہی بازو بند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیونکی جگہ ہے اور کفدست موضع انگشتری اور حنابندی ہی اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہی کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہی موباف
کا کذا فی العینی وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظر الیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ہم لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
غیر دن ہی تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی وما حل نظرہ مما مر من ذکر وانثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی
نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ و
ان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی اور جسکا دیکھنا حلال ہی منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینیاً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اوسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی
لا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ [illegible] دیکھنا حلال اوسکا چھونا حلال نہی
اجنبی عورت کی سوا کہ اوسکا چہرہ اور کفدست دیکھنا حلال مگر اونکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر سی اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وہذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن
اور یہہ یعنی چہرہ اور کفدست کا نچھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہی اور ایسی ڈھڑی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین رہی تو اوسکی مصافحہ کرنے اور ہاتھ
چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سی نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اوسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سی شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ
مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہی مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہی جو صاحب دین سی بھاگے اور ویرانے گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہی اوس بڈھی
عورت سی جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہی کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کی درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان
مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہی مگر
رضاعی بہن اور جوان ساس کے ساتھ خلوت مباح نہین وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا
ویرد السلام علیہا والا لا اھ اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سی منقول ہی اور مرد نبولے اجنبی عورت سی مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب ندے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ مین ہی کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہی خانیہ مین
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہی تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہی کہ اگر جوان خوبصورت

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد گنہگار کے یرحمک اللہ نکہے کذا فی الملتقط و به بان ان لفظة لا فی نقل قہستانی ویکلمها بما لا یحتاج الیه زائدة فتنبه اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل مین زیادہ ہے یعنے ویکلمها بما لا یحتاج الیه تو آگاہ رہنا ہم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولہ مس ذلک ای حل نظره اذا اراد الشراء وان خاف شهوته للضرورة وقیل لا فی زماننا وبه جزم فی الاختیار اور اوسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ رکہے اگرچہ چھونے مین شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہے ضرورت کی سبب سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین چھونا درست نہین اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار مین ہم یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ رکہے تو چہرہ اور ہاتھہ پاؤن ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامة بلغت حد الشهوة لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرة والرکبة لان ظهرها وبطنها عورة اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نچاہیئے ایک تہبند مین جو ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھہ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیة ولو کافرة مجتبی الی وجهها وکفیها فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسها للخبز تاتارخانیه اور اجنبی غیر محرم عورت کی بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبے دیکہے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونون کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضون نے کہا اور قدم اور ہاتھہ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیه ہم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے مین امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہین اور محیط مین اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی مین اوسکے عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز مین تو قدم عورت نہین اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ مین مطلقا عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدها کالاجنبی معها فینظر لوجهها وکفیها فقط نعم یدخل علیها بلا اذنها اجماعا ولا یسافر بها اجماعا خلاصه وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمه اور عورت کا غلام اوسکے ساتھہ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے ہان اوسکی پاس جایا کرے بدون اوسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اوسکے ساتھہ سفر نکرے بالاتفاق کذا فی الخلاصة اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکہے اوسکے محرم کی مانند فان خاف الشهوة او شک امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی وغیره پہر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونیکے ساتھہ مقید ہے اور نہین تو حرام ہے اور یہہ یعنے حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلی لوگون کے زمانہ مین تہا اور ہمارے زمانہ مین تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیره الا النظر والمس لحاجة کقاض وشاهد یحکم ویشهد علیها لف ونشر مرتب لا لتحمل الشهادة فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورتکو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہین شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول مین شارح نے کہا یحکم اور یشہد مین لف نشر مرتب ہے ہم یعنی اگر عورت اپنے دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہین اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت مین شاہد کو نظر کرنا شناخت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادای شہادت کی نیت سے دیکہین نہ قضاء شہوت کیواسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچین وکذا مرید نکاحها ولو عن شهوة بنیة السنة لا قضاء الشهوة اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکہے نہ قضاء شہوت کی قصد سے ہم ترمذی اور نسائی مین ہے کہ جب مغیرة بن شعبہ نے ایکعورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکہہ تا کہ تم دونون مین موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کفدست چھونا درست نہین کذا فی الطحطاوی وشرائها ومداواتها اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکی علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنیوالا طبیب عورتکی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کرے اسواسطے کہ امر ضروری ضرورت ہی سے متعین ہوتے ہین ہ شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت مین جائز
ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہوجانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہین تو حلال نہین کذا فی المحیط وہی وکذا نظر قابلة وختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ہ سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھہ سے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہوسکے تو فقط ایکدو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نسمجھے وینبغی ان تعلم امرأة تداویها لان نظر الجنس الی
الجنس اخف اور لائق یون ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورت اوسکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے غیر جنس
سے ہ عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہین بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے فرج مے ورم ہے وہان
جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین تو اوسکا علاج عورتکو سکھاوے اور اگر عورت نملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکر سکے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی
کا تو سارا بدن چھپا کر فقط فرج کی جگہہ مرد دیکھے پہر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکھہ بچائے رہے سوا اوسجگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچھہ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة کالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ہ یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہین اسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے آپسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبا سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا
شہوت سے درست نہین وقیل کالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹہہ اور پیٹ کو ندیکھے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وکذا نظر المرأة من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل هو الصحیح
فی الفصلین تتارخانیه معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون مین یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تتارخانیه منسوبا الی المضمرات والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمة
مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوای چہرہ اور کفدست کے
کذا فی المجتبی ہ اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی
اوسکے سامنے نہ اوتارے اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کہولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز النظر الیه قبل
الانفصال لا یجوز بعده ولو بعد الموت کشعر عانة وشعر رأسها وعظم ذراع حرة میتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون یدها مجتبی
اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانون کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتھہ کا کذا فی
المجتبی وفیه النظر الی ملاءة الاجنبیة بشهوة حرام اور مجتبی مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار و
وصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها لقوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة
والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التی تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التی یفعل بها ذلک اور اختیار شرح مختار
مین ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت

کرے اور اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑوا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دے اور جو گودوا دے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کرا دے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنوا دے و الخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیة کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کی برابر ہیں خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل مع فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورتکو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا نایزہ سست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور ہیجڑے کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کی مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وقیل لا بأس بمجبوب جف ماءہ لکن فی الکبری ان من جوّزہ فمن قلة التجربة والدیانة اور بعضوں نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہیں جسکی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوی کبرے میں ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ہم اصح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین میں داخل ہیں تو اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ باذنہا ای باذن حرة او مولی امة وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اوسکی اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اوسکی اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اوسکی مالک کی اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبرا لغت میں عبارت ہے طلب برائت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب برائت حمل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اوسیوقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد من ملک استمتاع امة بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایة وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکی جیسے ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجة کما سیجیء اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکلجاوے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراة من عبد او امرأة ولو عبدہ کمکاتبہ وماذونہ ولو مستغرقا بالدین والالا استبراء استبرا واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبرا کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب معتبر ظاہر یعنی حدوث ملک تعذر نہ حکمت یعنی تعرف برائت رحم اور چونکہ مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف مکاتب غیر مستغرق اور من محرمہا غیر رحمہا کبنت الشیخ علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ جاریہ آزاد نہو جاوے محرم پر ہم محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الچلپی علی شرح الوقایہ او من مال صبی ولو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطئہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور حبلہا جو مالک ہوا جاریہ مذکورہ کا تو اوسپر جماع اوسکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک مین اوسکے حاملہ ہونیکے ظہور کے سبب سے ھم دواعی جماع چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اوپر اوسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے
اوسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہوگئی اور بیع اوسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک مین واقع ہوا حتیٰ یستبرئھا بحیضۃ فیمن
تحیض و بشھر فی ذوات الاشھر وھی صغیرۃ و آئسۃ و منقطع حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہی یہانتک
کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہوجاے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت مین اور مہینہ گذرنے سے مہینون والی عورتین اور وہ صغیرہ ہی اور کبیرہ جسکا
حیض بند ہوگیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہی یعنی اوسکو کبھی حیض نہین آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برارت رحم کی معلوم
ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈہی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہین آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ھم وجوب استبرا مین وہ حدیث اصل ہی جو ابو داؤد مین ابو سعید
خدری سے مروی ہی کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیون کے حق مین فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاے وضع حمل تک اور
نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض اوسکو آجاے کذا فی العینی و لو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر
حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنی استبرا مین اصل حیض ہی اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نرہی و لو ارتفع حیضھا
بأن صارت ممتدۃ الطھر وھی ممن تحیض استبراؤھا بشھرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہوگیا اسطرحپر کہ اوسکا طہر دراز
ہوگیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتون مین سے ہی تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن ہی محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی و المستحاضۃ تدع
من اول الشھر عشرۃ ایام ثم یجامعھا و غیر المتحیرۃ فتحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چھوڑدے کذا فی البرجندی وغیرہ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ مین بچہ پیدا ہونے سے و لا یعتد بحیضۃ ملکھا فیھا و لا التی بعد الملک
قبل قبضھا و لا بالولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکھا قبل قبضھا اور استبرا مین شمار نکرے اوس حیض کو جسمین مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو
جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنے بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل
من ذلک ای من حیضۃ و غیرھا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہین کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع
قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کی قبضہ مین ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی مین ملک پوری نہین ہوتی بدون اجازت کی و لا یعتد ایضا
بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریھا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار مین نہین آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض
کے بعد شراء فاسد مین قبل اسبات کے کہ اوسکو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد مین نہین جو حیض استبرا مین شمار کیا جاے
و یجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینھما لتمام الملک اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کے اوس لونڈی سے جو
مشترک ہی دونون مین بسبب پوری ہوجانے اوسکی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصون مین مشترک ہی سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبرا واجب ہی
اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا و یجتزی بحیضۃ حاضتھا وھی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ و
کاتبھا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودھا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہی
وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا
بعد خرید قبل استبرا کے پہر اونکو حیض آیا پہر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی اداے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پاے جانے حیض کے مالک
ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا مین کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد و لا یجب عند عودۃ الآبقۃ ای فی دار الاسلام
خانیہ اور استبرا واجب نہین جاریہ گریختہ کی پہر آنے کیوقت دار الاسلام مین کذا فی الخانیۃ ھم اتقانی نے کہا اس مسئلہ مین تفصیل ہے شرح
الطحاوی مین ہے کہ اگر جاریہ بہاگ گئی دار الحرب مین پہر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسیوجہ سے تو اوسپر استبرا نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکی
مالک نہین ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک اوسپر استبرا ہی کیونکہ کفار اوسکی مالک ہوگئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام مین گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

لم یجب حتی اور اوسکو کہتے ہیں کہ دار الحرب میں لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر اب وہ اپنی مالک کے پاس پلٹ آوگئی تو سبکے نزدیک اوسپر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے کہ تنبیہ سے وہ جاریہ قرار ہے جو دار الحرب میں بہاگ گئی اور کفار اوسکو نہیں لیگئے پہر وہ اپنی مالک کے پاس آئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی المحیط و ردّ المغصوبة ای اذا باعہا الغاصب ثم نفیہ اور جاریہ مغصوبہ کے پہیر دینی سے استبراء واجب نہیں بشرطیکہ اوسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کذا فی الخانیہ ھم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پہر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پہیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نجانتا ہوگا تو مالک پر استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو در صورت عدم جماع کی استبرا نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی المحیط وہی عود المستأجرة وفك المرهونة لعدم استحداث الملك اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کی حادث نہونیکے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا یستبرأ علی البائع کما لو باعہا بخیار و قبضت ثم انطلاء بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی بائع اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پہر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اسلئے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرة او ام ولد وقبضت ان لم یطاہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پہر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اوسکی قربت نکی ہو ھم اسمین اعتراض یہہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمین استبراء کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہئیے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیة شری معتدة الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطئہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبرا نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کیوقت یعنی ملک اور قبض مشتری کیوقت ھم صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سے ایکروز یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اوسپر استبراء واجب نہیں پہر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بحیلة اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلك والا لا یفعلہا بہ یفتی اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبرا کے حیلہ میں جبکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اوس طہر میں اور اگر یہہ معلوم نہو تو استبرا کے ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ھم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکہتے ہیں اونکو حلال نہیں کہ ایکعورت پر اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نکی تو یہہ نہی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے توہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرة او اربع اماء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اوسپر قبضہ کرے پہر اوسکو خرید کر لے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پہر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بہی استبراء واجب نہوگا ھم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور اسکے غیرہ وغیرہ میں بلا قید قبض مذکور ہے بالجملہ یہان تین قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ تقدم قبض بلا دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول

میرانی کا یہ ہے کہ قبض شرط ہو نہ وطی اور تیسرا قول شرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی
ملخصا ونقل فی الدر عن ظهير الدين اشتراط وطئه قبل الشراء وذکرہ اور در میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی
وجہ بھی ذکر کی ہے ھم وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرتے سے اوسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اوسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل
ہو جاویگا پھر جب ملک کیوقت نکاح نرہا تو استبرا واجب ہوگیا اسکو سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدر وان كانت تحته حرة
فالحيلة ان ينكحها البائع اي يزوجها ممن يثق به كما سيجيء قبل الشراء او ان ينكحها المشتري قبل قبضها ولو بعد الشراء ممن يوثق به ليس تحته حرة اور اگر اوسکی
نکاح میں پہلے منکوحہ چار لونڈیان ہین کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اوس شخص سے جسپر اوسکو اعتماد ہو طلاق
دینے کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دیوے اوس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہین شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے
تو اگر بعد قبضہ کرنیکے نکاح کردیگا تو استبرا ساقط نہوگا او یزوجها بشرط ان يكون امرها بيدها او بيده يطلقها متى شاء ان خاف ان لا يطلقها یا جاریہ
کا نکاح ایسی شخص سے باین شرط کہ جاریہ اپنی طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اوسکو طلاق دیدے اوسوقت ہے جبکہ بائع یا مشتری
اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اوسکو طلاق نہ دیگا ثم يشتري الامة ويقبض او يقبض فيطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتري فيسقط الاستبراء
پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اوسکو طلاق
دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ھم الحاصل اگر اوسکی تحت میں حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے
اوس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اوسکو خرید کرے پھر زوج اوسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اوسکی
وطی مشتری کو حلال نہیں تو اوسپر استبرا نہیں پھر جب اوسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا
جو وجوب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اوسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اوسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہتی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو
اوسوقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ وقيل المسئلة التي اخذ ابو يوسف عليها مائة الف درهم ان زبيدة
حلفت الرشيد ان لا يشتري عليها جارية ولا يستوهبها فقال يشتري نصفها ويوهب له نصفها ملتقط اور بعضون نے کہا جس مسئلہ پر قاضی
ابو یوسف نے لاکھ درہم لئے تھے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ
خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا
تصرف بھی حلال ہو گیا او یکاتبها المشتري بعد الشراء والقبض كما يفيده اطلاقهم وعليه فيطلب الفرق بين الكتابة والنكاح بعد القبض وقد نقل
المصنف عن شيخه ما سنذكره لكن في الشرنبلالية عن المواهب التصريح بتقييد الكتابة بكونها قبل القبض فليحرر قلت ثم وقفت على البرهان
شرح مواهب الرحمن فلم ار القيد المذكور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنیکے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے
اور یہ موجب ہے تو طلب فرق کرنا چاہئیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہوا اور اگر
بعد قبض اوسکا نکاح کر دے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح بعد القبض میں مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے اوستاد سے
بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل
قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہئیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہئیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر
سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے ھم بعضون نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اوسکی مجموعہ چند
کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اوسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم يفسخ برضاها ليحل له الوطي

بلا استبراء لزوال ملكه بالكتابة وعوده بالتعجيز لكن لم يحدث ملك حقيقة فلم يوجد سبب الاستبراء وهذه اسهل الحيل تاتارخانية
پہر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کردے یعنی جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو وطی اوسکے بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہوجانے
ملک مشتری کے کتابت سے پہر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادا بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہین ہوا تو استبرا کا سبب
پایا گیا اور یہ حیلہ سب حیلون سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ م یہہ وجہہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تہا مصنف
نے اپنی شرح مین کہا کہ شاید وجہ فرق یہہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولی کے قبضے سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہوگئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسب کی مالک ٹہری تو گویا مولی
کی ملک زائل ہوگئی کتابت سے پہر اوسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہین ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تہا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہین گیا چنانچہ نہایہ مین ہے کہ جب جاریہ ملک سے مولی کے نکلی ولیکن اوسکی تصرف سے نکلی پہر اوسکی تصرف مین آئی تو استبرا واجب نہو گا اور اوسکی خارج ہونیکی
تصرف مولی سے یہہ دلیل ہے کہ اگر مولی مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہو گا کذا فی الطحطاوی ملخصا صورت اس حیلہ کی یہہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
تلوان بجاع ہا
کے مکاتب کردے مثلا یون کہے کہ مین نے تجکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے مین ادا کر پہر جب وہ عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کردے تو اب جاریہ فی الفور مولی پر حلال ہو جاویگی استبراء واجب نہو گا بدلیل گذشتہ تو یہہ حیلہ سب حیلون سے سہلتر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی له امتان لا يجتمعان نكاحا اختان او فقبلهما
قبل او وطئ احداهما يحل له وطؤها وتقبيلها دون الاخرى بشهوة السهوة في القبلة لا تعتبر المس والنظر ابن كمال محرما عليه ايک
شخص کی ایسی دو لونڈیان ہین جو ساتہ ہی نکاح مین جمع نہین ہو سکتین خواہ وہ دونون بہنین ہون یا نہون یعنی خالہ بہانجی ہون یا عمہ بہتیجی ہون سو مالک نے دونون کا
بوسہ لیا شہوت سے تو دونون اوسپر حرام ہوگئین سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ مین شہوت معتبر نہین بلکہ مساس اور نظر مین شہوت شرط ہے یعنی بوسے سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت سے ہو یا بغیر
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے م جمع بین الاختین نکاح مین تو بالاجماع جائز نہین لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہین زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی مین حلال نہین ہے اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہین وكذلك يحرم عليه الدواعي
كالنظر والتقبيل حتى يحرم فرج احداهما عليه ولو بغير فعله كاستيلاء الكفار عليها ابن كمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہین دواعی وطی کی چنانچہ
نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
م شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ تحریم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملك ولو لبعضها باي سبب كان او نكاح صحيح لا فاسد لانه لا يحل الدخول
او عتق ولو لبعضها او كتابة لا نفاء تحرم فرجها لا ذي رد ودها لها ان حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ شوہر پر حرام نہین ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کی آزاد کردینے سے گرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کرتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ ان سے حرمت ثابت نہین
ہوتی قلت والمستحب ان لا يمسها حتى تمضي حيضة على المحرمة كما بسطه في شرح الملتقى میں کہتا ہون اور مستحب یہہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتہہ نہ لگاوے جبتک
جاریہ محرمہ پر ایکبار حیض نگذر جاوے چنانچہ مصنف نے اسکو شرح ملتقی مین بشرح بیان کیا ہے وكره تحريما قهستاني تقبيل الرجل فم الرجل او يده او شيئا منه
كذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء او وداع قنية وهذا لو عن شهوة واما على وجه البر فجائز عند الكل خانية وفي الاختيار عن بعضهم لا بأس به اذا قصد البر
وامن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه اور قہستانی مین ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتہہ کا یا کسی اوسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہہ یعنی کراہت بوسہ اوسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بوجہ نیکوکاری یا اعزاز یا احسان
کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار مین ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچہہ مضائقہ نہین جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

شہوت سے منحرف ہو جیسے چومنا فقیہ اور بادشاہ اوسکو اور بزرگ سے پھر کہا امام فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ یہہ معانقہ نہین جو منے اکمرد مین دوسرے مرد کے ہو
جبکہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریہ وکذا المعانقة فی ازار واحد یا اور اسیطرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے
یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہمد مین یعنے کرتہ اور انگرکھہ بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت مین معانقہ مکروہ
ہو جب شہوت ہو اور مراد یہہ ہے کہ ہر شخص پر تہمد ہے اور یہہ مراد نہین کہ دونون شخص ایک تہمد مین ہون اسواسطے کہ یہہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر دلیل
دلیل ہے کہ انس رض سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کیواسطے انحنا کرے یعنے جھکے فرمایا کہ نہین پھر
عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہین ہمنے عرض کیا کہ ایکدوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کیوقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی
کذا فی الطحطاوی یہہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار مین اسناد کیساتھہ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اوس صورت پر محمول
ہے جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجیئ قال ابو یوسف لا باس بالتقبیل والمعانقة فی ازار واحد
اور ابو یوسف نے کہا کہ بوسہ اور معانقہ نہین ہے اور معانقہ کرنے مین ایک تہمد مین ولو کان علیہ قمیص او جبة جاز بلا کراھة بالاجماع وصححہ فی الھدایة
وعلیہ المتون اور اگر ہر دو کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کی جائز ہے اور اسی قولکو صحیح کہا ہے ہدایہ مین اور اسی
قول پر متون فقہ شامل ہین ہم حدیث مین ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر مین حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکا معانقہ کیا اور اونکی دونو
آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی مین ہے کہ اعراب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی الشت مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب ذو القرنین
وہان وارد ہوئے پھر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذو القرنین نے کہا مجکو سوار ہونا لائق نہین اوس شہر مین جسمین خدا کا
دوست موجود ہو پھر ذو القرنین سواری سے اوترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے اونکو سلام کیا اور اون سے معانقہ کیا کذا
الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم مین عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی مین ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلة علی وجہ المبرة دون الشھوة
جاز بالاجماع اور حقایق مین ہے کہ اگر چومنا بر وجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحة ای کما تجوز المصافحة
لانھا سنة قدیمة متواترة لقولہ علیہ الصلوة والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے
کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوة والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھہ ہلا دے تو اوسکے گناہ جھڑ جاتے ہین
ہم کہتے ہین حدیث معجم طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھہ
پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی پتیان جھڑ جاتی ہین لمعہ ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہے کہ جو دو
مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونونکے گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھہ
کا پکڑنا تمامی ہے تحیہ کی یعنی سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی وغیرھا
یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعة ای مباحة حسنة کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ یحمل ما نقل عنہ شارح المجمع
من انھا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامله اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز کہنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھہ چیز نہین یہہ حمل کرنا توفیق کیواسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیء کو اباحت اور

بدعت حسنہ ہر اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف نہیں ہم اذکار نووی مین یون ہو کہ مصافحہ مستحب ہو ہر ملاقات کیوقت اور یہہ جو فجر اور عصر کو لوگون کی عادت ہے تو اسکی شرع مین اسوجہہ خاص سے کچھہ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعضے وقت کو کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہو کہ اصل مصافحہ سنت ہو اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہو کہ سنت مصافحہ مین یہہ ہے کہ دونون ہاتھہ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہو ہم سنت یہہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کیوقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرتے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہو کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام کو پکڑو اسواسطے کہ اوسمین ایک رگ ہو جس سے محبت پیدا ہوتی ہو یہہ مذکور ہے شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصاق صفحہ کف بکف اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے تو او نگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ بچھے اور نہ لیپٹے ایکمرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لپٹے ایکعورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اوتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفرق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پونہچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اوسکی بھائی اور بہن اور اوسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہو بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو اونکی بستر ونمین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہو کہ جب چھہ برس کو پونہچین یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہمبستری مع التجرد ہو ایک لحاف مین ورنہ جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہو کہ لڑکا جب حد شہوت کو پونہچا تو بالغ مرد کی مانند ہو نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کی مانند ہو یعنی جیسے مسلمہ کا بدن سوای چہرہ اور کفدست دیکھنا درست نہین ویسی ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ ویجب الختان امام اعظم سے روایت ہو کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہو اور واجب ہے ختان ہو یعنی جیسے ختنہ کرنیوالیکو دیکھنا درست ہو ویسا حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہہ ضرورت کی حالتمین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اوسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ ختنہ نکر سکے تو نکرے مگر درصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنی ختنہ کرنیوالی عورت نکاح کرلے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اوسکو خرید کرکے اوس سے اپنا ختنہ کرا لے اور اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اوسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہو والا لم یفعلہ الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر اور مذہب ظاہر کبیر السن کے حق مین یہہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہو حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھہ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھہ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہو شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگوی تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیہ مین اول کراہت تقبیل مطلقا اور یہہ امام کا قول ہو ثانی قول صاحبین کہ لا بأس بہ مطلقا اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہو عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھہ چومنا تو اوسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہو اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہو بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل میں ترتیب

ہے غرض دنیا کیواسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول جامع صغیر میں یہ ہے کہ اگر چومنا عالم کا واسطے تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی اور عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہی اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل
المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا
طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہہ تو قول آئندہ میں داخل ہے ہو السلطان وہ ملکیہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقيل
سنة مجتبى اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہی کذا فی المجتبی ہم تقبیل مین احادیث کثیرہ مروی ہین از انجملہ
عبداللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہی کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست
مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسیکو مین نے فاطمہ بنت رسول صلعم
سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھین تو حضرت اونکے واسطے اوٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنی مسند پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی
اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل
ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہی اور تقبیل مین العینین و علی الشفتین عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہی ثابت ہے
لیکن یہہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہی اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر دو جگہ کے حقمین کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبيل راسه ای
العالم اجود كما فی البزازية اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی کثیر ثواب کے ہے ولا
رخصة فيه ای فی تقبيل اليد لغيرهما ای لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى وفی المحيط ان لتعظيم اسلامه واكرامه جاز وان لنيل الدنيا
كره اور رخصت نہیں ہی سوای عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے مین یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی ۔ محیط مین ہی کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اوس
اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہہ چومنا ہی تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاهد ان يدفع اليه قدمه و
يمكنه من قدمه ليقبله اجابه وقيل لا يرخص فيه كما يكره تقبيل المرأة فم اخرى او خدها عند اللقاء او الوداع كما فی القنية مقدما للقيل
ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اوسکی طرف بڑھاوی اور اپنا قدم اوسکو چومنے دی تو اوسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دی اور بعضون
نے کہا کہ مانے چومنے کی رخصت نہ دی جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ مین ہے تقدیم قول بعض یعنی
صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہی اجابت پر قال وما يفعله الجهال من تقبيل يد نفسه اذا لقي غيره فهو مكروه فلا رخصة فيه صاحب قنیہ نے
کہا اور یہہ جو بعض جہال کی عادت ہی اپنی ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہی واما تقبيل يد
صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے
تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہی وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه
عبادة الوثن اور یہہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہین عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہی عالم
ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہی یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہی کذا فی
الطحطاوی وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہوجاتا ہی جواب
اوسکا یہہ ہے کہ اگر بروجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہی تو کافر ہوگیا اور اگر بروجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہی تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہوجاویگا وفی
الملتقط التواضع لغير الله حرام اور ملتقط مین ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہی ہم طحطاوی نے کہا مراد
یہہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہی اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہو یعنی اوس سے غرض دنیا ہے نہ غرض دین وفی الوهبانية يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم كما يجوز القيام ولو للقارى
بين يدى العالم وسيجى نظما اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہی کہڑا ہوجانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کہڑا ہوجانا قران پڑہنے والیکو
عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں یہہ مسئلہ نظم میں آویگا ھ شرنبلالی نے کہا فقیہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل
حدیث ابوداؤد کے کہا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کہڑے ہوگئے تو فرمایا کہ نہ کہڑے ہو جیسے عجمی لوگ
ایکدوسرے کیواسطے کہڑے ہوجاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کیواسطے چنانچہ ابوداؤد اور
ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اسمین تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہے چند لوگ قران پڑہتے ہیں یا ایک شخص قران پڑہتا ہے پہر
اوسکے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹہنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام
جائز نہیں انتہے اور مجمع فتاوی النظائر میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قران یا علم سکہایا
آدمی یا اوسکے والدین آوین اور انکے سوا اورکیکے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا
کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر
وعید واقع ہے وہ اونکے حق میں محمول ہے جو کہڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکہتے ہیں چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اوٹہنا
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کہڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تہی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا
قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹہو کذا فی الطحطاوی **فائدة** قيل التقبيل على خمسة اوجه قبلة المودة للولد على الخد وقبلة الرحمة
لوالديه على الرأس وقبلة الشفقة لاخيه على الجبهة وقبلة الشهوة لامرأته او امته على الفم وقبلة التحية للمؤمنين على اليد وزاد بعضهم قبلة الديانة
للحجر الاسود جوهرة قلت وتقدم فى الحج تقبيل عتبة الكعبة **فائده** اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور
پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بہائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال
لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتہہ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرۃ میں کہتا ہوں
اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہہ بہی ثابت ہے وفی القنية فى باب ما يتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى
عن عمر رضى الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربى ومنشور ربى عز وجل وكان عثمان رضى الله عنه يقبل المصحف ويمسحه
على وجهه اور قنیہ میں جو متعلقات مقابر کے باب میں ہے کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو صبح
لیتے تہے اور چومتے تہے اور فرماتے تہے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تہے
اور اپنے چہرہ پر اوسکو ملتے تہے واما تقبيل الخبز فحرر الشافعية انه بدعة مباحة وقيل حسنة وقالوا يكره دوسه لا بوسه ذكره ابن قاسم فى حاشيته
على شرح المنهاج لابن حجر فى بحث الوليمة وقواعدنا لا تأباه اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا
ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤن سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہے ولیمہ کی
بحث میں اور ہمارے قواعد بہی اوسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بہی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث میں مروی ہے اور تقبیل
منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسكين واكرموه فان الله اكرمه اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چہری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور
تکریم کرو کہ حق تعالی نے اسکو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہے **فصل فى البيع** یہہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے احکام میں ہم مسلمان
کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرلے کہ کس چیز کی خرید فروخت شرع میں جائز ہے اور کسکی نہیں زمان سابق
میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازار میں خرید فروخت کرتے ہیں اور اونکا اکثر مال حرام ہے اور اونمیں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں

اول یہہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہہ چیز اونہون نے غیر سے بظلم لی ہو اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہو اور بازار مین بیچی ہو تو اوسکا خریدکرنا نچاہئے اگرچہ دست بدست
کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہی لیکن اور چیز سی اسطرح مخلوط ہوگئی ہے کہ جدا نہین ہوسکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سی اوسکے ملک
مین داخل ہوگئی مگر اوس سی خرید کرنا نچاہئے جبتک کہ وہ مالک کو راضی نکرلے بدلا دیکر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہۃ ثالث یہہ ہی
کہ جب معلوم ہو کہ غصب و ربا ج وغیرہ کی چیز اوسکی پاس باقی نہین اوسنی بیچڈالی غیر کے ہاتھہ تو واقف کو اوس سی خرید کرنا درست ہی اور یہہ فتوی ہی اور بہتر یہہ ہے
کہ اوسنے خرید نکری بالجملہ طلب حلال ان بلاد مین دشوار ہی جواہر الفتاوی مین ہی کہ ہماری بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان
اسواسطی کہ ایسی چیز نپاویگا جسمین شبہہ نہو قنیہ مین ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سی خالی نہین تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سی کنارہ کری
ولیکن باوجود اسکی اگر خرید کریگا تو اوسکے حق مین حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ ای رجیع الادمی خالصۃ
یعنے آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ۱ھ برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمیکے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوسپر مٹی غالب ہی تو جائز ہے
ونحوہ ما صح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی کروہ نہین بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت
ہے ... یعنی فضلہ حیوانات ۱ھ سرقین معرب ہی سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او
... علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہی جبکہ وہ مخلوط ہوگیا ہو بقدر مٹی اور راکھہ سی جو گوہ پر غالب ہی قول صحیح مین ۱ھ قہستانی نے کہا
کہ خلط کی قید ... کہ مٹی اور راکھہ اوٹھا کر گوہ پر ڈالی ہوتی بالعکس اسواسطی کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہی محیط اور اختیار مین صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب مذکور ہی
تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجئے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی وکما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ بل بہا خالصۃ علی ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا
لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سی نفع لینا یعنی باغ اور کھیت مین پانس ڈالنا صحیح ہی بلکہ خالص گوہ سی انتفاع درست ہے
زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا و فی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی مین ہی کہ انتفاع
عذرہ بیع کی مانند ہی یعنی حکم مین برابر ہے تو اسکو سمجہہ لے یعنی جیسی بیع مین خلط شرط ہی ویسی ہی انتفاع مین وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ
اور مسلمان کو جائز ہی اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سی بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے اوسکے واسطی کیونکہ کافر کے حق مین مال متقوم ہی تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اوس سے
دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اوسکے حق مین مال متقوم نہین تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل
ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر
ہے تو ثمن شراب سی اوسکا لینا درست نہین بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کری شراب کے بیچنے مین تو امام کے نزدیک یہہ بیع جائز ہی
برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو وہ ثمن
اوسکے وارثونکو حلال نہین چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہی ۱ھ زیلعی نے کہا فقہانے کہا اگر مرد مرگیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنی یا ظلم یا رشوت کی
تھی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لین اور اوس مال کے مالکونکو پہیر دین اگر اونکو جانتے ہون اور اگر نجانتے ہون تو مال کو خیرات کردین یعنی مالکون کے ثواب کی نیت
سی اسواسطیکہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہی جب مالک پر رد نہوسکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ
اور اشباہ مین ہی کہ حرمت منتقل ہوتی ہی مگر وارث کے حق مین منتقل نہین ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق مین بہی حرمت انتقال
کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
قنیہ مین کہتا ہون اور اشباہ کا قول بیع فاسد مین مذکور ہوچکا لیکن مجتبی مین ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکا کسب حرام ہی تو میراث حلال ہے پہر صاحب
مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین اور وہ مال حرام ہی مطلقا وارثون پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہون یا نجانتے ہون تو خبردار
رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہی لائق حجت کے نہین ہی ۱ھ منتقی مین امام محمد سی روایت ہی کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکونکو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اوسکا لینا گناہ ہے اوسکو پھیر دینا چاہئے اور اگر صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کر دے مالکون کیطرف سے تا اگر چہ مال اونکو نہین ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کی مال ملا تو یہہ مال حلال ہے کذا فی الطحطاوے ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگر چہ ظاہر مین یہہ شرط نہین لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہے اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروطکی برابر ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے وَجَازَ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِه كَمَا فِي نَقْشِ الْمَسْجِدِ اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالت قدر ہے ھ خانیہ مین ہے کہ ارائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہے سراجیہ مین ہے مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونیکے پانی سے لابأس ہے اور فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشہ مین نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور چہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کہانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کہانے اور سونیکا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرلے پہر مسجد مین جا اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہے یعنی گہڑی یا دو گہڑی کی یا نماز پڑھے پہر اسکے بعد کہانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح سے ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید فروخت نکرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوای ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنونپر نہ پہاندے ۹ مکان کیواسطے نزاع نکرے کہ مین یہان بیٹہونگا تو وہان بیٹہہ ۱۰ کسی پر تنگی نکرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نچلے ۱۲ مسجد مین نہ تہوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حد و سے مسجد کو پاک رکہے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اسمین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جب مسجد مین جاے تو اول داہنا پانون رکہے اور درود پڑہے اور یہہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيَّ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون بڑہاوے اور درود پڑہے اور یون دعا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيَّ اَبْوَابَ فَضْلِكَ وَتَعْشِيرُه اور قران مجید کی دس دس آیتونپر علامت بنانا جائز ہے وَنَقْطُه اي اظهار اعرابه وبه يحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فيستحسن اور قران مجید کا نقط یعنی اوسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکہکر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا ھ برہان مین ہے کہ اصل روایت یہہ ہے کہ تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قران کو مجرد رکہو اور اوسمین اوس چیز کو نملاؤ جو اوسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قران کی ساتھہ غیر قران کو نہ پڑہنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قران کے لکہنے مین نقط اور تعشیر نکرنا کذا فی الطحطاوے لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہے وعلى هذا لا بأس بكتابة اسامي السور وعدد الآي وعلامات الوقف ونحوها فهي بدعة حسنة درر وقنية اور بنا بر اسکی نظر بہ تسہیل کچہہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند جیسے لفظ سجدہ علامت آیات سجود کی لکہنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقنية وفيها لا بأس بلف اجزاء اخبار ونحوها في مصحف وتفسير وفقه وتكره في كتب نحو وادب اور قنیہ مین ہے کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نحو اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ابو حامد سے سوال ہوا کو اغذ اخبار اور متعلقات کا جنکو وراق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے نہ کتب

اور نجوم مین انتہے لیکن یہہ بیان نہین کیاکہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ کذا فی الطحطاوی وَیُکرہُ تصغیرُ مُصحفٍ وکتابتہُ بقلمٍ دقیقٍ یعنی
تنزیہًا ولا یجوز لفُّ شئٍ فی کاغذِ فقہٍ ونحوِہٖ وفی کتُبِ الطّبِّ یجوز مصحف کی چہوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکہنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے
اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ مین کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہین اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت قران کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہے کہ
واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکہے اور بین السطور کشادہ رکہے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا
فی القنیہ وَجازَ دخولُ الذمّیِّ مسجدًا مطلقًا وکرِہَہٗ مالکٌ مطلقًا وکرِہَہٗ محمدٌ والشافعیُّ واحمدُ فی المسجدِ الحرامِ اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا
ہر مسجد مین اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد مین اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق مین
ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بہی اس
مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے اِنَّمَا المُشرِکُونَ نَجَسٌ فَلَا یَقرَبُوا المَسجِدَ الحَرَامَ بَعدَ عَامِہِم ھٰذَا یعنی مشرک ناپاک ہین تو مسجد الحرام
کے قریب نجاوین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہین کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی
مسجد مین اونکا جانا روا نہین شارح نے اسکا جواب آگے تو لین دیا قُلنَا النَّھیُ تَکوِینِیٌّ لَا تَکلِیفِیٌّ ہم جواب کہتے ہین کہ قران کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ہم
تکوینی نسبت ہے تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہین تو آیت شریفہ کے معنی یہہ کہ حق
تعالے مشرکین مین مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال اِئتِیَا طَوعًا اَو کَرھًا اور امر تکلیفی کی مثال اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ
ہے کہ امتثال متخلف نہین ہوتا امر تکوینی سے عقلًا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وَقَد جَوَّزُوا عُبُورَ عَابِرِ سَبِیلٍ جُنُبًا اور البتہ شافعیون نے
جائز کہا ہے جنابت مین مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند ہم یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے
اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد مین بلاتوقف گذرنا درست ہے فمعنی لَا یَقرَبُوا اَلَّا یَحُجُّوا وَلَا یَعتَمِرُوا عُرَاۃً بَعدَ حَجِّ عَامِہِم ھٰذَا عَامِ تِسعٍ حِینَ اَمَّرَ الصِّدِّیقَ
وَنَادٰی عَلِیٌّ عَلٰی بَعِیرِہٖ بِسُورَۃِ بَرَاءَۃٍ وَقَالَ اَلَا لَا یَحُجُّ بَعدَ عَامِنَا ھٰذَا مُشرِکٌ وَلَا یَطُوفُ عُریَانٌ رَوَاہُ الشَّیخَانِ وَغَیرُھُمَا فَلیُحفَظ پہر جب نہی تکوینی ٹہری
تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تہے اور حضرت علی رض
نے اپنے اونٹ پر سے سورہ برات باواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین
یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کئے
جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت مین کرتے تہے تو حق تعالی نے تنزیہہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ
نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہوچکی تو یہہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ اونکو روکین یا مومنین اور کفار دونونکو بموجب اس قول
کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہین اور یہہ نہی تکوینی نہین ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلًا متخلف نہین ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین ہے
انتہے طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہین کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور
اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا بتصرف وَلَا تَنسَ مَا مَرَّ فِی فَصلِ الجِزیَۃِ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل مین گذر گیا ہم فصل جزیہ مین یہہ ہے کہ
محمد نے سیر کبیر مین دخول کا ذکر کو مسجد الحرام مین منع کیا ہے اور سیر کبیر مین عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچہلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر اوسمین وہ مسئلہ وارد
کیا ہے جو آخرکار خوب ثابت ہوگیا ہے وَجَازَ عِیَادَتُہٗ بِالاِجمَاعِ اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ مین مروی ہے کہ یہودی لڑکا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تہا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پہر فرمایا مسلمان ہوجا سو وہ مسلمان ہوگیا تو حضرت نے
فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قران مجید مین حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر مین یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وَفِی عِیَادَۃِ المَجُوسِیِّ قَولَانِ اور مجوسی

کی عیادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق
کی بر قول اصح اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہی گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین ہے کذا فی الغیاثیہ وجاز خصاء البهائم حتی الهرۃ اور جائز ہی خصی کرنا چارپایے
جانورونکا یہانتک کہ بلی کا بہی ہ خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاے ہندی مین اوسکو بدہیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام
ہے ہ خوجون سے خدمت لینا اور اونکو عورتون نہین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنیوالے اونکو کیون خصی
کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص بچند امور ہین اول یہہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تادیب مین زبردست
اور خودنے ادب اور عورتونکی مجلس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بہی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سی بخیل ہوتے ہین
باوجودیکہ اولاد نہین رکہتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضون نے کہا اور گہوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ہ شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور
شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچہہ مضائقہ نہین وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت
کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہ یعنی اگر گہوڑی کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہی اور اگر منفعت یا
دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سی وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گہوڑی پر اور گہوڑا چڑہانا
گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجال بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کیواسطے
پاک چیز سے نہ ناپاک سی درست ہی اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ہ دفع مرض کیواسطے حقنہ درست نہ تسمین بدن کیواسطے فربہی کو سنن ابو داؤد مین ابو درداء سی روایت
ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اوتاری ہی اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا
نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداوی لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سی نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم
اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو
کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اوسکے قائم مقام نہین پائی ہ ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے
کہا نظر کرنا چاہیئے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہی اور فقیہ عبد الملک نے اپنی استاد سی نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہی خون اور پیشاب
پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب
نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اوسمین اختلاف ہی کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم
فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ مین کہتا ہون اور
بزازیہ مین ہی کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تمپر حرام کی مطلب نفی حرمت ہی شفا معلوم ہونیکے وقت یعنی جب
یقینا بلا تردد معلوم ہو جاے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہی تو اب اوسکی حرمت باقی نہی دلالت کرتا ہی اس مطلب پر لقمہ اوتارنیکا جواز شراب سی اور شراب پینے کا جواز
دفع تشنگی کیواسطے انتہے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اوترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر
لقمہ اوتارنے کے درست ہی اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہی اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہوگیا کہ اوسوقت
اوسکی حرمت باقی نہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہی اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹہرایا ہی
اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیئے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہی چنانچہ پانی ضرر عطش
کا مزیل ہی اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہی دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچہنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے
اور حرارت کا برودت سی اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف
ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہی کہ وہ داغتے نہین اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا نکرنا بھی نوع
اور محظور نہین برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکی فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے ظہیریہ
مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اوسنے دوا نکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر بہوکہا رہا اور اوسنے
نہ کہایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونو صورت مین فرق یہہ ہے کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقیناً تو اوسکا ترک
کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنون سے ہر شخص کو مستحب ہے اور
حجامت بعد نصف او بروز شنبہ بہتر اور نافع ہے اور پندرہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سؤر کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے
علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا مرد کو اور دوا کے
واسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت
پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہے اور اگر یقینا معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہے تو اوسکا پینا درست ہے محیط مین ہے کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور اسی
طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی مین ہے کہ قران کے افسون کرنے مین اختلاف ہے یعنی مریض پر قران پڑہنا یا کاغذ مین
لکہنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکہکے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ
کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکہنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور نجومیون سے مشابہت
ہے الکل من العالمگیریۃ وَجَازَ رِزْقُ الْقَاضِیْ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ لَوْ بَیْتُ الْمَالِ حَلَالًا جُمِعَ بِحَقٍّ وَاِلَّا لَمْ یَحِلَّ اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال سے یعنی
خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا
مال ہے اوسکی مالک کو پہیر دینا چاہیئے کذا فی الزیلعی وَعَبَّرَ بِالرِّزْقِ لِیُفِیْدَ تَقْدِیْرَہٗ بِقَدْرِ مَا یَکْفِیْہِ وَ اَھْلَہٗ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ غَنِیًّا فِی الْاَصَحِّ اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر
برزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکی عیال کے چاہیئے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اوسکی بیت المال
سے متعلق ہے قول اصح مین ہم اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکہا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وَھٰذَا لَوْ بِلَا شَرْطٍ وَلَوْ بِہٖ
کَالْاُجْرَۃِ فَحَرَامٌ لِاَنَّ الْقَضَاءَ طَاعَۃٌ فَلَمْ یَجُزْ کَسَائِرِ الطَّاعَاتِ قُلْتُ وَھَلْ یَجْرِیْ فِیْہِ کَلَامُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ یُحَرَّرُ اور یہہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی
کی حلت اوسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہو اجرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا
مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین
اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم متاخرین کا کلام یہہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہہ ہے کہ جنکے نزدیک قرارت قران اور فقہ مخصوص
بجواز اجارہ ہے تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہے تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وَجَازَ سَفَرُ
الْاَمَۃِ وَاُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُکَاتَبَۃِ وَالْمُبَعَّضَۃِ بِلَا مَحْرَمٍ ھٰذَا فِیْ زَمَانِھِمْ اَمَّا فِیْ زَمَانِنَا فَلَا لِغَلَبَۃِ اَھْلِ الْفَسَادِ وَبِہٖ یُفْتٰی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ
اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہہ حکم تہا زمانہ قدما کا ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون
کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال وَجَازَ شِرَاءُ مَا لَا بُدَّ لِلصَّغِیْرِ مِنْہُ وَبَیْعُہٗ اَیْ بَیْعُ مَا لَا بُدَّ لِلصَّغِیْرِ
مِنْہُ لِاَخٍ وَعَمٍّ وَاُمٍّ وَمُلْتَقِطٍ ھُوَ فِیْ حِجْرِھِمْ اَیْ فِیْ کَنَفِھِمْ کَمَا مَرَّ اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکی واسطے ضروری ہے جیسا کہ نفقہ اور کسوت اور
دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہے جائز ہے اوسکی بہائی اور چچا اور مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص
مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وَجَازَ اِجَارَتُہٗ لِاُمِّہٖ فَقَطْ لَوْ فِیْ
حِجْرِھَا وَکَذَا الْمُلْتَقِطُ عَلَی الْاَصَحِّ کَذَا عَزَاہُ الْمُصَنِّفُ بِشَرْحِ الْمَجْمَعِ وَلَمْ اَرَہٗ فِیْہِ وَیَاْتِیْ مَتْنًا فِیْ اللَّقِیْطِ فَتَنَبَّہْ اور فقط اوسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لاوارث لڑکا پانے والیکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنابر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس
قولکو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہی اور مین نے اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری کی روایت سی یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرر درست ہے اور صغیر کیواسطے محض نفع ہو وکذا
لِعَمِّہٖ عِندَ الثَّانی خلافًا للثَّالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کی نزدیک محمد کے نزدیک ہم یہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اوسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور
اوسکی ماں اوسکو اجارے دے تو ابو یوسف کی نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضہ نفعًا فیجب المسمّٰی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہی کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نرہا اجرت حاصل ہونیسے سراسر
نفع ہو گیا وصحّ اجارۃ اَبٍ وجدٍ وقاضٍ ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یعلم من الذخیرۃ قہستانی اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ ذخیرہ سے یہہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ
خمرًا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور بیچنا شیرہ انگور کا بیچنا اوس شخص سی جسکو بائع جانتا ہی کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہی اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سی بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شیرۂ انگور کی بیع شراب بنانیوالیکے ہاتھ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ہم شیرۂ انگور کی بیع درست ہی جیسی جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنیوالے مینڈھے اور اوڑنیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہی برہان مین ہے کہ شیرۂ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مددگار ہی نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہی واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ
انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سی نقل کیا کہ شیرۂ انگور کی بیع کافر شراب سازسی مکروہ نہین اور مسلمان شراب سازسی تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سی اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
اَمرد ممن یلوط وبیع سلاح من اھل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اوس شخص سی جو اغلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل
فتنہ سی کہ وہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراھۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ
وغیرھا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمہ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ
یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پہر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم یہان
باب البغاۃ مین ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سی کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونیکے واسطے ہم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود یان فارسی مین
اوسکو کنشت کہتی ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ اسواسطے کہ
دوبارہ بنانا ڈھا جانیکے بعد

عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الملتقط و حمل خمر ذمی بنفسه او دابته باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک هم اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہ شراب گرا دینے یا سرکہ بنانیکے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لاعصر العنب للقيام للمعصية بعينها اور شراب ٹپکانے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة ای قراها لا بغيرها على الاصح واما الامصار والقرى غير الكوفة فلا يمكنون لظهور شعار الاسلام فيها وخص سواد الكوفة لان غالب اهلها اهل الذمة ليتخذ بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر وقالا لا ينبغي ذلك لانه اعانة على المعصية وبه قالت الثلثة زيلعي اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ پر دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اوسمیں شراب بیچنے کیواسطے جائز ہے نہ سوائے قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائیگی کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہوجانیکے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی هم امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر اور لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور وہ اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم وجاز بيع بناء بيوت مكة وارضها بلا كراهة وبه قال الشافعي وبه يفتى عيني وقدمنا في الشفعة اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں هم وہاں کی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفي البرهان في باب العشر ولا يكره بيع ارضها كبنائها وبه يعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية لا باس ببيع بنائها واجارتها لكن في الزيلعي وغيره يكره اجارتها اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اوسکے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اوسکا کرایہ مکروہ ہے وفي آخر الفصل الخامس من التاتارخانية واجارة الوهبانية قال ابو حنيفة اكره اجارة بيوت مكة في ايام الموسم وكان يفتي لهم ان ينزلوا عليهم في دورهم لقوله تعالى سواء العاكف فيه والباد ورخص فيها في غير ايام الموسم [illegible] قلت وبهذا يعلم الفرق والتوفيق وهكذا كان ينادي عمر بن الخطاب رضي الله عنه ايام الموسم ويقول يا اهل مكة لا تتخذوا لبيوتكم ابوابا لينزل البادي حيث شاء ثم يتلو الآية فليحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونوں کتابوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اوتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا ایسے دنوں میں اون کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہے ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تا مسافر وہاں اوترے جہاں اوسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وجاز قيد العبد تحرزا عن التمرد والاباق وهو سنة المسلمين في الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگ جانے کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی الملتقط وقبول هدية تاجر واجابة دعوته واستعارة دابته استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ ماذون ہو سوداگری کرتا ہو اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکا جانور عاریت لینا درست ہے اور دونوں استحسان کے

ہم قیاس یہہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اونکے آزاد ہونے سے پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہی اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ہدیۃ العبد ثوبا واہداؤہ
النقدین لعدم الضرورۃ انتہی اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے بعدم ضرورت کی سبب سے
یعنی یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخوله على الحرم لو بلغ خمس عشرۃ انتہی اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسکلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گھر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہی اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر لخوف هلكه لو بقی بیدہ یشترط
لیاخذ متفرقا منه بذلك ماشاء ولو لم يشترط حال العقد لكن يعلم انه يدفع لذلك شرنبلالیہ لانه قرض جر نفعا وهو بقاء ماله اور مکروہ ہے اقراض یعنے
روپے یا گیہون بقال جیسے نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانیکے خوف سے اگر اوسکے پاس رہے یہہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اوسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد یعنے دینے کیوقت کی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسیواسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نرہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اوس سے لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا یا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہی ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایہ
فلو اودعه لا يكره لانه لو هلك لا يضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدیا اور اوس سے متفرق لیا کری تو مکروہ نہین اسلئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین ہم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نٹھہرا وکذا لو
شرط ذلك قبل الاقراض ثم اقرضه لم يكره اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ہم تجنیس اور مزید مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسیکی واسطے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہہ ہی کہ قرض دینے سے پہلے شرط کری بعد
اوسکے قرض دی تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا
مکروہ تحریمی ہے ہم یہہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع اہ اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اوله ويهمل ولا يفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر قلت ہم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سے ہی جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح
وقایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا مظنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والیکو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور چیز کا کیا ذکر ہے واباحه الشافعي وابو يوسف في رواية ونظمها شارح الوهبانية فقال ولا بأس بالشطرنج وهي رواية عن الحبر قاضي
الشرق والمغرب تؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ

نہین شطرنج مین اور یہہ ایک روایت ہی منقول علامہ شرف غزنی کے قاضی ہی یعنے ابو یوسف سے وھذا اذا لم یقامر ولو یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام
بالاجماع اور یہہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہی جبکہ قمار بازی نکرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادای واجب مین مثلاً جمعہ اور جماعت
پنجگانہ مین خلل نڈالے اور نہین تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لھو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ
لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہی مگر تین کھیل حرام نہین اپنی زوجہ سے
ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کیواسطے ھم لہو اور لعب اور عبث بمعنی واحد ہین کذا فی شرح
التاویلات اور حرمت ملاہی قران مجید مین بھی مصرح ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا یہہ تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہی نسائی کی حدیث
مرفوع مین تعلیم سباحت یعنی پانی مین پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہے وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد لیعلم اباقہ وفی زماننا لا باس بہ
لغلبۃ الاباق خصوصا فی السودان وھو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کھیل والا طوق غلام کے گلے مین ڈالنا جس سے اوسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے
اور ہمارے زمانہ مین طوق ڈالنا مکروہ نہین بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصا حبشی غلامونمین اور یہی قول مختار ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع مین ہے ھم رایت
وہ علامت ہی جو غلام کے گلے مین ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمین مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہی کذا فی الطحطاوی
وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک او بمقعد العز یعنی اور اپنی دعا مین یون کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر
ھم یہان دو صورتین ہین مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونون طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہی قعود سے
تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہین اسلئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے
اسواسطے کہ عرش قدیم نہین محدث ہی تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصا وعن ابی یوسف
لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ دعا مین بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہین اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث
نے پسند کیا ہی بدلیل اثر کے ھم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات مین عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت
نماز ادا کر رات یا دن مین اور دو رکعت مین تشہد پڑھ اور آخر نماز مین ثنا خدا عز وجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ مین سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت
الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر دس بار کہہ پھر یہہ دعا کر اللھم انی اسالک بمعاقد العز من عرشک
ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اوٹھا پھر داہنے بائین سلام کر اور احمقونکو یہہ دعا نہ سکھا اسواسطے
کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہے ابن جوزی نے کہا کہ یہہ حدیث موضوع ہی اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ
طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجئے نہ صاحب عرش کی تو یہہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم
اور مجد کے ثابت ہی اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہی تو اوسکی یہی وجہ وجیہ ہی واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد
فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ھدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع مین ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہی اوس امر مین جو دلیل
قطعی کے مخالف ہی اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الہدایۃ ھم یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت
ہی اور یہہ خبر موہم حدوث ہی تو اسکے ترک مین احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن
ابی یوسف عن ابی حنیفۃ لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء المأذون فیہ المأمور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی
فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ مین منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہی کہ کسیکو دعا کرنا
لائق نہین مگر بدعیہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور ماموربہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہی کہ حق تعالی کے
اسماء حسنی مین سو او نہین اسمار سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوۃ اور درود کوئی کسیکو نکہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوۃ

درست نہین لیکن بالتبع درست ہی ھ خانیہ مین ہی کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللّٰھم صلّ علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاکر یون کہنا اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام
بجاے صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ اور مکروہ
ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھہ حق ثابت نہین خالق تبارک وتعالیٰ پر ھ انبیا
اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہین لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین مین
حدیث ثابت ہی اللّٰھم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجئے تو بطریق وسیلہ درست ہی قال تعالیٰ وابتغوا
الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی تبصرۃ ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ درر اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر دو تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدر یعنی واجب نہین مستحب ہی وفی الخانیۃ قال ابن المبارک
سائل بوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچھہ نہ دے اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا
یعنی دنیا مانگی پروردگار جلشانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بیضرورت معلوم ہو وفیہا قراءۃ القرآن ولا یعمل
بموجبہ یثاب علی قراءتہ لکن یصلی ویعصی اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اوسکے بموجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی
کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا
ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور
اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کی پہلے مذکور ہے ھ جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہی اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی استحضار
قلب اور عدم احضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر
باھلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانور کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر مین
جہان کے لوگونکو بند رکھنے سے ضرر پہونچتا ہو ھ احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے تیس دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہہ ہے کہ طعام کی تجارت
بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھ یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور
ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب وہ غلہ باہر سے خرید کرکے شہر مین بیچے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی مین برکت ہی اسلئے کہ
لوگونکو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع مین احتکار یہہ ہے کہ آدمی
اور جانور کا قوت بند کر رکھے اور اوسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر مین خرید کیا ہوا اور لوگونکو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ
مکروہ نہین ھ ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلئے
کہ اوسنے اپنا مال رکھہ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہی ھ تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر بیوپاری
بھرتی لانیوالون سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہین اور نہین تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانیوالون سے نہ چھپاوے ورنہ
تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ

فان لم يبع بل خالف امر القاضي عزره بما يراه رادعاً له وباع القاضي عليه طعامه وفاقاً على الصحيح اور يه واجب هے كه جسقدر غله محتكر

كا زياده هو اسكی اور اسكے گهر والونكی قوت سے اوسكو بيچڈالنے كا قاضی حكم دے پهر اگر وه نه بيچے بلكه حكم قاضی كی مخالفت كرے تو قاضی اوسكو تعزير دے جيسا مناسب سمجهے

اوسكی زجر اوسكو هو اور قاضی اوسكا غله زبردستی بيچڈالے باتفاق امام اور صاحبين كے بقول اصح هے هرچند امام كے نزديك حجر جائز نهين ليكن

درصورت ضرر عام كے درست هے كذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام على اهل بلد الهلاك اخذ الطعام من المحتكرين وفرق عليهم

فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقل الزيلعي عن الاختيار

اور سراج وهاج مين هے كه اگر بادشاه اهل شهر كے هلاك هو جانيسے ڈرے تو غله بند كرنيوالونسے اناج لے اور اهل شهر كو بانٹ دے پهر جب اهل شهر كو كشائش

هو تو اوسكی برابر اناج مالكون كو پهير دين اور يه ليينا بادشاه كا زبردستی حجر نهين بلكه ضرورت كے سبب سے هے اور جو شخص كه غير كے مال كيطرف مضطر هو اور اپنے

هلاك هو جانے سے ڈرے وه اوسكو لے بلا رضامندی مالك كے اور زيلعی نے يه مسئله اختيار سے نقل كيا اور اسكو ثابت ركها

بلا خلاف ولا يكون محتكراً بحبس غلة ارضه ومجلوبه من بلد آخر خلافاً للثانى اور محتكر نهين هوتا آدمی اپنی زمين كا غله بند كر ركهنے سے بالاتفاق اور اوس غله كے حبس سے جسكو لاتا هے دوسرے

شهر سے برخلاف ابو يوسف كے هم اپنی زمين كے حبس غله سے اسواسطے احتكار نهين كه اوسكا خاص حق هے حق عوام اوس سے متعلق نهين تو مبطل حق خلق نهوا

اور مجلوب كے حبس سے اسواسطے احتكار نهين كه اهل شهر كا حق اوس سے متعلق نهين فقيه ابو الليث نے شرح جامع صغير مين ذكر كيا كه اسكی تين صورتين هين ايك صورت

درست هے اور دوسری مكروه اور تيسری مين اختلاف هے مكروه صورت يه هے كه شهر مين غله مول لے اور نه بيچے اور لوگونكو اوسكے نه بيچنے سے ضرر هوتا هو اور جو صورت درست هے وه

يه هے كه اوسكی زمين كا غله هو يا دوسرے شهر سے اوسكو لے آيا هو يا شهر هی مين غله خريد كيا هو ليكن لوگونكو مضر نهوا اور مختلف صورت يه هے كه شهر كے متصل

سے غله خريد كرے اور شهر مين بند كر ركهے تو امام كے نزديك درست هے اور محمد كے نزديك مكروه اور يهی قول ماخوذ هے انتهی تو يه جو صاحب هدايه نے مجلوب كو

مكروه كها هے ابو يوسف كے نزديك سو مسلم نهين اسواسطے كه فقيه ابو الليث نے اوسكو قسم متفق عليه مين داخل كيا هے قدوری نے كتاب التقريب مين روايت كی كه

ابو يوسف نے كها كه اگر نصف ميل سے غله لاوے تو وه احتكار نهين اور اسيطرح مختصر كرخی مين هے تو مجلوب بلد آخر ابو يوسف كے نزديك كيونكر احتكار هو گا كذا فی

العينی شرح الهداية مختصراً وعند محمد ان كان يجلب منه عادة كره وهو المختار اور محمد كے نزديك اگر غله لانے كی اوس شهر سے عادت هو تو وهان سے

غله لاكر بند كر ركهنا احتكار مكروه هے اسواسطے كه تمام شهر كا حق اوس سے متعلق هے اور يهی قول مختار هے ولا يسعر الحاكم لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعروا فان

الله هو المسعر القابض الباسط الرازق اور حاكم نرخ مقرر نكرے بدليل قول نبی صلی الله عليه وسلم كے كه نرخ مقرر نكرو اسواسطے كه بالتحقيق الله تعالى هی نرخ

والا قابض اور باسط رازق هے يعنی تنگی اور كشايش اناج كی اوسيكی طرف سے هے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجه مين انس بن مالك سے روايت هے كه لوگون

نے كها يا رسول الله نرخ گران هو گيا سو همارے واسطے نرخ مقرر كر ديجيے تو رسول خدا صلی الله عليه وسلم نے فرمايا ان الله هو المسعر القابض الباسط

الرازق مين چاهتا هون كه خدا سے ملون اور تم مين سے كوئی شخص مجهسے مطالبه نكرے ظلم كر نيكا نه خون كا نه مال كا ترمذی نے كها حديث حسن صحيح هے اور دارمی

اور بزار اور ابو يعلى موصلی نے اپنی مسند مين اسكو روايت كيا هے كذا فی العينی الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعدياً فاحشاً فيسعر بمشورة اهل

الراى مگر جبكه غله فروش قيمت مين تعدی فاحش كرين تو حاكم اهل راى كے مشوره سے نرخ مقرر كر دے هم تعدی فاحش كيصورت عينی اور زيلعی وغيرها

نے يه بيان كی هے كه دونی قيمت پر بيع كرتے هون وقال مالك على الوالى التسعير عام الغلاء اور امام مالك نے كها كه حاكم پر گرانی كی سال مين نرخ

كرنا واجب هے هم تو امام اعظم اور مالك كے مذهب مين لزوم اور عدم لزوم كا فرق هے يعنی همارے مذهب مين نرخ حاكم پر واجب نهين درصورت تعدی جائز هے اور

مالك كے نزديك واجب هے وفي الاختيار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتری وحيلته ان يقول له بعنی بما تحب هم اختيار

مين هے پهر جبكه حاكم نرخ مقرر كردے اور بائع ڈرے حاكم كی ضرب سے اگر اوسكے نرخ سے كمی كرے تو مشتری كو وه غله حلال نهين يعنی مالك كی نارضامندی كے

سبب سے تو حيله جواز كا يه هے كه مشتری بائع سے كهے كه مجهكو جسقدر تو چاهے بيچ تو جائز هے وكذا فی العينی عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم ف

وزن ناقصا او جم المشتری بالنقصان فی الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں
اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان پھیر لیوے روٹی مین نہ گوشت مین اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو بر خلاف گوشت کے کہ اسمین
شہرت نہین ہوتی مگر قلت ھم یہہ نقصان مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوسی شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونو نکا نقصان پھیر لیوے
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیره لکنه اذا تعدی ارباب
غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیهم الحاکم بناء علی قول ابی یوسف ینبغی ان یجوز ذکره القهستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقة الضرر کما تقرر فتدبر
مین کہتا ہون اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت مین ہے نہ قوت کی سوا اور چیز مین اور اسکو صریح بیان کر دیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کی بائع زیادتی کرین گرانی مین اور لوگون پر ظلم کرین سو حاکم اون پر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت مین ضرر ہو یا غیر قوت مین چنانچہ یہہ ثابت ہو تو
اسکو غور کر لیوے یکره امساك الحمامات ولو فی برجها ان کان یضر بالناس نظرا وجلبا اور مکروہ ہے کبوتر نکا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے درپو مین رہتے ہون
بشرطیکہ لوگونکو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ھم نظر کا ضرر یہہ کہ لوگون کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اوسکے کبوتر کے
ساتھ غیر شخص کا کبوتر اوڑا آتا ہو اور یہہ شخص اوسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بها ثم یشتریها او توهب له مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اوسکو محتاج سے خرید کر لے یا اوسکو ہبہ کر دیا جاے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے
ھم تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہین اوسکو تصدق کرنا چاہیئے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان کان
یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیه تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع بذلك ذبحها
ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز اونکو اوڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگونکے شیشے کبوترون کے مارنے اور ہانکنے
سے تو تعزیر دیا جاے اور نہایت سختی سے منع کیا جاے پھر اگر باوجود اسکی باز نرہے تو کبوترونکو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوهبانیة بوجوب التعزیر
وذبح الحمامات ولم یقیده بما مر ولعله اعتمد عادتهم اور وہبانیہ مین وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترونکی تصریح کی ہے اور قید نہین لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اوسنے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے مین تاکنے جھانکنے اور پتھریان پھینکنے کی عادت
ہوگی لہذا اوسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقها ان قال من اخذها فهی له ولا تخرج عن ملکه باعتاقه
وقیل یکره لانه تضییع للمال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانیکے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کیواسطے
مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کیوقت یون کہا کہ جو انکو پکڑ لے تو وہ اوسکے ہین اور چھوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہین ہو جاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص
اونکو پکڑ نلے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیب دابته
وقال هی لمن اخذها لم یاخذها ممن اخذها ومر فی الحج اور مختارات مین ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہہ اوسکا
مملوک ہے جو اوسکو پکڑ لے تو اوسکو پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نلے اور کتاب الحج مین یہہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وتحمیله والکراب
علی الحمیر بلا جهد وضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اوسکا لادنا اور گدہون سے
کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے ھم یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہین سوا خدای
تعالی کے روایت مین وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اوسپر جسکا کوئی مددگار نہین سواے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اوسکے ساتھ عذاب مین شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقة

في الرمي والفرس والبغل والحمار كذا في الملتقى والمجمع واقره المصنف ثمة خلافا لما ذكره في مسائل شتى قنية والابل وعلى الاقدام
لانه من اسباب الجهاد فكان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہین باہم سبقت لیجانیکا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے مین اور قدمون کے دوڑنے
مین اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہین تو مسابقت مستحب ہی ملتقی اور مجمع مین کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین
یہان تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی مین اسکے مخالف ذکر کیا ہی تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی مین علت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیراندازی مین مخصوص کی ہے وعند الثلثة لا تجوز في الاقدام اي بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام مین مسابقت
جائز نہین یعنے مال شرط کر کے درست نہین واما بدونه فيباح في كل الملاعب كما يأتي اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہی سب ملاعب اور
ملاہی مین چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہرا یہہ کلام ائمہ ثلثہ کی کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آیندہ اسکا مفید ہی کہ یہہ کلام ہی اہل مذہب کا کذا في الطحطاوي
حل الجعل وطاب لانه يصير مستحقا ذكره البرجندي وغيره وعلله البزازي بانه لا يستحق بالشرط شيء لعدم العقد والقبض انتهى ومفاده
لزومه بالعقد كما يقول الشافعية فتبصر مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہہ نہین کہ وہ مستحق ہو جاتا ہی کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہی برجندی وغیرہ
نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہی کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہین ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہہ کلام لزوم مال مشروط
کا مفید ہی عقد ہونیکے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہین تو اسکو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا حاکم زبردستی دلا دیگا ان
شرط المال في المسابقة من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت مین ایکجانب سے مال کی شرط کی ہو ہم مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو مین دس یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیرا تیر سبقت ہوگی
تو مین کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فيها من الجانبين لانه يصير قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت مین دونو جانبون سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ قمار اور جوا ہو گیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین برابر ہون احتمال غرامت مین کذا في الزيلعي الا اذا ادخلا ثالثا محللا بينهما
بفرس كفؤ لفرسيهما يتوهم ان يسبقهما والا لم يجز ثم اذا سبقهما اخذ منهما وان سبقاه لم يعطهما وفيما بينهما ايهما سبق اخذ من صاحبه
جانبین کا مال مشروط حرام ہی مگر اسصورتمین حرام نہین جبکہ دونون نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونون شخصون کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھجانا دونون گھوڑون سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہین پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا
تو دونون شخصون سے مال مشروط لے اور اگر دونون شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونو شخص آپسمین جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہم محمد نے کتاب مین کہا کہ ثالث کو شمول جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونون سے متیقن ہو یا اسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہین عالمگیری مین ہی کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے
واسطے اتنا مال ہے اور اگر مین سبقت کرون تو مین اتنا لون اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نپاوے اور خلاصہ مین ہی کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونو پر سبقت کرے تو دونو کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرین تو ہم کچھ نہ لین تو از راہ استحسان یہہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتین ہین زیلعی نے کہا وجہ جواز یہہ ہی کہ ثالث پر کچھ غرامت نہین قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اوسمین تو فقط یہی احتمال ہی
کہ یا دیوے یا نپاوے تو اسسببسے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوتی ہے اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین احتمال غرامت مین مساوی ہون کذا
في الطحطاوي وكذا الحكم في المتفقهة فاذا شرط لمن معه الصواب صح وان شرطاه لكل على صاحبه لا مجتبى اور اسیطرحکا حکم ہی فرقہ فقہا
کی مسابقت مین سو جبکہ مال شرط ہوا اوسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہی تو صحیح ہی اور اگر دونون نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہین کذا في الدر والمجتبى ہم جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہہ قمار کیصورت نہی اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص مین موجود ہے
بلکہ حلت مال کی یہہ صورت ہے کہ مال مثلا زید کو دیا جاے اگر حق گوئی اوسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نپاوے یا تیسرے

فقیہ کو داخل کرین اگر مسئلہ مین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کیواسطے مقرر کرین اگر اُسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونو مین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو
تو تیسرے پر کچھہ نہین کذا فی الظہیریہ والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو
مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جواہر الفتاوی مین ہے کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیئے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے
جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یأتی اور باہم سبقت کرنا بدون شرط مال کے
تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والشفن
ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق فی تغلب سلامتہ
کرمی للرام وصید الحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ
بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الآدمیین والحیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین پیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور کشتی اور پتہر پھینکنے
اور زمین سے ہاتھہ اوٹھا دینے اور اونگلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پانو پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھہ مین کیا ہے جفت یا
طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثری امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور
سانپ کا پکڑنا اور اونپر اوسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہے کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام
اون حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہے انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن ضرب المثل اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورون کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے م
طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکی مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہون واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک
یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سونے سے دوسری یہہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت
ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح
اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہہ ہے کہ اسکے پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین
چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچھہ اصل نہین وہ مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی ہے
ویستحب قلم اظفارہ الا المجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا
فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب مین سو اوسکو مونچھین اور ناخن بڑہانا
مستحب ہے اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر معین رکھنا مکروہ ہے اسواسطے کہ
جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا م لائق یون ہے کہ ناخن تراشے اور بال منڈوائے زمین کے اندر دفن کردے اور اگر انکو پھینک دے تو مضائقہ
نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ غیاثیہ مین ہے کہ چار چیزین دفن کرنا چاہیے
ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظفارہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام در
حدیث مین ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر
وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم تر فی عینیہ رمدا ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ ع قلموا اظفارکم بسنۃ وادب یمینہا خوابس
یسارہا اوخسب دبیانہ وتمامہ وفیما یعنی المستعان اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکھہ کبھی جوش

کرے یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اِس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایان اوخسب ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر
مفتاح السعادۃ مین ہے ھ اس بیت مین ہر حرف سے اونگلی کے نام کیطرف اشارہ ہی تو خا سے مراد خنصر اور واو سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ
اور بائین ہاتھ مین علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنویۃ وقد روی انہ صلی اللہ علیہ
وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الی الخنصر ثم بخنصرۃ الیسری الی الابہام وختمہ بابہام الیمنی وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہاً وجیہاً اور شرح غزنویہ مین ہے
اور مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن ترشوا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی اونگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہہ معقول بیان کی ہے ھ وجہ مذکور یہہ ہی کہ داہنا ہاتھ
بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ مین کلمہ شہادت کی اونگلی بلاریب افضل ہے تو اوسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اوسکی جانب یمین وسطی ہی اور
اوسکی یمین بنصر اور اوسکے یمین خنصر ہے پھر جب داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ کی اونگلیونکو ملاؤ تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہی علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی
اور یمین افضل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتقلیمہا اور پاؤنکی انگلیون
مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پانون کے ناخن ترشنا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی
المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین
کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہی کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن ترشنا مستحب ہی جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اوسکی کیفیت مین کچھہ روایت
ثابت نہین اور نہ اوسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہی ھ تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوئین
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار
مین جو نظم کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی ویستحب حلق
عانتہ وتنظیف بدنہ باغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موی زہار کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہی ہر ہفتے مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہی اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا
حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبی ھ یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اِس عبارت سے نکلتا ہی کہ بعد اربعین اسمین کچھہ عذر نہین اور وہ
وعید کا مستحق ہے غرائب مین ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موی زہار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکہاڑنے
اور مونڈنے سے درست ہی لیکن اوکہاڑنا افضل ہے قنیہ مین ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ حلق الشارب
بدعۃ وقیل سنۃ ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبی مین ہے کہ موچھہ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف
یہہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اوکہاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکہنا سنت ہی ھ
محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اوسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار
مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہے کہ اتنا موچھونکا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوین یہہ سنت
ہے بالاتفاق انتہی غرائب مین ہے کہ نتف نیفکین یعنی زیر لب کے دونوطرف کے بال اوکہاڑنا بدعت ہی قنیہ مین ہی کہ ناک کے بال اوکہاڑنا مورث آکلہ ہی کذا فی
الطحطاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبیہ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوسپر لعنت ہی بزازیہ مین
اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہی مرد پر
دوسرے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موی زن کی حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہی مردون سے اور عورت کی تشبیہ برجال جائز نہین ہے ا

مانی البزازیۃ قلت وامّا حلق رأسہ ففی الوہبانیۃ نقلاً عنہ وقد قیل حلق الرأس فی کل جمعۃ یحب وبعض بالجواز یعتبر میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں۔ مستحب رجل تعلّم علم الصلوٰۃ او نحوہ لیعلّم الناس وآخر لیعمل بہٖ فالاول افضل لانہ متعدٍ ایک مرد نے کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکھا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اوسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے اسواسطے کہ اوسکے علم کا فائدہ غیر ونکو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اوسکی ذات کو مخصوص ہے اول فریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر منانا ہے وذوی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور حدیث میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت ہے عالمگیریہ میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اوسکا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہہ ہے کہ رضائے حق تعالیٰ اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکرخی اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھہ چکے تو سزاوار یہہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکمائے دین اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اسکے فرض نہیں ہے اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اوسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحاوی مختصرا ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے نہ علم کلام اور مانند اسکی جو ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے بلکہ ہذا تمام ما فی الدرر

واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضرّ الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دی تاکہ وہ اوسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھہ گناہ نہیں ہے اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اَعلَمہ ولو بکتابۃ والا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اوسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھہ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جاوے اور پورا اسکا بیان درر میں ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسیطرح اوسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرح کا بیان عیوب غیبت نہیں ہے غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو مجہول خانیۃ فتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والونکی غیبت کری تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد کہتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں یہ نہیں کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصاہرت کیصورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتھہ سفر کا

ارادہ کیا یا کوئی چیز خریدکرنیکا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہین جانتا ہی تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور اسیطرح رواۃ اور شہود مین مجروحین
کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہین اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہی ویسے مفتی سے اسطرح فتوی پوچھنا درست ہی کہ مجہپر فلانے شخص
نے یہہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع مین کیا حکم ہے اور قسمین کیسا تھہ القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہی یہہ غیبت مین
داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز
العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض
یعنی قول غیر صریح سے اور لکہنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بہی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل
ہے اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسیکی قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت عائشۃ
رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت
ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پہر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھہ سے اشارہ کیا یعنے وہ ٹہگنی ہے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کأن یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی
التصویر والتفہیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بہی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی بدتر
ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ
اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ غیبت یہہ
کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہمنے دیکہا وہ ایسا ہے یہہ قول اوسوقت غیبت ہی جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجہے ہو اسلئے
کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجہے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ
مین ہے ہم اور بعض نسخہ مین بجای شرح وہبانیہ کے شرح شرعہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت
ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہہ ہی کہ اپنے بہائی کے
غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بہائی مسلمان کا وہ حال بیان
کرنا جو اوسکو مکروہ معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بہائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بہی غیبت ثابت ہوگی فرمایا
کہ اگر اوسمین وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندہا یعنی عیب واقعی کا
ذکر کرنا بہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی
نہین تو ذمی کی بہی غیبت حرام ہی اور جو حکم مردہ نہین ثابت ہی وہ صحہ تو نہین بہی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اوسکا
استماع بہی حرام ہی حق تعالی اس بلای عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے
واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ بہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور
شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہونچگئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط
ہے رفع گناہ مین ہم یعنی در صورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون
غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا عبارت عامہ کفایت کریگی واللہ اعلم وصلاۃ الرحیم

واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وھدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک
قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے و
احسان سے ہو ویزورھم غبًا لیزید حبًا بل یزورا قرباءہ کل جمعۃ او شھر ولا یرد حاجتھم لانہ من القطیعۃ فی الحدیث ان اللہ یصل من
وصل رحمہ ویقطع من قطعھا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر وتمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایکروز درمیان
دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر سات دنمین یا ہر مہینے مین اور اونکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع
رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے
قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے م درر مین ہے کہ ہر قبیلہ
اور عشیرہ کمک اور مددگار ہین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین انتہے اور مددگاری قرابت والیکی اوس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع
کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم مین ہے اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم
مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہے تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی
کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوس کی
دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ
کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپ کی مانند ہے حسن سلوک مین بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی
مین دس فضیلتین ہین ا خشنودی حق تعالی کی ۲ اور خال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین
برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت
عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور
بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھسے جوڑیگا اوس سے جوڑے اللہ اور جو مجھسے توڑے اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری مین ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے
اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنے صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت
مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت
والیکے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ
وھو الصحیح کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واکثر المتون بلفظہ ویسلم فاولتھا ھکذا ولکن بعض نسخ المتن لا یسلم وھو
الاحسن الاسلم فافھم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان
کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم
ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولیکن متن کے بعض نسخون مین ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر
ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لے م فتاوی عالمگیریہ مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام علی
من اتبع الھدی اور کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ
سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین اور

اسپر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے زیلعی مین ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نکہے اور اُسسے ابتداء سلام نکرے اسواسطے کہ اسمین اُسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام مین مضائقہ نہین اور اوسکے واسطے دعاء مغفرت نکرے لیکن دعاء ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا مین اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وھذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری مین اس حدیث مین کہ کونسا اسلام یعنی کونسی صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کہانا کہلاوے اور سلام کرے اُسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہین پہچانتا عینی نے کہا اور یہہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین ہے تو کافر کو ابتداء السلام نکرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیون اور نصرانیون کو ابتداء السلام نکیا کرو پہر جب تم اونمین سے کسیکو راہ مین ملو تو اونکو تنگ راہ کیطرف مضطر کرو ھ تنگ راہ مین اونکو کر دینا اوسصورتمین ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل اٰخر اور اسیطرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ھ فاسق سے فاسق معلن مراد ہے نہ مستور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترشروئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی مین ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہین اور یہہ اوسصورت مین ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر مین شک ہو تو اوسمین باقی رکہنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ھ اور اگر فاسق اور صالح ہونے مین شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہین بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النھی انتھی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یون کہا جاے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام مین تہی تالیف قلوب کی مصلحت سے پہر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ولو سلم یھودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قولہ وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اوسکے جواب دینے کا مضائقہ نہین ولیکن وعلیک سے زیادہ نکہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے ھ یعنی جواب مین فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نکہے اسواسطے کہ کافر کبہی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجہپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجہپر پتہر ہے تو جب وعلیک کہا تو اوسکا قول اوسی پر پلٹا کالاہی بہ پرسش خاوند ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاے چنانچہ اشباہ مین ہے وفیھا لو قال للذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا باس اور اشباہ مین ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل مین یہہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے کبہی اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچہ مضائقہ نہین ھ یہہ جو ہندوستانی نصاری کے ذکر العیش مین اونکو دام اقبالہ لکہتے مین سو حرام ہے اسلئے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمین مراد رکہین تو شاید مضائقہ نہو مگر یہہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا من یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بہیکہ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہین ہے کذا فی الخانیہ ھ قاضی پر محکمہ مین اور جو شخص مسجد مین بیٹہا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قران مین مشغول ہے اور مدرس اگر علم کیوقت اور اذان اور اقامت کے حالمین جواب سلام کا دینا واجب نہین عتابیہ مین ہے کہ قول صحیح یہہ ہے کہ ان مواضع مین جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کہڑا بیٹہے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچہے آتا ہو وہ آگے کو سلام کرے اسلئے کہ سلام موضوع ہے اسلئے کہ دونو والونکا خوف زائل ہو جاے یا ایک کا خوف وعدہ ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود دو امر مین یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ برائی کا دفع کرنا

تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے ہرچند یہ قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہماری قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والیکا اور بعضوں نے کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اَتٰی دارَ انسانٍ یجبُ اَن یَستأذنَ قبلَ السلامِ ثمّ اذا دخلَ یُسلِّمُ اوّلاً ثمّ یتکلّمُ ولو فی فضاءٍ یُسلِّمُ اوّلاً ۱۲ اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قالَ السَّلامُ علیکَ یا زیدُ لم یَسقطْ بردِّ غیرِہ ۱۲ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قالَ یا فلانُ او اشارَ لمعیَّنٍ سقطَ اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جوابدینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ھ اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جوابدیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی منین المحارم وشُرِطَ فی الردِّ وجوابِ العطاسِ اِسماعُہ فلو اَصَمَّ یُریہ تحریکَ شفتَیہ انتہٰی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اوسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنی لبونکی حرکت دکھادے یعنی تا وہ جانے کہ جوابدیا انتہی فی الخانیۃ قلتُ وفی المبتغی ویَسقطُ عن الباقینَ بردِّ صبیٍّ یعقلُ لانّہ من اہلِ اقامۃِ الفرضِ فی الجملۃِ بدلیلِ حِلِّ ذبیحتِہ وقیلَ لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبٰی ویَسقطُ بردِّ العجوزِ وفی ردِّ الشابّۃِ والصبیِّ والمجنونِ قولانِ وظاہرُ التاتارخانیۃِ ترجیحُ عدمِ السقوطِ اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاتارخانیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویُسلِّمُ علی الواحدِ بلفظِ الجمعِ وکذا الردُّ اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیئے ھ یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکی ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح مع واو عطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یَزیدُ علی وبرکاتُہ اور زیادہ نکرے وبرکاتہ پر ھ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط وردُّ السلامِ وتشمیتُ العاطسِ علی الفورِ اور سلام کا جواب اور چھینکنے والیکا جواب فی الفور واجب ہے ھ ظاہرا تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جوابدینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجبُ ردُّ جوابِ کتابِ التحیّۃِ کردِّ السلامِ اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جوابدینا واجب نہیں ولو قالَ لآخرَ اَقرِئْ فلاناً السلامَ یجبُ علیہ ذلکَ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پونہچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پونہچادے تو اوسپر لازم ہے کہ پونہچانے والیکو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویُکرہُ السلامُ علی الفاسقِ لو مُعلِناً والّا لا کما یُکرہُ علی عاجزٍ عن الردِّ حقیقۃً کآکلٍ او شرعاً کمصلٍّ وقارئٍ ولو سلّمَ لا یستحقُّ الجوابَ انتہٰی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہین جیسے کہ وہ ہے سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃً جواب نہین دیسکتا چنانچہ کہا نیوالا یعنی جسکے منہ مین لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً چنانچہ نماز کا پڑہنے والا اور قران خوان اور اگر ان تینونکو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہے ما فی المبتغی و قد تقدم ما فی باب ما یفسد الصلوۃ کراھتہ فی نیف و عشرین موضعاً و انہ لا یجب ردّ سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب مین ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کراہت سلام کرنیکے بیس اور چند مقام ہین اور یہہ کہ واجب نہین جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھہ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہین اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہین کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہراً عوام جو اعراب سے واقف نہین وہ اس سے مستثنے ہین ولو دخل و لم یر احداً یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان مین داخل ہوا اور کسیکو نہ دیکہے تو یون کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی ہمپر سلام ہو اور حق تعالے کے نیک بندونپر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہین جو سلام کرنیوالے کے ساتھہ ہین اور حاضرین جن تاتارخانیہ مین ہے کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے مین چاہیے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ویکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن مواہب الرحمن لان علیاً تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون مسجد مین سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگونکی گردنون پر قدم اوٹہا کر نہ پہاندتا ہو تو اوسکو دینا بقول مختار مکروہ نہین کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین خیرات دی سو حق تعالی نے قران مجید مین یون اونکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہین اور حالانکہ رکوع مین ہوتے ہین ھ یعنی وہ نماز مسجد مین تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز مین جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد مین بطریق اولے درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی و احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ و عبد الرحمن دوستر ین اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ھ مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتے کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونو نامون کے بعد محمد افضل ہے پہر احمد پہر ابراہیم انتہے قول المناوی طبرانی مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب مونمین پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہین جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی و جاز التسمیۃ بعلی و رشید و غیرھما من الاسماء المشترکۃ و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونھا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمیکا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوای ان اسماء جو مشترک ہین خالق اور مخلوق مین اونکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق مین اسماء مذکورہ سے اونکے غیر معانی مراد ہوتے ہین جو حق تعالی کے حق مین مراد ہوتے ہین لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کیوقت اسماء مذکورہ کو حقیر کر کے پکارتے ہین کذا فی السراجیۃ ھ مثلاً علی حق تعالی کے حق مین بمعنی عالی رتبہ ہے ہر شی سے اور آدمیکے حق مین عالی رتبہ ہے اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالی کے حق مین بمعنی موصل الی الہدایۃ و الی کل خیر اور آدمی کے حق مین تقرب الی اللہ حاصل کرنیوالا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمداً لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی و لا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیاً رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے رکہنے مین کچہہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکہو اور میری کنیت نہ رکہو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکہی ھ سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پہر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو بلایا انتہے و یکرہ ان یدعو الرجل اباہ و ان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہے ما فی السراجیۃ بلفظہ ھ چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھہ خطاب کرنا چاہیے نام لینے مین ظاہراً بے ادبی ہے حدیث مین وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسیکے لیے امر ہوتا

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکیر فما ظنک به عند الغناء الذی یسمونه وجدا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کیا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غناء محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد بھی کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وهو لسان اهل الجنۃ من تعلمها او علم غیرہ فهو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اوسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں اخرجوہ بصیغہ جمع امر جانے ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے آور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب اسمیں تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضهم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان سے اور عداوت اونکی نفاق سے آور ابو الشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور اونکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اونکا فنا ہونا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی وفیها تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج للکتابۃ کیلا یذهب الاثر ولا یمتهن لا باس به ذکرہ المصنف فی اخر باب الوصیۃ للاقارب وغیرہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبر پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہہ ہے کہ جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اوسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کر دیگا اور مصلے کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کیطرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نکرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یوں کہے السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار آور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والهکم التکاثر پڑہے قرآن پڑہنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑہنا مکروہ نہیں دنیا کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب تک پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرکہ میں چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت سورہ اخلاص سات بار پڑہنا مستحب ہے مجھکو حدیث پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑہنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے آور جو قبر پر بسم الله وعلی ملۃ رسول الله کہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہوجاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پہولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پہولوں کی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہے لوبان اور شمع قبروں کی طرف بدعت ہے الکل

فی العالمگیریۃ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا ھکذا ۔ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑجانیکے خوف سے تمناء موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہوا اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے ولا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما قال وقد رجحوا قولہما فی الکافی قولہما اقرب الی عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء ۔ مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسیطرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کیطرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھر انکو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے یہہ نزاع کیا ہی کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیئے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہی میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہی مصنف نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قولکو ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہی ہمارے دیار کے رواج سے تو اسیکا فتوی دینا چاہیئے پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکی تو مذہب میں موتی اور اسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مرد و نپر اسواسطے کہ وہ عورتونکا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہی کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤں میں کڑے اور جوشن اور گھونگرو لڑکون کو پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا فی الملتقط ھ ظاہرا طفل سے مذکر مراد ہی عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہو لا باس ان یثقب اذان الطفل من البنات اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہے تو اسمیں چھیدن آنات کیواسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ اور کیا جائز ہے تھنی پہننا ناک چھیدکر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ھ طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر تھنی کو زینت کیواسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضی بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا تھنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کیواسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہو تو ہو سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بالذہب والفضۃ ولا باس بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے ھ ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ویشتریہ منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشئ لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہی سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہی بسبب قبول کرلینی بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اسکی کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قولکو قبول نکرے اور نہ اوس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکی خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ھی امرأتک جیسے حلال قربت اوس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہی یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہی بصورت عدم معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہا لا باس بان یتزوجہا وان بامر مستنکر لا ما لم یستفسرہا اور حلال ہے نکاح کرلینا اوس عورت کے
ساتھ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دلمین اوسکی
راستی واقع ہو جاے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ اہتمام کا یہہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے
دلمین اوسکی راستی جمجاے تو اوسکے ساتھ نکاح کرلینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرأت نکرے جبتک کہ
اوسکا حال دریافت نکرلے لوگون سے ہم امر مستنکر چنانچہ عورت نے ایکمرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان
نہ تھا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اوسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریہ
اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہوگئی تو اوسکو اوسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے
نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی سے
فروع مسائل متفرقہ شارح کی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفۃ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ
کا جواب لکھے ہم یہہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکی اور اسکی بنا اسپر
کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہے کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے ضمن
اسواسطے کہ مقلد کو ترجیحات پاتا ہی ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے دروغ مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین
یکتب لا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکھے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو
یہہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اوسکی حانث ہونیکی مثلا ہم شاید کہ یہہ برسبیل اولویت کے ہے ولا تعلق
قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن
والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز
ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین ہم منح الغفار مین اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلیے
کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف
حرام ہے وان زاد کرہ لہ وللمستمع اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اوسکی
سماعت کرنیوالے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن وان للقراءۃ یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یون کہنا قاری مرجع کو
کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکی چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہہ ہے
کہ تحسین حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاجل ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال
او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے
مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ
والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاریٰ وعظ اور درس کہنا منبرون پر
وعظ اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ
کی گمراہی سے ہے ہم اسیکی طرف اشارہ ہے قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنیٰ الآیۃ قراءۃ القرآن
بقراءات معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہۃ کذا فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی
قدسی مین ہے ہم قرآت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرات پڑھنا

بطریق اولی مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیته ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انه علیه الصلوٰة و السلام لم یفعله ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف یعنی مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور داڑہی مین اگرچہ خضاب کرے سوا جہاد کے قول اصح مین اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہین کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضون نے کہا مکروہ نہین کذا فی مجمع الفتاوی اور یہہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ہم ہاتہہ پانون مین مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتونکی مشابہت کے سبب سے بالون کا خضاب درست ہو اگرچہ زینت اور جوارہی کے پسند آنیکے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہو کہ جیسے مجکو اچہا معلوم ہوتا ہو کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی ہی عورتکو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہو اور احادیث مین وارد ہے لیکن کتم مین اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گہاس ہے جو حنا کے ساتہہ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سُنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری مین وارد ہو کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہوکر شام کو گیا تہا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تہا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بها یمحی عنها اسم اللہ وملائکته ورسله ویحرق الباقی ولا بأس ان تلقی فی ماء جار کما هی او تدفن وهو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابین جنسے فائدہ حاصل نہین ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اونسے حق تعالی اور اوسکے فرشتون اور اوسکے رسولون کا نام مٹا یا جاوے اور باقی جلادی جاوین اور بہتے پانی مین اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہو یا زمین مین دفن کردی جاوین اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہو جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہین بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثهم بما لیس له اصل معروف او یعظهم بما لا یتعظ به او یزید وینقص یعنی فی اصله اما الذین یا العبارات اللطیفة المرققة والشرح لفوائدہ فذالک حسن وعظ مین مکروہ قصہ بیان کرنا یہہ ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچہہ اصل مشہور اور معلوم نہین اہل سواسکے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی نصیحت کرے جسپر خود عمل نہین کرتا یا اصل قصہ اور مطلب مین کچہہ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون لطیف دل نرم کرنیوالیون سے اور شرح کردینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ہم اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والونکی عادت ہو کہ حکایات کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچہہ اصل نہین مزید رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہین یا کمی بیشی کردیتے ہین سو معلوم ہوا کہ درست نہین مکروہ ہو جاہل کے وعظ گوئی مین یا مرثیہ عالم کے بیا نہین اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہین والافضل مشارکة اهل محلته فی اعطاء النائبة لکن فی زماننا اکثرها ظلم فمن تمکن من دفعه عن نفسه فحسن وان اعطی فلیعط فی عجز اور شرکت اپنے اہل محلہ کی اوس مال کے دینے مین جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے مین اکثر نوائب ظلم ہین سو جو شخص کہ اوسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دیوے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اوسوقت درست ہو جبکہ اوسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری مین قنیہ سے منقول ہو کہ ایک شخص پر ناحق تصدہ باندہا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پرسے درست ہو بشرطیکہ باقی لوگون پر اوسکا حصہ ڈالا جاوے اور افضل یہہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے مین اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقه وجوزه الشافعی وهو الاوسع صاحب حق کو جائز نہین کہ اپنے حق کی غیر جنس لے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق مین ہم یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہون قرض ہین اور اوس سے وصول نہین اور وہ اوسکے جو یا چاول یا دے تو اوسکو لینا درست نہین اسواسطے کہ اوسکی ہم جنس نہین غیر جنس مین حمتبی ہین ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس مین تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعها فاشتری ببعضها واخذ بعضها له ذلک لانه تملیک من الآباء معلم نے لڑکون سے فرش کمتب کی چٹائیون کیواسطے مثلا پیسے طلب کئے سو جمع کئے تحصیل کرکے پہر کچہہ پیسون سے چٹائیان خریدکین اور

کچھ پیسے آپ لیوے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطے کہ اجرت کا دینا اوسکو ہے یا یون کہیئے کہ تملیک سے معلوم ہو ھ طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلیئے
کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لا بأس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ
کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھ مجتبیٰ مین یہ
مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر ہوا ہے کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت
دوسری کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہرا کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ اگرچہ زوجہ کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی
کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد ما لا قیمۃ لہ جاز الانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین تو اوس
سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وھو غنی تصدق بہا اور اگر اوس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور
مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کر دیوے لا بأس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھری یا دالان مین کہ
جسمین مصحف رکھا ہے یہہ جائز ہو بسبب تکلیف اور مشقت کے ھ مجتبیٰ مین اسطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور
اگر وہ بیت بڑا ہو جیسے تو مضائقہ زائل ہوجاتا ہے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ھذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی
او دنیوی لا بد لہا منہ فلا بأس بہ سواری نکرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہوتے
وقت اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اوسکو واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھ
حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تغنی بالقراءۃ ولم یخرج بالالحان عن قدرہ ھو صحیح فی العربیۃ مستحسن قرآن
پڑھا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ھ قرآن مین خوش آوازی وہان تک
درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل نہو یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات
مین تغیر ہو جاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن
کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھ فتاوی عالمگیری مین غرائب
سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے
سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین
مگر ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقیب الصلوۃ بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل
مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ
جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہے ہمارے
استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھ فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل
واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض
اور سنت مین سوای اللھم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نہچاہیئے الرشوۃ لا تملک بالقبض رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ
کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اوسکا پھیر لینا درست ہے ھ اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کردیوے تو یہ
رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار برآری سے پہلے
اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول
کرنے مین اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن المجتبیٰ لا بأس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی

واسطے اپنے دین پر خوف کرے م یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہہ دینے والے کے حق مین رشوت نہین محیط برہانی مین ہے اگر مرد ایک گاؤن
مین رہتا ہے اور اوسمین ظالم ہے اور یہہ مرد اوس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کیواسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
كان يعطي الشعراء ولمن يخاف لسانه وكفى بسهم المؤلفة من الصدقات دليلا على هذا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعرونکو اور جسکی
زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اوسکو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل
ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے م مؤلفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جنکو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام مین جمع
اهل المحلة للامام فحسن اہل محلہ نے کچھ قوت یا درم امام کیواسطے جمع کر دیا تو یہہ بہتر ہے م امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بدلیل قوله
ومن السحت ما يؤخذ على كل مباح كالملح والكلاء والماء والمعادن اور حرام مال ہے وہ مال جو مباح چیز پر لیا جاوے جیسا نمک اور گھاس اور
پانی اور کھانین م اشیاء مذکورہ ایسی مباح ہین سب آدمی اوسمین شریک ہین لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اوسکی کھان سے اوٹھا لاوے تو وہ اوسکا مالک
ہو جاتا ہے تو اب اوسکو بیچنا درست ہو وما ياخذه الغازي بالغزو والشاعر بالشعر والمسخرة والحكواتي قال تعالى ومن الناس من يشتري لهو الحديث
اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعرگوئی اور مسخرا اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے
جو لہو الحدیث یعنی کہیل کی بات خرید کرتا ہے م مراد وہ غازی ہین جو اہل شہر سے زبردستی مال لین لہو الحدیث سے وہ مراد ہی جو امور مزخرفہ سے غفلت
مین ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق مین اوتری وہ سوداگری کو ملک
عجم مین جاتا وہان سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہین اور مین تمسے رستم واسفندیار
وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہون تو کفار اوسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہہ آیت اوتری واصحاب المعازف والقراد والكاهن
والمقامر والواشمة وفروعه كثيرة اور حرام ہے وہ مال جسکو باجون کے بجانیوالے لیتے ہین اور قراد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمارباز اور
عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتے ہی اور مال حرام کی فروع اور شاخین بہت ہین م ازانجملہ اجرت واشرہ یعنی اوس عورت کی اجرت جو
دوسری عورت کے دانت گہسکر باریک کردے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصون مین صلح کرا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن
اور جو مال کہ جانورونکی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندون کے کہال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنی پچھنے لگانیوالے
کی اجرت یہہ سب مال حرام ہین کذا فی الطحطاوی قيل له يا خبيث دعوه جاز له الرد في كل شتيمة لا توجب الحد وتركه افضل کسی نے کسیکو کہا یا
خبیث اور مانند اوسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو یہی کہنا اوس گالی مین جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہین ہے اور ترک اسکا افضل یعنی صبر
افضل ہے جواب دینے سے كره قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم انت حتى انظر فانها نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے
سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اوسکا یون کہنا کہ دیکہا چاہیئے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہی م یعنی یہہ منافقین کا
طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یون جواب دینا بہتر ہے کہ ہان مین روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم مین ریا کو دخل نہین کذا فی
الطحطاوی من له اطفال صغار ومال قليل لا يوصي بنفل جس شخص کے چہوٹے لڑکے ہون اور تہوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نکرے م لیکن اگر مریض
پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیئے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرا دین مگر یہہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہہ جو حدیث ہی کہ
اپنے بیمارون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستونکو جمع کرے اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پہر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے
بعد پہر اونکو ایمان کی وصیت کرے اور اونسے کہے کہ نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹونکو وصیت کی تہی پہر اسکے بعد
جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اوسپر ہون اونکی وصیت کرنا چاہیئے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ حدیث

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمانکو چاہیئے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے من صلّٰی او تصدّق یرائی به الناس لا یعاقب بہا الصّلوٰۃ ولا یثاب بہا قیل ہذا فی الفرائض وعمّمہ الزاہدی للنوافل لغوطہم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑہتا ہو یا زکوٰۃ اور خیرات دیتا ہو لوگون کے دکہانے کیواسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اوسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب فرائض مین ہے نہ نوافل مین اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ہے شارح کو یون کہنا بہتر تھا وخصّہ الزاہدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے والیہ یشیر ما فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین انہ فی النوافل انتہی تو اسصورت مین تعلیم بنا ہوتا ہے اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی غزل الرجل علی ہیئۃ غزل المرأۃ یکرہ سوت کاتنا مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنی اسواسطیکہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے یکرہ للمرأۃ سؤر الرجل وسؤرہا لہ عورتکو مرد کا جہوٹہا اور مرد کو عورت کا جہوٹہا مکروہ ہے ہم مراد جہوٹہا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت درصورت لذت کے ہے والا ظاہر اکروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی ولہ ضرب زوجۃ علی ترک الصّلوٰۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چہوڑنے پر بنابر ظاہر مذہب کے ہم اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدّ للشرب فی الصحیح جائز نہین وضو کرنا اُن حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائے گئے ہین قول صحیح مین ہم لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہے ویمنع من الوضوء منہ وفیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاوے وحملہ لاہلہ ان ماذونًا بہ جاز والا لا اور اُس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہے اور نہین تو جائز نہین الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالٰی قتل الخراصون الکل من المجتبی جہوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالٰی نے فرمایا کہ جہوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہہ سب مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر منتفعہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین وفی الوہبانیۃ قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم واہل لترضی والقتال لیظفر اور وہبانیہ مین کہا جہوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جہوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے تعریض مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحمام تغمیز خادم ومن شاء تنویرًا فقالوا بنفسہ اور حمام مین خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ اپنے ہاتہہ سے نورہ لگاوے ہم کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حمام مین چنانچہ جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویفسق معتاد المرور بجامع ومن علم الاطفال فیہ ویوزر اور عادت کرنے والا گذرنے کا جامع مسجد مین فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑہاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے حرام نہین کہا ہان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز وفی غیر اہل العلم بعض یعزر اور جو کہڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم مین اسکو ثابت رکہتے ہین ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہوچکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے ویجوز نقل المیت البعض مطلقا وعن بعضہم ما فوق میلین یحظر اور بعضون نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ہم طرسوسی نے ذکر

کیا کہ میت کو اُٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم دہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت مین دو میل سے زیادہ خیلاف ہے بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نکی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر طرسوسی کا کلام حق ہے ف وللزوجة التسمين لا فوق شبعها + ومن ذكرها التعويذ للحب يحظر اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نکہاوے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے ممنوع ہے م تسمین زوجہ بشرط رضای زوج جائز ہے خانیہ مین ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھوانی ہے تا اوسکا زوج اوسکا چاہے اور اوسکی طرف سے نفرت چھوڑے جامع صغیر مین ذکر کیا ہے کہ یہہ حرام ہے حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ایک طرحکا یہہ بہی سحر ہے اور سحر حرام ہے ف ويكره ان تسقى لاسقاط حملها + وجاز لعذر حيث لا يتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کیصورت نہ بنگئی ہو م حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہین اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودہ جاتا رہا اور اسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہین ہے اور ہلاکی طفل کا خوف ہے تو اسصورتمین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جبتک حمل نو تھہرا ہو اعضا نبنگئی ہون ف وان اسقطت ميتا ففي السقط غرة لوالده من عاقل الام تخصص اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مُردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کی باپ کے واسطے ماکی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے م غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچسو درم سے ہے جو ایکسال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے کذا فی الطحطاوی ف وفي يوم عاشوراء يكره كحلهم ولا بأس بالمعتاد خلطا ويؤجر اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچہہ مضائقہ نہین خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہے ف وبعضهم المختار في الكحل جائز + لفعل رسول الله فهو المقرر اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے م وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ کے خون سے سرمہ لگایا تہا اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سے قنیہ مین ہے کہ خلط اطعمہ مین یوم عاشورا کوئی اثر قوی وارد نہین لیکن اوسمین مضائقہ نہین بدلیل حدیث من وسع على عياله وسع الله عليه سائر سنته تو لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ سفر السعادت فیروز آبادی مین ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشورا در فضل صلوة و انفاق و خضاب و ادہان و اکتحال و طبخ حبوب و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے آئمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا او وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اوترنا نوح کا کشتی سے اور اوترنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنے امالی مین طرق بیہقی سے حدیث مرقوم روایت کی کہ من وسع على عياله واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته اور کہا ہے کہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضون کے نزدیک حسن ہے اور دوسری طرق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ مین ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز مین بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب دشمنان اہلبیت سے پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ جاری اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہے ما فی صراط المستقیم مختصراً ف وضرب عبيد الغير جاز بامره + وما جاز في الاحرار والاب يامر اور غیر کے

غلام ہو اوسکو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ حکم کرے اپنے طفل کے مارنیکا ؏ لیکن معلم کا مارنا بتملیک پدر جائز ہے بمصلحت تعلیم کے سبب سے بشرنبلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نمارے اور قاضی کے امر سے مارنا او صورتین سے ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہوگیا ہو اور اس زمانے مین فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ۵ وَالثَّوَابُ مِنْ ذِکْرِ الْقُرْآنِ اَکْثَرُ مِنِ اسْتِمَاعِہٖ + وَقَالُوا ثَوَابُ الطِّفْلِ لِلطِّفْلِ لِلْمُعَلِّمِ اور قران کے پڑھنے سے قران کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہے اور علمانے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ؏ استماع قران کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اوسکے باپکو تعلیم کا ثواب ہوگا ۵ وَدِرَاسَۃُ بَاقِی الذِّکْرِ اَوْلٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ نَفْلًا وَدَرْسُ الْعِلْمِ اَوْلٰی وَاَنْظَرُ + اور سیکھنا باقی قران کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قران کے سیکھنے سے ؏ اسواسطے کہ تعلم جمیع قران فرض کفایہ ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قران کا افضل ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ۵ وَقَدْ کَرِھُوْا وَاللہُ اَعْلَمُ وَنَحْوَہٗ + لِاِعْلَامِ خَتْمِ الدَّرْسِ حِیْنَ یُقَرَّرُ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے جیسا کہ درود پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ؏ وجہ کراہت یہہ ہے کہ اوسنے اس لفظ کو نے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اوسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اوسکے آنے سے خبردار ہون اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اوسکے جاگنے او جو کیدار آنے سے آگاہ ہون تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہین ہان اگر دو قصد مجتمع ہون یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمین سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہین حق تعالی اونہین سے وسعت کرتا ہے اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق و راستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی لک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر متقی کا ۴ میراث اصل طیب سے یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خود رو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اوسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل مین ؏ موات بفتح وضم میم بروزن حیات و ذرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہین اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لَعَلَّ مُنَاسَبَتَہٗ اَنَّ فِیْہِ مَا یُکْرَہُ وَمَا لَا یُکْرَہُ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہہ ہے کہ اس کتاب مین وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہین اَلْحَیٰوۃُ نَوْعَانِ حَاسَّۃٌ وَنَامِیَۃٌ وَالْمُرَادُ ھٰھُنَا النَّامِیَۃُ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ وَسُمِّیَ مَوَاتًا لِبُطْلَانِ الْاِنْتِفَاعِ بِھَا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ؏ عدم انتفاع کی وجہ یہہ ہے کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہین یا جنگل ہوگیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع وَاِحْیَاؤُہٗ بِبِنَاءٍ اَوْ غَرْسٍ اَوْ کَرْبٍ اَوْ سَقْیٍ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اِذَا کَانَتْ اَیْ مَسْلَمًا اَوْ ذِمِّیٌّ اَرْضًا غَیْرَ مُنْتَفِعٍ بِھَا وَلَیْسَتْ بِمَمْلُوْکَۃٍ لِمُسْلِمٍ وَلَا ذِمِّیٍّ فَلَوْ مَمْلُوْکَۃً لَمْ تَکُنْ مَوَاتًا فَلَوْ لَمْ یُعْرَفْ مَالِکُھَا فَھِیَ لُقَطَۃٌ یَتَصَرَّفُ فِیْھَا الْاِمَامُ وَلَوْ ظَھَرَ مَالِکُھَا تُرَدُّ اِلَیْہِ وَیَضْمَنُ نَقْصَھَا اِنْ نَقَصَتْ بِالزَّرْعِ وَھِیَ بَعِیْدَۃٌ مِّنَ الْقَرْیَۃِ اِذَا صَاحَ مَنْ بِاَقْصَی الْعَامِرِ وَھُوَ جَھْوَرِیُّ الصَّوْتِ بَزَّازِیَّۃٌ لَا یُسْمَعُ بِھَا صَوْتُہٗ مَلَکَھَا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَھُوَ الْمُخْتَارُ کَمَا فِی الْمُخْتَارِ وَغَیْرِہٖ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھہ فائدہ حاصل نہین ہوتا اور

کتاب احیاء الموات

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہین اور وہ دور واقع ہے گانون سے اسطرح کہ اگر بیچ میں شخص جو منتہای آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی
البزازیہ تو اوس زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دیگی تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے
چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوسمین بادشاہ
اسلام تصرف کریگا اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو سپرد کیجائیگی اور اوسکے نقصان کا تاوان دیگا اگر زراعت کرنے سے زمین مین
کچھ نقصان ہو گیا ہو ھ زمین مذکورہ کا آباد کرنیوالا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہوگا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج
کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اهل القرية به وبه قالت الثلثة قلت وهذا ظاهر
الرواية وبه يفتى كما فى زكوة الكبرى ذكره القهستانى وكذا فى البرجندى عن المنصورية عن قاضيخان ان الفتوى على قول محمد فالعجب من
الشرنبلالى كيف لم يذكر ذلك فليحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کیطرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے
اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی
کبری کی کتاب الزکوۃ مین ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی
سے تعجب ہے کہ اسنے اسکو کیون بیان نکیا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھ فتاوی قاضیخان مین ہے کہ صحیح تر قول موات مین وہ ہے کہ اگر منتہای آبادی مین
آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلا دے تو جہان آواز نہ پونہچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پونہچے وہ آبادی کی لواحق سے ہے کہ وہان تک مواشی چرانے وغیرہ
کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن له الامام فى
ذلك وقالا يملكها بلا اذنه احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اسکا
مالک ہو جاتا ہے بدون اوسکے حکم کے بھی وهذا لو مسلما فلو ذميا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اوسوقت ہے
کہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام و صاحبین کے شرط ہے ولو مستأمنا لم يملكها اصلا اتفاقا
قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فى القهستانى ولو تركها بعد الاحياء وزرعها غيره فالاول
احق بها فى الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ تر حقدار ہے
صحیح تر قول مین ولو احيى ارضا ميتة ثم احاط الاحياء بجوانبها الاربعة من اربعة نفر على التعاقب تعين طريق الاول فى الارض الرابع
اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اوسکے چارون طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصون کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد
کرنیوالے کی راہ چوتھی زمین مین متعین ہوگی ھ اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور
اگر جوانب اربعہ مین چارون شخصون نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فى العالمگيرية ومن حجر ارضا اى منع
غيره منها بوضع علامة من حجر او غيره ثم اهملها ثلث سنين دفعت الى غيره وقبلها هو احق بها وان لم يملكها لانه انما يملكها بالاحياء لا
بالتحجير اور جسنے روکدالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اوسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص
کو دیجائیگی آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہین ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا
مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکدالنے سے ولو كربها او ضرب عليها المسناة او شق لها نهرا او بذرها فهو احياء مبسوط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندہا سیلاب روکنے کو یا اوسکو واسطے نہر کہود دی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فى المبسوط ھ
مسناۃ بضم میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب مین اور
مصباح العلوم مین ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہین کذا فى المطلوبہ اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

سد وغیرہ مین ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لھم ومطرحا لحصائدھم لتعلق حقھم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان
اور جائز نہین آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیئے لوگونکی چراگاہ کیواسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلئے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہین جہان لوگ لکڑیان اور ایندہن کہتے ہون وی
اعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر الارض بارزا کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہین ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کہانون سے اور ظاہر
کہان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکہا ہی ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کہانین ہم قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہی جو زمین کے چشمون سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہے اور نفط کہان وغیرہ
مین مستحکم کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئین جو کسیکی مملوک نہین کہود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کما القنی والماء المحرز فی الظروف فانہ ملک للمحرز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کہود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو جمع کیا
گیا برتن مین سو وہ پانی بہر نیوالے اور زمین کہودنیوالیکی ملک ہی اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہی حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین
تین چیز مین پانی اور گہاس اور آگ مین ہم قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کہود دیجا
التی یستقی منہا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اور سینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنے
وہ کنوئین کہ کسیکی مملوک نہین بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم یہ مطلب کا مضمون مکرر ہو گیا اسلئے کہ محشی نے بیت نہ تہی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ھذہ
المعادن الظاہرۃ لم یکن لاقطاعہا حکم بل المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کہانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکے عطا کا حکم
جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعھم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا
بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ احکام
اجارۃ اقطاع الجند سے یہ اگر لوگون کو مملک او۔ پانی وغیرہ سے منع کیا تو جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی ٹھہر
ٹہریگا اور جو چیز کہان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے لیسبب لینے اور باز رکہا جائیگا روکنی سے اور پھیرا جائیگا دوام
عمل سے یعنی ہمیشہ کہان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ نہ ہو یا وہ چیز اوسکی ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہو یہ
ایسا ذکر کیا ہی علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکہا ہی ہم املاک مستقرہ وہ جو اوسکی ملک مین سابق سے داخل ہون کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وھی التی ینزح الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وھی التی ینزح الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرد اگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند ۴۰ گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہی تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح وہ کنوان ہے جس سے پانی بہرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کہیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ
اور بیر عطن وہ کنوان ہی جس سے پانی بہرا جاتا ہی ہاتھ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لئے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد و فی
الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال وبفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم
قال وقیل التقدیر فی بئر وعین بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایۃ وعزاہ البرجندی
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہی کہ اگر کنوئین کا عمق ۴۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہی پہر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم ۴۰ گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف نسبت

نسبت کیا ہی پر یون کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی اراضی مین تھی بسبب سخت ہونے اونکی اراضی کے اور
ہماری اراضی مین نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئین کا پانی دوسری کنوئین مین منتقل نہو جاوے اور اسکو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے
اور برجندی نے اس قولکو کافی کیطرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م تاتارخانیہ اور کبرے مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ
امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی ہے
اذا احفرہا فی موات باذن الامام کنوئین کا حریم ۴۰ گز اوسوقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کہودا ہو فلو فی
غیر موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن الحکم کذلک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین
ہو بدون اذن سلطان کے تو اوسکا حکم ایسا نہوگا یعنی ۴۰ گز اوسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارۃ القہستانی و
فیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لا یستحق الحریم فلو حفر فی ملکہ فلہ من الحریم ماشاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکہا الملاک او ماتوا
او انقرضوا لم یجز احیاؤہا فلو ترکہا الماء بحیث لا یعود الیہا ولم یکن حریما لعامر جاز احیاؤہا وعن المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور اسمین
یعنے اوسکی ماتن کے قول مین اشارہ ہی اسطرف کہ اگر کنوان کہودی غیر کی ملک مین یعنی اوسکی اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی
تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودا تو اوسکو حریم رکہنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکون نے اوسکو چھوڑ
دیا یا وہ مرگئی یا منقرض ہوگئی تو اوس زمین کا آباد کرنا جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اسطرح چھوڑ دی کہ پہر اوسکا عود زمین کیطرف نہوگا اور وہ زمین
آبادانی کی حریم نہین ہے تو اوسکا آباد کرنا درست ہی اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہی وحریم العین خمسمائۃ ذراع من کل
جانب کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب سے چنانچہ حدیث مین ہے ھ ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ
والذراع ہو المکسرۃ وہو ست قبضات وکان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات فکسر منہ قبضۃ اور گز سے مکسور چھوٹا گز مراد ہے
جو چھہ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تہا سو اوسمین سے ایک قبضہ بہر کم کر ڈالا گیا ویمنع غیرہ من الحفر وغیرہ فیہ لانہ ملکہ فلو حفر فللاول
ردمہ او تضمینہ وتمامہ فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائے کنوان وغیرہ کہودنے سے حریم مین اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئین والیکی ملک ہے تو اگر
غیر شخص حریم کے اندر کنوان کہودیگا تو پہلے شخص کو اوسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ولو حفر الثانی
بئرا فی منتہی حریم البئر الاول باذن الامام فذہب ماء البئر الاول وتحول الی الثانیۃ فلا شیء علیہ لانہ غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک
فلا یخاصمہ کمن بنی حانوتا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاول بسببہ فانہ لا شیء علیہ درر وزیلعی اور اگر دوسرے شخص نے کنوان کہودا
منتہای حریم مین یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کیطرف منتقل ہوگیا تو حافر ثانی
پر کچہہ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اوسکو ساتہہ کچہہ مخاصمت نہین اوس شخص کی
مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہوگئی جاری نرہی تو اوسپر کچہہ مواخذہ
نہین کذا فی الدرر والزیلعی وفیہ لو ہدم جدار غیرہ فلصاحبہ ان یواخذہ بقیمتہ لا ببناء الجدار ہو الصحیح اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے
غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اوسکی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہی نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثانی الحریم من الجوانب
الثلثۃ دون الجانب الاول لسبق ملک الاول فیہ اور منتہای حریم کے دوسرے کہودنیوالیکا تین طرف سے حریم ہی نہ پہلے کنوئین کیجانب سے اسواسطے
کہ حافر اول کی ملک اوسمین سبقت کرگئی والقناۃ ہی مجری الماء تحت الارض حریمہا بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ وعن محمد کالبئر ولو
ظہر الماء فکالعین وفی الاختیار فوضہ الی رای الامام ای لعدم النص فیہ فلا شیء ذکرہ البرجندی اور کاریز یعنے پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اوسکا حریم بقدر اوسکے

اصلاح کے ہو مانند کی مٹی ڈالنے کیواسطے اور مانند اسکی اور محمد سے روایت ہی کہ کاریز کا حریم کنوئیں کی مانند ہے گز ہی طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ ہی چشمہ کی
شیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پر بہہ کر ظاہر ہو گیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہی یعنے ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی
رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اوسکا کچھہ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہی برجندی نے و حریم شجرۃ غرس فی
الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہی ہر طرف سے
تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اوسمیں درخت لگاوے و یلحق ما امتنع عودہ من الدجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن حریما لعامر اور جہان دجلہ اور
فرات کا پانی پہرنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے لحق ہے بشرطیکہ وہ ابادانی کی حریم نہو ھم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہی یعنی اگر زمین پر دریا
کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اسطرح ہٹ گیا کہ پہر آنے کی توقع نہیں تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان
حریما او جاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پہر اگر زمین مذکورہ حریم ہو ابادانی کی یا پانی کا پہر آنا جائز اور متوقع ہو تو اوسکا اباد
کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اوسکا حریم نہیں امام کے نزدیک
اگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کیواسطے مینڈ کی ملکیت ہی اوسکے آنے جانے
کیواسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹجاوے تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجاوے و قدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب و ھو
اوفق ملتقی و قدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر و علیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے برابر کی ہے
ہر طرف سے اور یہہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہی بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی و فیہ معزیا للاختیار والحوض علی ھذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف
سے یعنی امام کے نزدیک حریم نہیں مگر باثبات شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہی محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف
بطن حوض و فیہ معزیا للکافی و لو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریمہ بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہی اور اگر ایسی نہر
صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم باتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہی و فیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر ملک
لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندھما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور
صاحبین کا اوس نہر مملوک میں ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اسصورت میں صاحبین
کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہی اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہی ھم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ
سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر یعنے میں قاضی خان سے منقول ہی کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ
اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہی اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہے و فیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج
الیہ لالقاء الطین و غیرہ انتہی قلت و ممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار و شرح المجمع اور قہستانی میں ہی تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ
صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل
کیا ہی اونمیں سے شرنبلالی ہے ناقل من الاختیار و شرح المجمع **فصل** فی الشرب یہہ فصل شرب کے مسائل میں ہی ھو لغۃ نصیب الماء و شرعا نوبۃ
الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہی پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہی پانی سے فائدہ حاصل کرنے
کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانوروں کے پلانیکے لئے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہی اور لبوں
سے جانوروں کا پینا ہے ھم یہان شرب بضم شین مصدر ہی بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہی دفع تشنگی کیواسطے یا کھانا پکانے
یا وضو یا غسل یا کپڑا دہونے کے لئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکی مناسب ہے کذا فی الطحطاوی و لکل حقہا فی کل ماء

لم یُحْرَز بانائِہ اوجب اور ہر جاندار کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہے مگر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہین گیا ھم پانی مین حق عام اُسوقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام مین ہے یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض مین بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہوگیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہوگیا اور مصنف نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہے کہ اگر کنوئین سے ڈول بھرا اور کنوئین کے منھہ سے ہنوز جدا نہین ہوا تو شیخین کے نزدیک بھر نیوالا اوسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شی کے کر دینے سے موضع محفوظ مین کذا فی الطحطاوی **ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوھما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ** اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکی چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطیکہ آدمی کی ملک پانی مین احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر مین احراز نہین اسواسطیکہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے **ولکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او لنصب الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والھواء** اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پونہچتا ہو اسواسطیکہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اوس صورت مین مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ھم نہر سے ضرر خلق کی یہہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایکطرف کنارہ توڑکر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائین تو اسصورت مین نہر کھودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگون سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین **لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہ من نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ** جائز نہین اپنے جانورونکو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہووے جانورونکی کثرت کی سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اوسیکا ہے تو انتفاع اوسکے اذن پر موقوف ہوگا ھم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن جائز نہین خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دے ضرب یا حبس سے اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ **ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ** اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی اوٹھا لاکر گھڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہے اصح قول مین اور بعضون نے کہا کہ درست نہین مگر مالک کے اذن سے ھم خانیہ اور وجیز مین قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونون قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی **والمحرز فی کوز او حب بمہملۃ مضمومۃ الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ بالحرز** اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزہ اور مٹھور مین تو اوس سے فائدہ لینا نہین مگر اوسکے مالک کی اذن سے بسبب اوسکی مالک ہو جانیکے بھر رکھنے سے **ولو کانت البئر والحوض او النہر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ** اور کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص اوسمین سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکان مین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب سے وسکے پانی پا سکتا ہو ھم بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو پیاسے کو منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچھہ ضرر نہین دوسری جگہہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی **فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حینئذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار** سو اگر پانی کا طالب اوسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک اور مانند اوسکی نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چھوڑ مت روک تاکہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور گڑہ نہ توڑ ڈالے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب متصل اوسکے مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیز مین شریک ہین پانی اور گھاس اور آگ مین ھم مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل

کرے اور اوسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہی دوسرا اوسکا مالک نہین اوسکو اوسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے درست ہی گہاس سے مراد وہ گہاس ہے جو خودرو ہووے تو صاحب زمین اوسکا مالک نہین تو جو اوسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب زمین اوسکا مالک ہی اوسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل مین کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمین سب شریک ہین اگر دوسرا آدمی آوی اور اوسکی گرد بیٹھکر تاپا چاہی یا اوسکی روشنی مین کچھ سیا چاہی یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکو روک نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوی تو اوسکو اپنی ملک سی انتفاع سی روکنا درست ہے جلانیکے لکڑیان لینا غیر کی ملک سی جائز نہین بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوک سی لینا درست ہی اور حطب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کیطرف مضر نہین جبتک یہہ معلوم نہو کہ یہہ اونکی مملوک ہی اور لکڑیان جمع کرنیوالا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اوسنے رسی سے نہ باندہی ہون کذا فی الطحطاوی اور سے وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ واما ان تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گہاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوی اگر وہ اپنی زمین مین نہ آنے دے کہ یا تو گہاس کاٹکر طالب کو دیدی اور نہین تو اوسکا روکنا چہوڑ تو وہ لے جتنا اوسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی هم گہاس کاٹ کر دینا اوسوقت ہی جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین مین مباح گہاس موجود نہو کذا فی العالمگیریۃ ولو منعہ الماء وھو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سی پیاس سے تو اوسکو اوس سی لڑنا درست ہی ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ درر اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوھا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہر رکہا ہو برتنون مین اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اوس سی بدون ہتہیار کے لڑی یعنی لاٹھی وغیرہ سی لڑے نہ تلوار سی جیسی کوئی طعام سی روکے شدت گرسنگی کیوقت کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سی ہی جبکہ پانی اوسکی حاجت سی زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اوس شخص کے بہر رکہنے سی تو پانی طعام کی مانند ہو گیا اور بعضون نے کہا کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سی لڑی اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹہی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہی تادیب اور زجر کیواسطے وکری نہر لم یحفر غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمہ ای فی بیت المال شیء اجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کہودنا بیت المال سلطان سی ہی سواگر وہان یعنی بیت المال مین کچھ مال نہو تو لوگون سی زبردستی کرنا چاہئے اوسکی کہودنے پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سی یہہ زبردستی ہی دفع ضرر کیواسطے هم یہہ کہتے ہے کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطانکو اونپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے ساتھ ان کیواسطے جبر درست ہی کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سی اوسکی مالکون پر ہے اور جو اونمین سی انکار کری اوس پر زبردستی کیجاوی وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نکیا جاوی هم نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہو اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے بہتر قول یہہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سی کم ہین تو شرکت خاص ہے اسمین اتفاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہی اسمین ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وھل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے سے پہر لینگے یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی تو رجوع درست ہی اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے کہودنیکا خرچ شریکون پر ہے نہر کی اوپر کیجانب سی هم بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ ہے وہانتک کہ ایک کی زمین سی نہر تجاوز کرے تو اوسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر ہیگا ہر شخص پر نوان حصہ فان جاوز ارض رجل منہم برئ من مؤنۃ الکری وکان علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کالیستحقون الشفعۃ پہر اگر نہر بڑہجاوی ایک شریک کی زمین سی تو وہ بری

ہو گیا کہو دنیکے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکون پر کہودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر ہین شرب مین ھم
بہتر یون تہا کہ شارح کہتا فے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے دو برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکونکو مخصوص
نہین کذا فے الطحطاوی ولاکن تجب علی اھل الشفۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والون پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہین اونکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہو از روی استحسان کے
ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہو اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہی زمین بکجانی سے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر و
اراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترک علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہوا اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہوا اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اس روکنے کا اختیار نہین اور چہوڑی نہر کو اوسکی قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ھذا النہر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ھذا النہر یسوقہ لیسقی اراضیہ
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکے درخت نہون نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی مین
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہے یا اوسکا پانی اس نہر مین جاری تہا اوسکی روانگی تہی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وعلی ھذا المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشا کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہہ سب مذکور دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف متخاصمین کا
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے ھم مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہین جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر قدیم سے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گرا کرتے ہون یا کسیکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دعوی کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم
لان المقصود نہر مشترک ہو ایک قوم مین اونہون نے جہگڑا کیا زیادتی اور کمی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
الاختلاف فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق برخلاف راہ کے اختلاف کے
کہ رقبہ طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سے
ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ھم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہہ جاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے مین
خلل واقع نہو اوکذا لیس لہ ان ینصب علیہ دالیۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈہینکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او یوسع فم النہر او یقسم بالایام والحال انہ کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وبضمہا القسمۃ
القدیمۃ بالکوی ونحوہ والحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تہی بطور نقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چہوڑ دیجاتی بسبب ظاہر ہونے حق کے قدامت مین کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بفتح کاف کی

اوریک نسخہ ... بغیر ارض ...

علی اور ایکنسخہ مین عبارت بطور ہے قد کان لہ قد یا یجری یسقی ارضہ یعنی قد جری ... کا ایک مطلب یہ ہے ... پانی ... کی نیت ... وہ ... کو اسطے روان ... ہے

یعنے نقب ہم اصل اوسکی نقب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہو گشت زار کے منافع آب کیواسطے کذا فے المغرب او یسوق نصیبه الی ارض له اخری لیس له منه ای من النهر فيه شرب یا شریک لیجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سے اوسکے واسطے باری مقرر نہین ہے بلا رضاهم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہین بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب امور مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اوسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین مین پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہین ولھم نقضه بعد الاجازة ولورثتهم من بعدهم اور شریکا کو اجازت کے بعد اوسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہے ولیس للاعلی سکر النهر بلا رضاهم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہین نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے ہم اور اگر شریک راضی ہوجاوین اسطے کے باندھنے پر بقدر اوسکے حصے کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہوجاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہین بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پونہچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلے بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اعلی نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحطاوی

کطریق مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا الی دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اوسمین اوس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والیکا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گھرون کا رہنے والا ایک شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکے آمدورفت کرنیوالے زیادہ نہین ہوجاتے ہین اور پہلی صورت مین زیادہ ہوجاتے ہین اسلیے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما لا یباع ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجیء اور پانی کی باری مین میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اوس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہو کیا بیع الشرب ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجیء اور پانی کی باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلك ای ببیعه ونحوه اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی

ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لان الشرب لا یملك بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح خون کی عمداً خون سے اور لیاقت نہین نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہوجاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوجاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہانتک کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اوسپر دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فلو لم یکن له ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء ملء الحوض ان یقضی دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضمه الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر لقیمة الارض بلا شرب ولقیمتها معه فیصرف تفاوت ما بینهما الدین المیت وتمامه فی الولوالجی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض مین پھر وہ پانی ہر باری مین بکا کرے یہانتک کہ دین آخر ہوجاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملادے پھر زمین کو باری کے ساتھ جمع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو اہین کے تفاوت کو میت کے دین مین صرف کریگا اور پورا
بیان اسکا زیلعی مین ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین مین صرف
ہون ولا یضمن من ملأ ارضہ ماء فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ متسبب غیر متعد وھذا اذا سقاھا سقیا معتادا تحملہ ارضہ
عادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی ہے اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بہرا سو اوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوک لیا یا اوسکی
زمین غرق ہوگئی اسلئے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب مین تاوان اوسوقت ہوتا ہی جبکہ تعدی ثابت ہو اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے
جبکہ اوسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو وہ اوسکے
پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ھذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ
واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسمٰعیل الزاہد ملخصا اور ذخیرہ مین ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہی جبکہ اوسنے
اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوای مین سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب
قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح
وھبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے
اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہی خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہین کہ مذکور ہوچکا کہ باری کا
پانی مال متقوم نہین ہے ولو تصدق بنزلہ فحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ یعدم
ویصیر شیئا آخر قہستانی اور اگر وہ سکے پیدا ہوئے غلہ یا پہل کو خیرات کردے تو خوب ہی بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسمین برخلاف مغصوب چارہ
کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہوگیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا
چند بار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دیگا اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ مین ہے وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ
واحدۃ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہی رواج کے
سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والوں کا رواج ہی یعنی اور ایک شہر والونکی رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وافتی الناصحی
بضمانہ ذکرہ فی جواھر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحۃ بیعہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہی اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے
یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی مین اور یہہ کہا ہی کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہوجاتا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھ اس فتوی مین ناصحی منفرد ہی تو عدم
ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قاضی اپنے مذہب کے
غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الھدایۃ وشروحھا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بماء
غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ھنا فافہم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اوسکی شروح مین بیع فاسد سے یہہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہی تلف کرنے سے
تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دیگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ مین یہان سو اسکو سمجہ لے ھ شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب
نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مر ما علیہ الفتوی فتنبہ مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہوچکا وہ
قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہنا ھ مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہوچکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی ہے و
فی الوھبانیۃ سہ وساق بشرب الغیر لیس بضامن وضمنہ بعض وما مر اظہر اور وہبانیہ مین ہی اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور بعضون نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذرا گیا ظاہر تر ہے ﴿ وما جوّزوا اخذ التراب الذی علی جوانب نہرہ دون اذن یقرّہ ﴾ اور فقہا نے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہین کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو ﴿ ولو حفر قوم نہرا والقوا ترابہ + فلو فی حریمہ لیس لنقل یومر ﴾ اور اگر لوگون نے نہر کھودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہان سے اوٹھانیکا حکم نہوگا ﴿ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور اون لوگون نے نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹھانیکا اون سے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اونسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربہ

یہہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین ﴿ اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی اُمتون پر مباح تھی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تھی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہہ امت تو کمعمر ضعیف البدن ہے تو اونپر مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے اونکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر اونپر حرام ہو اور ابتداے اسلام مین اسواسطے مباح ہوتی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کرلین پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام ہونیکے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تھا اور خمر کا تہوڑا بھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم کیواسطے تا اونپر قسیم مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے ﴿ جمع شراب والشراب لغۃ کل مائع یشرب واصطلاحا ما یسکر ﴾ اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجائے چنانچہ پانی اور دودہ اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ﴿ عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو دیگ مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پہل کا خواہ گڑ کا ﴾ والمحرم منہا اربعۃ انواع ﴿ اور شرابون مین سے چار قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ﴿ اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنے پہل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسری حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسری شیرین چیزین چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھی البان یعنی اونٹ کا دودہ اور گہوڑیکا دودہ سو انگور سے پانچ یا چھہ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر بفتحتین اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکی چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہے پھر جب وہ جوش کہاکر جہاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اوسکا نام خمر ہے اور جب کہٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہاکر جہاگ لایا تو اوسکا نام بادہ ہے اور اگر یہانتک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اوسکا نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہین اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقے کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہہ کہ منقے کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کہجور کا پانی ہے جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی خان ﴾ الاول الخمر وھی النیّ بکسر النون من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد الرغوۃ

چار حرام شرابون سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کہاوے اور اُبلے اور شدت او کپڑے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا زبتی
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ و باء موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جھاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کہانیکی جس سے
مست کردینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضون نے کہا اشتد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو نہم اور درک سے روکے اور بعضون نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کردینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی ولم یشترطا قذف بہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ
عن المواہب بای ما یقذف الخ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور شدت اور سے نشہ حاصل ہوجاتا ہے بدون جھاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہے اور
آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد ھ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ شدت سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان شدت اوکی ابتدا ہے اور کمال شدت جھاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہوجاتا ہے مکدر سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد یطلق
الخمر علی غیر ما ذکر مجازا اور کاہے خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ھ ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکہی گئی یہانتک کہ مختمر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چہپا ڈالتی ہے قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکے سوا اور مسکرات
کو بادہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہوگا نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع
لعینہا ای لذاتہا پھر مصنف نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ھ بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہوا اور یہہ قول کفر ہے اس مین
قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اسلئے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور
حرام ہونے مین یکسان و فی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین مشرح مذکور ہین ھ دلائل مذکورہ یہہ ہین ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھہ ذکر
فرمایا ۲ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان
القاء عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکہتا ہے اسکے سبب سے ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وھی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست غلیظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومہا فی حق المسلم لا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہے نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول مین ھ مال
متقوم مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
مین اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او

نظر یشتہی او فی دواء او دہن او طعام او غیر ذٰلک ش اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروںکا پلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا
دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا دوا میں اوسکا ڈالنا یا تیل میں یا کہانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے
الا التخلیل او لخوف عطش بقدر الضرورۃ فلو زاد فسکر حد مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر
ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماری جاوے گی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا
اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ف مسلم میں ابن
عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجکو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا
حرام کیا ہے پھر اوسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ مینے اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہے تب حضرت نے
فرمایا کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پھر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کہولدیا تو جو اوسمین خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا
وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاوے گی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اوس سے ف باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی
حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مبسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ
اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اوسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چالیس راتیں مقبول نہیں ہوتی اور اگر ہمیشہ
ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الکفایۃ عن التمرتاشی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے
کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو ف فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اور جو کوئی
مست ہو جاوے ان شرابوںکو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجماع کرتے ہیں ...
اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں اور اوسکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسمیں کچھ
اثر نہیں کرتا ف یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو باطل
کر دے حرمت کے ثابت ہو جانیکے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھہ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی وسے
الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد بالنیء ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل
عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ
مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نجاوے گی جبتک اوس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھہ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی
کہا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اوس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہو جاتی ہے
پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاوے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور
فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تصنیف میں ابن الشحنۃ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ف خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا
قول شمس الائمہ سرخسی کا یہہ ہے کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں کافی سے منقول ہے اور اسیطرح قاضی خان اور
بدائع میں ہے ابن الشحنۃ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہو جاتی ہے جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاوے کیونکہ
اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہو جانیسے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اوسکی یہہ ہے
کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہو اباحت کا اور یہہ جو کہا کہ طبخ کو اوسکی حلت کی اثبات میں کچھ اثر نہیں مخالف اوسکے نہیں اسلئے کہ ...
طبخ کو بھی کچھہ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو لحاجۃ الی الاقطار فی احلیل فانہ
اور جائز نہیں ہے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی

جاے کذا فی النہایۃ ہم ہرچند حقنہ وغیرہ مین استعمال سکر کا نہین لیکن نجس العین ہونے سے یہہ بھی درست نہین اسیطرح اوسکا مرہم مین اور ناس مین ڈالنا جائز نہین
ویجوز تخلیلها ولو بطرح شیئ فیها خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی ہم
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہین پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہانتک سرکہ ہے وہانتک برتن
پاک ہوگیا اور اوسکی اوپر کیجانب اوسکی تبعیت سے پاک ہوگئی ابوسعود نے اپنے اوستاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وهو العصیر یطبخ حتی یذهب اقل من ثلثیه ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان هذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے
طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہوگیا اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے ونہ طلاء ہم ہدایہ مین بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید
نہین بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجا دیگا تو جبتک
شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے تبتک شیخین کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما
ذکره بقوله وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذهب ثلثاه وبقی ثلثه وصار مسکرا وهو الصواب کما جرى علیه صاحب المحیط
وغیره یعنی فی التسمیة لا فی الحکم لان حل هذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابة رضی الله عنهم
کما فی الشرنبلالیة اور دوسرا قول یہہ ہے کہ طلاء وہ شروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیان جلجاوین اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاے اور یہی مستند ہے اسکو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین نہ حکم مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلا کہا [illegible] نہین کہا ہی اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمے بطلاء ہو بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
[illegible] مین ہے [illegible] خلاصہ یہہ کہ طلا بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا بتفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہین
[illegible] سمی بالطلاء لقول عمر رضی الله عنه ما اشبه هذا بطلاء البعیر وهو القطران الذی یطلی به البعیر
الجرب [illegible] اور مثلث کا نام طلاء کہا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کی طلاء کے ساتھہ اور وہ یعنی طلاء
قطران [illegible] اونٹ کو ملا جاتا ہے ہم طلاء بالکسر قطران سے اور قطران بفتح وکسر وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہہ کہ
[illegible] یعنی غلیظ ہونے مین اس سے مشابہ تھا طلا اسی لیے اوسکو فاروق اعظم نے طلا فرمایا ونجاسته ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قاله
المصنف غلیظة کالخمر به یفتی اور اوسکی نجاست یعنی طلاکی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ہم طلا بتفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو ہے یہ بادہ ہے اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث
السکر بفتحتین وهو النیئ من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے
پختہ تر کہجور کا جبکہ وہ خود جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن
القہستانی والرابع نقیع الزبیب وهو النیئ من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب
نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ مویز ہے اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکہا بشرطیکہ اوسکی جھاگ ڈالنے کے جوش کہانے
کے بعد والکل ای الثلثة المذکورة حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون مذکور شرابین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہین جبکہ جوش کہاوین اور شدید ہو جاوین ولما لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ہم امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہی سو حاصل
نہین فان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ہم امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولے حرمت ہوگی وظاہر کلامہ کغیرہ من المتون انہ اختار ھھنا قولھما
قالہ البرجندی نعم قال القہستانی وترک القید ھھنا لانہ اعتمد علی السابق قنیہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنون کی مانند یہہ ہے کہ اسنے
اس مقام مین صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہین کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ہان قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان
اوسکے ذکر کو ضرور نسمجھا تو اس سے خبردار رہنا ھم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اوسنے سکر
کی حرمت مین جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون یکسان خلاف ہین ولم یتعرض
لحکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انھا خفیفۃ وھو مختار السرخسی واختار فی الھدایۃ انھا غلیظۃ اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہین کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونون کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ مین یہہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتھا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلھا لان حرمتھا بالاجتہاد وحرمۃ
اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے تو اونکا حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت اونکی اجتہاد کے سبب سے ہے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ھم کشف مین ہے کہ تکفیر کو انکار سے کہنا بہتر ہے تکذیب سے اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک
ہے اور خاص دلالت مراد مین اولے ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منھا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ
ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے جو مشروب حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنے یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ھم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کرکے چنانچہ رمز مین ہے عینی نے کہا کہ مختلف فی التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اوسکی حلت مین بھی احادیث
وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے وھذا اذا شرب منہ بلا لھو وطرب فلو
شرب للھو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کیواسطے
شرب ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ھم مختار مین ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در مین
کہا کہ یہہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہے
وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہہ حلت اوسوقت تک ہی جبتک وہ نشا نکرے تو اگر اوسقدر پئے گا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ھم یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہے نہ شرب بتمامہ بحر زاخر مین ہے کہ جسنے
نو پیالے پئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پھر اوسنے دسوان پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہانتک بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لھو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اوسمین حاصل ہو حلال ہے بدون لہو لعب کے ھم حلت کی دلیل
وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن مین ڈالتے تھے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو جو صبح کو ترکر رکھتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث
مین خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہووے اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دیوے
اور ایک آپ استعمال کرے ایسا یا حبت فراخ سالی مین تھی یہہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل

والتين والبُرّ والشعيرِ والذرةِ يحل سواء طبخ او لا بلا لهو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا نبیذ
ہے یعنی خواہ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبي وان اشتد وهو ما طبخ من
ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله ولو للهو لا يحل
اجماعا اور اشربہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین شدت او حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہی ہو اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر
قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ھ شیخین کے نزدیک مثلث
عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی
ہے کہ بھیجے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑہا اوسمین یہہ تہا کہ شام کا قافلہ ملا مشروب غلیظ اسود ولایا طلاء ابل کی مانند
یعنی گاڑہا سیاہ رنگ مین تھے اونسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اوسکی دو ثلث اخبث
جاتی رہی ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور نشہ کا سو اپنی لوگون سے حکم کر کہ اوسکو پیا کرین آور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنی مشروب
کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہے عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا
سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے
اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو لعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام
ہے اور وہانکا بیٹہنا اور اوسطرفکا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اوسکو
استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہے ما فی العینی وصح بيع غير الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہوچکی
اونکی بیع صحیح ہے ھ یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینها قائم ہی
کذا فی الطحاوی ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز فكتب لا يجوز فيحمل
على ان مراده بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف اور متن کے قول سے بہنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ
دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بہنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز
ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مین ويضمن هذه الاشربة بالقيمة لا بالمثل لمنعنا عن تمليك عينه وان جاز فعله
اور تاوان دیا جاویگا ان اشربہ کا بسبب تلف کرڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہی ھ
جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الصليب حيث تضمن قيمته صليبا لانه مال متقوم في حقه وقد امرنا
بتركهم وما يدينون زيلعي برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کرڈالے تو اوسکی مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے
کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد اي الاشربة المتخذة من العسل
والتين ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتى ذكره الزيلعي وغيره اور حرام کہا ہی اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا
یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور اونکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہی ایسا ذکر کیا
ہے زیلعی وغیرہ نے ھ قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ مختوب در حلاوات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ بشرط مذکور شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو
پیکر مست ہوا اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد کے قول پر فتوی ہے چنانچہ
نہایہ وغیرہ مین ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہہ ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی قسم سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد وابن ماجہ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ
حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ مین ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے
فقہا نے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور محمد کا مذہب یہہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا انتہے
اور یہہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال مین ہے اور اشربہ محرمہ مین سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گو کہ اوس قدر سے نشہ نہو
اگرچہ حد القدم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختاره شارح الوهبانية وذكر انه مروي عن الكل اور پسند کیا ہے
محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت
ہو گئی شرح وہبانیہ مین علاوہ اسکے یون مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اونسے ہمارے سب اصحاب سے یہہ روایت پائی کہ حد
واجب ہے اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو ضرور ہوئی تاکہ اوس پینے سے لوگ باز رہین تاروی رہین سے
فساد دفع ہو اور یہہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ مین بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمه فقال ؎ وفي عصرنا فاختير حد واوقعوا
طلاقا لمن من سكر الحب يسكر وعن كلهم يروى وافتى محمد بتحريم ما قد قل وهو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا
ہے کہ ہمارے زمانے مین وجوب حد مختار ہے اور علمانے طلاق واقع کردی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا اور شیخین
اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفي طلاق البزازية و
قال محمد ما اسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس ايضا ولو سكر منها المختار في زماننا انه يحد اه وفي الملتقى ووقوع طلاق من سكر
منها تابع للحرمة والكل حرام عند محمد وبه يفتى والخلاف انما هو عند قصد التقوي اما عند قصد التلهي فحرام اجماعا انتهى وتمامه فيما
علقته عليه اور بزازیہ کی کتاب الطلاق مین ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر
اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ مین قول مختار یہہ ہے کہ اوسپر حد ماریجائے ملتقی مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکو پینے سے تو
اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہین محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہہ خلاف شیخین اور محمد کا
تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر سب مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہے ما فی الملتقی اور پورا اسکا
بیان اوس شرح مین ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القهستاني ان لبن الابل اذا اشتد لم يحل عند محمد خلافا لهما والسكر منه حرام
بلا خلاف والحد والطلاق على الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کہا کر مستی لاوے تو محمد کے نزدیک
حلال نہین برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف
پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وكذا لبن الرماك اي الفرس اذا اشتد لم يحل وصحح في الهداية
حله وفي الخزانة انه يكره تحريما عند عامة المشائخ على قوله اور اسیطرحکا گہوڑیکا دودھ جبکہ جوش کہاوے حلال نہین اور ہدایہ مین
اسکو حلال ہونیکو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ مین لکہا ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی مین ہے
قول اصح یہہ ہے کہ گہوڑیکا دودہ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب تصحیح کرنے صاحب ہدایہ کی اسلئے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلئے کہ مادہ جہاد منقطع نہوجاوے
تو یہہ کراہت اوسکے دودہ کیطرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبيذ في الدباء جمع دباءة وهي القرع
حلال ہے نبیذ بنانا تو نبون مین دباء بتشدید وہ جمع ہے دباءۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرة خضراء والمزفت المطلي بالزفت اي
القير والنقير الخشبة المنقورة وما ورد من النهي فنسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گہڑے اور مرتبان مین اور اوس برتن مین
جسپر زفت یعنی رال یا قیر کا لا ہو اور لکڑی کے کہدے ہوئے برتن مین اور جو حدیث مین ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے ہم محمد نے

کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت
کیا کرو اور بیہودہ گوئی نکرو اور محمدؐ کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نرکھا جاوے سو اب رکھو جتنا
تم چاہو منع اسواسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر گشایش کرے اور دُبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ
برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی سو اگر اونمیں شراب
ہو تو بعد پاک کرنے کے اونکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک
وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دہوئے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اوسمیں پانی
بھرے اور گراتا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمیں نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے ذکرہ

شُرْبُ دُرْدِیِّ الْخَمْرِ اَیْ عَکَرِہٖ وَالْاِمْتِشَاطُ بِالدُّرْدِیِّ لِاَنَّ فِیْهِ اَجْزَاءَ الْخَمْرِ وَقَلِیْلُهٗ کَکَثِیْرِهٖ کَمَا مَرَّ وَلٰکِنْ لَا یُحَدُّ شَارِبُهٗ عِنْدَنَا بِلَا اِسْکَارٍ
وبہ یحد اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اوسکو کنگھی میں ملکر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اوسکے کثیر کی
مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اوسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ ماری جاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھہ بالاجماع حد ماریجاویگی

وَیَحْرُمُ اَکْلُ الْبَنْجِ وَالْحَشِیْشَۃِ ھِیَ وَرَقُ الْقِنَّبِ وَالْاَفْیُوْنِ لِاَنَّهٗ مُفْسِدٌ لِلْعَقْلِ وَیَصُدُّ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن
اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور رکتا ہے
ہم طحطاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح باء موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش
ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتیست شبیہ
بہ برگ بادرنجبویہ وبسیار غلیظ و در طول وعرض ازان بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ وساق غلیظ آن مزغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار شاخہای
آن یکے برد یگری و مملو از تخمی شبیہ بحلبہ و بسیار ریزہ تر ازان و غیر مدور و سہ نوع است سیاہ و سرخ و سفید ہر سہ نوع اول بہیت و غیر مستعمل و نوع سوم
کہ سفید ست مستعمل است و کمیاب بعضے ان سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بہانگ و باصطلاح
ورق الخیال و حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہے
شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گہاس
ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مفتر اور
اونکیسل ہے اور اوسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہوگیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا
اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے
نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے
لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی

لٰکِنْ دُوْنَ حُرْمَۃِ الْخَمْرِ فَاِنْ اَکَلَ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ لَا حَدَّ عَلَیْهِ وَاِنْ سَکِرَ مِنْهُ بَلْ یُعَزَّرُ بِمَا دُوْنَ الْحَدِّ کَذَا فِی الْجَوْھَرَۃِ خراسانی اجوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے اونکی
حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کہاوے تو اوسپر حد نہیں اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وَکَذَا تَحْرُمُ جَوْزَۃُ
الطِّیْبِ لٰکِنْ دُوْنَ حُرْمَۃِ الْحَشِیْشَۃِ قَالَہُ الْمُصَنِّفُ اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جایپل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے
ہم مصنف نے شرح میں حرمت جایپل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ
جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدی انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ منسوب بکفر ہے اور
اوسکا قتل مباح ہے ھ مصنف نے جامع الفتاوی سے بھی یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا ہو کہا کہ امام ابو حنیفہ سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور
سلف سے بھی کچھ منقول نہین مُزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی
اباحت کے قائل تھے پہر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور فتنہ عالم مین پہیلا اور سفاہت عقلاء پر غالب ہوگئی اسکی استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے مُزنی کے
مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اوسکی جلانے کا اور اوسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکے حرام ہونے پر فتوی ہے
یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہو اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دی تو اوسکی طلاق واقع ہوگی زجرا اور توبیخ کی
وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحه علی منظومة ابیه البدر المتعلقة بالکبائر والصغائر عن ابن
حجر المکی انه صرح بتحریم جوزة الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة مین کہتا ہون اور ہماری اوستاد نجم غزی شافعی مذہب
نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہو کہ اوسنے تصریح کی ہے جایفل
کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی
سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول
صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتان ومع نهی الامام عنه حرم قطعا علی ان
استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر انتهی بحروفه پہر کہا ہماری اوستاد نجم شافعی نے کہ تمباکو جو نو پیدا کش ہے اور
اوسکی پیدا کش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہو کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اوسکی عدم مسکر کو مان لیجئے تو البتہ
وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہو اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہو بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت
ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تمباکو کا
ایکدوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کرنے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدنکو ضرر کرتا ہے ہان اوسکو
ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے کہ بقیہ صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظه ھ ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ تمباکو کی حرمت علماء
شافعیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہو کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہمنے ثقات شافعیہ سے دریافت
کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہو اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ تمباکو مکروہ تنزیہی ہو مگر لعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب
ہی جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم ہوگا
انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہو باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا
فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات
المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباہ مین اوس قاعدے کے اندر
کہ اصل اشیا مین اباحت ہو یا توقف اور ظاہر ہوتا ہو اثر اس قاعدے کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گہاس
جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے بوجہا جاتا ہو حکم اوس گہاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پہیل گئی
ہے جسکا نام تتن یعنی تمباکو ہی تو خبردار رہو یعنی بموجب اس قاعدے کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تمباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا
مین توقف ہی یعنی نہ اباحت ہو نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہو نہ حرام وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا له بالثوم والبصل

بالاولی فقد تحقق اور البتہ تمباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی مین مکروہ کہا ہی اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے ملحق کرکے سوا اسکو غور کرلے ھم مفتی روم ابو سعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہے اور قران خوانی کیوقت اوسکا استعمال صریح بے ادبی ہے کذا فی الفتاوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہے کہ جو لوگ گل و خانہ حرام کہتے سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہین سو یہہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دہوان نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہرچند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہی انتہے ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم وممن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؎ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ ✽ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ✽ لبائع التادیب والفسق اثبتوا ✽ وزندقۃ للمستحل وحرروا اور ان علما مین سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہی اسکو کتاب الحظر مین اور اوسکو نظم کیا ہے اور یون کہا ہی اور علما نے فتوی دیا ہی بنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلا دینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کیوجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بنگفروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والیکا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہی اور اوسکو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام مین ھم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اوسکے پانو یا پر ہون جنسے وہ بہاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہہ ہے کہ آدمیون سے مالوف نہو نہ رات نہ دن اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہہ ہے کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہی پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل مین ھم منجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنیوالی مین ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چہوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چہوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمداً نکرنا ۵ چہوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چہوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کہانا اور پانچ شرطین شکار مین ہین ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوای مچھلی کے آبی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ پہلی تینون شرطین حلت اکل کیواسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبہی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبہی اظہار بہادری کیواسطے اور کبہی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان مین ہی کہ شکار کرنا مباح ہی حلال جانور مین اور حرام مین حلال تو کہانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اوس غرض کیواسطے یا اوسکی کہال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قران سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی مین جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چہوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پہر اگر اوسنے شکار پکڑکہا اور تونے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تونے اوسکو مارا ہوا پایا اور حالانکہ کتے نے اوسکو نہین کہایا تو اوسکو کہا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بہی ذبح ہے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد مین ہی اور اجماع

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہی اسواسطے کہ یہہ قسم ہے اکتساب کی اور کتاب مباح ہی انتہی ملخصاً الا لمحرمٍ فی غیر الحرم
شکار کرنا مباح ہو مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہین ہم حلبی نے لکہا یون کہنا بہتر تہا الا المحرم او فی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم مین مباح
نہین اسواسطے کہ یہہ عبارت تینون شکارونکو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین او للتلہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ یہہ ظاہر ہے او حرفۃً علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ
اتخاذہ حرفۃً لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہین یہہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہی مصنف نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ متن مین زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہے ہم مصنف شاگرد ہی صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اوسکی قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نکیا نصب
شبکۃ لصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمین پہنس گیا برخلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پہنس گیا اوسمین ہم تو اول
صورتمین دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورتمین جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوسے نہین لے سکتا وان وجد المقلش
او غیرہ خاتماً او دیناراً مضروباً بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر غبار یا کوڑی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پائے
تو اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ہم مقلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام و شین معجمہ عرف مین اوسکو
کہتے ہین جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز مین داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ
ناقلٌ کبیع وہبۃ وخلافۃٌ کارث واصالۃٌ وہو الاستیلاء حقیقۃً بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا للجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمقلش اخذہ بلا تعریف معلوم کرو کہ ملک کے سبب تین ہین ایک سبب
ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منتقل ہو جاتی جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنے ایک کے مرنیکے بعد دوسریکا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہی یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے
خواہ حقیقۃً استیلا اور قدرت ہو تصرف مین کر لینے سے یا حکماً قدرت ہو اوسکی ہیئۃ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کی تلاش کرنیوالیکو حلال نہین وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی الملتقطات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابون مین ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ
مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم وبشرط کونہ لیس
النجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور شکرا بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اوسکے
نجس العین نہونیکے کتاب الذبائح مین نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہین اسلئے کہ اونٹ بہی نیشدار ہوتا ہی اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحدأۃ لخساستہا پہر مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ اونمین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونو غیر کے لئے عمل نہین کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہین کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسریکا کام نہین کرتا اور بعضون نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ہم اور بعضون نے بہیڑیے کو بھی اوسکے ساتھ ملحق کیا ولا بخنزیر لنجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول

بنجاسة عينه لا ان يقال ان النص ورد فيه فتدبر اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہے اوسکے نجس العین ہونیکے سبب سے اور بوجہ اس قاعدے
کے تو شکنے سے بھی شکار جائز نہوا ان لوگون کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہین مگر یون جواب بھی کہ کتے کے جواز شکار مین نص وارد ہو گیا مستثنی
ہے اس قاعدے سے ہوگا وبہذا ويه يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم كالخنزير لیس بنجس العين عند ابي حنيفة على
ما في التجريد وغيره فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضون کے نزدیک اور سور نجس العین نہین ابو حنیفہ کے نزدیک
چنانچہ تجرید وغیرہ مین ہے سوال کرے وبشرط علمهما اى علم ذي ناب وذي مخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یا فتگی کی شرط سے
و ذا بترك الاكل اما الشرب من الصيد فلا يضر قهستاني ويأتي ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہہ یعنے
اونکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کہانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پلینا تو مضر
تعلیم کا نہین چنانچہ قہستانی مین ہے اور آگے مذکور ہوگا ھ یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کہال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچہہ نہ کہاوے تو اسکا
معلّم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لیکے بہاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پہر جب دونون نے اپنی عادت چہوڑی تو تعلیم یافتگی
ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکہکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچہہ کہاویگا تو یہہ اوسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہین کرتا ہے کذا فی العطایہ
وبشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر وبه يفتى اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کسی جگہ مقام مین بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی
پر فتوی ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہین بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ نجس خون نکلتا ہے وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي
اور ابو یوسف سے ایک روایت یہہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بہی اور یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال
ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چہوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچہا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑکے قتل کرے تو حلال
نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اى قادر عن الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش
فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استأنس لا يحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال يؤكل لان الكلام في صيد الاكل وان
حل صيد غيره كما سيجيء او اعم محل للانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہی کتے یا باز کے چہوڑنے کیوقت
جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو تو حلت کی شرط عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہین ممتنع سے مراد یہہ ہے
کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوون سے یا دونون پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پہنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس
ہوگیا تو اوسمین حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اوسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف نے شکار مین ماکول ہونیکی قید
لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار مین ہے اگرچہ غیر ماکول کا بہی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا
کہال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب
مجوسي او لم يرسل او لم يسم عليه عمدا اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنے تعلیم یافتہ کتے کے ساتھہ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال
نہین چنانچہ بدون سیکہا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چہوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمدا بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا تو ان
صورتون مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله لانه لو طال يكون الاصطياد مضافا الى الارسال یعنی حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے
یا باز نے چہوڑنیکے بعد شکار پکڑنے مین زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یہہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب ہو مصنف نے ہو بخلاف
ما اذا كمن واستخفى كالفهد كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة برخلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز چہپ رہا اور چہپ گیا
چیتے کی مانند یعنی جیسے چیتا دبکہ بیٹہتا ہے بطریق حیلہ اور گہات کے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ھ یہہ بمنزلہ استثنا کے ہے یعنی اگر توقف کرنا شکار
کی گہات مین ضرر نہین کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گہات مین دبکہ رہے نہ بطریق استراحت کے پہر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچہہ مضائقہ

نہین شکار حلال ہے اور اگر اوسنے اسکے بعد کچہہ کہانے لگی یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا و للفہد خصال حسنة ینبغی
لکل عاقل العمل بہا کما بسط فی المطولات اور چیتے کی چند عادات بہتر ہین ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح مین اونکو مفصل بیان کیا ہے
ہم از انجملہ یہہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو از انجملہ یہہ ہے کہ اوسکا سیکہنا مارسے نہین ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکہکر سیکہہ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکہکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہین کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ نہ کہاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو ٹہہر رہتا ہے کہتا ہے مین اپنی جان کیون ہلاک
کرون غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوائی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ پس اگر
شکار مین سے باز نے کچہہ کہایا تو باقی حلال ہے کہایا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنیسے نہین بلکہ اوسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب
ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکی نے شکار سے کچہہ کہایا تو باقی نہ کہایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہر طرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو کا کلہ منہ ای کما لا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامة الجہل جیسے اوسکا کہایا ہوا اوس
[illegible] یعنی جیسے وہ شکار کہایا نہین جاتا جسمین سے کتے نے کہایا یا تین بار کہانا چہوڑنیکے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پہر چوتہی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی و کذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ
شکار بہی نکہایا جائیگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانیکے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چہوڑ دینے سے یعنی کہانیکے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتہی بار کا شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمة اتفاقا لفوات المحل و
فیہ اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بہی شکار حلال نہین جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف
کر چکا یعنے مثلا کہا چکا تو اوسمین باتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہو گی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم علامہ
مقام یہہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود ہے اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمین حرمت ظاہر نہین ہو عدم تقاضی محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے
تو جنگل مین موجود ہے یا صیاد کے ملک مین موجود ہے اگر جنگل مین ہے تو اوسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک مین ہے تو اوسمین اختلاف ہے سو امام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکہتا
کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہے اور لائق یہہ
ہے کہ حکم یا معنے کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پہیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تہا اور نیز ظاہر ہوتا ہے توبہ مین اوسکے کہانے کے بعد اور اگر یہہ
ہے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہئیے حرمت ساقط ہو جاوے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فر من
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بہاگ گیا یعنی اوڑ گیا
اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چہوٹا رہا پہر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اوسنے شکار پر چہوڑا سو اوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاویگا اسلئے کہ چرغ نے وہ فعل چہوڑ
دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کہا لیتا ہے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب
وقطع منہ بضعة و القاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ و اکلہا اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایة علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا سو اوسنے اوسکو کہا لیا یا کتا شکار مین سے صیاد کے ہاتہہ سے جہپٹ مار کر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
کہایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانشمندگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کے لائق نہ تہی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعة فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ

ولم یأکل منه لا یؤکل لأکله حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اوسمین سے نصف کاٹا اور کہایا پہر شکار کو پکڑا اور
قتل کیا اور کہایا تو وہ حلال نہین کہایا جاویگا شکار کرنے کی حالت مین کہا جانیکے سبب سے ھ تو یہہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو ألقی ما نهشه واتبع
الصید فقتله ولم یأکل منه حتی أخذه صاحبه ثم أکل ما ألقی حل لأنه حینئذ لو أکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ
ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچہا کئے گیا شکار کا سو اوسکو قتل کیا اور اوسمین سے نکہایا یہانتک کہ اوسکے مالک نے شکار لیا پہر کتے نے کہایا جو ڈالا تہا
تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کہاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و
اذا أدرک المرسل أو الرامی الصید حیاً بحیوة فوق ما فی المذبوح ذکاه وجوباً اور جبکہ کتے یا باز کا چہوڑنے والا یا تیرانداز شکار
کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھہ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرے بنابر وجوب کے ھ یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو
وہ حلال ہے ذکوة اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہین بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوة اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین اسطرح کہ شکار کا پیٹ پہٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پہر وہ
مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کی حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وشرط لحله بالرمی التسمیة ولو حکماً کما مر اور شکار کے حلال ہونے مین تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانیکے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہین وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوة
اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوة کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط أن لا یقعد عن طلبه لو غاب الصید متحاملاً بسهمه
فما دام فی طلبه یحل وإن قعد عن طلبه ثم أصابه میتاً لا یؤکل لاحتمال موته بسبب آخر اور یہہ شرط ہے کہ تیرانداز بیٹہہ نرہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہوگیا ہو اوسکے تیر کو اوٹہاتے ہوئے تو جبتک تیرانداز اوسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹہہ رہا پہر اوسنے شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کہانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کی سوا اسواسطے کہ محرمات مین موہوم متحقق
کی مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الهدایة لحله أن لا یتواری عن بصره وفیه کلام مبسوط فی الزیلعی وغیره اور فتاوی قاضی خان مین حلت
شکار کی یہہ شرط مذکور ہے کہ شکار چہپ نگیا ہو تیرانداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ مین مذکور ہے ھ وجہ شرط یہہ ہے
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہے
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہین مسلم اور احمد اور ابوداود اور نسائی مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہوگیا تجہسے تین دن تونے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہین ہوگیا یہہ حدیث
اباحت غائب پر دلالت کرتی تو حجت ہے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخص کلام یہہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
فإن أدرکه الرامی أو المرسل حیاً ذکاه وجوباً فلو ترکها حرم وسیجیء پہر اگر تیرانداز یا چہوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ھ یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا والحیوة المعتبرة هنا ما یکون فوق ما
فی المذبوح بأن یعیش یوماً وروی أکثره مجمع اور جو حیات کہ یہان یعنی ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکوة مذبوح سے زائد ہو اسطرح کہ شکار ایکدن زندہ
رہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع أما مقدارها وهو ما لا یتوهم بقاءه کما فی الملتقی فلا یعتبر ههنا حتی لو وقع
فی ماء لم یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی یہان معتبر نہین یہانتک
کہ اگر اوسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ھ صدر شہید نے ذکر کیا کہ یہہ قول باجماع امام
اور صاحبین کے ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات خفیہ مین بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردیہ وغیرہا کی مانند کذا

والمتردية والنطيحة ومشقوق البطن بالمكية وما اكل السبع والمريضة مطلق الحياة وان قلت كما اشرنا اليه وعليه الفتوى
وقد مر في الذبائح اور متردیہ اور اوسکی مانند جیسے نطیحہ اور موقوذہ وغیرہ اور جسکو درندے نے کہایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو
چنانچہ ہمنے اوسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور بحث یہ ہم ذکر ہو چکا کتاب الذبائح مین ہم متردیہ وہ جانور ہے جو پہاڑ پر سے گر پڑا اور نطیحہ
وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے
حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بھی حیات قلیلہ حنفیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کہا تا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے جو
اوسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کے (وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ)
بدلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اوسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اوسکو کذا فی الطحاوی فان ترکها اي الذكوة حال التمكن من
القدرة عليها فمات حرم پہر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمداً باوجود قادر ہونیکے اوسپر پہر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وكذا لو
عجز عن التذكية في ظاهر الرواية وعن ابي حنيفة وابي يوسف يحل وهو قول الشافعي قال المصنف في شرحه وفي متني ومتن الوقاية اشارة
الى الحل والظاهر ما سمعته انتهى قلت ووجه الظاهر ان العجز عن التذكية في مثل هذا لا يحل المحرم اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ
مین جب صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہین یا وقت تنگ ہے اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ درصورت عجز حلال ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ہمارے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اوسکی حلت کا ہو جاتی ہے کیونکہ یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور
ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی مافی شرح المصنف مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتین حرام کو حلال نہین کر دیتا
ہے برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کہانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسي كلبه فزجره مسلم
فانزجر حرم یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور ہڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم
ہرچند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور چونپ دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے
چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحاوی مین ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک
تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے ہو تو شکار حرام ہے اور بالعکس کے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنیکا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر
ارسال موجود نہوا اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پہر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او قتله معراض بعرضه وهي
سهم لا ريش له سمي به لاصابته بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین
معراض اوسکو اسلیئے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ہم معراض بدون محراب تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اوس کے
باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو كان له حدة فاصابه بحده حل اور اگر معراض کو کنارہ
پر حدت اور تیزی ہو پہر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگی تو وہ حلال ہے او بندقة ثقيلة ذات حدة حرم لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو
بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکی قتل کرنیکے بوجہ بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے ہم بندقہ بضم با موحدہ و سکون نون وضم دال مہملہ
شئی ہے اوس سے مارتے ہین اور اوسکو جُلّاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی مین اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو كانت
خفيفة لها حدة حل لقتلها بالجرح حينئذ ولو لم يجرحه لا يؤكل مطلقا [illegible] في الجرح لا الاثخان وقيل لا مطلقاً [illegible] وتمامه فيما علقته
اور اگر غلیلہ ہلکا او کیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیئے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرنیوالا ہوا اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کہانا مطلقا درست
نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور [illegible] شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی ہماری
شرح مین ہے ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور انکی مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیئے کہ [illegible]

پھر اگر [illegible] نہین ہین ان اگر اوسکو دراز [illegible] کی [illegible]
[illegible] اور اوسکا اندمنم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر مین نہ بہا تو حلال نہین [illegible] اس سے خون کا بہنا معلوم نہین ہوتا [illegible]
سے حاصل ہے تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحرالرائق نے جب اون سے یہہ استفتا ہوا کہ
ایک شخص پرندون کا شکار کرتا ہی سیسے اور [illegible] کی گولی سے اوسکا کہانا درست ہی یا نہین تو جواب لکھا کہ اوسکا کہانا حلال نہین رملی نے کہا کہ اس قسم کے مسائل مین
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوتی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہی اور اگر شک ہو
یعنی یہ کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہین انتہے مین کہتا ہون کہ سیسے کی گولی کی شکار مین احتیاط یہی ہی کہ اوسکا کہانا حلال نہین اسواسطے کہ
گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور بار زخم کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیداً فوقع فی ماء یحتمل
قتله بالماء فحرم یعنی اگر شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی مین اور مرگیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیه
فان انغمس جرحه فیه حرم والا حل ملتقی یعنی اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی مین ڈوب گیا تو وہ
حرام ہو گئی اور اگر پانی مین زخم نہین ڈوبا تو حلال ہی کذا فی الملتقے اسواسطے کہ پہلی صورت مین احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہہ سب
اوسوقت ہی جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہان احتمال مذکور منعدم ہو کذا فی العالمگیریة
او وقع علی سطح او جبل فتردی منه الی الارض حرم فی المسائل کلها لان الاحتراز عن مثل هذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا
پہاڑ پر گری پھر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہے هم یعنی یہہ ضرور نہین کہ جب زخمی چڑیا گرے
تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی
زخمی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء اکل لان الاحتراز
عنه غیر ممکن فیحل یعنی اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مرگئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہین هم یعنی زمین پر
گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مرگئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل
مسلم کلبه فزجره ای اغراه بالصیاح مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما هو فوقه او مثله کنسخ الآیات
یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسکو مجوسی نے زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بھڑکایا اور تیز کردیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے
اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہوجاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سے فوق ہو یا برابر اوسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے حکم حدیث
منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے هم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہی تو حلت اور حرمت مین
ارسال معتبر ہے نہ زجر او لو عکس المسئلة ای ارسل مجوسی فزجره مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہین چھوڑا پھر مسلمان نے اوسکو شکار پر
بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے هم در صورت عدم ارسال
او اخذ غیر ما ارسل الیه لان غرضه اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسله علی صیود کثیرة بتسمیة واحدة فقتل الکل اکل الکل
یا کتے نے اور شکار مارا سوای اوسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہی جسپر کتا قادر ہوسکے
یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سی شکارون پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوسنے سب شکارون کو قتل کیا تو سبکا کہانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہہ ہے کہ تعیین
شکار کا اعتبار نہین اکل فی الوجوه المذکورة لما قلنا [illegible] وجوہ مذکورہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہے اون دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا هم قوله اکل
[illegible] اور اوسکے متعلقات [illegible] لا العضو خلافا للشافعی ولنا قوله علیه الصلوة والسلام
[illegible] تو شکار کا کہانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی یعنی

اونکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کہانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے
ہم ابو داؤد اور ترمذی مین ابو واقد لیثی سے یون روایت ہی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قُطِعَ مِنَ البَهِیمَةِ وَهِیَ حَیَّةٌ فَهُوَ مَیْتَةٌ یعنی جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید مین بھی یہہ
مضمون مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا
تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اُس
عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس ہے ولو قطعه و لم یبنه واحتمل التیام اکل العضو
ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کر دیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کہانا بھی حلال ہے
اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کہانا حلال نہین کذا فی الملتقی و ان قطعه الرامی اثلاثا و الاکثر مع عجزه او قطع
نصف راسه او اکثره او قدّه نصفین اکل کله لان فی هذه الصور لا یمکن حیاة فوق حیاة المذبوح فلم یتناوله الحدیث المذکور اور
اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی دُمڈی اور دُم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دُم کیطرف
باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پہاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کہانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتونمین اوسکی زندگی مذبوح
کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نہی ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتونمین حیات حکمی بھی
صادق نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسی زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا اور
قدسی شرح طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسه للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھ رہا تو اوسکا
اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہی نہ دم کی
طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی و وثنی و مرتد و محرم لانهم لیسوا من
اهل الذکوة بخلاف کتابی لان ذکوة الاضطرار کذکوة الاختیار اور حرام ہی شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندہنے والی کا اسلئے کہ
اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکہتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہی و ان رمی صیداً فلم یثخنه
فرماه آخر فقتله فهو الثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اوسکو زخم کاری نہین لگا پھر دوسری شخص نے اوسکو تیر مارا تو اوسکو قتل
کیا تو وہ شکار دوسری شخص کا مملوک ہی اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسری نے اوسکو حیز امتناع سی خارج کر دیا و ان اثخنه الاول بان اخرجه
عن حیز الامتناع و فیه من الحیوة ما یعیش فالصید للاول و حرم لقدرته علی ذکوة الاختیار فصار قاتلا له فیحرم اور اگر اول شخص نے
شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سی اوسکو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہی جس سے جیتا رہی بعد اوس کے
دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہی اور اوسکا کہانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوۃ اختیاری پر تو دوسرا
شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھ زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سی خارج ہوگیا اور وہ اوسکی ذبح پر قادر
ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنی اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سی وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ
سے حرمت ثابت ہوتی ہی تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمته کلها وقت اتلافه غیر ما نقصته جراحته اور دوسرا شخص
پہلے شخص کو تاوان دے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکی تلف کر ڈالنے کے وقت سوای اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سی حاصل ہوا ھ
وجہہ تاوان یہہ ہی کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سی اوسکا مالک ہوگیا تہا تو وقت اتلاف کے اوسپر قیمت
لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اوسکی یون ہی کہ وہ شکار دس درم کا تہا مثلا سو شخص اول کے زخم سی دو درم کا نقصان ہوگیا پھر

دوسری نے تیر مارا تو ارش کا اور نقصان ہوا پھر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درہم کا تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمه وما لا یوکل
لحمه لمنفعة جلده او شعره او ریشه او لدفع شره وکله مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اوسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اوسکی شرارت اور اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور سب شکار ماکول
اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرانی کی مطلق کی دلیل سے یعنے حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنے جسوقت تم کا احرام باندھا نہو
تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونو کو شکار کہتے ہین وفی القنیة یجوز ذبح الهرة
والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذته حرارة الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر
یہہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کرڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اوسکو نہ ماری نہ اوسکی کان ملے بلکہ اوسکو ذبح کرڈالے چنانچہ وجیز
مین ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی وبه یطهر لحم غیر نجس العین لحم خنزیر
فلا یطهر اصلا وجلده وقیل یطهر جلده لا لحمه وهذا اصح ما یفتی به کما فی الشرنبلالیة عن المواهب ومثله فی الطهارة اور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے
گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ بالکل پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اوسکا اور یہہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں
مواہب سے کتاب الصید مین منقول ہے اور یہہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدم فعله خانیه پرند کا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہہ ہے کہ ایسا نکرے
کذا فی الخانیه یکره تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبه کروہ ہے باز کو شکار سکہانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیره من
الاهلیات کفرس وشاة فرمی الیه فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اوسکے سوای پالو جانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر
پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہے یہہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین اسکو قول
مختار قرار دیا ہے منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف
تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگجاے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیه او ارسل کلبه فاذا هو صید
حلال لا کل حل برخلاف اوس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ
حلال ہے ولو لم تعلم ان الحس حس صید او غیره لم یحل جوهرة لانه اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی
یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہین تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا
فاصاب قرنه او ظلفه فمات ان ادماه اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کھر کو سو وہ مرگیا اگر اوسکو خون آلود کردیا
تو وہ ماکول ہے زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرة بحالة الرمی فحل الصید بردته اذا رمی مسلما لا
باسلامه اور اہلیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو اسلام کیحالت مین اور
شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم عنایہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چھوڑنے کیوقت
اسلام شرط ہے تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اسکا بالعکس حلال نہین کذا فی العالمگیریه ووجب
الجزاء بحله اذا رمی محرما لا باحرامه وسیجیء قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا
حالت احرام مین نہ اوسکو محرم ہوجانیسے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اوسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال اور یہہ مسئلہ آویگا
کتاب الدیات سے پہلے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتله ولا یدری ارسله انسان او لا لا یوکل لوقوع
الشک فی الارسال ولا اباحة بدونه وان کان مرسلا فهو مال الغیر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا
پھر اوسکو قتل کیا اور معلوم نہین کہ اوسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہین تو اوسکا کھانا درست نہین شک پڑنے کے سبب سے ارسال مین اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چہوڑا بہی تو وہ غیر کا مال ہے تو بہی اوسکا کہانا درست نہین ۔ ون مات اذون سے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاتہ مذبوحۃ ببستان ہل یحل لہ اکلہا ام لا ومقتضے ما ذکرنا
انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا مین کہتا ہون البتہ ہمارے زمانہ مین ایک
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کہانا حلال ہے یا نہین اور جو مسئلہ کہ ہمنے زیلعی سے
ابہی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کہانا حلال نہین شک واقع ہونے سے یعنی یہہ کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگون مین سے جنکا ذبح حلال ہے
یا اونمین سے نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہین لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا
فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ
کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن علامہ
مین سے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکے لینے اور کہانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہو انتہی
ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کہانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہین ہے
ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین ہم یہہ قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اوسکو پہاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہو
قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکور اور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اول مین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے
کچہہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہہ تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی ورأیت بخط ثقۃ سرق
شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی قلت ینبغی
دیکہا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پہر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پہر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کہانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کہانا درست نہین بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کی مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حرمت اور وجہہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اعتقاد سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اوسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا موید فقہا کا یہہ قول کہ شاۃ غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبے مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سے وہی
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی د فی الوہبانیۃ قال سہ وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر اور وہبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کہلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرح بزازیہ
مین ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہماری علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہہ پر جائز نہین اور
کتونکو بہی نہ کہلاوے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیک الصید لغیرہ اجزاء اجازت دیکئی تملیک نکی اوسکو باستعمال
والیکو ہم یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بوجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید مین ہے کہ ایکمرد نے اپنا جانور چہوڑ دیا اور دوسری نے اوسکو لیا اور اوسکی
درستی اور خبرگیری کی پہر اوسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چہوڑتے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑے وہی اسکو اوسکا کرو یا یہہ نکہا تو پہلی

صورتمین مالک اسکو نہین لے سکتا اسواسطے کہ اوسنے تملیک کو مباح کردیا اور دوسری صورتمین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارے مشائخ کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصرا وَ اِعْتَاقُهُ بعضُ الائمةِ یُنکِرُهُ اور اوسکے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وَاِنْ یَلْتَقِطْهُ مَعَ غیرِہٖ جَازَ اَخْذًا اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھہ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے ہم یہہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کیوقت لینیوالے پر مباح نکردیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی کَقِشْرِ رُمَّانٍ یُلْقٰی وَالْقِشْرِ جیسے لینا جائز ہے چھلکا اوس انار کا جسکو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم بزازیہ مین ہے شی حقیر بے قیمت کا زمین سے اوٹھا لینا جسکو ... سکتے تو ٹھیک صورت ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی مُعَایَاتِہَا وَاَیُّ حَلَالٍ لَا یَحِلُّ اصْطِیَادُہٗ صُیُودٌ اَوْ مَا صِیدَتْ ذَکَاۃٌ هِیَ مَقْفَرٌ اور وہبانیہ کی پہیلیون مین سے ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین اوس شکار دینگا جنکو غیر نے شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوئی نہ بھاگی ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا هُوَ صَیْدٌ دَخَلَ دَارَ رَجُلٍ فَغَلَقَ عَلَیْہِ بَابَہٗ مَلَکَہٗ فَلَا تَمَلُّکَہٗ غَیْرُہٗ وَلَوْ بَعْدَ خُرُوْجِہٖ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایکمرد کے گھر مین گھس گیا سواوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کرلیا یعنی قصدا اسطرح سے بند کرلیا کہ اوسکو پکڑنے پر قادر ہوگیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہوگا سوای صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کرلیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنیکے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہوگیا اور اگر اوسنے دروازہ بند کرلیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورتمین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو پکڑ لیا تو وہ غیر مالک نہوگا اور دوسری صورتمین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ اصیدت مین نفی سے یہ مراد ہے صید حقیقی ہو نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الرهن

یہہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مُنَاسَبَتُہٗ اَنَّ کُلًّا مِنَ الرَّهْنِ وَالصَّیْدِ سَبَبُ تَحْصِیْلِ الْمَالِ مناسبت کتاب الرہن کتاب الصید سے یہہ ہے کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین هُوَ لُغَةً حَبْسُ الشَّیْءِ وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شئے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مالی ہو یا غیر مال وَشَرْعًا حَبْسُ شَیْءٍ مَالِیٍّ اَیْ جَعْلُ الشَّیْءِ مَحْبُوْسًا لِاَنَّ الْحَابِسَ هُوَ الْمُرْتَهِنُ اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ہم شارح نے حبس شئے کی تفسیر جعل الشئ محبوسا اسواسطے کی تاکہ حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کر دینے والا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر نہوا کہ کلام سے اوس رہن مین جو راہن کا فعل ہے نہ ارتہان مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلا زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اوسکے پاس گرو رکھہ دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بِحَقٍّ یُمْکِنُ اسْتِیْفَاءُہٗ اَیْ اَخْذُہٗ مِنْہُ کُلًّا اَوْ بَعْضًا کَاَنْ کَانَ قِیْمَةُ الْمَرْهُوْنِ اَقَلَّ مِنَ الدَّیْنِ رہن عبارت ہے حبس شئے سے بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹھہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کَالدَّیْنِ کَافُ الْاِسْتِقْصَاءِ لِاَنَّ الْعَیْنَ لَا یُمْکِنُ اسْتِیْفَاءُہٗ مِنَ الرَّهْنِ اِلَّا اِذَا صَارَ دَیْنًا حُکْمًا کَمَا سَیَجِیْءُ چنانچہ دین کا حاصل کرلینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان تھوڑا ایک سطر کے بعد آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین مین تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفا عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو وہ اسکا نکلنا ایک حاصل ہونا دوسری شی سے ممکن نہین برخلاف دین کے کہ اوسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر کذا فی شرح الوقایہ حَقِیْقَةً وَهُوَ دَیْنٌ وَاجِبٌ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا اَوْ ظَاهِرًا فَقَطْ کَثَمَنِ عَبْدٍ اَوْ خَلٍّ وُجِدَ حُرًّا اَوْ خَمْرًا خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہی جو ذمہ پر ظاہرا اور باطنا

مین واجب ہو یا فقط ظاہر مین واجب ہو جیسے اُس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا یعنی
پر اوسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درہم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درہم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع
مین تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکماً کالاعیان المضمونۃ بالمثل او
القیمۃ کما سیجیء خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم مضمون بالمثل او القیمۃ
کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہین تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہو جانے کیوقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اوسکا
مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدی تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہین ہے اور چنانچہ مقبوض
علے سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا
تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانیکے ثمن مسمی ہے نہ قیمت ہے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن
رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی حاشیہ مین ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض
اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہین سو جائز نہین ہے اور اسیطرح رہن
بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہین چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کی پاس
قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہان مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے
خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الحاشیہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہین ہوتا مگر دین مین
خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ اور رہن
منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت مین تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ
ہبہ مین جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہین رہن کرنے مین فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن
حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر مفرغاً لا مشغولاً بحق الراہن کشجر بدون الثمر ممیزاً لا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل الرہن
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر وسنتضح لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اس حالتین کہ مرہون مجتمع اور
مقسوم ہو نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ
شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد
تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز
نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کی اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا
افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم
ہو جانیکی شرط ہے جیسے ہبہ مین قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی مین اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے
کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہین اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہین بدون قبض کے والتخلیۃ بین
الراہن والمرتہن قبض حکماً علی الظاہر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ مین یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ مین
تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اوسکو لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ہم تخلیہ یہ ہے کہ راہن
مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل
کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہ ایضاً قبض تخلیہ رہن مین قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وہو مضمون

إذا هلك بالأقل من قيمته ومن الدين اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
یہہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونون سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو اوسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو تعدی
سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہو کیونکہ تبیین یا مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا ہالک اور موجود پر
مثلاً اگر گہر ہزار پر رہن رکہا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پہر گہر ویران ہوگیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعي أمانة اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قيمته
يوم القبض لا يوم الهلاك كما توهمه في الأشباه لمخالفته للمنقول كما حرره المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الہلاک کی قیمت جیسا وہم ہوا کہا یا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض على
سوم الرهن إذا لم يبين المقدار أي مقدار ما يريد من الدين ليس بمضمون في الأصح كذا في القنية والأشباه جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگو
رہن کے جبکہ مقدار اوس دین کی مذکور نہوئی جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اوسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنی
راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکہی کچھہ قرض میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فإن هلك في ساوت قيمته الدين صار مستوفيا دينه حكما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تہا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہوگیا گویا دین بہر پایا أو زاد
كان الفضل أمانة فيضمن بالتعدي یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اوسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت
ٹہہری تو اوسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اوسکو ہلاک کریگا أو نقصت سقط بقدره ورجع المرتهن بالفضل لأن الاستيفاء
بقدر المالية یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بہر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے
ہوتا ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر دس درم دین ہو اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اسصورت میں گویا مرتہن نے اپنا دین بہر پایا اور
اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بہر لیگا وضمن المرتهن بدعوى
الهلاك بلا برهان مطلقا سواء كان من أموال ظاهرة أو باطنة وخصه مالك بالباطنة اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے وله طلب دينه من راهنه وله حبسه وإن كان الرهن في يده لأن الحبس جزاء مطله اور مرتہن
کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اوسکے راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس ادا دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی
باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادای دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے وله حبس رهنه بعد الفسخ للعقد
حتى يقبض دينه أو يبرئه لأن الرهن لا يبطل بمجرد الفسخ بل يبقى رهنا ما بقي القبض والدين معا فإذا فات أحدهما لم يبق رهنا
زيلعي ودرر وغيرهما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکہنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف
کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جبتک کہ قبضہ اور دین ساتھہ باقی رہین پہر جب دونون میں سے ایک فوت ہوا
یعنی قبضہ نرہا یا دین کو معاف کر دیا تو رہن باقی نرہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس
ولا إجارة ولا إعارة سواء كان من مرتهن أو راهن إلا بإذن كل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

لینے سے نہ مکان کی سکونت سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسیکو درست نہیں مگر باذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہو ہم غریبہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور
ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضون نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہہ تو بیاج ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے اسی لئے
بعض علماء اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضون نے کہا کہ
اگر عقد رہن میں استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ اخر الرہن اور اشباہ
اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پہل کہانا اور گہر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودہ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کہایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بہی جائز ہے پہر اشباہ میں یہہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
مین آویگا ہم غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکہنے سے انتفاع کا قصد رکہتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کالمشروط ہے یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودہ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوسکے دودہ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودہ کا حصہ مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکہی اور مرتہن کو اوسکا
دودہ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہیں پہر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودہ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودہ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخزانہ طحطاوی نے
یہہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اوسکی عبارت مین کچہ ساقط ہوگیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ
پہر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتہن دینہ
امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دو بار مستوفی
نہ ٹہہر جاوے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اوس
صورتمین جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یأتمنہ شرح مجمع
مگر اوس صورتمین احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکہا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجہا تب دوسرے کے پاس رکہا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پہر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پہر مرتہن اوسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق میں برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی حق
مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء
دین کیواسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن حمل
وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جائیگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلاً مع قیامہ لم یؤمر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اگرچہ
مرتہن عقد رہن کے شہر مین ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے
تلف نہین ہوا ہے یعنے در صورت عدم احضار وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل
نجم حل اور یہہ سب مذکور اوسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہم یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت
آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ع ولا دفع ما لم یحضر الرہن
او یکن ٭ بغیر مکان العقد وللحمل مؤنۃ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہے اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی باربرداری مین دشواری ہے یعنی
در صورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ع کذا البحر اولا دون دعوی مدعیہ ہلاکہ
وہذا فی النہایۃ یذکر اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ہم یہہ تنویہ قول شارح ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسے استیفای کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسی ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہے تا اوسکی خاطر جمع ہوجاے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا یکلف مرتہن
قد طلب دینہ احضار رہن قد وضعہ عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسنے رکھا ہے معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا تب اوسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن
رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ رضی بذلک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچڈالا
ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے بعدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف
احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اوسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کو مقام
مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسی مرہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اوسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم
حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قبض بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من
الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ نکرلیگا اپنی باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراسے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کالودیعۃ
اور مرتہن پر یہہ واجب ہے کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ہم حفظ عیال مین ساکن
معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ مین دیوے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وضمن ان حفظ

يضمنه كما مر فيها اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کرادیگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بايداعه واعارته واجارته واستخدامه وتعديه كل قيمته فيسقط الدين بقدره اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جاویگا بقدر اوسکے یعنے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وكذا الضمن كل قيمته بجعل خاتم الرهن في خنصره اليسرى سواء جعل فصه لباطن كفه اولا برجندی الیسری او اليمنى على ما اختاره الرضی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائین یا داہنی چھنگلی مین بنا بر اوس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین کرے یا نکرے اسیکا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لكن قدمنا في الحظر عن البرجندي فيها انه شعار الروافض وانه يجب التحرز عنه فتنبه قلت ولكن جرت العادة في زماننا بلبسه كذلك فينبغي لزوم الضمان فيما على مسئلة السيف الآتية فليحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون ولیکن ہمارے زمانے مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعله في اصبع اخرى الا اذا كان المرتهن امرأة فتضمن لان النساء يلبسن كذلك فيكون استعمالا لا حفظا ابن كمال معزيا للزيلعی ضمان لازم نہوگا سوای چھنگلی کے دوسری اونگلی مین پہننے سے مگر جس صورتمین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیون مین بھی پہنتے ہین تو اونکے حق مین یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کرکے ہم یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہین کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اسصورتمین تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثله تقلد سيفي الرهن لا الثلثة فان الشجعان يتقلدون في العادة بسيفين لا الثلثة اور انگوٹھی کی مانند دو تلوارونکا باندھنا ہے نہ تین تلوارونکا اسواسطے کہ بہادر عادت مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندہین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندہین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال وفي لبس خاتمه اي خاتم الرهن فوق آخر يرجع الى العادة فان كان ممن يتجمل بلبس خاتمين ضمن والا كان حافظا فلا يضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگونمین سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگونمین نہین ہے تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضاها اي بالقيمة المذكورة من جنس الدين يلتقيان قصاصا بمجرده اي بمجرد القضاء بالقيمة اذا كان الدين حالا وطالب المرتهن الراهن بالفضل ان كان ثمة فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکورہ ادا کی دین کی جنس سے تو ادای ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہو جاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دراہم اور دنانیر دو جنسین مختلف ہین چنانچہ معدن مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان كان الدين مؤجلا تضمن المرتهن قيمته وتكون رهنا عنده فاذا حل الاجل اخذه بدينه اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اوسکی قیمت کا تاوان دیگا اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پہر جب ت دین کی ادیگی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضاها بالقيمة من خلاف جنسه كان الضمان رهنا عنده الى قضاء دينه لانه بدل الرهن فاخذ حكمه اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس اوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین واجرة بيت حفظه وحافظه وما وي الغنم على المرتهن اور مرہون کی حفاظت کی گہر کا کرایہ اور اوسکی نگہبانی کی اجرت اور بہیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرة راعيه لو حيوانا ونفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن اور مرہون کو چرانے والیکی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرھن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراھن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی
المرتھن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور اوسکی باقی رکھنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب
ہے اسلئے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسیکے حق کیواسطے ہے ہم
نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والیکی اور چارا اور باغ کی سچائی وغیر ذلک من المصالح والحکم
انہ لا یلزم شیء منہ لو اشترط علی الراھن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہہ جان رکہہ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اوسمین سے کچھہ لازم نہوگا اگر
مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم
لگا ہو تو شرط کرنے سے یہہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ کجعل آبق اور ددجزء منہ کمداواۃ جرح اسلئے
یدہ ای الی المرتھن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتھن والامانۃ مضمونۃ علی الراھن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کے
مرہون کے پھیرلانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالیکا اجر یا اوسکی کسی جزکے پھیرلانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہے مضمون اور امانت
پر سو جسقدر مضمون ہے اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ہم مثلاً دین سو درم ہے اور
غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیرلانے مین دس درم صرف ہوئے
تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتھن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کی برابر ہے یا کم ہے تو اوسکا
خرچ پھیرلانیکا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا
وکل ما وجب علی احدھما فاداہ الاخر کان متبرعا الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الاخر فحینئذ یرجع ویجرد امر القاضی
بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پہر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اوسکا دعوی
نہین کرسکتا مگر یہہ کہ قاضی اوسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹہرادے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ بہر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس
تصریح کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹہرادے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہہ ملتقط مین مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی
وھی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے یا نکرے
برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہرطرح رجوع ہے اور یہہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہین کرسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ بہر لیگا کذا فی الطحطاوی وقال الراھن الرھن غیر ھذا وقال المرتھن بل ھذا ھو الذی رھنتہ عندی فالقول للمرتھن لانہ
القابض راہن نے کہا کہ یہہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلئے
کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتھن ردہ علی الراھن بعد قبضہ فان القول للراھن لانہ المنکر برخلاف
اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکے پھیردینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد کا اور
مرہون کا وہ منکر ہے فان برھنا فللراھن ایضا ویسقط الدین لاثباتہ الزیادۃ پہر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بہی راہن ہی
کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضہ فالقول للمرتھن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف
ہوا اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف
ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برھنا فللراھن لاثباتہ الضمان بزازیہ
اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اوسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یجوز لہ السفر بہ بالرھن

اذا کان الطریق آمنا کما فی الودیعة وان کان له حمل ومؤنة ۔ مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچہ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرهن فی یده کما فی العمادیة معزیا للعدة علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العدة قول الامام وما فی الفتاوی قولهما کما یفیده کلام القنیة ۔ اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح اوس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضے میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عمدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عمدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاوی میں ہے وہ صاحبین کا قول ہے چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے م شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ فتاوی قاضیخان میں قول صاحبین کا صریحا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ۔ **فائدة** فی الحدیث اذا عمی الرهن فهو بما فیه قالوا معناه اذا اشتبهت قیمته بعد هلاکه بان قال کل لا ادری کم کانت قیمته ضمن بما فیه من الدین کما ذکره المصنف اول الباب ۔ فائدہ حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہے جسمیں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اوسکے ہلاک ہوجانیکے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دے اوسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجاے ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں م یہہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ ۔

باب ما یجوز ارتهانه وما لا یجوز

یہہ باب اون مسائل میں ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہیں ۔ لا یصح رهن مشاع لعدم کونه ممیزا کما مر ۔ صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے ممتاز اور جدا نہونیکے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکه او غیره یقسم او لا ۔ مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح انه فاسد یضمن بالقبض وجوزه الشافعی ۔ پھر یہہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز رکھا ہے م انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئیں تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا اوسیکا رہن باطل نام ہے ۔ وفی الاشباه ما قبل البیع قبل الرهن الا فی اربعة المشاع والمشغول والمتصل بغیره والمعلق عتقه بشرط قبل وجوده غیر المدبر فیجوز بیعها لا رهنها ۔ اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اوسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سواے چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل اوسکے وجود کے سواے غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا انکا جائز نہیں م مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اوسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی ۔ وفیها الحیلة فی جواز رهن المشاع ان یبیعه النصف بالخیار ثم یرهنه النصف ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیه نظر ولعله مفرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری ۔ اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا حیلہ یہہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کرڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اسمین اعتراض ہے اور شاید کہ یہہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر م برہان میں ابویوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی

قلتُ بل ولا علی الصحیح لانّہ بالخیار لا یخلوا اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کلٍ یکون رھن المشاع ابتداءً کما بسطہ
فی تنویر البصائر قنیہ میں کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ شرط خیار دو حال سے خالی نہین
کہ باقی رہیگا اوسکی ملک مین یا اوسکی ملک کیطرف عود کریگا اور ہر حال مین مشاع کا رہن ابتداءً ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خبردار
رہنا ھ شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مفسد نہین بلکہ ظاہر اسپر
بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نکلیا پھر جب وسکی ملک سے باہر نکلیا تو
اوسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکی
نزدیک ملک مشتری مین داخل ہوگیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنی شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلتُ والحیلۃُ الصحیحۃُ ما فی حِیَلِ منیۃ المفتی اراد رھن نصف دارہ مشاعًا یبیع نصفہا من طالب الرھن
ویقبض منہ الثمن علی انّ المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہٖ بمنزلۃ الرھن بالثمن واعتمدہ
ابن المصنف فی زواھر الجواھر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع مین وہی ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی گہر مین سے
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنی کا ارادہ کیا تو اوسکی نصف کو طالب رہن کے ہاتھہ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا لی اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
اور مشتری گہر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گہر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے ھ اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکھا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیبدار ہوجاویگا تو اوسکی حساب کے موافق ثمن گہٹ جاویگا وفیہا الشیوعُ الثابتُ ضرورۃً
لا یضرُّ لما فی الولوالجیۃ ولو جاءَ بثوبین وقال خُذ احدھما رھنًا والاٰخر بضاعۃً عندک فانّ نصفَ کلٍّ منہما یصیرُ رھنًا بالدین لانّ
احدَھما لیس باَولٰی من الاٰخر فیشیعُ الرھنُ فیہما بالضرورۃ فلا یضرُّ ھ منح الغفار مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکھہ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھہ
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شایع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رھنُ ثمرۃٍ علی نخلٍ دونہٗ ولا زرعٍ
ارضٍ او نخلٍ او بناءٍ بدونہا اور جائز نہین رہن رکھنا اوس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وکذا عکسُہ ای رھنُ الشجرِ لا الثمرِ والارضِ لا النخلِ اور اسیطرحکا حکم ہے اوسکی عکس مین چنانچہ رہن رکھنا درخت
کا بدون پہل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے ھ اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصلُ
انّ المرھونَ متی اتّصل بغیر المرھون خلقۃً لا یجوز لامتناع قبض المرھون وحدہٗ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جوازُ
رھنِ الارضِ بلا شجرٍ اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رھنَ الشجرَ بمواضعہا او الدارَ بما
فیہا جاز ملتقی لانّہ متصلٌ اتصالَ مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھہ یا گہر رہن کیا اوسکے ساتھہ جو اوسکے اندر ہے تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی القنیۃ رھنَ دارًا والحیطانُ مشترکۃٌ بینہ وبین الجیران
صحّ فی الاصحّ ولا یضرّ اتصالُ السقفِ بالحیطان المشترکۃ لکونہٖ تبعًا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر رہن رکھا اور حالانکہ اوسکی دیوارین

مشترک ہین فیما بین راہن اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی مین اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلیے کہ وہ تابع ہے نہ اصل ھ قنیہ مین یون ہی روایت یون ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیوار ونہین کذا فی المحیط ولا بالحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا لما ذکر مالا یجوز رہنہ ذکر مالا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکرکین جنکا رہن رکہنا درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے چنانچہ ودیعت اور امانت ھ اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب ید استیفا ہی مرتہن کیواسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تاکہ قبض مضمون واقع ہوا اور استیفا دین اوس سے ہوسکے اور امانت سے قبض مین ضمان نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک وخوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا ھ رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا نہین وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا اضافت بمستقبل صحیح ہے ولا بعین مضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہین عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن سے ہے پہر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ھ بائع نے مشتری کے ہاتہ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہین ضامن ضمانت کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر بالضامن ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہی تو یہہ رہن درست ہی کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقاً فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے ہرطرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے مرہون بہ یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطأ لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب ممکن ہونے دیت کی مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہین اوس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکی مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صور تونمین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سی پہلی تو منفعت تلف ہوگیا اسواسطی کہ رہن باطل کیواسطی کچھہ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبض
مرتہن کا مالک کے اذن سی کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانھا من مسلم او ذمی للمسلم اے لا یجوز للمسلم
ان یرهن خمرًا او یرتہنها من مسلم او ذمی اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سی یعنے
مسلمانکو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دیوی یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ھ اسواسطیکہ ایفا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہی اسواسطی کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ اے للمسلم مرتہنها حال کونہ ذمیًّا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان
ندیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھی اور وہ تلف ہوجائے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطی کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین
ہوا اوسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومها عندهم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان
کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاوی تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطی کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہی نہ ہمارے نزدیک
وصح الرهن بعین مضمونۃ بنفسها اے بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمهر وبدل الصلح عن دم عمدًا اور صحیح
ہے رہن عین مضمون بنفسها کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سی یا اوسکی قیمت سی لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور
بدل صلح کا عمدًا خون سے ھ اسکی تفصیل کتاب الرہن کی شروع مین مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلًا
کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنها تشبه المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسها کالمغصوب وشبهه ونحوها فی الدرر
دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلًا اوسکا ضمان نہین چنانچہ امانتین دوسری وہ عین
غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی چنانچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسها ہی چنانچہ مغصوب اور
مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ھ تفصیل اسکی درر مین یون ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اوسکا
تاوان نہین چنانچہ امانات اسواسطیکہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سی یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پہیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی
قیمت پہیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہوجاوے بدون تعدی کے تو اوسکی مقابلہ مین کچھہ ضمان نہین یا امانت تعدی سی تلف ہو تو
امانت نرہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسها چنانچہ مغصوب و مانند اوسکی اور شبیہا اوسکو اعیان مضمونہ بنفسها کہتے ہین اور مراد یہہ
کہتی ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتها ہی اور وجہ اوسکی یہہ ہے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سی یا اوسکی رد قیمت سی چنانچہ معلوم ہوچکا
اور شئی مثلی یا قیمی کی ہلاکت مین اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتها ٹہہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہی جسکا
ضمان نہین لیکن وہ مشابہ مضمون ہی جیسی مبیع بائع کے قبض مین اسواسطی کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہین لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ سی مشتری کی اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہی تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
وصح بالدین الموعود بان رهن لیقرضه کذا کالف مثلًا فلو دفع الیه البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ
دین موعود کی اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکہی تا مرتہن اوسکو قرض دی اسقدر چنانچہ مثلًا ہزار درم پہر اگر مرتہن اوسکو بعض دی یعنی مثلًا نصف دے
اور باقی ندی تو اوسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ھ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اوسقدر
پر مرہون محبوس رہیگا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہین اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سی قویتر نہین حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر
جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرًا فاذا هلک هذا الرهن فی ید المرتهن کان مضمونًا علیه بما وعد من الدین فیسلم الالف للراهن
جبرًا اذا کان الدین مساویًا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فهو مضمون بالقیمۃ پہر جبکہ یہہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اسپر
تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا هٰذا اذا سمّٰی قدر الدین
فان لم یسمّه لم یکن مضمونًا فی الاصح کما مرّ فی المقبوض علی سوم الرهن بان رهنه علی ان یعطیه شیئًا فهلك فی یده هل
یضمن خلاف بین الامامین مذکور فی البزازیة وغیرها والاصح انه غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرهن اذا لم یبیّن
المقدار غیر مضمون فی الاصح یہہ یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کردیا ہو
پہر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح میں چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اسطرح کہ
رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھہ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہیں اسمین خلاف ہے دونوں اماموں میں
جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمین تاوان نہیں ہے اور متفرقات میں مقدم مذکور ہوچکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصحّ برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیه اور صحیح ہے رہن سلم کے رأس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ھ ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تہی لیکن اسکو علحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آیندہ اسپر مترتب ہوں فان هلك الرهن فی المجلس تمّ الصرف والسلم وصار المرتهن مستوفیًا حکمًا خلافًا
للثلثة پہر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانیوالا ٹہہر گیا حکماً برخلاف ائمہ
ثلثہ کے ھ یعنی مرتہن نے گویا رأس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون رأس المال کی برابر تہا اور اگر زیادہ تہا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر کم تہا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقده وهلاکه بطلا ای السلم والصرف اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے رأس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ھ
وجہ بطلان یہہ ہے کہ رأس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونو فوت ہوگئے واما المسلم فیه فیصحّ مطلقًا
اور مسلم فیہ تو مطلقاً صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان هلك الرهن
تمّ العقد وصار عوضًا للمسلم فیه پہر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یهلك ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم
فیه رهن فهو رهن برأس المال استحسانًا لانه بدله فقام مقامه اور اگر مرہون ہلاک نہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کردیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے رأس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ رأس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو رأس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم
ہوگیا وان هلك الرهن بعد الفسخ المذکور هلك به ای بالمسلم فیه فیلزم ربّ السلم دفع المسلم فیه لبقاء الرهن حکمًا الی
ان یهلك اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکماً
اوسکے ہلاک ہونے تک ھ یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور رأس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکی بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان یرهن بدین کان علیه عبدًا
لطفله لان له ایداعه فهذا اولی لهذا لکونه مضمونًا والودیعة امانة اور باپکو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکہنا بدلے اوس دین کے
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکی غلام کا ودیعت رکہنا درست ہے تو رہن رکہنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلك اور وصی کو بھی اسیطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکہنا جائز
ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلك اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اوسکے غلام کے رہن رکہنے کے ثم اذا هلك
ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانه امانة پہر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دیں نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمة لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف

الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دیگا اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال
سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہین لیکن ذخیرہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہو وله اے للاب
رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ علی الصغیر علیہ ای علی الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکہنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بعوض اوس
دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے م فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی
فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکہے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہو کذا فی السراجیۃ
وکذا عکسہ فللاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسیطرح کا حکم ہو اسکی
العکس مین تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکہنا اپنی ذات سے درست ہو اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور
اوسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری
کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ
وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہو م اصل یہہ ہو کہ ایک شخص رہن
اور بیع کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ مین اوسکی وفور شفقت کی سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہین کیونکہ
اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح بثمن عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ
میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہو اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع مین آزاد ہو اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے
م فائدہ صحت رہن کا یہہ ہو کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی
وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مران وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل
اور رہن صحیح ہو اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تہا واقع مین اور قاعدہ وکلیہ وہی ہو جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر
مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہو م صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز
رہن رکہدی پہر دونون نے باہم ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تہا تو رہن کا ضمان لازم ہو اور اصل ان مسائل مین یہہ ہو کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن
کیواسطے کافی ہو حقیقۃ واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والمعدود ین اور صحیح ہو رہن رکہنا چاندی اور سونے اور کیلے اور
وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہین کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ فہلک بقیمتہ وہو ظاہر پہر اگر چاندی یا
سونا یا کیلے یا وزنی کو رہن رکہا اوسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو
ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسہ وہلک ہلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی
جنس کے ساتہہ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن مین یا کیل مین نہ قیمت مین برخلاف صاحبین کے م درصورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے
نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل مین اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہو نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درم کے وزن
چاندی رہن رکہی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تہی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے
اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہے خلاف جنس سے کذا
فی شرح مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس فان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہین مرہون کے جید اور کہرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پہر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہے یعنی
دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہو یعنی وہ راہن کا ہے اور اگر تلف ہوگیا یعنی مرتہن پر اوسکا

ضمان نہین کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرهن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک بعینہ صح غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ہم اگر متعین رہن نہین تو اگر مجلس بیع مین تعیین باہم
اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہین تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و لا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہین وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہین اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہین حالانکہ رہن خود لازم نہین تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا و للبائع فسخہ لفوات الوصف
المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اوسکی راضی نہوگا
پھر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجائے الا ان یدفع المشتری الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرهن المشروط
رهنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہوگا
بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ شرط مین تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اوسکی خلاف ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ
استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری للبائع وقد اعطاہ
شیئا غیر مبیع امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فهو رهن لتلفظه بما یفید الرهن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے
سوای مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکھہ یہانتک کہ مین تجکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ رہن کا لفظا ذکر اوسکا مادہ شرط نہین ولو
کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ هو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رهنا بثمنه
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھہ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت مین یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رهنا لانہ محبوس
بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھہ تا ادای ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
ہم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری
وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبهۃ باقی رہی یہہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکھا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادای ثمن مین دیر لگائی اور بائع ڈرا اوس کے
تلف ہوجانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا یہہ بھی احتمال ہے کہ یہہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رهن رجل عینا عند رجلین
بدین لکل منہما صح وکلہ رهن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایکمرد نے کوئی چیز دو مردون کے پاس رہن رکھی بدلے اوس دین کے جو
دونون کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونو شخصون کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونو شریک نہون ہم یہہ نہین ہے کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہین اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ
متجزی نہین تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمین کچھہ منافات نہین برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصون کو تو امام کے نزدیک درست نہین اسواسطے کہ ہبہ
سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد مین ہر شخص کی ملک کامل متصور نہین ہوسکتی کذا فی الدرر فان تهایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق
الآخر هذا لو مما لا یتجزأ و ان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع له کلہ ضمن عندہ خلافا لهما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ

پھر اگر دونو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندہ لی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کی مانند ہی دوسرے مرتہن کے حق مین یہہ اوسصورت مین ہی جبکہ
مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گہوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم
ہے اگر ایکدوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک دوسرے تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے
كذا فی الزيلعی ھ دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکہی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی
تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبين ولو هلك ضمن كل حصته لتجزئ الاستيفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنی
حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفار دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے
كذا فی الدرر فان قضى دين احدهما فكله رهن للآخر لما مر ان كل العين رهن فی يد كل منهما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک
مرتہن کا دین اداکر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھہ مین رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا
تجزی وان رهنا رجلا رهنا واحدا بدين عليهما صح بكل الدين ويمسكه الى استيفاء كل الدين اذ لا شيوع اور اگر
دو شخصون نے ایکمرد کے پاس ایک چیز رہن رکہی عوض اوس دین کے جو دونو پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس
رکہیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہے ھ اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلاشیوع حاصل ہے كذا فی الدرر
ولو رهن عبدين بالف لا ياخذ احدهما بقضاء حصته لحبس الكل بكل الدين كالمبيع فی يد البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض
ہزار کے رہن رکہے تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ اداکر کے نہین لیگا بسبب محبوس ہونے دونو غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا
ہے بائع کے پاس تا اداء کل ثمن فان سمى لكل واحد منهما شيئا من الدين له ان يقبض احدهما اذا ادى ما سمى له بخلاف البيع
لتعدد العقد بتفصيل الثمن فی الرهن لا البيع هو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچھہ دین مقرر کر دیا یعنی مثلاً یون کہا کہ یہہ غلام
بعوض ۴۰۰ درم کے رہن رکہتا ہون اور وہ غلام بعوض ۶۰۰ کے رکہتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ اداکرے اوسقدر دین جو
اوسکیواسطے معین کر دیا تہا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہے ھ وجہ اسکی یہہ ہے کہ عقد
رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے
تعدد عقد کا نہین ہوتا ولہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہوجاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ
سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھہ ملاکر بیچتی ہین اور رہن مین ایسا نہین ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی
روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھہ فرق نہین كذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح بجائے
تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن مین وبطل بينة كل منهما ای من رجلين على رجل انه ای ان
كل واحد رهنه هذا الشیء كعبد مثلا عنده وقبضه لاستحالة كون كله رهنا لهذا وكله رهنا لذلك فی آن واحد ولا يمكن تنصيفه
للزوم الشيوع فتهاترتا وحينئذ فيهلك امانة اذ الباطل لا حكم له اور دو مردون کے گواہ ایکمرد پر باطل ہین اسمقدمہ مین کہ اس
مرد نے اوسکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلاً غلام کو رہن رکہا اور اوسنے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام
کا اوسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہے اور اوسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونو گواہیان ساقط
ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچھہ حکم نہین ہوتا ھ حق یون
ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلئے کہ مرتہن دو
مرد ہین اور راہن ایکمرد ہے كذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع هذا اذا لم

یُؤَرِّخَا فَاِنْ اَرَّخَا کَانَ صَاحِبُ التَّارِیْخِ الْاَقْدَمِ اَوْلٰی وَکَذَا اِذَا کَانَ الرَّھْنُ فِیْ یَدِ اَحَدِھِمَا کَانَ ذُو الْیَدِ اَحَقَّ لِقُوَّتِہٖ
سَبْقِہٖ یہہ یعنی بطلان شہادتین کا اوسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا اولیٰ تر ہی
اور اسیطرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اوسکی سبقت کی قرینہ سی یعنی اوسکا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اوسکے
سبقت کی وَلَوْ مَاتَ رَاھِنُہٗ اسے راھن العبد مثلًا وَالْحَالُ اَنَّ الرَّھْنَ مَعَھُمَا ای فی ایدیھما اولا اولیس العبد معھما فَاَقَامَ
الحکم واحد زیلعی فَبَرْھَنَ کُلٌّ کَذٰلِکَ کَمَا وَصَفْنَا کَانَ فِیْ یَدِ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا نِصْفُہٗ ای العبد رَھْنًا بِحَقِّہٖ اِسْتِحْسَانًا
لانقلابہ بالموتِ استیفاءً والشائع یقبلہ اور اگر مثلاً غلام کا راھن مرگیا اور حالانکہ مرہون اونکے ساتھ ہی یعنی اونکے قبضہ مین ہے یا
قبضہ مین دونونکے نہین دونو صورتونمین ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پہر ہر مرتہن اوسیطرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اوسکو بیان کیا ہی یعنی ہر مرتہن
کے گواہ نے یہہ گواہی دی کہ میت نے اِس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکہا اور اوسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض مین نصف نصف غلام رہن رہیگا
اوسکے حق اپنی اوسکے دین کے بدلے ازروے استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے
اور قیاس یہہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہوا سواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفاء دین کیواسطے اور حبس بیان نہین ہوسکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہہ
ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہی اور حکم رہن کا زندگی راہن مین حبس تہا اور شائع اوسکو قبول نہین کرتا اور راہن کی
موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچکر اوسکی ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہی کذا فی المنح اَخَذَ عِمَامَۃَ الْمَدْیُوْنِ لِتَکُوْنَ رَھْنًا عِنْدَہٗ
لَمْ تَکُنْ رَھْنًا وَاِذَا ھَلَکَتْ تَھْلِکُ ھَلَاکَ الْمَرْھُوْنِ قَالَ وَھٰذَا ظَاھِرٌ اِذَا رَضِیَ الْمَطْلُوْبُ بِتَرْکِہٖ رَھْنًا عِمَادِیَّہ وَمُفَادُہٗ اَنَّہٗ اِنْ رَضِیَ
بِتَرْکِہٖ کَانَ رَھْنًا وَاِلَّا لَا وَعَلَیْہِ یُحْمَلُ اِطْلَاقُ السِّرَاجِیَّۃِ وَغَیْرِھَا کَمَا اَفَادَہُ الْمُصَنِّفُ اگر ن نے مدیون کی پگڑی لی تا اوسکے پاس رہن رہے
تو وہ پگڑی رہن نہ ٹہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہہ حکم یعنی
اوسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اوسکے رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ اور اِس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر مالک
اوسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہی اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہی
چنانچہ مصنف نے اسکو شرح مین بیان کیا ہی ہم سراجیہ مین یون ہے کہ جب دیان کی پگڑی لی بدون اوسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکہنے کیواسطے تو وہ رہن نہین ہی بلکہ
غصب ہے انتہیٰ خلاصہ مطلب شارح کا یہہ ہے کہ اگر بدون رضا مدیون پگڑی لی پہر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور
غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکی عالمگیری مین جواہر الفتاویٰ سے منقول ہی کذا فی الطحطاوی وَفِی الْمُجْتَبٰی لَوْ بِالْمَالِ یُمْسِکُ مَالَ الْمَدْیُوْنِ رَھْنًا بِلَا اِذْنِہٖ
وَقِیْلَ اِذَا اَیِسَ فَلَہٗ اَخْذُہٗ مَکَانَ حَقِّہٖ قَضَاءً عَنْ دَیْنِہٖ وَاَقَرَّہُ الْمُصَنِّفُ اور مجتبیٰ مین ہے کہ مالک مال کو جائز ہی کہ مدیون کے مال کو بدون اوسکی اجازت کے
رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہی کہ جب مالک کے پاس ہو تو اوسکو اپنی دین کی جگہہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنی دین کے وصول کرنیکو درست ہے اور اسکو مصنف نے
ثابت رکہا ہی دَفَعَ ثَوْبَیْنِ فَقَالَ خُذْ اَیَّھُمَا شِئْتَ رَھْنًا بِکَذَا فَاَخَذَھُمَا لَمْ یَکُنْ وَاحِدٌ مِّنْھُمَا رَھْنًا قَبْلَ اَنْ یَّخْتَارَ اَحَدَھُمَا سراجیہ مدیون
نے دائن کو دو کپڑے دئیے پہر کہا کہ اِن دو مین سے ایک کپڑا جسکو تو چاہی رہن رکھ عوض اسقدر دین کے سو اوسنے دونو کپڑے لئے تو اونمین سے ایک کپڑا ابھی رہن نہوگا ایک کے اختیار
کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جبتک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا **فروع** مسائل لطیفہ شارح کے غَصَبَ الرَّھْنَ کَھَلَاکِہٖ اِلَّا اِذَا غَصَبَ فِیْ
حَالِ اسْتِعْمَالِہٖ مُرْتَھِنٍ بِاِذْنِ رَاھِنٍ رہن کا غصب کرنا اوسکی تلف ہوجانیکی مانند ہی تاوان لازم ہوتا ہی مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اس حالتمین جبکہ مرتہن رہن کو اپنے استعمال مین لایا
ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا مگر مصنف رہن کہا اور راہن نے مرتہن کو اسمین پہننے کی اجازت دی تو اگر پہننے کی حالتمین تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلئے کہ ضمان مرتہن
پر لازم ہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم حبس ہے پہر جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پہننے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الوجیز اِمْکَنَ بَعْدَہٗ
لِلدَّلَالِ فَدَفَعَہٗ فَھَلَکَ لَمْ یَضْمَنْ راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دیدے یعنی بیچنے کو سو اوسنے اوسکو دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا حمامی وَضَعَ الْمُصْحَفَ

الرہن فی صندوقٍ ووضع علیہ قصعۃ ماءٍ للشرب فانصب الماء علی المصحف فھلک ضمن ضمان الرہن لا الودیعۃ ایک حامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کر تلف ہوگیا تو حامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ وکالینی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہی اور امانت پر تاوان نہین والمودع لا یضمن شیئاً قنیہ اور امانت دار کچھ تاوان نہین یعنے بدون تعدی کے کذا فی القنیۃ لا اجل فی الرہن فیفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو بصورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے لزوم ضمان مین برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی سلطہ ببیعہ ومات للمرتھن بیعہ بلا محضر وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا اختیار ہی بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث نقض بیع نہین کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہی اور وہ باطل نہین ہوسکتا راہن کے مرجانیسے کذا فی الطحطاوی غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتھن امرہ للقاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النھر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکے دین کے سبب سے تو لائق قواعد فقہ یہہ ہی کہ بیع جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی وارث معلوم نہین سو قاضی نے اوسکا گھر بیچڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات مین وفی الذخیرۃ لیس للمرتھن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفھا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یتقدم جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ مین ہی کہ مرتہن کو جائز نہین مرہون کا پہل بیچنا اگرچہ اوسکے تلف ہوجانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہی نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پہل ایسا نازک ہو کہ سڑجاتا ہو مرافعہ کرنیسے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم۔

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہہ باب ہے اوس رہن کے احکام مین جو رکھا جاے عدل یعنی معتمد کے ہاتہہ مین ہم جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اونکی نائب کے احکام شروع ہوے یعنی عدل کے اور عدل سے یہان وہ شخص مراد ہی جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونون راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع مین لیکن وہ توکیل مفرد کے مخالف ہی چند مسائل مین چنانچہ بعض مسائل مذکور ومنقریب مذکور ہونگے سمیتی بہ لعدالیتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان مین ثابت ہی اذا وضعا الرہن علی ید عدلٍ صح ویتم بقبضہ جبکہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتہہ مین رکھدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ احدھما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونون کے حق مرہون سے متعلق ہین راہن کا حق ہے حفظ اور امانت مین اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین مین تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفعہ الی احدھما لتعلق حقھما بہ اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونون کا حق اوس سے متعلق ہی یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہی عین کے حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہی اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعہ فتلف ضمن لتعدیہ واخذ امنہ قیمتہ وجعلاھا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل ان یجعلھا رھناً فی یدہ لانہ یصیر قاضیاً ومقتضیاً پہر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لینگے اور اوس قیمت کو رہن رکہدین اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

مستعد کو اوس قیمت کا رہن رکھہ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ مستعد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاوے ھم اسواسطے کہ قیمت مرہون کی مستعد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں مخالفت ہی کذا فی المنح وھل للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات اور مستعد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہی بڑی کتابوں میں ھم زیلعی میں ہی کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی مستعد اول کے پاس یا غیر کے پاس پہر راہن نے دین ادا کیا سو اگر مستعد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیا تو قیمت مستعد کیواسطے سالم رہی اوسکو سے جسکے پاس ہو اور اگر مستعد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تہا تو اوس قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پہر مستعد کو مرتہن سے قیمت بہر لینا جائز ہی یا نہیں جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر مستعد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہوا وسکے پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو مستعد مرتہن سے بہر لیگا اور اسیطرح رجوع درست ہی اگر مستعد نے مرہون دینے کیوقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرا

وَاِذَا هَلَكَ يَهْلِكُ مِنْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ اور جبکہ مرہون تلف ہوگا مستعد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہوگا

فَاِنْ وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ اَوْ وَكَّلَ الْعَدْلَ اَوْ غَيْرَهُمَا بِبَيْعِهِ عِنْدَ حُلُوْلِ الْاَجَلِ صَحَّ تَوْكِيْلُهُ لَوِ الْوَكِيْلُ اَهْلًا لِذٰلِكَ اَيِ الْبَيْعِ عِنْدَ التَّوْ پہر اگر راہن مرتہن کو یا مستعد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکہتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو وَاِلَّا يَكُنْ اَهْلًا لِذٰلِكَ عِنْدَ التَّوْكِيْلِ لَا تَصِحُّ الْوَكَالَةُ وَحِيْنَئِذٍ فَلَوْ وَكَّلَ بِبَيْعِهِ صَغِيْرًا لَا يَعْقِلُ فَبَاعَهُ بَعْدَ بُلُوْغِهِ لَمْ يَصِحَّ خِلَافًا لَهُمَا اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نرکہتا ہو توکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہو گی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر نے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہو گی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فَاِنْ شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ فِيْ عَقْدِ الرَّهْنِ لَمْ يَنْعَزِلْ بِعَزْلِهِ وَلَا بِمَوْتِ الرَّاهِنِ وَلَا الْمُرْتَهِنِ لِلُزُوْمِهَا بِلُزُوْمِ الْعَقْدِ فَهِيَ تُخَالِفُ الْوَكَالَةَ الْمُفْرَدَةَ مِنْ وُجُوْهٍ اَحَدُهَا هٰذَا پہر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہو گا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے چند وجہ اون میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہوجاتا ہی ھم شرط وکالت کی یہہ صورت ہی کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکہا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی وَالثَّانِيْ اَنَّ الْوَكِيْلَ هُنَا يُجْبَرُ عَلَى الْبَيْعِ عِنْدَ الْاِمْتِنَاعِ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر انکار کے نزدیک ھم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکہے اگر اسپر بہی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وَكَذَا لَوْ شُرِطَتْ بَعْدَ الرَّهْنِ فِي الْاَصَحِّ زَيْلَعِيٌّ عَلٰى خِلَافِ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاِنْ صَحَّحَهَا قَاضِيْخَانُ وَغَيْرُهُ عَلٰى مَا نَقَلَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ وَغَيْرُهُ فَتَنَبَّهْ بِخِلَافِ الْمُفْرَدَةِ اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہو گئی ہو تو بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضیخان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہی چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار ہو برخلاف وکالت مفردہ کے ھم عالمگیریہ میں ہے کہ اگر مستعد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہی اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہی کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہی وَالثَّالِثُ اَنَّهُ يَمْلِكُ بَيْعَ الْوَلَدِ وَالْاَرْشِ اور تیسری وجہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہی ھم بیع دیت کی یہہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پہر اوسکی دیت مین اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہی وَالرَّابِعُ اِذَا بَاعَ بِخِلَافِ جِنْسِ الدَّيْنِ كَانَ لَهُ اَنْ يَصْرِفَهُ اِلٰى جِنْسِهِ اِلَى الدَّيْنِ بِخِلَافِ الْوَكَالَةِ الْمُفْرَدَةِ اور چوتھی وجہ یہہ ہی کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جنس مین کیونکہ پہیرنا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ ثمن کا مالک نہین والخامس اذا کان عبدا وقتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ
کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچوین وجہ یہہ ہی کہ جب مرہون غلام ہوا اور اوسکو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو
غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سی متعلق ہی ولہ بیعہ
فی غیبۃ ورثتہ ای ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیع
راہن کے وارثون کے پیچھی درست ہی جیسی اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل
مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سی ہرطرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر اونکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین اور موکل
وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا نہ اوسکی غیر کی رای پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سی ایک روایت یہہ ہی
کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہی امور مذکورہ مین لیکن یہہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر ببیعہ
لم یصح الا اذا کان مشروطا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا
وصیت کرنا وکالت مین مشروط ہوگیا ہو تو درست ہی ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور
جو تو اوسمین کرے مین نے تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملک راہن ولا مرتہن بیعہ بغیر رضی الاخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن
مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضامی راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سی دونو کا
حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم
فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ او اباہا فانہ یجبر علیہا بالحبس ایاما لیبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پہر اگر دین
کی مدت آپہونچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت
سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جائیگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہے چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو
بیچڈالے دفع ضرر کیواسطے ھم طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی درالمختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعہ العدل فالثمن رہن کالثمن
فیہلک کہلاکہ اور اگر معتمد نے مرہون بیچڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونیکی مانند ھم یعنی مرتہن
کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ بعد بیعہ المرتہن فاستحق الرہن
وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراہن ان شاء لانہ غاصب پہر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کر بعد مرتہن
کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سی تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتہہ سی صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اوسکی تاوان دینے سی او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراہن
وصح ایضا یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سی مرہون کی قیمت کا اور
اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان
لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای
للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہی ھم جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی
ملک ہوگیا اور ثمن اوسکا بدلا ہی تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن
سے اپنا دین پہیر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سی ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سی اپنا

دین بھر لیگا وان کان الرھن قائما فی ید مشتریه اخذه المستحق من مشتریه اور اگر مرہون بعینہ موجود ہو مشتری کے پاس ہو تو مستحق
اوسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ مستحق نے بعینہ مال پایا ورجع ھو ای المشتری علی العدل بثمنه لانه العاقد اور مشتری معتمد سے اوسکا ثمن
پھر لے اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عہدے کے حقوق اوسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ھو ای العدل علی الراھن به ای بثمنه پھر معتمد
راہن سے اوسکا ثمن پھر لے یعنی اسواسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان مین ڈالا اوسکو وکیل کر کے تو راہن پر اوسکی تخلیص واجب ہوگی کذا فی الدرر وکذا
رجع علیه صح القبض وسلم الثمن للمرتھن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اسکا ہوگیا
او رجع العدل علی المرتھن بثمنه یا چاہے معتمد مرتہن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور مرتہن نے جو
اوسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اوسکا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ھو ای المرتھن علی الراھن بدینه
ای بدینه پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا ھذا فی الدرر
والوقایة وان شرطت الوکالة بعد الرھن رجع العدل علی الراھن فقط سواء قبض ثمنه او لا درر اور وقایہ مین بیان
بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ھم
اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اوس سے متعلق نہوا تو اوسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کیصورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون
بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلاتعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا وہ اوسکو راہن سے پھیر لیگا کذا
فی الدرر فان ھلك الرھن عند المرتھن فاستحق الرھن وضمن الراھن قیمته ھلك الرھن بدینه یہ اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن
کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن [illegible]
سے اسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتھن قیمته یرجع علی الراھن بقیمته التی ضمنها للضرر و بدینه
لانتقاض قبضه اور اگر مالک نے مرتہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے
تاوان دیکر بھری اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھیر لے انتقاض قبض کے سبب سے ھم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع
دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر و صدر الشریعة ف ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا فی
الولوالجیة ذھبت عین دابة الرھن یسقط ربع الدین وسیجیئ ولوالجیہ مین ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو
چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات مین آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرھن والجنایة علیه و

جنایته ای الرھن علی غیره یہ باب ہے مرہون مین تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراھن
رھنه علی اجازة مرتھنه او قضاء دینه راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اوسکے مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے یعنی جب
راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہین موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اوسکا
دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدھما نفذ وصار ثمنه رھنا فی صورة الاجازة پھر اگر اجازت یا ادای دین پایا گیا تو بیع
نافذ ہوگئی اور اوسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت مین یعنی درصورت ادای دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتھن البیع و فسخ بیعه
لا ینفسخ بفسخه فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت ندی اور راہن کی بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہوگی اوسکے فسخ کرنیسے صحیح تر قول مین واذا
بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاك الرھن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وھذا اذا اشتراه ولم یعلم انه
رھن ابن کمال اور جبکہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ
کرے قاضی کیطرف تا وہ بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اوسوقت ہے جبکہ اوسنے خرید کیا اور اوسکو اوسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال

باب التصرف فی الرھن

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ايضا من رجل آخر قبل ان يجيز المرتهن البيع فالثاني موقوف ايضا على اجازته
اذ الموقوف لا يمنع توقف الثاني اور اگر مرہون راہن نے ایکشخص کے ہاتھ بیچا پھر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے
پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوا اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کی توقف کی مانع نہین ہوتی فايهما اجاز لزم ذلك
وبطل الآخر پھر دونون مین سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی و لو باعه الراهن ثم اجره او رهنه
او وهبه من غيره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البيع الاول لحصول النفع بتحول حقه الى الثمن على ما تقرر في محله بخلاف ما دون
غيره من العقود المذكورة اذ لا منفعة للمرتهن فيها فكانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فينفذ البيع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا
پھر اوسکو اجارہ مین دیا یا کہین رہن رکھا یا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل
ہونے نفع مشتری کے بیع مین بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنا براوس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام مین مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہو نہ اوسکے سوا یہ عقود
مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ وغیرہ مین فائدہ نہین تو اوسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی ہم مسئلہ
اولی مین بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوتی اور اس مسئلہ مین بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سوا بیع اول کے باوجود اجازت کی تو دونون فرق
یہہ ہے کہ مرتہن کو بیع مین تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حق بدل مبیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن مین بدل نہین اور
اجارہ مین منفعت بدل ہے نہ عین لہذا حق مرتہن کا عین کی مالیت مین ہے نہ منفعت مین تو اوسکی اجازت مین حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع
کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا فی السعد و فی الاشباه باع الراهن الرهن من زيد ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اشباہ
مین ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم کہتے ہہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی محل توقف ثانی اول کی مانند وہی جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہوا اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ
نافذ ہوجاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی و صح اعتاقه وتدبيره واستيلاده اي نفذ اعتاق الراهن عبده اور صحیح ہے یعنی
نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اوسکو
مدبر کرے تو یہہ تصرف نافذ ہوگا فان كان غنيا وكان دينه المرتهن حالا اخذ المرتهن دينه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا
دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قيمته للرهن بدله الى زمان حلوله فاذا حل اقتضاه بحقه لو من جنسه
ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کیواسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب
مدت آپہنچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہوا اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر
کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان كان الراهن معسرا ففي العتق سعى العبد في الاقل من قيمته ومن الدين اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد
کرنے مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین
کو ادا کرے ورجع على سيده اذا غنيا اور جسقدر غلام ادا کرے اوتنا اپنے مالک سے پھیر لے جبکہ اوسکو مقدور ہو و فی التدبير والاستيلاد
سعى اي كل في كل الدين بلا رجوع لان كسب المدبر وام الولد ملك المولى اور تدبیر اور استیلاد مین سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد
سے تمام دین کے ادا کرنے مین بلا رجوع على المولى اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن
الرهن فحكمه حكم ما اذا اعتقه غنيا كما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کردیا تو اوسکا حکم مانند ہے اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون
کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اوسکی
قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی السعد والرهن ان اتلفه اجنبي اي غير الراهن فالمرتهن يضمنه الخ

المتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رھنا عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے
سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تہی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا واما ضمانہ علی المرتھن
فتعتبر قیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکی تاوان یوم القبض کی قیمت
معتبر ہوگی اسلیے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہے کذا فی الزیلعی وباعارتہ ای المرتھن الرھن من راھنہ یخرج من ضمانہ
تسمیتھا عاریۃ مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو
مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ھ یعنی لفظ اعارہ یہان مجاز استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع
ہے اور تملیک نہین ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہین تو تملیک اوسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ھلک الرھن فی ید الراھن ھلک
مجانا حتی لو کان اعطاہ بہ کفیلا لم یلزم الکفیل شئ لخروجہ من الرھن نعم لو کان الراھن اخذہ بغیر رضی المرتھن جاز ضمان
الکفیل تاتارخانیہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ مین تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچہ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان
مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے
ہان اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون
مرتہن کو دلا دے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بھی مرتہن پر ثابت ہوگا ف
للمرتھن استردادہ الی یدہ اور مرتہن کو جائز ہے پہیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کیطرف فلو مات الراھن
قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتھن احق بہ من سائر الغرماء لبقاء حکم الرھن پہر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ
حقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہون سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ھ رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہین ولو اعارہ
او اودعہ احدھما اجنبیا باذن الاخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسری کی اجازت سے تو ضمان
اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تہا قبض کے سبب سے سو باقی نرہا ولکل منھما ان یعیدہ رھنا کما کان اور راہن اور مرتہن مین سے ہر ایک
کو اختیار ہے کہ پہر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تہا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونو کا حق اوسمین ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع
والھبۃ والرھن من المرتھن او من اجنبی اذا باشرھا احدھما باذن الاخر حیث یخرج عن الرھن ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ
لانھا عقود لازمۃ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ
راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسری کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پہر مرہون عود نہین کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید
اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہین ھ یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہین ہوتا مگر بعد
انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکہا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز رکہا تو رہن
باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن مین نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہین کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف
بیع المرتھن من الراھن لعدم لزومھا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اوسکی عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع
مرتہن سے حق لازم متعلق نہین ہوا جو رہن باطل ہوجاوے ویتفرع لو مات الراھن قبل ردہ ثانیا فالمرتھن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا
دوسری بار رہن رکہنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اوسکو
مرتہن کے پاس رہن نہین رکہا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہین بلکہ اور قرضخواہون کے برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا بخلاف العاریۃ
ولو اذن الراھن للمرتھن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فھلک الرھن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ھلک بالدین

لبقاء عقد الرهن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکی عاریت دینے کا کسی کام کیواسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے
سے پہلے یا بعد فارغ ہونیکے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ھ مراد یہہ ہے کہ راہن مرتہن کو
استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف
ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو هلك في حالة العمل والاستعمال هلك امانة لثبوت يد العارية حينئذ اور اگر مرہون
تلف ہوا عمل اور استعمال کیحالتمین تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت مین یعنی اور قبض عاریت مخالف ہے
قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا في وقته اى وقت هلاكه فقال المرتهن هلك في وقت العمل وقال الراهن في غيره فالقول
للمرتهن لانه منكر والبينة للراهن لانهما اتفقا على زوال يد الرهن فلا يصدق الراهن في عوده الا بحجة بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے
اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کیوقت مین سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کیوقت مین اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول
ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہین تو راہن کی تصدیق قبض
رہن کے عود کرنے مین نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذن للمرتهن في لبس ثوب الرهن يوما فجاء به المرتهن متخرقا وقال تخرق
في لبس ذلك اليوم وقال الراهن ما لبسته فيه ولا تخرق فيه فالقول للراهن وان اقر الراهن باللبس فيه ولكن قال تخرق قبل لبسه
او بعده فالقول للمرتهن في قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا
ہوا اور کہا کہ وہ پھٹ گیا تھا اوسیدن کے پہننے مین اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہین پہنا اور نہ اوس دن مین پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے
اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا و لیکن یہہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار مین ھ
جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے ثوب متخرق کے قیمت لزوم ضمان مین معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل متفرقہ شارح کی رهن الاب من مال طفله شيئا بدين على نفسه جاز فلو الرهن قيمته اكثر من الدين فهلك ضمن الاب
قدر الدين دون الزيادة بخلاف الوصي فانه يضمن قيمته والفرق ان للاب ان ينتفع بمال الصغير عند الحاجة ولا كذلك الوصي
باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ
تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں مین فرق یہہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل
کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہین کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرك الابن ومات الاب ليس للابن اخذه قبل
قضاء الدين ويرجع الابن في مال الاب ان كان رهنه لنفسه لانه مضطر كمعير الرهن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا
بدون ادا کرنے دین کے جائز نہین اور فرزند باپ کے مال سے اوتنا پھیر لے اگر اوسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر
ہے مرہون کی عاریت دینے والے کی مانند ھ یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے مین مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھیریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے
رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهن شيئا ثم اقر بالرهن لغيره لا يصدق في حق
المرتهن ويؤمر بقضاء الدين ورده الى المقر له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے
حق مین اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادا ہے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے پھیر دینے کا مقرلہ کیطرف امر ہوگا ولو رهن دار غيره فاجاز صاحبها
جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اوسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہہ درست ہے وبينة الراهن على قيمة الرهن اولى
اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہین مرتہن کے گواہ سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت مین راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت سو
درم تھی مثلا اور مرتہن کہتا ہے کہ پچاس درم قیمت تھی اور دونون نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹھیرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین

وزوائد الرھن کالولد والثمر رھن لا غلۃ دار و ارض و عبد فلا یصیر رھنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑہوتیان چنانچہ مرہون کا
بچہ اور پہل رہن مین داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن مین داخل نہوگا ھ عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین
ایک قسم تو رہن مین داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا ور نہ بدلا ہو کسی جز کا اجزاے مین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن مین
داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور اون اور دودہ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن مین داخل ہونیکے یہہ معنی ہین کہ پہل
کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اونکے تلف ہو جانے مین تاوان نہین تو اونکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچہہ دین ساقط نہوگا کذا
نے الطحطاوی والرھن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے اوسکی ضمان مین ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا
گہر نصف شائع رہن رکہا یا نصف غلام رہن رکہا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون کا
تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وصح استعارۃ
شیء لیرھنہ فیرھن بما شاء اذا اطلق ولو قیدہ بشیء اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اوسکو رہن رکہدے تو مستعیر رہن رکہے عاریت
کی چیز جسقدر کو چاہے اور جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینیوالے نے علے الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او
مرتھن او بلد تقید بہ وحینئذ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتھن لتعدی کل منھما اور اگر معیر نے رہن مین مقدار
دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکہنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر مین رہن
رکہنا تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت مین تو اگر مستعیر نے معیر کی قید لگائی ہوئی سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونونکی
تعدی اور زیادتی کے سبب سے ھ مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنیسے اور مرتہن کی تعدی یہہ ہے کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکی اذن کے
تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹہرا الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرھنہ باقل من ذلک
لمخالفتہ الی الخیر گر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر مین اسطرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لئے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کردیا سو مستعیر نے اوسکو اوس سے
کمتر پر رہن رکہا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری مین مخالفت کی یعنی اس مخالفت مین مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے
فان ضمن المعیر المستعیر فعقد الرھن لتملکہ بالضمان پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار
کا تاوان دیکر وان ضمن المرتھن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراھن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن
راہن سے دین اور تاوان پہیر لے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق مین یعنے جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا تو مرتہن
راہن سے دین اور تاوان پہیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وھلک عند المرتھن صار المرتھن مستوفیا لدینہ پہر اگر
مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکہا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹہرے گا بشرطیکہ
قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین
للمعیر علی المستعیر وھو الراھن لقضاء دینہ بہ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے
مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا یکن کلہ مضمونا ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اوس صورت مین
ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذھب من
الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیبدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور
اوسکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرھن المعیر اجبر المرتھن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن
لانہ غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین انقص فالزائد متبرع

وان اقل فلا جبر درر لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعتہ للدرر فتنبہ اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ اداے دین مین متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہی کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہین تسلیم مرہون کا کذا فے الدرر لیکن اداے زائد کے تبرع ہونے مین زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہی اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین تو اسیواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہین کی یعنی اپنی متن مین اوسکو ذکر نہین کیا باوجود کمال متابعت کے درر سے اسکو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن مین درر کی کمال متابعت کرتا ہی لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اونکو متن کے اندر داخل نہین کیا ھم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہی کہ یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہین ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہہ اسواسطے ہی کہ غرض معیر تخلیص سے یہہ ہی کہ اوس سے منتفع ہو اور یہہ حاصل نہین ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادا ے کل دین کذا فے الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو ھلک الرھن المستعار مع الراھن قبل رھنہ او بعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ ونحو ذلک من قبل لانہ امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اوسکا تاوان نہین اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اوسنے خدمت لی ہو یا اوسپر سواری کی ہو اور مانند اوسکی اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہی جسنے مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفۃ سے اوسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستأجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتھی لیکن شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کرین بعد اسکے پھر موافقت کرین تو پھر واحد تاوان سے بری الذمہ نہوگا بموجب اوس قول کے جسپر فتوی ہے انتھے مافی الشرنبلالیۃ بقی لو اختلفا فالقول للراھن لانہ ینکر الایفاء بمالہ باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہوجانے کیوقت مین تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہی ھم صورت اختلاف یہہ ہی کہ معیر کہتا ہی کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہی بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہو اور مستعیر کا مدعا یہہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما امرہ بالرھن بہ فالقول للمعیر ھدایہ اور اگر دونون نے اختلاف کیا اوس مقدار مین جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فے الھدایۃ ھم یعنی مقدار دین مین اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہی تا مستعیر پر تلف ہوجانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی کرتا ہو اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الھلاک فالقول للمرتھن فی قدر الدین وقیمۃ الرھن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون مین اختلاف کیا بعد ہلاک ہوجانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون مین معتبر ہے کذا فی شرح التکملۃ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرھن باق علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہوکر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہی ولو اراد المعیر بیعہ وابی المرتھن البیع بیع بغیر رضاہ ان کان بہ ای بالرھن وفاء والا لا یباع الا برضاہ اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرتہن بیع نمانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہوجاے اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الراھن بقضاء دینہ لنفسہ ویرد الرھن لیصل کل ذی حق حقہ

اور اگر معیر مرجاے مفلس ہوکر اور اوسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاے اپنی ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پھیر دیا جاے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے
وان عجز لفقرہ فالرھن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی ہے اپنی حالت
پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرھن بعد قضاء دینہ کمورثہ اور معیر کے
وارثونکو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فان
طلب غرماء المعیر من ورثتہ بیعہ فان بہ وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتھن کما مر لما مر پہر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے
مرہون مستعار کی بیع طلب کرین تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے
چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ھ منح الغفار مین ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہونکو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے
بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون اونکی رضامندی کے بسبب پونہچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجاے
کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراھن علی الرھن کلا او بعضا مضمونۃ اور یہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر
مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے ھ یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا
اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین کجنایۃ المرتھن علیہ جیسی جنایت
مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتھن بقدرھا
ای الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرھن
اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہو گیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور
دین موجل نہین ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے ھ مرتہن
کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پر اوسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے
تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کرے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وھذا لو الدین من جنس الضمان والا لم یسقط
منہ شیء والجنایۃ علی المرتھن اور یہہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے ہو یعنے دراہم اور دنانیر ہوا اور اگر اوسکی جنس
سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھہ ساقط نہو گا اور جنایت مرتہن پر قایم رہیگی وللمرتھن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بہرلے
لکن لو اعور عینہ یسقط نصف دینہ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھہ پہوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین
ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی ھ یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطے کہ آنکھہ مقدر بنصف دیت ہے اور غلام کی
دیت اوسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکھہ پہوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط
نصف دین کی وجہ ظاہر نہین ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرھن علیھما ای الراھن والمرتھن وعلی مالھما
ھدر باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور اُن دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اذا
کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف اذ لا قود بین طرفی عبد وحر جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ
جنایت قصاص نفس کی موجب نہو سوای اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ھ یعنی غلام کا قتل
باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وان کانت موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیہ وعبارۃ القہستانی
وشرح المجمع یبطل الرھن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ
اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا ھ بطلان دین کی وجہ یہہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نرہا اوظاہرا

بطلان دین اور بطلان رہن مین کچھ خلاف نہین کذا فی العطایے وجنایتہ ای الرھن علی ابن الراھن او علی ابن المرتھن فانھا معتبرۃ فی
الصحیح حتی یدفع بھا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ھو اجنبی لتباین الاملاک یعنی یہی
جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح مین تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوی
اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت
اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رھن عبداً یساوی الفاً بالف مؤجل فرجعت قیمتہ
الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل الاجل فالمرتھن یقبضھا ای المائۃ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراھن بشیء لکونہ بلا قتل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا ویدالمرتھن ید الاستیفاء فیصیر
مستوفیا للکل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اوسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہوگئی پھر اوسکو
ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب سے یعنی ادای بعض حق
سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل مین راہن پر کوئی چیز لازم نہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب
نہین برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہی تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتدای رہن سے ولو باع
ہ العبد المذکور بمائۃ بامر الراھن قبض المائۃ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ
بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن
قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نوسو درم راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتھ
بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نوسو درم راہن کے ذمہ لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود
بیچا الا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراھن وجوبا بکل الدین وھو الاثر لقیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال
محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتھن بدینہ وھو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواھب لکن عامۃ المتون
والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے
دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون مین
یعنے آدمی ہونے مین دونو برابر ہین اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اوسکی دین کے
بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب الرحمن سے منقول ہے لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہین فان جنی ا
تولک التفریع اولی الرھن خطأ فداہ المرتھن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراھن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اوسکا
فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ
سے متفرع نہین ہم تعلیل ملک مرتہن بھی ظاہر ہے تو اگر شارح یون کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے
ضمان مین اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان مین ہے اور اوسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدر
ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہین غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک
وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہین فان ابی المرتھن من الفداء دفعہ الراھن ان شاء او فداہ وسقط الدین بکل
منھما لو اقل من قیمۃ الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار
کیا تو راہن وہی غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونو صورتون یعنی دفع اور فدیہ مین ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے یا برابر ہوا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استهلك مالا يستغرق رقبته
فداه المرتهن فان ابى باعه الراهن او فداه اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اوسقدر کو جو اوسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دیگا پھر اگر
وہ فدیہ نہ دے تو راہن اوسکو بیچ ڈالے یا اوسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور بعد مدت انکار مرتہن اگر راہن اوسکو
بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل معلوم ہوا در عالمگیری ہے ولو قتل
ولد الرهن انسانا او استهلك مالا دفع الراهن وخرج عن الرهن او فداه ويبقى رهنا مع امه اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے
کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیوڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے
ساتھ واما جناية الدابة فهدر ويصير كانه هلك بافة سماوية وتمامه في الخانية اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر
جانور جانور کو مارڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہیں اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان
فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراهن باع وصيه رهنه باذن مرتهنه وقضى دينه لقيامه مقامه راہن مرگیا تو اوسکا وصی
اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکو مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم يكن له وصي نصب القاضي
له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام پہر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون او ادائے دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رکھے جبکہ وہ عاجز ہون اپنے کام میں وهذا لو ورثته صغارا
فلو كبارا خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه جوهرة اور یہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر یا نابالغ ہون سو اگر وہ
بالغ جوان ہون تو وہ میت کے خلیفہ ہین مال میں تو اونپر چہڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رهن الوصي
بعض التركة لدين على الميت عند غريم من غرمائه توقف على رضى البقية ولهم رده فان قضى دينهم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغريم
جاز وبيع في دينه وصی نے بعض ترکہ رہن رکھا واسطے دین کے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والون کے تو رہن موقوف رہیگا
باقیونکی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پہیر ڈالنا درست ہے پہر اگر وصی نے باقی لوگونکا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر
صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادائے دین کیواسطے وفی معين المفتي للمصنف لا يبطل الرهن بموت الراهن
ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ويبقى الرهن رهنا عند الورثة اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے
اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثون کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے راہن کے قائم مقام
ہین اور اگر وارث نہین تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل في مسائل متفرقة

یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل
متفرقہ میں رهن عصيرا قيمته عشرة بعشرة فتخمر ثم تخلل وهو يساوي العشرة فهو رهن بعشرة كما كان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس
درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پہر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے
پہلے رہن تہا ہم لائق یون تہا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر
شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہین سرکہ ہو جانیکے احتمال سے پہر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہوئے پہلی
تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تہا کذا فی الدرر والحموي ثم المعتبر فيه في الزيادة والنقصان القدر لا القيمة على ما افاده ابن الكمال پہر اوسمین
یعنی اوس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پہر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے
ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہین کیونکہ دونون کیلی ہین یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا
نقصان کچہ بہی سقوط دین کا موجب نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزيلعي وعليه فان انتقص شيء من قدره سقط بقدره والا فلا اور بنا بر اعتبار

کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رهن شاةً قيمتها عشرة
بعشرةٍ هذا قيدٌ لابدّ منه لانه لو كانت قيمتها اكثر من الدين يكون الجلد ايضاً بعضه امانة بحسابه فتنبّه فماتت بلا ذبحٍ فدبغ
جلدها بما لا قيمة له فلو له قيمة ثبت للمرتهن حق حبسه بما زاد دباغة وهل يبطل قولان وهو اى الجلد يساوى درهماً
فهو رهن به اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کی نے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایکدرم پر رہن ٹھہریگی شارح نے کہا کہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے
اسواسطے کہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھہ کہال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہریگی اوسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس
درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کہال ایکدرم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوئی توجسقدر دباغت
سے اوسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اوسقدر کے حبس مین مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت مین رہن باطل ہوگا یا نہین اسمین دو قول ہین بعضون کے نزدیک رہن
باطل ہے اور بعضون کے نزدیک صحیح ہے ھ بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا
ماتت الشاة المبيعة قبل القبض فدبغ جلدها حيث لا يعود البيع بقدره على المشهور والفرق ان الرهن يتقرر بالهلاك
والبيع قبل القبض ينفسخ به برخلاف اوس صورت کے کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پھر اوسکی کہال کی دباغت ہوئی تو یہان عود بیع نہوگا بقدر
کہال اوسکے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع مین یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے مبیع کے تلف ہو جانے
سے ولو ابق عبد الرهن وجعل العبد بالدين ثم عاد يعود الدين والرهن خلافاً لزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام
مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرهن كالولد والثمر واللبن والصوف
والوبر والارباح ونحو ذلك للراهن لتولده من ملكه اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسے بچہ اور پہل اور دودہ
اور اون اور روئین اور نفع اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہے بسبب اوسکے پیدا ہونیکے راہن کی مملوک چیز سے وهو رهن مع الاصل تبعاً له اور وہ اصل
مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما هو بدلٌ عن المنفعة كالكسب والاجرة وكذا الهبة والصدقة فانها غير
داخلة في الرهن وتكون للراهن الاصل ان كل ما يتولد من عين الرهن يسرى اليه حكم الرهن وما لا فلا مجمع الفتاوى برخلاف
اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہے جیسے کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن مین داخل نہین اور وہ راہن کا مملوک ہے
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت
نہین کرتا واذا هلك النماء المذكور هلك مجاناً لانه لم يدخل تحت العقد مقصوداً اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو
رایگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن مین بالقصد داخل نہین بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقى النماء اى ولو
حكماً بان اكل بالاذن فانه لا يسقط حصة ما اكل منه فيرجع به على الراهن كما اذا هلك الاصل بعد الاكل فانه يقسم
الدين على قيمتيهما قهستاني كما ذكره بقوله اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہی ہو اسطرح کہ کہایا جاوے راہن کے
اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہین ہوتا تو مرتہن اوسکو پھیر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جاوے کہانیکے بعد تو
دین قسمت کیا جائیگا دونون یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ مین ذکر کیا ہے ھ زیلعی مین ہے کہ
اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہایا تو اوسپر ضمان نہین اور اوسکا دین کچہہ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین
مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر زیادت ماکولہ کو پہنچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف
زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً بعد هلاك الاصل

فکّ بحصّتہٖ من الدّین لانّہ صار مقصودًا بالفکاک والتّبع یقابلہ شیءٌ اذا کان مقصودًا یعنی بلکہ زیادت متولدہ باقی رہے
بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنیکے سبب سے اور
تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذٍ یقسم الدّین علٰی قیمتہٖ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض و
یسقط من الدّین حصّۃ الاصل وفکّ النّماء بحصّتہٖ کما لو کان الدّین عشرۃً وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃً وقیمۃ النّماء
یوم الفکاک خمسۃً فثلثا العشرۃ حصّۃ الاصل فیسقط وتثبت العشرۃ حصّۃ النّماء فیفکّ بہ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا
زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے
حصے سے چنانچہ اگر دین دس درم ہوا اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس
کی دو تہائیان یعنی چھہ درم زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین درم سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکورہ کا
فک رہن کیا جائیگا ولو اذن الرّاھن للمرتھن فی اکل الزّوائد ای اکل زوائد الرّھن بان قال لہ مھما زاد فکلہ فاکلھا ظاھرہ یعمّ
اکل ثمنھا وبہ افتی المصنّف قال الّا ان یوجد نقل مخصّص یخصّص حقیقۃ الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتھن لانّہ اتلفہ باذن المالک
اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اوسکو کھا
سو مرتہن نے اوسکو کھایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل
ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل
مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اوسکو اتباع کیا جاوے یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز
تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے م یعنی جب راہن نے مرتہن
کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے
زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اوسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیءٌ من الدّین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھہ باباحت اکل کے
قال فی الجواھر رجلٌ رھن دارًا واباح السّکنٰی للمرتھن فوقع بسکناہ خللٌ وخرب البعض لا یسقط شیءٌ من الدّین لانّہ لما اباح
لہ السّکنٰی اخذ حکم العاریۃ حتّٰی لو اراد منعہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایکمرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اوسکے اندر رہنا مباح کردیا سو
اوسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے
عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے م اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع
لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور ناجائز ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر
اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رھن
شاۃً فقال لہ الرّاھن کل ولدھا واشرب لبنھا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الرّاھن ثمّ
نقل عن التّھذیب انّہ یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرّھن وان اذن لہ الرّاھن قال المصنّف وعلیہ یحمل ما عن محمّد بن سلم من انّہ
لا یحلّ للمرتھن ذلک ولو بالاذن لانّہ ربًوا قلت وتعلیلہ یفید انّھا تحریمیّۃ فتامّلہ اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن
نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں مین اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے
کی برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مین
کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ بیاج ہے مین کہتا ہون اونکی تعلیل

اِسکے نفسید ہو کہ مقرر کراہت تحریمی سے سوا کسمین تامل کرو وان لم یفتک الراھن الرھن بل بقی عند المرتھن علی حالہ حتی ھلک الرھن
فی یدِ المرتھن قسموا الدین علی قیمۃ النماءِ ای الزیادۃِ التی اکلھا المرتھن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب
الزیادۃ اخذہ المرتھن من الراھن کما فی الھدایۃ والکافی والخانیہ وغیرھا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑا یا بلکہ مرہون بحال سابق
مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا ادس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی
قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پوہنچیگا وہ ساقط ہو گا اور جسقدر دین زیادت کو پوہنچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین
مذکور ہے ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا
ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیہ وفی الجواھر الاصل اَنّ الاتلافَ باِذنِ الراھن کالاتلافِ الراھنِ بنفسہ للتسلیط
اور جواہر مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب تسلیط کرنے راہن کے وفیھا اَباحَ للمرتھن نفعہ
ھل للمرتھنِ اَن یُوجرہ قال لا قیل فلو اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمَن قال للراھن قال لہ اِن اجرہ بلا اذن واِن باذنہ فللمالک
ویَبطل الرھن اور اوسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے
پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہو گئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر
اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکا اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اسصورت مین رہن باطل ہو گا وفیھا رھن کرماً وتسلمہ
المرتھن ثم دفعہ للراھن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرھن اور اوسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکہا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تا اوسکو سینچے اور اوسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہو گا رھن کرماً واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتھن الثمن اِن
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری واِن قبلہ فللراھن اِن قضی دین المرتھن ولا یکون رھناً ویجعل البیع رجوعاً عن الاباحۃ فانھا
تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کر دیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اوسکی ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع سے بعد
حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا
یعنے ثمن مقبوض کے ساتھہ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم برخلاف اوس صورت کے
کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیھا ذرع المرتھن ارض
الرھن اِن اُبیح لہ الانتفاع لا یجب شیئٌ واِن لم یُبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماءِ لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اوسی کتاب مین
ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکو واسطے انتفاع مباح ہے تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان
اور پانی کا تاوان لازم ہو گا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے زرعھا الراھن او غرسھا باذن المرتھن ینبغی اَن تبقی رھناً
ولا یبطل الرھن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور
رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہو گا تو مرتہن پر ضمان لازم نہو گا کذا فی الطحطاوی
عن شرح الوہبانیۃ استحق الرھن لیس للمرتھن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجای اوسکی اور چیز کو
طلب کرے رہن رکہنے کیواسطے استحق بعضہ اِن شائعاً بطل الرھن فیما بقی واِن مفرزاً بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ھلکہ بحصتہ
بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہو گا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی مین رہن
باقی رہیگا اور عوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہو جانا بقدر اوسکے حصہ کے ہو گا اجر دارہ لغیرہ ثم رھنھا منہ صح وبطلت
الاجارۃ اپنا گہر غیر شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی مستاجر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہوا اور اجارہ باطل ہو گا ولو ازتھن ثم اجرہ من راھنہ

فلجارۃ باطلۃ اور اگر رہن کیا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اَبَقَ الرھنُ سقطَ الدین کھلاکہ فَاِنْ عادَ سقطَ بحسابہ بِنقصانِ الاباقِ
عیبٌ حَدَثَ فیہِ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اوسکی ہلاک ہو جانیکی مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اوسکے نقصان کے اسلئے کہ بھاگنا
عیب ہی ہو اوسمین اب پیدا ہوا ثمّ لمّا فرغَ مِنَ الزیادۃِ الضمنیۃ ذکرَ الزیادۃَ القصدیۃَ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے
فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃُ فی الرھنِ تصحّ اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے ھ مثلاً دس درم کا کپڑا
دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے وتعتبرُ قیمتھا یومَ القبضِ ایضاً اور زیادت کی
بھی قیمت یوم القبض معتبر ہو گی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدّینِ لا تصحّ خلافاً للثانے اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین
بر خلاف ابو یوسف کے ھ زیادت دین کیصورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن کہدیا
تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع
جائز ہے کذا فی الطحطاوی والاصلُ انّ الالحاقَ بأصلِ العقدِ انّما یُتصوّرُ اذا کانتِ الزیادۃُ فی معقودٍ بہٖ او علیہ والزیادۃُ فی
الدّینِ لیستْ منھما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسیوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلاً ثمن مین یا
معقود علیہ مثلاً مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونو قسم سے نہین ہے ھ دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے
کہ [illegible] جب تہا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہی بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فانْ رَھنَ نسخ المتنِ والشرحِ بالفاءِ مع انّہ نبّہ
فی شرحِہ علی انّہ انّما عطفَھا بالواوِ لا بالفاءِ لیفیدَ انّھا مسئلۃٌ مستقلّۃٌ لا فرعٌ للاولی فتنبّہ عبداً بالفٍ فدفعَ عبداً آخرَ رھناً
مکانَ الاولِ وقیمۃُ کلٍّ مِنَ العبدینِ الفٌ فالاولُ رھنٌ حتّی یردَّہ الی الراھنِ والمرتھنُ فی الآخرِ امینٌ حتّی یجعلَہ مکانَ الاولِ
بأنْ یردَّ الاولَ الی الراھنِ فحسئذٍ یصیرُ الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار درم پر رہن کیا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے [illegible] اول کی جگہ دیا
اور حالانکہ دونو غلامونکی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہی جبتک مرتہن راہن کو واپس نہ دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبضہ مین امین ہے
ضمین یہانتک کہ دوسرے کو بجای اول کے کر دے بایطور کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن
شرح کے نسخے متعدد بفا ہین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسیواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل ہے
سے مسئلہ اولے پر متفرع نہین سو [illegible] ولو ابرأ المرتھنُ الراھنَ عن الدّینِ او وھبہٗ منہ ثمّ ھلکَ الرھنُ فی یدِ المرتھنِ ھلکَ بغیرِ شیءٍ
استحساناً لسقوطِ الدّینِ الّا اذا منعہٗ من صاحبِہٖ فیصیرُ غاصباً بغیر مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن
کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور وہی استحسان ہے بسبب ساقط ہو جانے دین کے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا پہر وکنے سے بعد
اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی ھ در صورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہی دین کے سبب سے پھر جب دین
باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبضَ المرتھنُ دینَہٗ کلَّہٗ او بعضَہٗ مِن راھنِہٖ او غیرِہٖ متطوّعٍ او شری المرتھنُ بالدّینِ عیناً او
صالحَ عنہ ای عن دینِہٖ علی شیءٍ لانّہ استیفاءٌ او احالَ الراھنُ مرتھنَہٗ بدینِہٖ علی آخرَ ثمّ ھلکَ رھنُہٗ معہٗ ای فی یدِ المرتھنِ ھلکَ بالدّینِ
اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے جیسا کہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید
کی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا
مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ھ وجہ فرق ابرا اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفا سے تلف دین ساقط نہین ہوتا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہی نہ بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہو گیا اور
استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا کذا فی الکفایہ والزیلعی والدرر ملخصاً وردّ کلُّ ما قبضَ الی مَن ادّی فی صورۃِ الیفاءِ بالراھنِ او

مستقیم او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اوسنے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنی
اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو تو مرتہن اوسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اوسکو پھیر دے اسیطرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر
نہو جاوے وبطلت الحوالۃ وھلک الرھن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ھدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے
مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایہ ھ یہہ جواب ہے
اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ
بمعنی ابرا کے ہے تو لائق یوں تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے
راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی لتنقلا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرھن ولا
فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ دقہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت
مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا ای کما یھلک
الرھن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یھلک بہ ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ھلک الرھن بالدین لتوھم وجوب الدین
لتصادقھما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے
تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اسصورت میں بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پہر
مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ
دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اوسمیں وجوب دین کا توہم
بھی باقی نہیں رہتا ھ تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین متصور ہے الغرض ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابرا کہ اوسمیں توہم وجوب
بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ وشروحہا کل حکم عرف فی الرھن الصحیح فھو الحکم فی الرھن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور
معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیہ قال وذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرھن الفاسد یتعلق بہ الضمان
عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے ھ طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق
یہہ ہے کہ تاوان اوس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرھن مالا والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد
بعض شرائط الجواز کرھن المشاع ینعقد الرھن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہہ بھی
عمادیہ میں ہے اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد
رہن کا منعقد ہو گا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہو گا بیع فاسد کی مانند وفی کل موضع لم یکن الرھن کذلک ای
لم یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرھن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو جیسا کہ خون یا مردار یا آزاد ہو یا اوسکا
مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہو گا ھ اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ھلک لم یجب
شیء بخلاف الفاسد فانہ یھلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹہرا تو جب کہ
مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گا تو رایگان تلف ہو گا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف
ہو گا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہو گا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہو گا اور اگر دین
کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہو گا ومن مات ولہ غرماء فالمرتھن احق بہ کما فی الرھن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مر گیا اور اوسکی
چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں ہر مرتہن احق ہے ق س ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا [illegible] المرتھن

بالملك كما حرّرناه في العارية مُعْرِبًا للوهبانية ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن کہنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ مین تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کر کے م رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتها قال ٥ وأيّ رهين لا يُرَام انفكاكه + وتجنيبه لومات بالموت يُنتظر اور وہبانیہ کی پہیلیو نمین کہا ہی اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مرجاے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی ہے م سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا ٭ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اوسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

كتابُ الجنايات

یہہ کتاب ہے جنایات کے مسائل مین مُنَاسَبَتُه أنَّ الرهنَ لِصِيَانَةِ المالِ وحكمُ الجنايةِ لِصِيَانَةِ الأنفُسِ والمالُ وسيلةٌ للنفسِ فَقُدِّمَ مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے محفوظ رہنے کے لئے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر م مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیان وہ ہین جو حدود کی خوبیان ہین اور سبب بھی اوسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثمّ الجنايةُ لغةً اسمٌ لِمَا يكتسبُ من الشرِّ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب مین بری کام کرنیکا نام ہے م جنایت مصدر ہے جمع اوسکی جنایات ہے حسب قاعدہ مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اوسکا درست ہوا وشرعًا اسمٌ لفعلٍ مُحرَّمٍ حلّ بمالٍ أو نفسٍ وخصَّ الفقهاءُ الغصبَ والسرقةَ بما حلّ بمالٍ والجنايةَ بما حلّ بنفسٍ وأطرافٍ اور شرع مین جنایت اوس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان مین واقع ہو تو اس تعریف مین چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح مین غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہے اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال مین واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہے اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھہ پانون ناک کان آنکھہ مین واقع ہو م جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہو اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہے کذا فی الزیلعی والشمنی القتلُ الذي يتعلّقُ به الأحكامُ الآتيةُ من قَوَدٍ ودِيَةٍ وكفّارةٍ وإثمٍ وحرمانِ ارثٍ خمسةٌ وإلّا فأنواعُه كثيرةٌ كرجمٍ وصلبٍ وقتلِ حربيٍّ وہ قتل جسسے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا م یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ مین باعتبار تعلق احکام آیندہ کی ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہہ ہین قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عَمْدٌ وهو أن يتعمَّدَ ضربَه أي ضربَ الآدمي في أيِّ موضعٍ من جسدِه بآلةٍ تفرّقُ الأجزاءَ مثلَ سلاحٍ ومثقّلٍ من حديدٍ جوهرة ومحدّدٍ من خشبٍ وزجاجٍ وحجرٍ وإبرةٍ في مقتلٍ برهان وليطةٍ وقوله ونارٍ عطفٌ على محدّدٍ لأنها تشقّ الجلدَ وتعمل عملَ الذكوة حتى لو وضعه في المذبحِ فأحرقت العروقَ أكلَ يعني إن سال بها الدمُ وإلّا لا كما في الكفاية قسم اول قتل عمد ہے وہ یہہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام مین اوسکے بدن سے بواسطہ اوس ہتھیار کے جو اوسکے اجزا بدنکو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی جوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوکدار باڑہ والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل مین کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کہال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکھے سو وہ رگونکو جلاوے

تو ذبیحہ ناکوال ہوگا یعنی اگر آگ کی جلانیسے خون نکلے اور اگر خون نہ بہیگا تو کہانا اوسکا درست نہین کذا فی الکفایہ هم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے
جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے
چنانچہ چھری اور تلوارسے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو ولیکن کچلڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ
یا قتل نیزے یا سوئی سے کوچکر ہو بشرطیکہ لوہے کا نام اوسپر واقع ہو خواہ غالباً اوس سے ہلاک ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا آلات مین منصوص ہے چنانچہ لا قود الا
بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور
چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ سے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو عمد نہین
چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز مین حدت و تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرسل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ
دے ہو یا دہمین گھسجاے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزین تلوار کی سی عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہے
ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایت مین الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو بموجب ظاہر الروایۃ
کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے مین بلاشک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت پر بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی
زخمی کردیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول مین ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہین اسلیے
کہ عادت مین اوس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصراً هم فتاوی قاضی خان مین اسمین عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت
وفی شرح الوهبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتھی مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے
اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرهان وفی حجر یدل غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظهرهما انہ
عمد انتھی اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اوسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی
واحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار انتھی اور مجتبی مین ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اوسمین آگ موجود نہو ہے هم
منح الغفار مین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اوسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ
سلاح کے خانیہ مین ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مرجاے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی
معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی
جب محل قتل مین لگجاے تو اوسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وقالا والثلاثۃ ضربہ قصداً
بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹھانے کی بدن انسانی کو
طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے هم امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد
من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے
اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین هم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ
تعالی ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل
ناحق مین نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین ازانجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی مین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون مین شریک ہون تو اللہ تعالی انکو منہ کے بل آگ مین ڈالدے اور نسائی کی حدیث
مین معلوم ہے کہ ہر گناہ مین مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر ادہی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اوسکی دونون آنکھون کے بیچ مین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عیناً اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال ہم امام شافعی کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے تمپر قصاص لکھا گیا مقتولین مین اور جو خدا نے اپنے بندون پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیہ) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباس کے جو مسند ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہہ حدیث مشہور ہے ہر چند کہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہوسکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر مین مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قران کا بیان پڑ سکیگی خلاصہ یہہ ہے کہ ہرچند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور اوسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکورہ کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہ کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اوسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کے معنی ہین تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اوسپر کفارہ واجب والثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاے سواے اوس چیز سے جو قتل عمد مین مذکور ہو چکا یعنی اوس چیز سے جو تفریق اجزا و بدن نکرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یہہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہہ عمد مین داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جسمین تعمد ضرب ہو اوس چیز سے جو سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اوس سے غالبا ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصاے کبیر اور موگرا وغیرہ یا غالبا ہلاکت نہو چنانچہ عصاے صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمین معنی عمد کے بھی ہین اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنیکا قصد کیا اور اسمین خطا کے بھی معنی ہین اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہین ہوتا اس نظر سے کہ اوسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اوسکے آلہ خاص سے تو یہہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجی تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات مین آویگی ہم شبہ عمد مین قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین ۲۵ یکسالہ ہون اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود لشبہہ بالخطا نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ عمد مین قصاص واجب نہین بسبب اوسکے مشابہ ہونیکے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اوسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا آدمی کی اطراف مین عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوا شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہے ہم یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ما دون نفس مختلف نہین ہوتا مثلا عصاے کبیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ہاتھ یا پانون کے

توڑنے کا البتہ آلہ سے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھہ پانون تلف ہوگا تو اوسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص واجب ہو یعنی فاعل کا بھی ہاتھہ پانون توڑا جاویگا وَالثَّالِثُ خَطَأٌ وَهُوَ نَوْعَانِ لِاَنَّهٗ اِمَّا خَطَأٌ فِيْ ظَنِّ الْفَاعِلِ كَاَنْ يَرْمِيَ شَخْصًا ظَنَّهٗ صَيْدًا اَوْ حَرْبِيًّا اَوْ مُرْتَدًّا فَاِذَا هُوَ مُسْلِمٌ اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا اَوْ خَطَأٌ فِيْ نَفْسِ الْفِعْلِ كَاَنْ يَرْمِيَ غَرَضًا اَوْ صَيْدًا فَاَصَابَ آدَمِيًّا اَوْ رَمٰى غَرَضًا فَاَصَابَهٗ ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ اَوْ تَجَاوَزَ عَنْهُ اِلٰى مَا وَرَاءَهٗ فَاَصَابَ رَجُلًا اَوْ قَصَدَ رَجُلًا فَاَصَابَ غَيْرَهٗ اَوْ اَرَادَ يَدَ رَجُلٍ فَاَصَابَ عُنُقَ غَيْرِهٖ وَلَوْ عُنُقَهٗ فَعَمْدٌ قَطْعًا اَوْ اَرَادَ رَجُلًا فَاَصَابَ حَائِطًا ثُمَّ رَجَعَ السَّهْمُ فَاَصَابَ الرَّجُلَ فَهُوَ خَطَأٌ لِاَنَّهٗ اَخْطَاَ فِيْ اِصَابَةِ الْحَائِطِ وَرُجُوْعُهٗ سَبَبٌ آخَرُ وَالْحُكْمُ يُضَافُ اِلٰى آخِرِ سَبَبِهٖ اِبْنُ كَمَالٍ عَنِ الْمُحِيْطِ یا خطا واقع ہو نفس فعل مین چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایکمرد کے مارنیکا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایکمرد کے ہاتھہ پر مارنے کا سوا اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایکمرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر وہان سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیرانداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قَالَ وَكَذَا لَوْ سَقَطَ مِنْ يَدِهٖ خَشَبَةٌ اَوْ لَبِنَةٌ فَقَتَلَ رَجُلًا يَتَحَقَّقُ الْخَطَأُ فِي الْفِعْلِ وَلَا قَصْدَ فِيْهِ فَكَلَامُ صَدْرِ الشَّرِيْعَةِ فِيْهِ مَا فِيْهِ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھہ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت مین خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اوسمین مطلقاً قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام مین وہ خلل ہے جو اوسمین ہے ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا پھر اوس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارا پھر سو خطا کرکے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلامہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ مین خطا فی الفعل ثابت ہے اور اوسمین مطلقاً قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوهبانية ؎ وَقَاصِدُ شَخْصٍ اِنْ اَصَابَ خِلَافَهٗ ✽ فَذَا الْخَطَأُ وَالْقَتْلُ فِيْهِ مُعَذَّرُ اور وہبانیہ مین ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہے اور اسمین قاتل کا قتل اندروے قصاص کے متعذر ہے ؎ وَقَاصِدُ شَخْصٍ حَالَةَ النَّوْمِ اِنْ يَمُتْ ✽ فَيُقْتَصُّ اِنْ اَبْقٰى دَمًا مِنْهُ يَنْهَرُ اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنية وَالرَّابِعُ مَا جَرٰى مَجْرَاهُ مَجْرَى الْخَطَاَ كَنَائِمٍ انْقَلَبَ عَلٰى رَجُلٍ فَقَتَلَهٗ لِاَنَّهٗ مَعْذُوْرٌ كَالْمُخْطِئِ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہے یعنی خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہے جیسے سونیوالا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہے خطا کرنیوالے کی برابر ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے مین اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا یا اوسکے ہاتھہ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اوسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھہ قصد ہی نہین کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرگیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف صریح خطا ہے وَ

مُوْجِبُهٗ اَيْ مُوْجِبُ هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْفِعْلِ وَهُوَ الْخَطَأُ وَمَا جَرٰى مَجْرَاهُ الْكَفَّارَةُ وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَالْاِثْمُ دُوْنَ اِثْمِ الْقَتْلِ اِذْ

شرع الکفارة یؤذن بالاثم لترکه العزیمة اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگارون پر
اور گناہ کبیرہ گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اسمین قتل کا گناہ
نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ اسنے احتیاط نہ کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے
کو اذیت ہوئی تو اوسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ بمعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہین بدون
گناہ کے کذا فی الزیلعی **والخامس قتل بسبب کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکه بغیر اذن من السلطان** ابن کمال اور پانچوین قسم قتل
بسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتھر رکہنے والا غیر کے ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونون
کی قید چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودے یا پتھر رکہے گا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی
وکذا واضع خشبة علی قارعة الطریق ونحو ذلك الا اذا مشی علی البئر ونحوه بعد علمه بالحفر ونحوه درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے
رکہنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکی جو تلف ہو جانیکا سبب ہو چنانچہ اینٹونکا ڈہیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہود نا
وغیرہ جان بوجہکر کذا فی الدر ہم اسواسطے کہ جان بوجہ کر نا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرة **وموجبه الدیة علی العاقلة** اور قتل بسبب
کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگارونپر ہم کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو
دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے **لا الکفارة ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکه** درر اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ
گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کہودنے اور پتھر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدر **وکل ذلك یوجب حرمان الارث لو الجانی**
مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاوے بحالتیکہ
قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہے **الا**
هذا ای القتل بسبب لعدم قتله جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوا اس قسم کے یعنی قتل بسبب مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اوسکی
عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ
سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتھ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی
الحموی **والحقه الشافعی بالخطا فی احکامه** اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود ومالا یوجبه

یہ فصل ہے اوس قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین
یجب القود ای القصاص بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتله درر **وسیتضح عند قوله ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا** واجب ہے
قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہے کذا فی الدر
اور اسکا مطلب اسی فصل مین ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر بقاتل دائماً محفوظ الدم ہے یعنی اوسکی
خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہین تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا
جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو
قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا
جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت مین تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے **وهم**
المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو اونکو عمداً قتل کریگا وہ اونکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے جواب اوسکا یہہ ہے کہ یہہ عوارض سے ہے

تو قواعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تہا اصل مین پہر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ اب وہ شبیہ ہی قصاص کے مثل ملیگا
اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی المحیط
لا المستامن والحربی نہ مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائما محفوظ نہین اور
حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے
بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کیواسطے عمد نہین . فی البزازیۃ حکم علیہ بقود فجن قبل دفعہ
الی الولی انقلب دیۃ بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پہر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تہا پہر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من
یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اوس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اوسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پہر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا
لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ
وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا
قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاویگی
اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خرید کیا جاویگا قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی
بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا ھ اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین
قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی المحیط وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد او ملک او اعم کقولہ اقتلنی
فقتلہ بینھما کما سیجیء اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص ٹلجانیکا شبہہ نہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر
ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی
فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوای غلام وقف کے
چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ اونکے اور
امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید
مین الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہہ مقابلہ اسکا مقتضی
ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح ایندہ قول مین دیا ولنا
اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الایۃ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن
عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہہ آیت الحر بالحر کی آیت
کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے اوس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ھ منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ قولہ تعالی ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیہ سلطانا لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ کے یہہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کرنا
ہے اور تخصیص بالذکر ماسوای مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

ما عدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ یہہ ہو کر انکا
رد قول منظور ہو جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہو کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہو جاتا اور
ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوی فضیلت رکہتا تو مدعی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جبتک کہ عورت کے بدلے اونکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے
اونکا آزاد نہ مارین حق تعالی نے اونکے رد مین یہہ آیت اوتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے
کذا فی العینی اور مساواة بین القاتل والمقتول کا جواب یہہ ہے کہ قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین یا دار
قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد اور غلام دونو برابر مین قیل ولا الحر بالعبد ومرد بدخوله یا الا فلی کہا گیا ہو مذہب
شافعی کی استشکال مین کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہہ اشکال ہو گیا ہی اوسکو داخل ہونے سے
بطریق اولی کے ہم شارح کی اس عبارت مین کچھہ تحریر اور تحقیق نہین شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اوسکا قلم ہی تو قلم چل گیا یون کہنا
حق تہا قیل ولا العبد بالحر اور یہہ عطف ہو آن لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی مختصر العینی یہہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا
ہو کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب تہا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہو اسوجہ
سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کی حاشیہ پر منقول ہے
ولابی الفتح البستی نظما ع خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ۔ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد ۔ ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ ؛
ولم ار حرا قط یقتل بالعبد ۔ اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہو کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اوسنے اپنی دونون
گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اوسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ مین اوسکا غلام ہون اور مین نے کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جاے بدلے
غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین منافات ہی اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہو سکتا کہ
غلام کی دیت اوسکے مالک پر واجب نہین فاجابہ بعض الحنفیۃ رادا علیہ ع خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ ۔ ولم یخش بطش اللہ فی
قاتل العمد ۔ وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ ۔ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد ۔ اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہو بطریق رد کے کہ پکڑو میرے
خون کے بدلے اوسکو جسنے میرے قتل کا اپنی گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بہی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے
قاتل عمد مین اور قصاص لو اس شوخ سے زبردستی گرچہ مین اوسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاے کہ آزاد مارا جاتا ہی بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم مین خلل یہہ ہے
کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین والمسلم بالذمی خلافا لہ
اور قتل کیا جاتا ہی مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہہ حدیث ہی کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ مین بہی ہے اور ہماری دلیل وہ ہی جو سنن دار قطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا کرنے والون مین
زیادہ تر کریم ہون ... دار قطنی نے ابن بیلمانی کو ضعیف کیا ہی لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہو اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بہی
مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی مراد ہے تو تطبیق ہو اویگی کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ
اسیواسطے دیا تاکہ انکے خون ہمارے خون کی مانند ہون اور انکے مال ہمارے مال کی مانند ہون لا بمستامن بل هو عنه قیاسا للمسلم ولا یقتل
المستامن بالمستامن هدایه ومجتبی درر وغیرهما ۔ نہ قتل کیا جاے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم
نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اوسکی برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قیام ہونے مبیح کے کذا فی
الهدایه والمجتبی والبحر وغیرها ہم اباحت خون کی وجہ کفر ہی جو باعث ہی حرب کا اسواسطے کہ مستامن رجوع دار الحرب کا قصد رکھتا ہی قال المصنف

ينبغي ان يعول على الاستحسان لتصريحهم بالعمل به الا في مسائل مضبوطة ليست هذه منها وقد اقتصر منلا خسرو في متنه على القياس انتهى يعني فتبعه المصنف رحمه الله على عادته قلت ويعضده عامة المتون حتى الملتقى مصنف نے شرح مين كہا اور سزاوار يون ہے كہ استحسان پر اعتماد كيا جاوے بسبب تصريح كرنے علما كے استحسان پر عمل كرنيكا اگرچہ مسائل مضبوطہ مين كہ يہ مسئلہ اونمين سے نہين ہے اور البتہ ملا خسرو نے بھی متن يعنی درر مين قياس پر اقتصار كيا ہے انتہى كلام المصنف يعنی سو مصنف بھی درر كا تابع ہوگيا اپنی عادت كے موافق اور عمل بقياس كی تائيد كرتے ہين اكثر متون فقہ كی ملتقى الابحر تك ويقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبي والصحيح بالاعمى والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأة بالاجماع اور قتل كيا جاويگا ہوشيار بدلے ديوانے كے اور بالغ بدلے صغير كے اور صحيح البدن آنكھ والا بدلے اندھے اور طويل المرض اور ناقص الاطراف يعنی لولے لنگڑے كے بدلے اور مرد بدلے عورت كے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد اوس مرد كو قتل كرے جسكے دونون ہاتھ پانو اور دونون كان اور ذكر يعنی نازہ اور فوطے مقطوع ہين اور آنكھين اوسكی پھوٹی ہين تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدليل عمومات اور اسواسطے كہ قاتل اور مقتول عصمت دم مين برابر ہين اور معتبر عصمت ہی كی مساوات ہے اور امور جزئيہ كی مساوات ہو تو قصاص كا باب بند ہوجاويگا كذا في المطلوب والفرع باصله وان علا لا عكسه خلافا لمالك فيما اذا ذبح ابنه ذبحا اور شاخ بدلے اپنی جڑ كے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور كی ہو نہ برعكس اسكے يعنی اصل بدلے فرع كے مقتول نہوگی برخلاف امام مالك كے اوس خاص صورت مين جبكہ باپ اپنے فرزند كو ذبح كرے ذبح كا كرنا ہم يعنی اگر والد اپنے ولد كو قصدا قتل كرے تو امام مالك كے نزديك باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار يا چھری پھينك مارے اور ارادہ قتل كا نكرے تو قصاص نہين اور جواہر مالكيہ مين ہے كہ اشہب نے كہا كہ والد بدلے ولد كے كسی حال مين مقتول نہين ہوتا اس شبہہ سے كہ حديث مين ثابت ہے انت ومالك لابيك يعنی تو اور تيرا مال تيرے باپ كا ہے كذا في العيني تو ظاہرا قصاص والد كی روايت امام مالك كے مذہب مين معتمد نہين والا كتب مالكيہ مين نفی قصاص علی العموم مذكور نہوتی والله اعلم اى لا يقتص الاصول وان علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام في نفس او اطراف بفروعهم وان سفلوا لقوله عليه الصلوة والسلام لا يقاد الوالد بولده يعنی اصول كا قصاص نليا جاويگا بدلے اونكے فروع كے نہ جان مين نہ اطراف مين اگرچہ اصول دور كی ہون مطلقا اور اگرچہ اصول عورتين ہون ماں كی جانب سے اور اگرچہ فروع بعيد ہون بدليل قول نبی عليہ الصلوة والسلام كے كہ قصاص نہين ليا جاتا باپ كا اوسكے بيٹے كے بدلے ہم يعنی دادا دادی نانا نانی اصول كا قصاص نہين تو اگر باپ بيٹے كو يا دادا دادی پوتے كو يا پردادا پردادی پروتے كو يا ماں اپنے بيٹے كو يا نانی اپنے ناتی كو يا پرنانی پرناتی كو قتل كرے تو قصاص قاتل كا نہوگا اور اگر بيٹا اپنے باپ يا دادا دادی يا پردادا پردادی كو يا بيٹا اپنی ماں كو يا نانی يا پرنانی كو قتل عمدا كريگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عينی نے كہا حديث لا يقاد الوالد بولده ترمذی اور ابن ماجہ مين عمر فاروق رض سے مروی ہے وهو وصف معلل بالجزئية فيتعدى لمن علا لانهم سبب في احيائه فلا يكون سببا لافنائهم اور وہ يعنی والديت ايسا وصف ہے جس سے جزئيت كی علت ثابت ہوتی ہے يعنی توليد عدم قصاص كی علت ہے تو يہ وصف توليد كا اصول عاليہ كو بھی متعدی ہوا اسواسطے كہ اصول اسباب ہين فرع كے زندہ كرنے مين تو فرع اونكے فنا كا سبب نہوگا ہم ولہذا ولد كو جائز نہين اپنے باپ كو قتل كرنا اگر اوسكو صف كفار مين پاوے يا اوسكو زانی محصن ديكھے يا مرتد پاوے كذا في الهداية وحينئذ فتجب الدية في مال الاب في ثلث سنين لان هذا عمد والعاقلة لا تعقل العمد وقال الشافعي تجب حالة كبدل الصلح زيلعي وجوهرة وسيجي في المعاقل اور جبكہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغيرہ اصول كے مال مين ديت واجب ہوگی تين برس كے اندر اسواسطے كہ يہ قتل عمد ہے اور مددگار نہين ديت عمد كی واجب ہوتی امام شافعی نے كہا كہ اصول پر نقد ديت واجب ہے بدل صلح كی مانند چنانچہ زيلعی اور جوہرہ مين ہے اور اسكی تفصيل كتاب المعاقل مين آويگی ہم اور اگر اصول خطا كی راہ سے فروع كو قتل كرين تو ديت مددگار و نپر واجب ہوگی اور قاتل پر كفارہ كذا في العالمگيرية وفي الملتقى ولا قصاص على شريك الاب او المولى او المخطي او الصبي او المجنون وكل من لا يجب القصاص بقتله كما تقرر من عدم تجزي القصاص فلا يقتل العامد عندنا خلافا للشافعي برهان اور ملتقی مين ہے اور قصاص نہين باپ يا مالك يا مخطی يا صغير يا مجنون كے شريك قتل پر اور جسكے قتل كرنے سے قصاص واجب نہين اوسكے شريك پر يعنی اگر شخص اجنبی باپ كا شريك ہوا اوسكے فرزند كے قتل مين يا مالك كا شريك ہو اوسكے غلام كے قتل

میں باعتبار ملک شریک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور سوائے اوسکے مخطی کی مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے
تو قاتل عمد بھی مقتول نہوگا ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سید بعبدہٖ ای بعبد نفسہ ومدبرہٖ ومکاتبہٖ وعبد ولدہٖ
لان اداخل تحت قولہم ومن ملک قصاصاً علی ابیہ سقط کما سیجیٔ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے
فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے فقیہوں کے اس قول کی تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ
چند سطر کے بعد آویگا م مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم
مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی ق ولا بعبد یملک بعضہ
لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں م جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل
قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ق ولا بعبد الرھن حتی
یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں م یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے
قصاص نلیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع
عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے ق وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرہ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیاً للکافی
کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہوں کذا فی الجوہرہ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت
جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح م یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو
بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیہ عن الظہیریہ انہ اقرب
الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنا مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ
اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کیواسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل
عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل
القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبضہ
مشتری سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول
ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلے اوسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ ق ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمداً الا حاجۃ
لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسید وان اجتمعا للاختلاف الصحابۃ فی موتہ حراً او رقیقاً فاشتبہ
المولی فاذ تفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اوس مکاتب کے جو عمداً مقتول ہوا وفا ربدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور
مولے ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اوسکے ولی میں اس اختلاف کے سبب سے شبہہ
پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسیطرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح
نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے م علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب
مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولے ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے
اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثاً غیر سیدہ سواء ترک وفاء او لا او ترکہ وارثاً ولا وفاء اقاد سیدہ
لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوائے اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث
کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے میں ق وفی ادی الشھید لا ثم

بخلاف محمدؒ اور مکاتب کی چار صورتین سے پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا اور پہلی صورت یہہ ہی کہ مکاتب بدل کتابت ادا کردے اور وارث اور مولے کو چھوڑ جاے
دوسری صورت یہہ ہی کہ مکاتب کا کوئی وارث مولے کے سوا نہین ہے اور بدل کتابت موجود ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ سواے مولے کے کوئی وارث نہین اور بدل
کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہی مگر بدل کتابت موجود نہین علی قاری نے کہا شاید کہ یون کہنا صواب تہا وفی ثانیۃ الصور الاربع
خلاف محمد یعنے صور اربع مین سے دوسری صورتمین خلاف ہی محمد کا چنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی یعنی جب مولے کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود
ہو تو محمد کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے ویسقط قود قد ورثہ علی ابیہ ای اصلہ لان الفرع لا یستوجب العقوبۃ علی اصلہ
اور ساقط ہو جاتا ہی وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع ہو
ہو تو قصاص ساقط ہی اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث یہہ
دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہی باپ کا تو جیسی حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولے جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اوسیطرح شبہہ ملک باعتبار ظاہر کے
مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورتہ ای المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ابا امرأتہ مثلا ولا وارث لہ غیرہا ثم ماتت المرأۃ فان ابنہا
منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فیسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفۃ وان اتحد الحکم
کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہہ ہی کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سواے اوسکی بیٹی کے جو زوجہ ہی قاتل
کی پھر وہ عورت وارث مرگئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اوس قصاص کا جو واجب ہی اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا
اوس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اوسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے
واسطے ابتداءً ہوتا ہی نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونو صورتونمین سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ یہہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین
ہی صدر الشریعۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہی اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوہرۃ لو عفا المجروح او وارثہ قبل موتہ صح استحسانا
لانعقاد السبب لہما اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کردے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد
ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اوسکے وارث دونون کیواسطے ہی قیاس یہہ تہا کہ عفو مجروح صحیح نہوتا اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتداءً ہی وارثون کیواسطے
ثابت ہی اسواسطے کہ اگر ابتداءً اوسکو ثابت نہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کردیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا
ہے اور وارث قائم مقام اوسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی الطحطاوی عن المنح مختصرا لا قود بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین
لما مر انہ من الخطاء وانما اعادہ لیبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہین ہی مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر
مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین کہ فصل اول مین مذکور ہو چکا کہ یہہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا کہ
اوسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہی یعنی قاتل کے مددگار و شریر زیت ہی قالوا ہذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین
لا یجب شیء لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم قلت فاذا کان مکثر سوادہم فہو منہم وان لم
یکن یدیتہم فکیف بمن تزیی فالۃ الزاہدی ثم قال للمصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتلہ فینبغی الا یقدم علی قتلہ فاذا قتلہ ینبغی
فلا شیء علی القاتل واللہ اعلم علما نے کہا کہ یہہ مسئلہ مذکورہ یعنی کفارہ اور دیت واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مسلمان اور کفار ملے ہوے ہون ہے اور دلیل یہہ کہ
اگر مسلمان مشرکین کی صف مین ہو تو اوسکو مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھہ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت ہے تو [illegible] مشرکون کے [illegible] سبب سے یعنی اوسکا
خون معصوم نہ رہا [illegible] ہوگیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑہاوے وہ شخص اوس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا
بڑہانیوالا کافر قوم مین داخل ہوا اگرچہ اونکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافرونکا سا لباس اختیار کرے جو اونکی وردی ہی یہی یہہ کہا
زاہدی نے مصنف نے شرح مین کہا تو اگر ایک جن اوس جانور کی شکل بنجاوے جس جانور کا قتل کرنا مباح ہی چنانچہ [illegible] اوسکے قتل کرنے پر پیش قدمی لائق ہی پہر جبکہ

ظاہر ہوا کہ وہ سانپ حقیقت میں جو تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتله بغیره خلافاً للشافعی

اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک

اوسیطرح قتل کا قتال ہوتا ہے جسطرح اوسنے مقتول کو مارا ہم کہتے ہیں حدیث صدیق اکبرؓ سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہ الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس

وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایہ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبه صرح فی جامع المضمرات

حیث قال والتخصیص باسم العدد لا یمنع الحاق غیرہ به الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیه الصلوٰۃ

والسلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیة من له قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتله بحجر او بنوع اخر عزر وکان

مستوفیاً یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسکی

تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الجامع میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو

وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اوسکو پتہر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ

شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانیوالا ہوگیا انتہی کلام السراجیة تو یہہ محمول ہی اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم

وللاب المعتوہ القود تشفیاً للصدر واذا ملکه ملک الصلح بالاولی لا العفو مجاناً بقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبه لانه ابطال حقه

ولا یملکه اور فرزند ناقص العقل مدہوش کی قطع ید اور اوسکے قرابتدار کے قتل کے بدلے اوسکے باپکو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہی تشفی صدر

اور تسکین دل کیواسطے اور جبکہ اوسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کردینے کا یعنے اوسکو قطع اور قتل میں مفت

معاف کردینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کردینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کردینا ہی اور باپ بطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہی جو

بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو اہل ہند بہولا اور بھوندو بولتے ہیں اور اوسکے قرابت دار سے مراد اوسکا اخیافی بھائی اور اوسکی ماں

اور بیٹا ہی باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اوسکا باپ اوسکی قائم مقام ہوا اسلئے کہ مزید شفقت کے سبب سے اوسکی تشفی

خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقییدہ صلحه بقدر الدیة او اکثر منه وان وقع باقل منه لم یصح الصلح وتجب الدیة کاملة

لانه انظر للمعتوہ اور شرط ہی باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اوس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی

اسلئے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہی مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح لکن قتل ولا ولی له للحاکم قتله والصلح

لا العفو لانه ضرر للعامة اور قاضی باپ کی مانند ہی جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اوس شخص کی کہ مارا گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں تو

حاکم کو اوسکے قاتل کے قتل کرنیکا اور مال پر صلح کرنیکا اختیار ہے نہ مفت معاف کردینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کردینے میں [illegible] عوام خلق کا ضرر ہے

والوصی کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیة وله القود فی الاطراف استحساناً لانهم یسلک بها مسلک الاموال اور وصی

مدہوش کے حق میں اوسکے بھائی کی برابر ہے کہ فقط صلح کرسکتا ہی اوسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت اور وصی کو مدہوش کی اطراف میں قصاص

لینا استحساناً جائز ہے اسواسطے کہ اطراف بمنزلہ اموال کا طریقہ سلوک ہی والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل نابالغ کا حکم مدہوش کی مانند تمام

احکام مذکورہ میں ہے یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اوسکے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپکو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہی معاف

کردینے کا اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کرسکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود

قبل کبر الصغار خلافاً لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملاً ثبت لکل علی الکمال کولایة انکاح وامان اور مقتول

کے بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہی صغیر وارثوں کے جوان ہونیسے پہلے بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک قصاص موقوف ہے صغیر ہوش

جوان ہون اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو چیز قسمت پذیر نہین جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جاے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے
جیسے نکاح کردینے اور کافر کی پناہ دینے کی ولایت ہم شی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسے قرابت سبب
کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے مین تو ہر وارث کو استیفاء قصاص مین اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضی رضی
مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونیکا انتظار نہوا تہا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سی مسلم
اسیر و لا الحربی نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک العود حتی یبلغ
الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہین تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی
تو اس صورت خاص کو یاد رکہنا چاہیے ہم ابوالسعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمین خلل
ہے کہ وہ کبیر مراد ہی یہان جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اوسکی یون بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہون زوجہ اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ
ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اوس شخص نے قتل کیا جو
اجنبی ہو مقتول سی یعنی اوسکا وارث نہین ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد مین قصاص واجب ہی اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہی بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس
فصل کے اول مین گذر گیا یعنی ہرچند قاتل اول کا خون مباح ہو مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہین لہذا اجنبی قاتل اوسکے
بدلے مارا جائیگا والدیۃ علی عاقلتہ اے القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگارون پر واجب ہی قتل خطا مین ولو قال
ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی جزم بہ فی البزازیہ اور اگر مقتول کے وارث نے
قتل اجنبی کے بعد کہا مین نے اوس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنیکا امر کیا تہا اور اوسکے اس قول پر گواہ نہین تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل
کیا جاویگا ہم بزازیہ مین ہی کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل
مامور پر ضمان لازم نہوگا اسصورتمین جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنیکا دعوی کیا اور وارث نے اوسکی تصدیق کی
تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار رجل فعطب فیہا شخص فقال رب الدار
کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ
برخلاف اوس شخص کے جسنے کنوان کہودا دوسرے کے گہر مین سو آدمی اوسمین گرکے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ مین نے کہودنیوالے کو کہودنیکا امر کیا تہا تو صاحب
خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا فی الحال مالک ہی یعنی بالفعل اپنے گہر مین کنوان کہدوا سکتا ہی وجود محل
سبب ہے لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام مین کہ مین نے قتل کا حکم دیا تہا اسواسطے کہ وہان ابتداء امر بالقتل
فی الحال متصور نہین بسبب فوت ہوجانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہی تصدیق اور عدم تصدیق کا ہم قاعدہ مذکور یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت
کرے مثلا یون اظہار کرے کہ مین نے زوجہ مطلقہ سی رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہی اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق
کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہین اسوجہ سی کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق
بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط راسا کما لو مات القاتل حتف انفہ اور ظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت
محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورتمین ساقط ہوجاتا ہی جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرجاوے بدون قتل کرنیکے
ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول مین سی کسی وارث نے قصاص لیا تو اوسپر کچہہ ضمان لازم نہوگا یعنی نہ قاتل کیواسطے
اور نہ باقی وارثون کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی ہو فی الدرر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الاخر ان علم ان عفو
بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتلہ عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل

علے الناس اور درر اور مجتبے میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہہ
جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اوسکو یہہ معلوم نہیں تو اوسپر قصاص
نہیں اور اوسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو
قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ اوس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو ھم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ
سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل و غیر صریح ہے لہذا اوسمیں بصورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسکی صورتمیں فقط قصاص ہے نہ دیت

جَرَحَ انسانًا و ماتَ المجروحُ فاقامَ اولیاءُ المقتولِ بیّنةً انّه ماتَ بسببِ الجرحِ واقامَ الضاربُ بیّنةً انّه برئ من الجراحةِ و
ماتَ بعدَ مدّةٍ فبیّنةُ ولیِّ المقتولِ اَولیٰ کذا فی معینِ الحکّامِ معزیًا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے
گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہوگیا تہا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہیں
کذا فی معین الحکام عن الحاوی اَقامَ اولیاءُ المقتولِ البیّنةَ علی انّه جرحه زیدٌ وقتلَه واقامَ زیدٌ البیّنةَ علی انّ المقتولَ قال انّ زیدًا لم یجرحنی
ولم یقتلنی فبیّنةُ زیدٍ اَولیٰ کذا فی المشتملِ معزیًا لمجمعِ الفتاویٰ ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ
قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تہا کہ زید نے مجکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ھم اسواسطے کہ زید کے
گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قالَ المجروحُ لم یجرحنی فلانٌ ثم ماتَ المجروحُ لیسَ لورثتِه الدعویٰ علی الجارحِ بهذا السبب
مطلقًا وقیلَ انِ الجرحُ معروفًا عندَ القاضی او الناسِ قُبلت قنیه مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پہر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثوں کو
زخم لگانیوالے پر اس سبب سے دعویٰ نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اوسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعویٰ وارثوں کا
مقبول ہے کذا فی القنیہ و فی الدُرر عن المبسوطِ لو عفا المجروحُ او الاولیاءُ بعدَ الجرحِ قبلَ الموتِ جازَ العفوُ استحسانًا اور درر میں مبسوط سے
منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ھم یہہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہوگیا
وفی الوهبانیة جریحٌ قال قتلنی فلانٌ وماتَ فبرهنَ وارثُه علی آخرَ انّه قتلَه لم تُسمع لانّه حقُّ المورّثِ وقد اکذبهم اور وہبانیہ میں ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہہ
حق ہے مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جہوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلانٌ وماتَ فبرهنَ ابنُه علی ابنٍ آخرَ انّه جرحه خطأً
قُبلت لقیامِها علی حرمانِه لا الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اوسنے
خطاً اوسکو زخمی کیا تہا تو یہہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اوسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاه سمًّا حتی ماتَ ان دفعه الیه حتی اکل
ولو لم یعلم به فماتَ لا قصاصَ ولا دیةَ لکن یحبس ویعزّر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکی طرف کر دیا یہانتک کہ اوسنے
خود کہا لیا اور وہ زہر کو نجانتا تہا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرَه السمَّ اِیجارًا
یجبُ الدیةُ علی عاقلتِه اور اگر زہر اوسکے حلق میں زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگاروں پر وان دفعه فی شربةٍ
فشربه وماتَ منه فکالاوّلِ لانّه شربَ باختیارِه الّا انّ الدفعَ خدعةٌ فلا یلزمُ الّا التعزیرُ والاستغفار خانیہ اور اگر اوسکو زہر شربت
کے اندر ملاکر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول
نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا ہے جبر سے مگر یہہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھہ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیہ وان قتلَه بمرٍّ وهو
ما یعمل به فی الطین یقتصّ ان اصابَه حدُّ الحدیدِ او ظهرُه وجرحَه اجماعًا کما نقلَه المصنفُ عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پہاوڑی
اور مٹی سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اوسکی پیٹھہ لگی اور اوسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہی شارح نے کہا کہ مراد نفیس سے وہ ہتھیار ہی جس سے مثلی کا کام کیا جاتا ہی یعنی پھاڑنا وغیرہ ہم اور اگر پھاوڑی کے دستہ سے قتل کرے تو قاتل پر دیت ہی نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بہ نیزہ ٹھہرے تو تلوار کی مانند ہی صاحبین کے نزدیک اور کوڑی کی ما نند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن الاتقانی و لا یصیبه حده بل قتله بظهره و لم یجرحه لا یقتص فی روایة الطحاوی و ظاهر الروایة انه یقتص بلا جرح فی حدید و نحاس و ذهب و نحوها و عزاه فی الدر للقاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصة ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لو بالعود جرح ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ یا اڑہ کیطرف سے اوسکو نہیں لگا بلکہ اوسکو اوسکی پیٹھ کیطرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت مین امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہی بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور ما نند اونکی چیزوں سے کاہم جنس ہی اور اس قول کو در مین قاضی خان کیطرف نسبت کیا ہی لیکن مصنف نے شرح مین خلاصہ سے یہہ نقل کیا ہی کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہی امام کے نزدیک وجوب قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے و فی المجتبی ضربه بسیف فی غمده فخرق السیف الغمد و قتله فلا قود فیه عند ابی حنیفة اور مجتبی مین ہے اوس تلوار سے مارا جو اپنی میان کے اندر ہی سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اوسمین قصاص نہین قاتل پر امام کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہی حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہین کہ قاتل نے زخم کرنیوالے ہتھیار سے اوسکو نہین مارا کالخنق و التغریق خلافا لهما و الشافعی جیسے گلا دابکر مارنے اور ڈبونے مین قصاص نہین برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی مین ڈبودے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالبا نہین مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکلجانے سے غالبا اور وہ مرگیا تو یہہ خطاء عمد ہے سبکے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اسطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ اوسکے ہاتھ پانو بستہ نہین ہین اور وہ خوب تیراک ہو تو یہہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہو تو امام کے قول پر یہہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہین اور صاحبین کے قول پر یہہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہم کذا فی العالمگیریة عن المحیط و لو ادخله بیتا فمات فیه جوعا لم یضمن شیئا و قالا یجب الدیة اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری مین سو وہ اوسمین گرسنگی سے مرگیا تو قاتل پر کچھہ تاوان لازم نہین اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان مین محمد سے منقول ہم کہ اوسپر عقاب بھی کرنا چاہیئے و لو دفنه حیا فمات عن محمد یقاد به مجتبی بخلاف قتله بموالاة ضرب السوط کما یجی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مرگیا محمد سے روایت ہے کہ اوس سے قصاص لینا چاہیئے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہہ مسئلہ عنقریب آئیگا ظہیریہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہی کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہی کذا فی العالمگیریة و فیه لو اعتاد الخنق قتل سیاسة و لا تقبل توبته لو بعد مسکه کالساحر اور مجتبی مین ہے کہ اگر گلا دابکر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیئے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اوسکی توبہ مقبول نہین اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہین ہم معلوم ہوا کہ ٹھگون کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اونکو پھانسی مارنے کی عادت ہی یہی اونکا پیشہ ہم و فیه قمط رجلا و طرحه قدام اسد او سبع فقتله فلا قود فیه و لا دیة و یعزر و یحبس الی ان یموت زاد فی البزازیة و عن الامام علیه الدیة اور مجتبی مین ہے کہ ایکمرد کے ہاتھ پانون باندھے اور اوسکو شیر یا درندہ جانور کے آگے ڈالدیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو اوسمین قصاص اور دیت نہین اور باندھنے والیکو تعزیر دیجاوے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مرجاوے یعنی اوسکو دایم الحبس کرنا چاہیئے اور بزازیہ مین اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت یہہ ہم کہ باندھنے والے پر دیت ہی ہم اسیطرحکا حکم ہے اگر آدمی اور درندہ یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری مین داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اوسنے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھہ داخل کیا یا کوٹھری مین سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھہ یہہ ستم ہوگا تو جا پر دیت ہی کذا فی العالمگیریة و لو قمط صبیا و القاه فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلته الدیة اور اگر صغیر کے ہاتھہ پانون بند کر کے دھوپ یا سردی مین ڈالدیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو قاتل کے برادران پر دیت ہی ہم اور جوان مرد صغیر کی مانند ہی اس حکم مین کذا فی العالمگیریة و فی الخانیة قمط رجلا و القاه فی البحر فرسب و غرق کما القاه فعلی عاقلته الدیة عند ابی حنیفة و لو سبح ساعة ثم غرق فلا دیة لانه غرق بعجزه و فی الاول هلک بطرحه فی الماء اور خانیہ مین ہے کہ ایکمرد کے ہاتھہ پانون باندھے اور اسکو دریا مین ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہوگیا اور ڈوب گیا پھر ڈالنیکے تو باندھنے والے اور گرانے والیکے برادرون

دیت ہے امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور ان صورتوں میں اوسکو پانی میں گرا دینے سے ڈوبا
قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے
میں سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اسصورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مقتول بحکم میت کے ہے ھ تو اگر
مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة
ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع
میں تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ھ خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک
نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا کذا فی العالمگیریة تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی
نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا
واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بحديدة وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل
قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ
باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اوسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے
ھ قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اور اگر شق دوسری جانب تک نفوذ ہوگئی
تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریة ومن جرح رجلا عمدا فصار
ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر
سے چنگا ہوکر نہ اوٹھا اور مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کاٹنا اور زخم سے چنگا ہوجانا
یعنے اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انه لو
عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہہ ذکر کیا ہے کہ مجروح نے یا اوسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا
تو یہہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا
والا ففعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر
زید کا قتل عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اوسکے برادری پر دیت ہے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اوسکے سر میں زخم لگایا اور
شیر اور سانپ نے بھی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریة عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل
زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ
کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اوسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں
نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہیں دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب
ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل
الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے
شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بھی فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کی مانند تو اسصورت میں زید پر نصف دیت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلئے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی
باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث عبر عليه

الوقایۃ وقال ویجب دفع من شهر سیفا علی المسلمین ولو بقتله ان لم یمکن دفع ضرره الا به صرح به فی الکفایۃ ای لانه من باب دفع الصائل صرح به الشمنی وغیره ویأتی ما یؤیده اور جسنے تلوار میان سے نکالی مسلمانون پر اوسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب ہے بعد ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اوسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ نوبت اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ مین یعنے اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم ہے یعنی حملہ کرنیوالے کی دفع کی مانند ہی تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا ہم ابن کمال کے کلام سے قتل نے اکمال الطرق شمار کے علما ہی تصریح اسکی نہین اسواسطے کہ دفع مین توقف نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تہا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتله بخلاف الجمل بمنزلہ اصل اور تلوار نکالنے کے قتل مین کچھہ نہین اوسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے اور وہ اوسکو مار ڈالے توہرچند اوسکے قتل مین گناہ نہین لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شهر سلاحا علی رجل لیلا او نهارا فی مصر او غیره او شهر علیه عصا لیلا فی مصر او نهارا فی غیره فقتله المشهور علیه اور کچھہ نہین اوسکے مار ڈالنے سے جسنے اوسپر ہتھیار نکالا اور اوٹہایا ایکمرد پر رات مین یا دن مین خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل مین یا اوسپر لاٹھی اوٹہائی رات کو شہر مین یا لاٹھی اوٹہائی دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ مین سو اوسکو مار ڈالا اوسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اوٹہائی ہم یہہ مسئلہ عین مسئلہ سابقہ کے ہے اسواسطے کہ وہان جماعت مسلمین پر تلوار کھینچی اور یہان ایکمرد پر ہتھیار کھینچنے والیکے قتل مین کچھہ نہین مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار دیر نہین ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اوٹہانے والیکے قتل مین راتکو شہر مین یا دنکو جنگل مین کچھہ نہین اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن مین گھس نہین جاتی لیکن شہر مین راتکو اور جنگل مین دنکو مظلوم کی فریادرسی اور مدد نہین ہوسکتی ہان اگر دنکو شہر مین لاٹھی اوٹہانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن مین نہین گھستی اور شہر مین دنکو فریادرسی اور مددگاری منقطع نہین کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شهر المجنون علی غیره سلاحا فقتله المشهور علیه عمدا یجب الدیة فی ماله اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص نہین ومثله الصبی والدابة الصائلة وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانه لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہین سب صورتون مین یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل مین اسواسطے کہ یہہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہین تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اونکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب سے لہذا اگر مجنون یا صغیر کسیکو قتل کرے تو قصاص نہین یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کرے تو اوسپر تاوان نہین پھر جب اونکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے اونکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربه الشاهر فانصرف وکف عنه علی وجه لا یرید ضربه ثانیا فقتله الآخر ای المشهور علیه او غیره کذا عممه ابن الکمال تبعا للکافی والکفایة قتل القاتل لانه بالانصراف عادت عصمته قلت فتحرر انه ما دام شاهر السیف یضربه بلا قتل فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر تلوار اوسپر سے باز رہا اسطرح پر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہین رکہتا سو دوسرے نے اوسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تہی اوسنے مارا یا اوسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسطرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہو کر تو اوسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والیکے خون کی عصمت پھر ثابت ہو گئی پلٹجانیکے سبب سے مین کہتا ہون تو یہہ امر منقح ہو گیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہے اور نہین تو مارنا درست نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہین اسواسطے کہ گاہی انسان برہنہ شمشیر پیٹھ پھیرے بہاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہین رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی ابتدا ضرب کی دلیل نہین ہوسکتی ومن دخل علیه غیره لیلا فاخرج السرقة من بیته فاتبعه رب البیت فقتله فلا شیء علیه لقوله علیه الصلوة والسلام قاتل دون مالك اور جو ایک شخص کے گہر مین غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گہر سے نکال لے اور صاحب خانہ اوسکا پیچہا کر کے مار ڈالے اوسکو

مار ڈالے تو اوسپر کچھہ نہین نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے آس پاس ہم نسائی مین مخارق سے روایت ہو کہ ایک مرد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیجاوے فرمایا کہ بنام خدا اوسکی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب
سے اوسکو ڈرا سو اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ بولا کہ اگر
حاکم مجسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ
اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے
کا ارادہ رکہتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سواے مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ وفی الصغری قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ
ولا یقتلہ اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقاتلہ کرے لیکن
اوسکو قتل نکر ڈالے ہم لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کے من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے درپے پر مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الملتقط من ح السعود وہل یقبل قولہ انہ کان لا
بینۃ نعم ولہ فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ
اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تہا یعنی پہر بہی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور
ہے تو قاتل سے از راہ استحسان قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ ہذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ
طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوسوقت ہے جبکہ
صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا یعنی للکاریگا تو سارق اوسکے مال کو ڈالدیگا اور اگر یہہ جانا کہ للکارنے سے مال کو چہوڑ بہاگیگا پہر باوجود اوسکے اوسکو
قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ
بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دفع
پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے ہم اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہرا قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث
مذکور کی دلیل سے کذا فی الملتقط ومباح الدم لجا الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام و
الشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فحینئذ یقتل خارجہ مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی
حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کہانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گہبرا جاوے بہوک پیاس
کے مارے سو آپ نکلجاوے حرم سے تو اوسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فیما دون
النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین تو اموال
کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشأ القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی
السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج
کی شرح مین مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود
لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین بقول صحیح اسواسطے کہ
اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے ہم ہرچند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہو گیا
اور قصاص مین شبہہ بحکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ فتلزمہ الدیۃ استحسانا کما فی البزازیۃ عن الکفایہ اور اسیطرح
قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بہائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے ہم طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل مقتول بیٹے کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر اقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا ھ یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ یہہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بألف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی ہے نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ للابن اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپکو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے وفی اقطع یدہ فقطع یداہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اوسنے اوسکا ہاتھ کاٹا تو قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشیء علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اوسنے اوسکا سر پھوڑا تو اوسپر کچھہ نہیں پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل میں دیت بھی قصاص کی مانند واجب نہیں اور اس قولکو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہہ ہے کہ قول اول لیجے سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہوگیا ہے شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں

کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھ کاٹ سو اوسنے اوسکو قتل کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق ھ اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں ابتذال جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ ومات لان الاطراف کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پانوں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہیں تو امر کرنا اونمیں صحیح ہوگا ھ سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہے اوسمیں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال قطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطعہ یجب الارش فی مالہ لا القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہہ کپڑا یا یہہ درہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھہ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیۃ

فروع

مسائل متفرقہ شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اوس شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تملیک جاری نہیں ھ اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل من القصاص وارث کا معاف کردینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ھ عفو وارث سے قاتل کی برأت ہوجاتی ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برأت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیۃ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکردے کذا فی الوہبانیۃ ھ یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر نکرے اور یہہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کردے کہ یہہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ الامام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کی مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہاء نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ھ یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لئے امام شرط ہے نہ قصاص کیواسطے محیط میں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عمداً اور اوسکا ایک وارث ہے تو اوسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا ندیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اوسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجائیگی مگر اوسپر تاوان نہیں اور کسیطرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا

في العالم كبرى ويتاتى في قاعدة الحدود تندرأ بالشبهات القصاص كالحدود الا في سبع يجوز القضاء بعلمه في القصاص
دون الحدود ١ اور اشباه مين الحدود تندرأ بالشبهات كے قاعدے مين ہے كہ حدود كى مانند قصاص ہے مگر سات صورتون
مين پہلى صورت يہ ہے كہ قاضى كو حكم كرنا اپنى دانست پر قصاص مين درست ہے نہ حدود مين م يہہ قول اسپر مبنى ہے كہ قاضى اپنے علم پر فيصلہ كرے سواى
حدود كے ليكن اب فتوى اسپر ہے كہ قاضى كو حكم كرنا اپنى دانست پر يعنى بدون شہادت كے مطلقاً جائز نہين كذا فى الحموى شرح الاشباه القصاص
يورث والحد لا ٢ قصاص مين ميراث جارى ہوا اور حد مين نہين م دوسرا قول يہ ہے كہ قصاص بھى موروث نہين كذا فى الحموى يصح عفو القصاص
لا الحد ٣ قصاص كا عفو كرنا صحيح ہے نہ حد كا م يہہ بعد مرافعہ كے محمول ہے اور قبل مرافعہ كے حد قذف كا عفو كرنا جائز ہے كذا فى حاشية ابى السعود والتقادم
لا يمنع الشهادة بالقتل بخلاف الحد سوى حد القذف ٤ مدت كا گذر جانا قتل مين شہادت كا مانع نہين برخلاف حد كے حد قذف كے سوا و
يثبت باشارة الاخرس وكتابته بخلاف الحد ٥ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے كے اشارہ سے اور اوسكے لكہنے سے برخلاف حد كے م صورت
اوسكى يہ ہے كہ مقتول كے پاس گونگا آيا اور اوسنے تلوار پكڑى اور اپنى ذات كيطرف اشارہ كيا يعنى مين نے اوسكو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگى كذا فى الطحطاوى تجوز الشفاعة فى القصاص لا الحد ٦ سفارش كرنا عفو قصاص مين جائز ہے نہ حد مين السابعة لا بد فى القصاص
من الدعوى بخلاف الحد سوى حد القذف انتہى ٧ ساتوين صورت يہہ ہے كہ قصاص مين دعوى ضرور ہے نہ حد مين مگر حد قذف مين البتہ دعوى ضرور ہے انتہى
فى الاشباه وفى القنية نظر فى باب دار رجل ففقأ الرجل عينه لا يضمن ان لم يمكنه تنحيته من غير فقئها وان امكنه ضمن اور قنيہ
مين ہے كہ ايك شخص دوسرے مرد كے گھر مين جھانكا دروازے كے اندر سے سو اوس مرد نے اوسكى آنكھ پھوڑ دى تو صاحب خانہ پر ضمان نہين اگر جھانكنے واليكا ہٹانا بدون
آنكھ پھوڑنے كے ممكن نہو اور اگر بدون اسكے وہ ہٹ سكتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعى لا يضمن فيهما اور امام شافعى نے كہا كہ آنكھ پھوڑنے
والے پر دونوں صورتون مين تاوان نہين م ابو ہريرہ كى حديث دليل ہے امام شافعى كى كہ آنحضرت صلے الله عليه وسلم نے فرمايا كہ اگر ايك مرد جھانكے بدون تيرے
اذن كے سو تو اوسكى آنكھ پھوڑ دے ٹھيكرى مار كر تو كچھ گناه نہين اور ہمارى دليل يہ حديث ہے كہ آنكھ مين نصف ديت ہے اور يہہ عام ہے ناظر خانہ اور غير ناظر كو اسليے
كہ اگر كوئى باب مفتوح سے نظر كرے يا گھر مين گھس كے كچھ لے تو بھى ستر جہت تلف نہين اور حديث ابو ہريرہ مبالغہ فى الزجر پر محمول ہے اور اگر حديث مذكور كو اوس ناظر پر محمول
كيجيے كہ كسى طرح نظر سے باز نرہے بدون آنكھ پھوڑنے كے تو منافات بالكل نہ ہو جائے ليكن مسئلہ آئندہ كے منافى ہے كہ وہ مطلق ہے اوسمين كچھ تفصيل نہين والله اعلم
كذا فى الطحطاوى مختصراً ولو ادخل رأسه فرماه بحجر ففقأها لا يضمن اجماعاً انما الخلاف فيمن نظر من خارجها اور اگر ايك شخص نے اپنا سر
اندر كر ديا سو صاحب خانہ نے اوسكو پتھر سے مارا سو اوسكى آنكھ كو پھوڑ ديا تو صاحب خانہ پر ضمان نہين كذا فى الطحطاوى عن البغية عن كنز الروس باتفاق حنفى اور شافعى كے
اختلاف حنفى اور شافعى تو فقط اوسصورت مين ہے جبكہ گھر كے باہر سے نظر كرے والله اعلم

باب القود فيما دون النفس

يہ باب ہے ماسواى جان كے قصاص مين يعنى اطراف انسانى كے بدلا لينے مين م قصاص مادون النفس ثابت ہے كتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالى (والجروح قصاص) حديث
مين ثابت ہے كہ ايك عورت نے جاريہ انصار كا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلے الله عليه وسلم نے قصاص كا امر فرمايا كذا فى العينى وهو فى كل ما يمكن فيه رعاية
حفظ المماثلة اور وه يعنى قصاص ماوراى النفس ہر ايك اوس عضو مين جارى ہے جہان حفظ مماثلت كى رعايت ممكن ہے يعنى جہان برابرى اعضاى ظالم اور مظلوم
كے نقصان كى ہوسكے وہان بدلا لينا جارى ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہين وہان قصاص نہين وہان ديت ہے يا كچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا م پھر جب رعايت مماثلت كى
بدلا لينے مين لازم ہوئى تو داہنا ہاتھ بائين ہاتھ كے بدلے نہ كاٹا جاويگا اور نہ باياں بدلے داہنے كے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ كے بدلے اور نہ عورت كا ہاتھ مرد كے
ہاتھ كے بدلے اور نہ مرد كا ہاتھ عورت كے ہاتھ كے بدلے اور نہ آزاد كا ہاتھ غلام كے ہاتھ كے بدلے اور نہ غلام كا ہاتھ آزاد كے ہاتھ كے بدلے اور نہ غلام كا ہاتھ
دوسرے غلام كے ہاتھ كے بدلے اسواسطے كہ غلام كے ہاتھ مين نصف قيمت واجب ہے اور قيمت غلامونكى مختلف ہوتى ہے اور قصاص نہين [illegible] مين اور نہ [illegible] كى كہال مين اور [illegible]
اور [illegible] اور [illegible] گوشت مين قصاص نہين اور نہ طمانچہ [illegible] مارنے مين اور قاطع كے اعضا كا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے كے قطع ہوگا

باب القود فيما دون النفس

اور سیاہ کے بدلے سیاہ اور شلی کے بدلے شلی کے اور خنصر کے بدلے خنصر کے اور بنصر کے بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتون مین برابری واجب ہے تو نیش کے بدلے نیش کے اور ڈاڑھ کے بدلے ڈاڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے اونکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی لقصاص ومیقاد

قطع الید عمدًا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والیکا عمدًا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمدًا گٹا کہنی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہین سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة انف لم یقد لامتناع حفظ المماثلة وھی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے مین ھ مبسوط مین ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمین قصاص ہے اوسی موضع مین اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین انتھے یعنی اسواسطے کہ کاہی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاے یا اوسمین زیادتی ہوجاے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکبر منھا لاتحاد المنفعة قصاص مین جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص مین چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہین جراحت راس کے سوا کیونکہ دونون عضو منفعت مین یکسان ہین کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسیطرح کا حکم ہے پانو مین اور ناک کے نتہنون مین اور کان مین ھ مارن جسم نرم غضروفی ہے ناکمین بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع مین قصاص ہے اور بعض کے قطع مین قصاص نہین اسیطرح اگر پانون اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع مین حکومت عدل ہے قول صحیح مین وکذا عین ضربت فزال ضوءھا وھی قائمة غیر منخسفة فیجعل علی وجھہ قطن رطب وتقابل عینہ بمراٰة محماة

اور اسیطرح قصاص لیا جاے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہین گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہو کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم کیا آئینہ رکھا جاے ھ یہہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبدالرزاق کی مصنف مین حکم بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اوسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاے پھر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاے تو اوسکا قصاص نہین بسبب متعذر ہونے مساوات کے وفی المجتبی فقاء الیمنی ویسری الفاقیء ذاھبة اقتص وترک اعمٰی اور مجتبی مین ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والیکی بائین آنکھ پھوٹی ہے موجود نہین تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی قلع عین حولاء اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگی کے پھوڑنے مین قصاص نہین ھ مجتبی مین ہے کہ اگر احول کی آنکھ مین حول مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقًا قصاص نہین انتہی تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ھو ایضًا فی کل شجة تراعی ویتحقق فیھا المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر مین بھی جسمین مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ مین ھ موضحہ وہ جراحت ہے جسمین سر یا چہرے کی کہال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکذا المساحة اور قصاص نہین ہڈی توڑنے مین سوائے دانت کے یعنی دانت مین قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونون دانت طول اور صباحت مین متفاوت ہون بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ھ اور حدیث جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہین غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنے ہڈیون مین قصاص نہین اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور مین مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لثاتہ وبہ اخذ

صاحب الکافی قال المصنف وبہ یفتی فی المجتبیٰ تو ظالم کا دانت اوکہاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اوکہاڑ اگیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا
جاوے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور ماوراے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص ساقط ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ
دانت کے اکھاڑنے مین کبھی بالکل کوا فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قولکو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
ہم طحطاوی نے کہا کہ مخطوط زیلعی ایضاح میں تقتد لہاتہ ہے اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہوگیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقتد لثاتہ ہے یعنی بجاے ہا و نون ثا مثلثہ ہے لثات
جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اوکہاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نچاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اوکہاڑنے سے مسوڑہون
مین اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبرد الی ان یتساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر
مکسور کا دانت توڑ اگیا ہو ہم ریتنا اوسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہین خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ د فی المجتبیٰ ویؤجل
حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاے پہر اگر دانت نہ جمآوے تو قصاص
لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم منتقی مین ہے جب دانت سے کچہہ توڑ اگیا تو ایک سال تک انتظار
کرنا چاہیے پہر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ بہر جاوے تو اوسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے
تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی تزوا مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبی فی الحول یجب پہر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہوگیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ
القلاع والطبیب وتحقیقہ اور اسیطرح دانت اوکہاڑنے کی مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاے دانت کی تحریک مین پہر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکہاڑنے اور طبیب معالجہ کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم محیط مین ہے کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہوگیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پہر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچہہ نہین اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدا تہی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تہی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے ذکر کیا وتؤخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل
انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت سے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و
امرأۃ وطرف حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہم
حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامونکی اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامونکی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات
لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین
واقرہ القہستانی والبرجندی ہم مین کہتا ہون یعنے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب
مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتہہ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق
ناقص پر اکتفا کر کے راضی ہو جاوے تو اسطرح کچہہ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد و غلام سے بدلا لینے پر اور عبد
اعلے کا مالک عبد ادنے سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قولکو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکہا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشہور معتمد ہے نہ یہ قول و طرف المسلم و الکافر سیّان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہین خونبہا کی مساوات کے
سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی و قال الشافعی کل من یقتل به یقطع به و من لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو
شخص قتل کیا جاتا ہی جسکے بدلے اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہی اوسکے بدلے اور جو قتل نہین ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہین ہوتا یعنی اونکے نزدیک مسلم کا قتل
نہین ذمی کے بدلے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہین اوسکے عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد لما مر اور قصاص نہین ہاتھ کے کاٹنے مین
نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہین ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہی مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفة
برئت اور قصاص نہین اوس جائفہ مین جو چنگا ہوگیا ہم جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پونہچگیا سینہ کیطرفسے یا پیٹھ یا پیٹ کیطرفسے تو گردن اور
حلق اور ہاتھ اور پانوںمین جائفہ نہین ہوتا لیکن فوطون اور مقعد مین جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری فان لم تبرأ فان سارية
یقتص والا ینتظر البرء او السراية ابن کمال پہر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہوگیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو جارح سے قصاص لیا جاویگا
اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیئے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلهما به یفتی شرح وهبانیه واقره المصنف لانه
ینقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضیخان بلزوم القصاص وجعله فی المحیط قول الامام ونصه قال ابو حنيفة ان قطع ذکره من
اصله او من الحشفة اقتص منه اذ له حد معلوم واقره فی الشرنبلالیة فلیحفظ اور قصاص نہین زبان اور ذکر کے قطع مین اگرچہ دونو جڑ سے قطع
ہوگئے ہون اس قول پر فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسیکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پہیلتا ہی یعنی تو قطع مین کمی بیشی محتمل ہے
مین کہتا ہون لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط مین اسکو امام کا قول قرار دیا ہی اور محیط کی عبارت یہہ ہی کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر
ذکر جڑ سے قطع ہوا یا حشفہ ہی سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوی اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اس اختلاف کو یاد
رکھنا چاہیئے ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ذکر کے قطع مین عمداً جڑ سے قصاص ہی اور اگر اوسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہین اور قطع زبان مین قصاص نہین انتہی
اور ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان مین ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور
عالمگیریہ مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع مین قصاص نہین اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنے امام محمد کی مبسوط مین ذکر یون ہے کہ اسمین قصاص نہین اور
ابو یوسف سے روایت یون ہی کہ اوسمین قصاص ہے مضمرات مین ہی کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم الا ان یقطع کل الحشفة فیقتص ولو بعضها لا
مگر یہہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاے تو اوسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہین بعض قطع ہوئی تو قصاص نہین ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہی نہ بعض کی
وہی یعنی مالو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا ویجب القصاص فی الشفة ان استقصاها بالقطع لامکان
المماثلة وان لا یستقصیها لا یقتص مجتبی وجوهرة اور قصاص واجب ہی ہونٹھ مین اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پونہچایا یعنی رگڑ کے
کاٹا کچھ باقی نرکہا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہین کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہوگا
عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومة عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کی قطع زبان مین حکومت عدل ہی ہم حکومت
عدل کی تفسیر کتاب الدیات مین معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹہرائی جاوی تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ دیت مسمی بحکومت عدل ہے
وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیه بین القود و اخذ الارش وهل
هذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یتخیر المجنی علیه بین اخذ المعیب
والدیة کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالیکا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص
اور دیت کے لینے مین وہ ہے [illegible] اور باقی ان اطراف مین جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور مقطوع
عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے مین مختار ہی چاہے عیبدار کو لیوے چاہے پوری دیت ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ ان صورتون مین ایفاء کمال حق ممتنع ہے

حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہہ اوسوقت ہی جبکہ قاطع قطع کیوقت لنجا ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتھہ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو جاے تو مقطوع
قصاص یا دیت لیا دیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھہ مین ثابت تہا سو ساقط ہوگیا بقدر ہلاک ہوجانے محل کے کذا فی الطحطاوی قال برهان الدین هذا لو
الشلاء ینتفع بها فلو لم ینتفع بها لم تکن محلا للقود فله دیة کاملة بلا خیار وعلیه الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا ہے یہ خیار
اوس شرط سے ہے کہ لنجے ہاتھہ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اوس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہین تو مقطوع کیواسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیه لا تقطع الصحیحة بالشلاء اور مجتبی مین ہے کہ صحیح ہاتھہ لنجے ہاتھہ کے بدلے قطع نہوگا ویسقط
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا وبعفو الاولیاء اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے ویصلحهم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثون کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو ھ اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اوسمین عوض کی کچہہ تعیین نہین کذا
فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کیصورت مین ویصلح احدهم وعفوه ولمن بقی من الورثة حصته من الدیة فی ثلث سنین علی القاتل هو الصحیح وقیل علی
العاقلة ملتقی اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچہہ نہین کیا وہ اپنا حصہ
پاویگا دیت سے تین سال کی مدت مین اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضون نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل و
سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذی اشترکا فیه علی الف ففعل المأمور الصلح عن دمهما فالالف علی الحر
والسید الآمرین نصفان لانه مقابل بالقود وهو علیهما سویة فبدله کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکمرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونو شریک تہے امر کیا سو مرد مامور نے دونون کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونون
امر کرنیوالون یعنی آزاد اور مولے پر آدہون آدہ ہین یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہین اور قصاص
دونو پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسطرح دونو پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مهلکا لان زهوق الروح یتحقق
بالمشارکة لانه غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجیء اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت مین سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسواسطے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہین یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک مین ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین چنانچہ عنقریب آتا ہے ھ دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضہ
نے پانچ یا سات مردون کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعاء اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد دیتے تو مین انکو قتل کرتا صنعاء شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الهدایه قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوک ساتہی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجائے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تہا اور کسکا کاری نہ تہا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاے اور
یہہ متصور نہین مگر موت سے پہلے تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامة قاسم
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہین چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح مین ہے ھ خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی
کا تو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگون پر تعزیر کذا فی الطحطاوی و فی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزهوق
الروح فاما اذا کانوا نظارة او مغرین او معینین بامساك واحد فلا قود علیهم اور مجتبی مین ہے کہ جماعت کے لوگ تو اوسیصورت سے
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکہتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہون یا قاتل کو ورغلانے
ہون یا قاتل کے مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگون پر قصاص نہین اور نہ اونپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی والاولی ان یعزروا

للجمع بلامِ العهدِ فانّه لو قتلَ فرداً جمعٌ احدهم ابوه او مجنونٌ سقطَ القَوَدُ قهستانی اور بہتر یہ تہا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف
کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ اونمین سے ایک باپ ہو مقتول کا یا کوئی اونمین دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی م یعنی
اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویُقتلُ فردٌ بجمعٍ اکتفاءً للباقین خلافاً للشافعی اِن حضروا لیقتلوہ اور قتل کیا جاتا
ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرتے قصاص فرد کے باقیون کیواسطے برخلاف شافعی کے م امام
شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیون کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات
اونکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے
کہ قتل اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فاِن حضرَ ولیُّ احدِہم
قُتِلَ لہ وسقطَ عندنا حقُّ البقیۃِ کموتِ القاتلِ حتفَ انفِہ لفواتِ المحلِّ کما مرّ پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسکے واسطے قتل ہوگا
اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے
چنانچہ گذر گیا قطعَ رجلانِ فاکثرُ یدَ رجلٍ او رجلَہ او قلعا سنّہ ونحو ذلک مما دونَ النفسِ جوہرہ دو شخصون یا زیادہ نے ایکمرد کا
ہاتھ یا پانو کاٹا یا دونون نے اوسکا دانت اوکہاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بانْ اخذا سکّیناً فامرّاہا علی یدِہ
حتی انفصلتْ فلا قصاصَ عندنا علی واحدٍ منہما او منہم لانعدامِ المماثلۃِ ہاتھ یا پانو اسطرح کاٹا کہ دونو شخصون نے چہری کو پکڑا
سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتھ یا پانو پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر اُن دو مین سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے
مماثلت اور مساوات کے م اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد
کیطرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل النفس بنفسٍ واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد
کیطرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایۃ وشروحہا لاَنّ الشرطَ فی الاطرافِ المساواۃُ
فی المنفعۃِ والقیمۃِ بخلافِ النفسِ فانّ الشرطَ فیہا المساواۃُ فی العصمۃِ فقط درر کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب سے
اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص
مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحد اور انفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص
ہوتا ہے وضمِنا او ضمِنوا دیتَہا علی عددِہم بالسّویّۃِ اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنی شمار کی برابر
وانْ قطعَ واحدٌ یمینَی رجلینِ فلہما قطعُ یمینِہ ودیۃُ یدٍ بینہما انْ حضرا معاً اور اگر ایکمرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو
اوسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدہون آدہ بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتہی حاضر ہون وانْ حضرَ احدُہما
وقُطِعَ لہ فللآخرِ علیہ ای علی القاطعِ نصفُ الدیۃِ لما مرّ انّ الاطرافَ لیست کالنفوس اور اگر دونمین سے ایکمرد حاضر ہوا اور
اوسکے بدلے اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہین ہے م
دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قُضیَ بالقصاصِ بینہما ثمّ عفا احدُہما قبلَ
استیفاءِ الدیۃِ فللآخرِ العَوَدُ وعندَ محمدٍ لہ الارش اور اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص
معاف کیا یا دیت کے حاصل نہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار ہے ویُقادُ عبدٌ اقرّ بقتلٍ عمدٍ خلافاً لزفر اور قصاص
لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہین م وجوب قصاص کی وجہہ یہہ ہے
کہ ایسی صورتمین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین اوسیکا ضرر ہے ولو اقرّ بخطاءٍ او بمالٍ لم ینفذ اقرارہ علی مولاہ بل یکون فی

رَقبتہٖ الی ان یُعتق کما نقلہ المصنف عن الجوھرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہو قال وظاھر کلام الزیلعی بطلان اقرارہٖ بالخطاء اصلاً یعنی لا فی حقہٖ ولا فی حق سیدہٖ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللاً بان موجبہ الدفع او الفداء انتھی فتامّلہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہو کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق میں اور اسیکی مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہی یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمین تامل کرو شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی کیجانب سے ہے نہ اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہین زیلعی کی پوری تقریر یوں ہو کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہین تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار باب تجارت سے نہین تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علّلہ القھستانی بانّہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتھی فتدبّرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبداً ولا عمداً ولا صلحاً ولا اعترافاً حتی لو اقرّ الحرّ بالقتل خطأً لم یکن اقرارہ اقراراً علی العاقلۃ ای الّا ان یصدّق۔ قوہ وکذا قرّرہ القھستانی فی المعاقل فتنبّہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہی سو اس کلام میں تدبیر اور غور کرکہ منظور فیہ ہی اسلئے کہ علمانے اجماع کیا ہی اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہین ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگار و نپر نہوگا یعنی اسصورت مین مددگار ون پر دیت ہی جبکہ وہ اقرار کو تصدیق کرین اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل مین تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے شارح کی اس اعتراض کا جواب دیا ہی جسکو اوسکی دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہی ملاحظہ کرے رمٰی رجلاً عمداً فنفذ السھم الی اٰخر فماتا یقتص للاوّل لانہ عمدٌ وللثانی الدیۃ علی عاقلتہٖ لانّہ خطأٌ ایکمرد کے عمدا تیر مارا سو اوسکے بدن سے پار ہوکر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونون مرگئے تو پہلے مرد کیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہی اور دوسرے مرد کیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادرون پر اسلئے کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہرچند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیّۃ علیہ فدفعھا عن نفسہٖ فسقطت علی اٰخر فدفعھا عن نفسہٖ فوقعت علی ثالثٍ فلسعتہ ای الثالث فھلک فعلی من الدیۃ ھٰکذا سُئل ابوحنیفۃ رحمۃ اللّٰہ علیہ بحضور جماعۃٍ فقال لا یضمن الاوّل لانّ الحیّۃ لم تضرّ الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطھا فوراً من غیر مُھلۃٍ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ الھالک والّا تلسعہ فوراً لا یضمن دافعھا علیہ ایضاً فاستصوبوہ جمیعاً وھٰذہ من مناقبہ رضی اللّٰہ عنہ صیرفیۃ ومجمع الفتاوٰی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اوسنے اپنے اوپر سے ہٹاکر پہینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اوسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اوسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعہ علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہین پونہچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگر تین آدمیون سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اوسکا یہہ حال ہی کہ اگر اوسکو سانپ نے گرنے کے ساتھہ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے کے وارثون کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہین کاٹا یعنے کچھہ ٹھہرکے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہین آویگا پھر سب عالمون نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اوسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نرہا قال المصنف وبھٰذا التفصیل اجبتُ فی حادثۃ الفتوٰی وھی ان کلباً عقوراً وقع علی اٰخر فالقاہ علی الثانی والثانی

علی الثالث واللہ اعلم۔ مصنف نے شرح مین کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تہا اوس صورتمین جو فتوی طلب ہوا تہا اور وہ یہہ ہی کہ سگ گزندہ
ایک شخص پر گر پڑا سو اوسنے دوسری شخص پر ڈالا اور دوسری نے تیسری پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکو فورًا کاٹنے سی مر گیا اور اگر
ٹہہرکے اوسنے کاٹا تو اوسپر بہی دیت نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی اَلْقٰی حَیَّۃً اَوْ عَقْرَبًا فِی الطَّرِیْقِ فَلَدَغَتْ رَجُلًا ضَمِنَ اِلَّا اِذَا تَحَوَّلَتْ
ثُمَّ لَدَغَتْہُ ایک شخص نے سانپ یا بچہو راہ مین ڈالا سو اوسنے ایکمرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنیوالے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنی
کی جگہہ سی ہٹگیا پہر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچہہ ضمان لازم نہوگا علامہ طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضای جواب امام یہہ ہے کہ اگر فورًا کاٹیگا تو ضمان ہے
اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹہہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وَضَعَ سَیْفًا فِی الطَّرِیْقِ فَعَثَرَ بِہٖ اِنْسَانٌ وَمَاتَ وَکُسِرَ السَّیْفُ فَدِیَتُہٗ عَلٰی
رَبِّ السَّیْفِ وَقِیْمَتُہٗ عَلَی الْعَاثِرِ ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹہوکر کہاکے گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوس کے
گرنے سی تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہی اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہی ثَوْرٌ نَطُوْحٌ سَیَّرَہٗ لِلْمَرْعٰی فَنَطَحَ ثَوْرَ غَیْرِہٖ فَمَاتَ اِنْ اُشْہِدَ عَلَیْہِ
ضَمِنَ وَاِلَّا لَا وَقَالَ فِی الْبَدَائِعِ لَا ضَمَانَ لِاَنَّ الْاِشْہَادَ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْحَائِطِ لَا فِی الْحَیَوَانِ تَاجِیَّۃٌ اردبیل چہوڑا چراگاہ مین
سو اوسنی دوسری کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مر گیا اگر گاو مقتول کے مالکنے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاو
قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقًا تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار مائل مین جانور
مین کذا فی التاجیۃ وَاعْلَمْ اَنَّہٗ اِذَا اشْتَرَکَ قَاتِلُ الْعَمْدِ مَعَ مَنْ لَا یَجِبُ عَلَیْہِ الْقَوَدُ کَاَجْنَبِیٍّ شَارَکَ الْاَبَ فِیْ قَتْلِ ابْنِہٖ کَاَجْنَبِیٍّ
شَارَکَ الزَّوْجَ فِیْ قَتْلِ زَوْجَتِہٖ وَلَہٗ مِنْہَا وَلَدٌ وَکَعَامِدٍ مَعَ مُخْطِئٍ وَعَاقِلٍ مَعَ مَجْنُوْنٍ وَبَالِغٍ مَعَ صَغِیْرٍ وَشَرِیْکِ حَیَّۃٍ وَسَبُعٍ کَمَا فِی الْخَانِیَّۃِ
فَلَا قَوَدَ عَلٰی اَحَدِہِمَا اَیْ لَا قِصَاصَ عَلٰی وَاحِدٍ مِنْہُمَا کَمَا فِیْ... اور یہہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمدًا اوس شخص کے ساتہہ جسپر قصاص واجب نہین
چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکو فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسی بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی اوس زوجہ کے قتل مین جسکی پیٹ سی زوج کا لڑکا
موجود ہی اور جیسی قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتہہ اور عاقل مجنون کے ساتہہ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتہہ اور سانپ اور درندے کا ساتہی تو دونون
مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین **م** پہلی صورتمین جب باپ سی قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتہی سی بہی ساقط
ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سی اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے فرزند اپنی باپ سی قصاص نہین لے سکتا پہر جب دوسرے پر واجب
نہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بہی واجب نہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتہہ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مال مین اسلئے
کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہی اور باقی مجنون کے
برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہی اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندی کے ساتہی پر نصف دیت ہی اور باقی دیت ساقط ہی دَخَلَ
بَیْتَہٗ فَرَاٰی رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِہٖ اَوْ جَارِیَتِہٖ فَقَتَلَہٗ حَلَّ لَہٗ ذٰلِکَ وَلَا قِصَاصَ عَلَیْہِ ہٰذَا سَاقِطٌ مِنْ نُسَخِ الْمَتْنِ ثَابِتٌ فِیْ نُسَخِ الشَّرْحِ
مَعْزِیًّا لِشَرْحِ الْوَہْبَانِیَّۃِ وَقَدْ حَقَّقْنَاہُ فِیْ بَابِ التَّعْزِیْرِ داخل ہوا اپنے گہر مین سو ایکمرد کو دیکہا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتہہ سو اوسکو
اوسنے [illegible] اوسکو قتل کیا حلال ہے اور اوسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہہ مسئلہ متن کے نسخون سی ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی
منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہی تعزیر کے باب مین **م** حلت قتل مین ظاہرًا احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہہ بنائی ہی
کہ قتل بیان باب حدود سی نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سی ہی اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکہا ہی اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ
قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہی تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین
زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکہے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہی اور قتل سے باز رہتا ہی آدمی اس خوف سی کہ اوسکو حاکم وغیرہ
سچا سمجہینگا اسمین کہ اوسنے زنا کرتے دیکہکر قتل کیا ہی انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سی منقول ہے کہ حلت قتل اوسوقت ہی جبکہ شور کرنے سی زانی نہ بہاگے

اور وہ اوسکو باز رہے کذا فی الملتقط **فروع** مسائل متفرقہ شارع کے صَبِیٌّ مَحْجُوْرٌ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ شُدَّ فَرَسِیْ فَاَرَادَ شَدَّھَا فَرَفَسَہٗ فَمَاتَ یَدُہٗ
عَلٰی عَاقِلَۃِ الْاٰمِرِ صغیر غیر ماذون سے ایکمرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اوسنے اوسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو لات سے
کچلا سو وہ مرگیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے برادری پر ہے وَکَذَا لَوْ اَعْطٰی صَبِیًّا عَصًی اَوْ سِلَاحًا اَوْ اَمَرَہٗ بِحَمْلِ شَیْءٍ اَوْ کَسْرِ حَطَبٍ بِرِدْئی
ذٰلِکَ بِلَا اِذْنِ وَلِیِّہٖ فَمَاتَ اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانیکا امر کیا یا لکڑی پھوڑنے کا اور مانند اسکے
اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی م یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا جسنے کیواسطے اور اوسنے کچھ نہ کہا سو اوسکے
سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو
یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیہ والخلاصہ وَلَوْ اَعْطَاہُ السِّلَاحَ وَلَمْ یَقُلْ اَمْسِکْہُ فَعَطِبَ اور اگر اوسکو
ہتھیار دیا اور یہہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب م قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن
الخلاصۃ صَبِیٌّ عَلٰی حَائِطٍ صَاحَ بِہٖ رَجُلٌ فَوَقَعَ فَمَاتَ اِنْ صَاحَ بِہٖ فَقَالَ لَا تَقَعْ فَوَقَعَ لَا یَضْمَنُ وَلَوْ قَالَ قَعْ فَوَقَعَ فَمِنْ مَّنْ یَضْمَنُ
وَقِیْلَ لَا یَضْمَنُ مُطْلَقًا ایک طفل صغیر ہے دیوار پر ایکمرد نے اوسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اوسکو کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا
تو اوسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلاکر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی الجنایہ

فَصْلٌ فِی الْفِعْلَیْنِ یہہ فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلاً قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قَطَعَ
یَدَ رَجُلٍ ثُمَّ قَتَلَہٗ اُخِذَ بِالْاَمْرَیْنِ اَیْ بِالْقَطْعِ وَالْقَتْلِ وَلَوْ کَانَا عَمْدَیْنِ اَوْ کَانَا خَطَائَیْنِ اَوْ کَانَا مُخْتَلِفَیْنِ اَیْ اَحَدُھُمَا عَمْدًا
وَالْاٰخَرُ خَطَاءً تَخَلَّلَ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ اَوْ لَا ہاتھ کاٹا ایکمرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل جو دونوں فعل ہین پکڑا جاویگا یعنی دو نو فعل کا
بدلا اوس سے لیا جاویگا اگرچہ دونو فعل عمد ہون یا دونو خطا ہون یا دونو مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونو فعل میں صحت واقع
ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فَیُؤْخَذُ بِالْاَمْرَیْنِ فِی الْکُلِّ بِلَا تَدَاخُلٍ اِلَّا فِیْ خَطَائَیْنِ لَمْ یَتَخَلَّلْ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ فَاِنَّھُمَا یَتَدَاخَلَانِ فَتَجِبُ فِیْھِمَا دِیَۃٌ
وَاحِدَۃٌ فَاِنْ تَخَلَّلَ بُرْءٌ لَمْ یَتَدَاخَلَا کَمَا عَلِمْتَ تو حاصل یہ ہوا کہ سب صورتون مذکورہ مین بدون تداخل کے گران دو خطاؤن مین جنکے
درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونو فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل مین داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد جزاء کے تو دونون
مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوگئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فَالْحَاصِلُ اَنَّ الْقَطْعَ
اِمَّا عَمْدٌ اَوْ خَطَاءٌ وَالْقَتْلُ کَذٰلِکَ صَارَ اَرْبَعَۃً ثُمَّ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَھُمَا بُرْءٌ اَوْ لَا صَارَ ثَمَانِیَۃً وَقَدْ عَلِمْتَ حُکْمَ کُلٍّ مِّنْھَا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا
عمد سے یا خطا ہو اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمین ہوگئین
اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا م تو اگر قطع اور قتل دونو عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر
صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو بنزلہ قطع قتل کی جزا
مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونو خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونو کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت
قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد سے اور قتل خطا ہو خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا
جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہو اور قتل عمد ہو خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی
شرح الوقایہ کَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَۃَ سَوْطٍ فَبَرَأَ مِنْ تِسْعِیْنَ وَلَمْ یَبْقَ اَثَرُھَا اَیْ اَثَرُ الْجِرَاحَۃِ وَمَاتَ مِنْ عَشَرَۃٍ فَفِیْہِ دِیَۃٌ وَاحِدَۃٌ لِاَنَّہٗ لَمَّا بَرَأَ
مِنْ تِسْعِیْنَ لَمْ یَبْقَ مُعْتَبَرًا اِلَّا فِیْ حَقِّ التَّعْزِیْرِ مانند اوس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑوں سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھہ باقی نرہا اور
وہ مرگیا دس کوڑون سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑون سے تو اونکا اثر نامعتبر باقی نرہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ

معتبر ہے وکذا کل جراحة اندملت ولم یبق لها اثر عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومة عدل وعن محمد یجب
اجرة الطبیب وثمن الادویة درر وصدر الشریعة وهدایہ وغیرہا اور اسیطرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرہا
ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند مین حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیو نکا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعہ اور ہدایہ وغیرہا مین ہے وتجب حکومة عدل مع دیة النفس فی مات من سوط جرحته وبقی اثرها بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب
الارش باعتبار الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے اون سو کوڑو نمین جنہون نے زخمی کر دیا اور اونکا نشان باقی
رہگیا یہہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے ھ یعنی ۹۰ کوڑے کا
زخم چنگا ہو گیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ
دیت مادون نفس کی واجب ہوتی ہے عیب ناکی اور بد نمائی سے اور عیب ناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے و فی جواهر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے
عاجز ہو گیا تو زخم لگانیوالے پر اوسکا نان و نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحطاوی وفیها رجل جاء بعوان الی رجل فضربه العوان
فعجز عن الکسب فمداواة المضروب ونفقته علی الذی جاء بالعوان انتهی قال المصنف والظاهر انه مفرع علی قول محمد
رحمه الله قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف نحوه وسنحققه فی الشجاج اور اوسی جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک مرد حاکم کے
ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنی کسب کاری سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کھانا پینا اوسپر واجب ہے
جو ظالم کو لایا انتہی ما فی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر ایسا ہے قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے مین کہتا ہون اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل مین اسکو ہم محقق بیان کرینگے ھ باب القود فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدلیل ما یأتی وبه صرح فی البرهان
کما فی الشرنبلالیة لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدیة علی العاقلة فی الخطأ ومن ظن انها علی القاطع
فی الخطاء فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته فمات منه ضمن قاطعه الدیة فی
اور جسکا ہاتھ یا پانون کاٹا گیا سو اوسنے اوس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنیوالا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال مین سے اوسکی دیت کا ضامن ہے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد اویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہے برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہے کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہے خطا مین سو اوسنے متقرر خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو
غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کیطرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے
اور قطع قتل کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا ولو عفا عن الجنایة او عن القطع وما یحدث منه فهو عفو عن النفس
فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا ھ اسواسطے کہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو سو ہے عفو نفس مین
تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطاء یعتبر من ثلث ماله فان خرج من الثلث فیها والا
فعلی العاقلة ثلثا الدیة کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت ابتدا خطا ہے تو مقتول
کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اوسکے ثلث مال مین دیت کی گنجایش نہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل

سکے برادرون پر دیت کی ۃ و تہائی مال سے واجب ہوگی کذا فی شرح الطحاوی ھ یعنی اگر جنایت خطا ہوا در اوسنے جنایت عفو کردیہی ہو تو یہہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہی اور مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اوس سے وارثونکا حق متعلق نہین ہے تو عفو عن القصاص بیع کل مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعًا سو جسنے یہہ گمان کیا ہو کہ دیت اوس مقتول کی قاطع پر ہی سو وہ بالیقین چوک گیا و مفادہ ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ھ اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہی سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھہ اوسکا اچہا ہو گیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کی مانند چلتا پہرتا رہا اور اوسنے قطع کو عفو کردیا پہر وہ مرگیا اوسکے صدمہ سے دفعتًا تو یہہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی تصرف والعمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہی نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکمًا خلافًا اور سر کا زخم قطع کی مانند ہی حکم مین اور امام اور صاحبین کے خلاف مین قطعت امرأۃ ید رجل عمدًا ای او خطأ لما یأتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولٰی فنا مثل ایکعورت نے ایکمرد کا ہاتھہ کاٹا عمدًا یعنی یا ازراہ خطا ہاتھہ کاٹا بعہ اطلاق اوس تفصیل کی دلیل سے جو بعد مین مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکہتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکہا تہا اور جیسطرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدًا اجماعًا سو جس مرد کا ہاتھہ کاٹا گیا اوسنے ہاتھہ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھہ پر یعنی اپنے ہاتھہ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پہر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھہ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچہزار درم اگرچہ قطع عمدًا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور ہاتھہ کی دیت عورت کے مال مین واجب ہی اگر اوسنے عمدًا ہاتھہ کاٹا ھ چونکہ قصاص نے اطراف پر نکاح ہوا تہا اور وہ مال نہ تہا تو مہر ہونے کی صلاحیت نرکہتا تہا تو ہاتھہ کی دیت مہر ٹھہری تہی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پہر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھہ کی دیت واجب نہ تہی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اوسکے مددگارونپر اسواسطے کہ عمد مین عاقلہ پر ضمان ہوتا ہی نہ اوسکے مددگارونپر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا ولا ترادّ الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوینگی اگر دونون متساوی ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پہیر دین ھ یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اوسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر مین تو باہم مجرا ہوگئی جتنا دینا تہا اوتنا لینا معاملہ برابر سرابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہی تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہو تو مرد کے وارث عورت سے اوتنا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارونپر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اوسکا ہاتھہ کاٹا ہو ولا ینتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگارونپر واجب ہوتی ہی خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہوجاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضًا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ تلکلہ المعالم علی الملاقۃ بل فی العجم ولعلہ اطلقہ لاحالتہ لحلہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہی کہ خطا مین بہی مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارونپر بموجب اوس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہی لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے گروہ مین منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم مین تنا مرکا مضمون نہین جو دیت مددگارونپر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہی تو اوسکے محل پر حوالہ کیا ہی ایکدوسری کی مدد کرنا ۱۲

یعنے اطلاق باعتبار عجم کے ہونے عرب کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب

فی العمد مہر المثل ولا شیء علیہا لرضاہا بالسقوط اور اگر دست برید مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع
سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مرگیا اوسکے سبب سے تو عمد مین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہین مرد کیواسطے بسبب راضی ہو جانے
مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہین رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہوگیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ
مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم ای للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تہا تو عورت کے مددگار ون سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہوگیا اور باقی دیت وصیت ہے
مددگار ون کیواسطے ہم جنایت خطا مین دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت مین مہر ہونے کی لیاقت ہی سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچھہ مال نہین سوا دیت
کے تو مددگار ون پر کچھہ واجب نہین اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہی تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہی تو زیادت واجب نہین
اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہوگئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہی مددگار ون کیواسطے اور یہہ وصیت صحیح ہی کیونکہ وہ لوگ
قاتل نہین کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگار ون پر سے ساقط ہو
ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہی تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہی یا نہین اگر نکل سکتا ہی تو بھی مددگار ون پر سے ساقط ہوگیا
کیونکہ وہ وصیت ہی اونکے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہین مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہین سکتا تو بقدر تہائی کے مددگار ون پر
ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کیواسطے مددگار ون پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہین ہوتی کذا فی المنح

ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم
علی القطع فقد ابرأہ عما وراءہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف قالہ المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا
سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مرگیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت
یون ہی کہ قتل کا قصاص نہین اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کر دیا ماعدای قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال
تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہو ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قطع پر دیت ہی
اسوجہہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص مین کافی ہی کیونکہ وہ صورت شبہہ ہی تو وہان اوسکی برات معتبر کی اور یہان معتبر نکی طحطاوی نے کہا کہ یہہ اشکال متون اور
شروح کے معارض نہین ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہی یعنی روایت مذہب نہین ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ خلافا لہما
قلت ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ
کما لا یخفی تمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مرگیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگار ون پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین
کے کہ اونکے نزدیک دیت نہین مین کہتا ہون یہہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مقطوع بذات خود استیفا قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم
کے اور حاکم اور پچھنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کہولنیوالا اور نشتر زن سو اونکا فعل تو مقید بشرط سلامتی نہین ہی مزدور کی مانند اور اسکا پورا بیان درر
مین ہے ولا صل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہہ ہی کہ فعل واجب مقید
بوصف سلامت نہین ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتہہ مقید ہوتا ہی ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے
سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اونپر کچھہ تاوان نہین بخلاف فعل مباح کہ اوسمین عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا
او الام او الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو اوسکہانے کیواسطے یا مان کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن لا قولہ ضرب الاب
او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فملک لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب [illegible]
سے یعنی بخلاف فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہین تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت کے [illegible]

اسیاتمہ شرح وہبانیہ ہے اسواسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کیواسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہین ہے اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے وصحح فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے علیحدہ اگر مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتون مین اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے م یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سوا اوسمین ضمان نہین تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیٔ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دیگا اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اوسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلا نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہین نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیباً لان التادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتاداً واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقاً اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطے اونہین دونون پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہین ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہے اور ضرب غیر معتاد مین تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کضرب معلم صبیاً وعبداً بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعاً جیسے معلم کے مارنے مین صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر درصورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ مین لف ونشر مرتب ہے وان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعاً قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہین بعضون نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہین باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کیطرف ہم تمہ اور کفایہ البیہقی مین مذکور ہے کہ اصح یہہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب مین ہے اور یہان ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہین اور اسمین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امرأتہ ضربہا تادیباً لان تادیبہا الولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وہو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمنا اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مر گئی اسواسطے کہ اوسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کیطرف مین کہتا ہون اور یہی قول اشباہ وغیرہ مین بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلاً وخلافاً فعلیہم الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ ثمۃ اور مجتبی کی باب الدیات مین ہے کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین مین تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کیطرف اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کی ضرب امرأۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ جسنے ایک عورت کو مارا اور اوسکے صدمہ سے مسلک بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر اوسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اوسمین تہائی دیت ہے اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو اوسمین پوری دیت ہے وان افتض بکراً بالزنا فافضاہا فان مطاوعۃ حُدّا ولا غرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اوسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونون پر حد ماریجاویگی اور مرد پر مہر نہین ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحماً من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی کچھ بوٹی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نتھا سو آنکھ اوسکی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفي القنية سئل نجم الدين عن صبية سقطت من سطح فانتفخ رأسها فقال كثير من الجراحين إن شققتم رأسها تموت وقال واحد منهم إن لم تشقوه اليوم تموت وأنا أشقه وأبرئها فشقه فماتت بعد يوم أو يومين هل يضمن فتأمل مليًّا ثم قال لا إذا كان الشق بإذن وكان الشق معتادًا ولم يكن فاحشًا خارج الرسم قيل له فلو قال إن ماتت فأنا ضامن هل يضمن قال لا انتهى قلت إنما لم يضمن مع شرط الضمان لما تقرر أن شرطه على الأمين باطل على ما عليه الفتوى انتهى اور قنیہ میں ہی کہ نجم الدین سی سوال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پرسی گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحون نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیروگے تو وہ مرجاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیروگے آج تو وہ مرجاویگی اور مین سر کو چیر دونگا اور اوسکو اچھا کر دونگا سو اوسنی اوسکو چیرا تو وہ مرگئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوس پر ضمان لازم ہوگا یا نہین سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پہر کہا کہ اوس پر ضمان نہین جبکہ چیرنا اذن سی ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے رسم اور عادت سی خارج نہو پہر نجم الدین سی کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مرجاے تو مین ضامن ہون یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوس پر لازم ہوگا یا نہین جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی السؤال والجواب من القنية مین کہتا ہون شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف في شرحه كذا في الطحطاوي

باب الشهادة في القتل واعتبار حالته

باب الشهادة في القتل واعتبار حالة القتل یہ باب ہی قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے مین القود يثبت للورثة ابتداء بطريق الخلافة من غير سبق ملك المورث لأن شرعية القود لتشفي الصدور ودرك الثأر والميت ليس بأهل له قصاص وارثون کیواسطے ثابت ہوتا ہی سر سی بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونیکے واسطے ہی اور میت اسکا اہل نہین یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثون کیواسطے ابتداءً ہوتا ہی بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہو پہر مورث سی وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہی اور خلافت اسکی مستدعی نہین تو خلافت سی مراد یہان یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اوسکے فعل کے قائم کرنے مین تو قتل مین جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہہ تہا کہ مقتول اوسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سی عاجز ہو تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئی بدون اسکے کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا ہو پہر ملک نے اوس سے وارثون کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہان مراد نہین اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہی یعنی مقابل وراثت کی وقوله تعالى فقد جعلنا لوليه سلطانا نص فيه اور حق تعالےٰ کا یہہ قول فقد جعلنا لوليه سلطانا صریح نص ہے اسمین یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہی نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہمنے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹہرا دیا وقالا بطريق الإرث كالدين انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثونکو بطریق ارث کے ہی جیسے اوس صورتمین جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاے یعنی قتل خطا مین وثمرة الخلاف ما أفاده بقوله فلا يصير أحدهم أي أحد الورثة خصما عن البقية في استيفاء القصاص خلافا لهما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہی جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثونکو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹہر جائیگا باقی وارثون کیطرف سے استیفاء قصاص مین برخلاف صاحبین کے والأصل أن كل ما يملكه الورثة بطريق الوراثة فأحدهم خصم عن الباقين فقام مقام الكل في الخصومة وما يملكه الورثة لا بطريق الوراثة لا يصير أحدهم خصما عن الباقين اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہین بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم ہوتا ہی باقی وارثون کیطرف سے اور تمام وارثون کے قائم مقام ہو خصومت مین اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہین نہ بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم نہین ہوتا باقی وارثونکی جانب سے خصومت مین سبکا قائم مقام نہین ہوتا ہم جب یہہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثونکا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثونکو تجدید دعوی کے اور گواہ لانے کی حاجت نہین اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میت سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی اوسکو حاجت نہین حتى لو أقام حجة يقتص له فلو أقام

باب الشهادة في القتل

حجة بقتل ابيه عمداً مع غيبة اخيه يريد القود لا يقيده اجماعاً حتى يحضر الغائب لكنه يحبس لانه صار متهماً پہر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بہائی نے گواہ قائم کئے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بہائی کی غیبت مین قصاص لینی کیواسطے تو حاکم قصاص نہلیگا بالاتفاق
غائبکے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکہا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ھ امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب يعيدها ثانيا ليقتلا القاتل وقالا لا يعيد پہر اگر
غائب بہائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بہائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک وارث بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفي القتل الخطأ والدين لا يحتاج الى اعادة البينة بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برهن القاتل على عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابه مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کردینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ھ حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوی
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹھہرا پہر جب اوسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعاً حکم ہوگیا پہر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا کذا فی العطايا وكذا لو قتل عبدهما عمداً او خطأ والحال ان السيدين احدهما غائب فهو على التفصيل السابق اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمداً یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ھ یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط
ہوجاویگا ولو اخبر وليا قود بعفو اخيهما اى الثالث فهو اخبارهما عفو للقصاص منهما عملاً بزعمهما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے
اپنے تیسرے بہائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہین دونون کیطرف سے اونکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ھ اسواسطے کہ ایک وارث کے
بہی عفو کرنیسے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وهي رباعية فالاول ان صدقهما اي المخبرين القاتل والاخ الشريك
فلا شئ له اى للشريك عملاً بتصديقه ولهما ثلثا الدية اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بہائی نے
دونون مخبر وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونون مخبر بہائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ھ اسواسطے کہ دونونکا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثاني ان كذباهما فلا شئ للمخبرين ولاخيهما ثلث الدية اور دوسری صورت یہہ ہے
کہ اگر قاتل اور تیسرے بہائی نے دونونکی تکذیب کی تو دونو مخبر بہائیونکا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بہائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقهما القاتل
وحده فلكل منهم ثلثها اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بہائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بہائی نے تکذیب کی تو تینون بہائیون
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقهما الاخ فقط فله ثلثها لان اقراره ارتد بتكذيب القاتل اياه فوجب له ثلث الدية اور چوتہی
صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونو بہائیونکی فقط تیسرے بہائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کو تہائی دیت ملیگی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہوا
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بہائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ھ شارح نے یہہ جواب دیا سوال
مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر نرہا معاف کردینے کے سبب سے پہر ثلث دیت کیون
اسکیواسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولكنه يصرف ذلك الى المخبرين
استحساناً وهو الاصح زيلعي لانه صار مقراً لهما بما اقر به القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبرونکی طرف پہیرا جاویگا استحسان کیوجہ سے اور یہی قول اصح ہے
کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بہائی دونون مخبر بہائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ھ یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے

مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کیواسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین جب قصاص ساقط ہو گیا مجبوب کے دعوی عفو سے تو تیسرے بھائی
کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین
ہین بلکہ محمود کے ہین تو یہہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا وان شهدا انه
ضربه بشيء جارح فلم يزل صاحب فراش حتى مات يقتص لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة ولا يحتاج الشاهدان ان
يقول انه مات من جراحته بداية اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنیوالی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہان تک
کہ مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ آنکھ کی ماتند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو اور اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے
کہ مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب ظاہر کیطرف نہ سبب متوہم کیطرف وان اختلف شاهدا قتل في
الزمان او في المكان او في الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتله او شهد احدهما على معاينة القتل
والآخر على اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا يتكرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین
مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا
قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبار نہین ہو سکتا ہے تو ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگار و نیز نہین ہوتی وكذا تبطل الشهادة لو كمل النصاب في كل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين ولا اولوية
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق
کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض اور اگر
ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایکطرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہد کی گواہی مقبول ہوگی ولو شهدا انه قتله وقالا جهلنا آلته تجب الدية في ماله في ثلث سنين
شرنبلالية استحسانا حملا على الادنى وهو الدية وكانت في ماله لان الاصل في الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے قتل کیا اور انہون
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنیکے سبب سے اور موجبات قتل
مین کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا اور قیاس یہان یہہ تہا کہ شہادت معتبر نہ ہوتی
بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونیسے لیکن بدلیل استحسان اوسکو ادنا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پہ محمول نہوا بلکہ اسپر محمول کیا جاوے
حسن ظن سے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر كل واحد منهما اي من الرجلين انه قتله وقال الولي قتلتماه جميعا
له قتلهما عملا باقرارهما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے یہہ اقرار کیا کہ مین نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونکا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنیکے سبب سے ولو كان مكان الاقرار في المسئلة بحالها شهادة
لغت الشهادتان لان التكذيب تفسيق وفسق الشاهد يبطل شهادته اما فسق المقر لا يبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجائے
اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولي في صورة الاقرار السابقة صدقتما ليس له
ان يقتل واحدا منهما لان تصديقه باقرار كل بقتله وحده اقرار بان الآخر لم يقتله بخلاف قوله قتلتماه لانه دعوى القتل بالاتصال
فيقتلهما باقرارهما زيلعي اور اگر وارث مقتول نے اقرار کیصورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون صادق ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونو مین سے ایک مقر

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار سے اسکا کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا تکذیب
ٹھہرا برخلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تہا کہ تم دونوں نے اوسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ یہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اوس صورت مین
وارث دونوں کو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی اٰخر انہ قتلہ وقال الولی
قتلتماہ کلاھما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجب ما اقر اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول
کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو مقر کا
قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت
اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور
تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ
لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالونمین سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اوسکو تنہا قتل
کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما ما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ مشہودہ علیہ وانما کذب الاٰخرین چنانچہ اگر ولی نے اسطرح
دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہیں کی اوسنے تو اور گواہون
کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ما ذکر ذکرہ الزیلعی اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوا تہا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شہدوا علی رجل بقتلہ خطاً وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود
بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی
فی ید الولی دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینیکا قاتل کے مددگارونپر حکم ہوگیا پہر جسکے مقتول ہونیکی گواہی دیگئی تہی
زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے
پہر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ مین ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ھذا الحکم کالخطاء
فاذا جاء حیا یخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجبوا لہ القود
وھو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اسحکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پہر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود
علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض
کے وارث سے گواہونکو دیت کا پہیر لینا جائز نہین اسلئے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلئے قصاص لینا واجب کر دیا تہا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پہیر لین گے قتل خطا کی مانند ہے مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ داخل
ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء والعمد ثم جاء حیا او شہدا علی شہادۃ
غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی
الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پہر مقتول مفروض زندہ آیا
یا گواہون نے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارونپر دیت دینیکا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل
عمد مین کذا فی الطحاوی پہر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین آتا اسواسطے کہ گواہی مین اونکا جہوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون
صورتونمین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکے وارث نے مددگارون سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر

حَالَةُ الرَّمْیِ فِی حَقِّ الْحِلِّ وَالضَّمَانِ لَا الْوُصُولُ اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے مین تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم
اسواسطےکہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت مین ہے نہ تیر کا لگجانا کیونکہ تیر چھوڑنیکے بعد آدمی کا
ملا اختیار باقی نہین رہتا تو تیرانداز قاتل ٹہریگا تیراندازی کیحالت سے فقط کذا فی الطحطاوی وَحِیْنَئِذٍ فَتَجِبُ الدِّیَةُ فِی مَالِهٖ وَسَقَطَ الْقَوَدُ لِلشُّبْهَةِ
بِرِدَّةِ الْمَرْمِیِّ اِلَیْهِ قَبْلَ الْوُصُوْلِ وَقَالَا لَا شَیْءَ عَلَیْهِ اور جبکہ تیراندازی کیحالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیرانداز کے مال مین اور قصاص
ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص کچھہ لازم نہین ہم
صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کیطرف تیر پھینکا اور تیراندازی کیوقت خالد مسلمان تہا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال مین وہ مسلمان محفوظ الدم تہا اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل مین جہان عصمت نہین اور اتلاف غیر معصوم سے کچھہ لازم نہین آتا وَلَا تَجِبُ دِیَةُ الْمَرْمِیِّ اِلَیْهِ بِاِسْلَامِهٖ بِالْاِجْمَاعِ اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہین ہم یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہین اسواسطےکہ تیراندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوسحالت مین اوسکا خون مباح تہا نہ معصوم وَتَجِبُ الْقِیْمَةُ بِعِتْقِهٖ بَعْدَ الرَّمْیِ قَبْلَ الْاِصَابَةِ
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے کے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تہا پہر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطےکہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا وَیَجِبُ الْجَزَاءُ عَلٰی مُحْرِمٍ رَمٰی صَیْدًا
فَحَلَّ فَوَصَلَ لَا عَلٰی حَلَالٍ رَمَاهُ فَاَحْرَمَ فَوَصَلَ اور بدلا واجب ہے اوس محرم پر جسنے حالت احرام مین شکار کیطرف تیر چہوڑا پہر اوسنے احرام ترک کیا
پہر اوسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہین جسنے شکار کو تیر مارا پہر اوسنے احرام باندہا پہر شکار کو تیر لگا وَلَا یَضْمَنُ مَنْ رَمٰی
مَقْضِیًّا عَلَیْهِ بِرَجْمٍ فَرَجَعَ شَاهِدُهٗ فَوَصَلَ اور اوس شخص پر ضمان لازم نہین جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہوگیا پہر
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پہر گیا پہر اسکے بعد اوسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہون مین سے ایک کا بہی
رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وَحَلَّ صَیْدٌ رَمَاهُ مُسْلِمٌ فَتَمَجَّسَ فَوَصَلَ اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پہر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لَا یَحِلُّ مَا رَمَاهُ مَجُوْسِیٌّ فَاَسْلَمَ فَوَصَلَ لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالَةُ الرَّمْیِ حلال نہین وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پہینکا
پہر مجوسی مسلمان ہوگیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطےکہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لُغْزٌ
یہہ مسائل حیرت انگیز ہین بطور پہیلی کے اَیُّ جَانٍ لَوْ مَاتَ مَجْنِیُّهٗ فَعَلَیْهِ نِصْفُ الدِّیَةِ وَلَوْ عَاشَ فَالدِّیَةُ فَقُلْ خَتَّانٌ قَطَعَ الْحَشَفَةَ بِاِذْنِ
اَبِیْهِ کون جنایت گر ہے کہ اگر جنایت کردہ مرجاے تو اوسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کی
سپاری قطع کرڈالی اوسکے باپکی اجازت سے یعنی باپنے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کرڈالی یہہ مسئلہ بہی بار مذکور ہوچکا اَیُّ
اِنْسَانٍ بِقَطْعِ اُذُنِهٖ تَجِبُ نِصْفُ الدِّیَةِ وَبِقَطْعِ رَأْسِهٖ نِصْفُ عُشْرِهَا فَقُلْ جَنِیْنٌ خَرَجَ رَأْسُهٗ فَقَطَعَهٗ فَفِیْهِ الْغُرَّةُ کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اوسکو قطع کیا تو اوسمین
غرہ ہے یعنی پانسو دینار ہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسوان حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش مین نصف دیت اوسوقت
ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی اَیُّ شَیْءٍ یَجِبُ بِاِتْلَافِهٖ دِیَةٌ وَثَلٰثَةُ اَخْمَاسِهَا فَقُلْ دِیَةُ الْاَسْنَانِ اِذَا سَبَاهُ
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچوین حصے واجب ہین تو جواب یہ ہے کہ یہہ دانتون کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا
بیان کتاب الدیات مین مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم

کتاب الدیات

یہہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل مین اَلدِّیَةُ فِی الشَّرْعِ اِسْمٌ لِلْمَالِ الَّذِیْ هُوَ بَدَلُ النَّفْسِ

کتاب الدیات

لا التسمية للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعية دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع مین اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہہ
نہین ہو کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہو یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک هم لغت مین دیت مصدر
ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہو والارش اسم للواجب
فیما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہو جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو هم اور گاہو دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثر
یہی ہے جو شارح نے بیان کی دية شبه العمد مائة من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقة وجذعة بادخال الغاية
اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیان ہین چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیان اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وهي
الدية المغلظة لا غير اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوا اسکے هم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہو کہ اگر اونٹون
کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نرہتا والدية في الخطأ اخماسا منها ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ
مین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے هم یعنی ۲۰ اونٹنیان یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسالہ
کے او الف دينار من الذهب او عشرة الاف درهم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہین سونے کی یا دسہزار دراہم ہین چاندی
هم قاتل کو اختیار ہو خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین وقال الشافعي اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار
درم دیت ہو وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان ازار ورداء هو المختار اور
صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہو اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریان اور لونڈ خت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر
جوڑے مین دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا کہ ہمارے زمانے مین جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور
پاجامہ هم برہان مین ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ دراہم ہین اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے وكفارتهما اے
للخطاء وشبه العمد عتق رقبة مؤمن فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولا اطعام فيهما اذ لم يرد به النص والمقادير توقيفية
اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونون کے کفارہ مین
مساکین کا کھانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہین ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہین یعنی بنص شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمین قیاس مجتہد کو
مطلقا دخل نہین وصح اعتاق رضيع احد ابويه مسلم لانه مسلم تبعا لا الجنين اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا مان مسلمان ہے
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا مان کا ساتھہ دیکر نہ بچہ شکمی یعنے بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین ودية المرأة على النصف من دية الرجل
في دية النفس وما دونها روي ذلك عن علي رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصفا نصف پر ہے مرد کی دیت سے جان
کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی هم روایت موقوف سنن بیہقی
مین ہے عن ابراهيم النخعي عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه قال عقل المرأة على النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها اور روایت مرفوع
بھی بیہقی مین ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل كذا في شرح الهداية للعيني والذمي
والمستأمن والمسلم في الدية سواء خلافا للشافعي وصحح في الجوهرة انه لا دية في المستأمن واقره في الشرنبلالية لكن
بالتسوية جزم في الاختيار وصححه الزيلعي اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام مین آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین برابر
ہین برخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن مین دیت نہین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم
کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفي النفس خبر المبتداء وهو قوله الاتي الدية اور جان مین یعنی جان
کے قتل خطا مین دیت ہے شارح نے کہا کہ في النفس اور اسیطرح اوسکے جمیع معطوفات خبر ہین اگلے مبتدا کی یعنی دیت کی والانف والمارن واللسان

وقيل في ارنبته حكومة عدل على الصحيح اور ناک مین اوس ناک کے نرم تھنو نمین اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے مین پوری دیت ہی اور بعضون نے کہا کہ سرِ بینی کے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی بنابر قول صحیح کے والذكر والحشفة اور آلہ تناسل اور سرِ ذکر کے قطع کر ڈالنے مین پوری دیت واجب ہے ھ قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت مین حدیث ثابت ہی اور باقی اعضا کا اوپر قیاس ہے بسوط مین ہو کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا مین سے اگر عضو منفرد ہی تو اوسمین کامل دیت ہی اور اگر دو عضو ہین تو دونو نکے قطع مین پوری دیت ہے اور ایک کے قطع مین نصف دیت ہی اور اگر چار عضو ہین تو چارونکی قطع مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین چوتہائی دیت ہی اور اگر آدمی مین دس عضو ہین چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیان تو سبکی قطع مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا في العيني والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق اما دا ان في لسان الاخرس حكومة عدل جوهرة وهذا ساقط من نسخ الشرح فتنبه اور ازالہ عقل اور سونگہنے اور چکہنے اور سننے اور دیکہنے مین اور قطع زبان مین دیت ہی بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے مین دیت نہین حکومت عدل ہو کذا في الجوهرة اور یہہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی تو آگاہ رہیو ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جاے یا آدمی کا حسن و جمال علے وجہ الکمال زائل ہو جاے تو پوری دیت واجب ہوتی ہی منفعت اور جمال مین کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے مین چنانچہ گونگے کی قطع زبان مین پوری دیت واجب نہین اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علے وجہ الکمال فوت نہین ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل مین اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤن کے قطع مین اور چشم کور اور دندان سیاہ مین قصاص واجب ہے عمد مین خواہ خطا مین بلکہ اوسمین حکومت عدل ہی ابن ابی شیبہ کے مصنف مین روایت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر مین پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مین تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہین کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتون کا حکم کیا کذا في العيني او منع اداء اكثر الحروف ولا قسمت الدية على عدد حروف الهجاء الثمانية والعشرين او حروف اللسان الستة عشر تصحيحان فما اصاب الفائت يلزمه وتمامه في شرح الوهبانية وغيرها یا پوری قطع زبان مین اوسوقت ہی جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہون اور بعض نہ ادا ہوتے ہون تو دیت کی قسمت ہو گی ابجد کے ۲۸ حروف کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہو گی اسمین دونو قولونکی تصحیح ثابت ہی سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانیوالی حرف کو پونہچے گی اوسقدر جانیکو لازم ہو گی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ مین مذکور ہے ھ منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہی قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہو اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہی اور اصل اسمین یہہ ہو کہ علی مرتضی کے زمانہ مین ایک شخص نے دوسرے کی قدری زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑہائے گئے جو حرف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا في شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہہ ہین ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا في الطحطاوي واللحية حلقت فلم تنبت اور اوس داڑہی مین جو مونڈی گئی پہر اوسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے ھ اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علے الکمال جاتا رہتا ہی اور عورت کی داڑہی مونڈنے مین کچھ دیت نہین اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ويؤجل سنة فان مات فيها فلا شيء اور وجوب دیت مین سال بہر کی مدت مقرر ہوتی ہے پہر اگر وہ شخص سال بہر مین مر گیا تو مونڈنیوالا داڑہی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفي نصفها نصف الدية وفيما دونه حكومة عدل كشارب ولحية عبد في الصحيح اور آدہی داڑہی مونڈنے مین آدہی دیت ہی اور آدہی سے کم مونڈنے مین حکومت عدل ہے جیسے مونچہ مین اور غلام کی داڑہی مونڈنے مین حکومت عدل واجب ہے قول صحیح مین ولا شيء في لحية كوسج على ذقنه شعرات معدودة ولو على خده ايضا ولكنه غير متصل فحكومة عدل ولو متصلا فكل الدية اور کچھ لازم نہین اوس کوسے کی داڑہی مونڈنے مین جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہین اور اگر اوسکے رخسارہ پر بہی بال ہون ولیکن متصل نہون تو اوسمین حکومت عدل ہی اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہون تو پوری دیت واجب ہو وشعر الرأس كذلك اى اذا حلق ولم ينبت كذا روي عن علي رضي الله عنه وعند الشافعي فيها حكومة عدل اور سر کے بالون کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال پر دو دہ نہ ہوستی ہو کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر جمین تو پوری

دیت واجب ہو جیسے حکم مروی ہو علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اوسمین حکومت عدل ہو وَ اَعْلَمْ اَنَّهٗ لَا قِصَاصَ فِی الشُّعُوْرِ
مُطْلَقًا وَلَوْ مَاتَ قَبْلَ تَمَامِ السَّنَةِ وَلَمْ يَنْبُتْ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ كَشَعْرِ صَدْرٍ وَسَاعِدٍ وَسَاقٍ اور معلوم کر کہ بالون مین مطلقا قصاص نہین
اگرچہ جنایت عمدا ہو اور اگر وہ شخص مرگیا سال پوری ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سواے تعزیر کے کذا فی المحطاوی جیسے صدر
اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وَالْعَيْنَيْنِ وَالشَّفَتَيْنِ وَالْحَاجِبَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَالْاُذُنَيْنِ وَالْاُنْثَيَيْنِ اَیِ الْخُصْيَتَيْنِ
وَثَدْيَیِ الْمَرْاَةِ وَحَلَمَتَيْهَا وَلَا لِحْيَتَیِ اِذَا اسْتَاْصَلَهُمَا وَلَا فِی حَكُوْمَةِ عَدْلٍ اور دونو آنکھون اور دونو اونٹہون اور دونو بہون اور دونو پاؤن
اور دونو کانون اور دونو فوطون اور عورتکی دونو چہاتیون اور چہاتیون کی دونو گہنڈیون مین اور دونو جوترون مین پوری دیت واجب ہو بشرطیکہ
چوترونکو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تہوڑا قطع کیا تو اوسمین حکومت عدل واجب ہو وَكَذَا فَرْجُ الْمَرْاَةِ تَمَامُ الدِّيَةِ وَفِی ثَدْیِ الرَّجُلِ
حُكُوْمَةُ عَدْلٍ اور اسیطرح عورتکی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہو اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہو م
قطع شرمگاہ عورت مین استیعال شرط ہو کہ ہڈی تک پونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی المحطاوی وَفِی كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ
الْمُزْدَوِجَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ اور ان دوہری چیزونمین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکہ یا ایک اونٹہ یا ایک بہون یا ایک
پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گہنڈی پستان کی یا ایک جوتر کے کاٹنے مین نصف دیت ہو وَفِی اَشْفَارِ الْعَيْنِ الْاَرْبَعَةِ
جمع شُفْرَةٍ بِضَمِّ الشِّيْنِ وَتُفْتَحُ اَلْجَفْنُ اَوِ الْهُدْبُ اَلدِّيَةُ اِذَا قَلَعَهَا وَلَمْ تَنْبُتْ اور آنکہ کے چارون پلکونمین یا پلکون کے بالونمین پوری دیت ہو
بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکہڑین اور پہر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہو شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بہی اوسکا جائز ہو شفرہ عبارت ہو پلک سے یا پلک
کے بالون سے م اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہو اور پلک کے بالون پر مجاز ہو اور دونونمین سے جو مراد لیجئے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور اونکے
بالونمین پوری دیت ہو کیونکہ دونونمین آنکہ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وَفِی اَحَدِهَا رُبُعُهَا اور ایک پلک مین چوتہائی دیت واجب ہو
م ہر آنکہہ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونو آنکہونمین چار پلک ہین وَلَوْ قَطَعَ جُفُوْنَ اَشْفَارِهَا فَدِيَةٌ وَّاحِدَةٌ لِاَنَّهُمَا
كَشَیْءٍ وَّاحِدٍ اور اگر قطع ہون پلک اونکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہو اسواسطے کہ پلک اور اونکے بال ایک چیز کی مانند ہین م شارح
کو یون کہنا واضح تر تہا اَلْجُفُوْنُ بِاَشْفَارِهَا كَذَا فِی الطَّحْطَاوِیِّ وَفِی جَفْنٍ لَا شَعْرَ عَلَيْهِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ لٰكِنَّ الْمُعْتَمَدَ اَنَّ فِی كُلِّ دِيَةً كَامِلَةً جَفْنًا
اَوْ شُفْرَةً اور اوس پلک مین جسپر بال نہین حکومت عدل ہو لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہو خواہ پلک ہو یا اوسکے بال م طحطاوی
نے کہا غایۃ البیان مین یون ہو کہ جس پلک مین بال نہین اوسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سواے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے
اور ایک نسخہ مین بجاے شعرۃ کے شفرۃ بالفاء ہے وَفِی كُلِّ اِصْبَعٍ مِّنْ اَصَابِعِ الْيَدَيْنِ اَوِ الرِّجْلَيْنِ عُشْرُهَا اور دونون ہاتہون اور دونو
پاؤنکی اونگلیونمین سے ہر اونگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہو یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ م ابو داؤد اور نسائی مین ابو
موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونگلیان برابر ہین ہر اونگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وَمَا
فِيْهَا مَفَاصِلُ فَفِیْ اَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْاِصْبَعِ وَنِصْفُهَا اَیْ نِصْفُ دِيَةِ الْاِصْبَعِ لَوْ فِيْهَا مَفْصِلَانِ كَالْاِبْهَامِ اور جس اونگلی
مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین اونگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اونگلی کی نصف دیت ہو اگر اونگلی مین دو جوڑ ہین جیسے انگوٹھے
مین وَفِی كُلِّ سِنٍّ يَعْنِیْ مِنَ الرَّجُلِ اِذْ دِيَةُ سِنِّ الْمَرْاَةِ نِصْفُ دِيَةِ الرَّجُلِ جَوْهَرَةٌ خَمْسٌ مِّنَ الْاِبِلِ اَوْ خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا اَوْ خَمْسُمِائَةِ
دِرْهَمٍ اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہو شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہو اسواسطے کہ عورت کے
دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدہی ہو لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِی كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِّنَ الْاِبِلِ يَعْنِیْ نِصْفَ عُشْرِ دِيَةٍ لَوْ
حُرًّا وَنِصْفَ عُشْرِ قِيْمَتِهٖ لَوْ عَبْدًا دیت مذکور ثابت ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہو تو اوسکی دیت کے بیسوین حصے

کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہی تو اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہم دیت اوسوقت ہی جبکہ جنایت خطاسی ہو اور اگر عمد ہی تو اوسمین قصاص ہی
اور دیت مین سب دانت برابر ہین بدلیل اوس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت
تزید حینئذٍ دیۃ الاسنان کلّھا علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماسھا قلت نعم ولا بأس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایۃ وغیرھا وفی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پہر اگر تو کہی
کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتونکی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین پنجم حصے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی
ہے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہی نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین
وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کرڈالنی سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوا ہو دانتون کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑہین اور چار
انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کیوقت ظاہر ہوجاتے ہین پہر جب ایک دانت مین دیت کا
نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھہ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعۃ فتکون اسنانہ ستا وثلثین ذکرہ القھستانی قلت وحینئذٍ فللکوسج دیۃ وخمسا
دیۃ ولغیرہ اما دیۃ ونصف او ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور کاہی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل ہند عقل داڑہ کہتے
ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت میں کوسے کے دانتون مین ایک دیت واجب ہی اور دو خمس دیت
کے اور کوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین ہم منغرب مین ہی کوسج یعنی کوسا معرب ہی جسکی ذقن پر بال
ہون نہ رخسار و نیز اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابوحنیفہ سے قہستانی مین ہی کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہین
اور یہی شناخت ہی اوسکی تو کوسے کی دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اوکہاڑ ڈالے خطاسے
تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اوکہاڑ ڈالے تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۲۸ دانت اوکہاڑ ڈالے
جاوین تو دیت اور دو خمس واجب ہین یعنی چودہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار ہو ویجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذھب نفعہ بضرب ضارب کید شلّت وعین
ذھب ضوءھا وصلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنیوالے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے
ہاتھہ شل ہوگیا یعنی خشک اور بیکار ہوگیا اور آنکھہ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سے پیٹھہ کی منی منقطع ہوگئی وکذا لو سلس بولہ او حلا
ولو زالت الحدبۃ فلا شیء علیہ ولو بقی اثر الضربۃ فحکومۃ عدل اور اسیطرح پوری دیت واجب ہو اگر ضرب سے پیشاب اوسکا جاری ہوگیا
بند نہین ہوتا یا اوسکو کبڑا کردیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہوگیا تو جانی پر کچھہ نہین اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوسمین حکومت
عدل ہی ویجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذھب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اوس عضو کے
تلف کرڈالنی مین جسکی منفعت فوت ہوچکی تہی ضرب سے پہلے بشرطیکہ اوس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ لنجا ہاتھہ یعنی جو اوسمین منفعت ہے نہ
خوشنمائی تو اوسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی اور دیت کاملۃ ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ ھو الطرش یا عضو
مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہونے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ہم طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص بمعنی طرش ذکر نہین کیا انتہی مین کہتا ہون وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یون کہا ہوگا وھو الاطرش یعنی در حالیکہ اونچے کان والا بہرا ہو سماعت نہین رکہتا اطرش بروزن احمق بمعنی گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین
کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہگیا ہو ولا یہ الطرش کا اصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص نفی ارتفاع

کی تفسیر نہین ہوسکتی واللہ اعلم ومسیحی مالوالصقه فالمحرف اواخر هذا الفصل اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر مین یہ مسئلہ آدیگا کہ اگر عضو کو چھیلا یا پھر گوشت جم گیا **فصل فی الشجاج** یہ فصل ہے شجاج کے مسائل مین شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجة بما یکون

فی الوجه والرأس لغة اور لغت مین شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو ہم شجہ کا مقام سر اور چہرہ ہے ٹھوڑی تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہین اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہے کذا فی العالمگیریہ حموی نے کہا حکم مذکور شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت کا یہ حکم نہین اسواسطے کہ چہرہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہین تو انکے زخم مین نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرهما فجراحة ای تسمی جراحة

وفیها حکومة عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن مین ہوتا ہے وہ مسمے بجراحت ہے اور اوسمین دیت نہین حکومت عدل ہے کذا فی المجتبے والمسکین وهی ای الشجاج عشرة اور شجاج دس ہین یعنی چہرہ اور سر کے زخمون کے دس نام ہین الحارصة بمهملات وهی التی تحرص الجلد ای تخدشه پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمین کہال مخدوش ہوجاے یعنی چھیلجائے ہندی مین اوسکو کہرونچ کہتے ہین والدامعة بمهملات التی تظهر الدم کالدمع ولا تسیله اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمین آنسو کی مانند خون دار ہوجاے اور خون کو نہ بہاوے والدامیة التی تسیله اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعة التی تبضع الجلد ای تقطعه اور باضعہ وہ زخم ہے جو کہال کو قطع کرے والمتلاحمة التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدة رقیقة بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاے سمحاق وہ باریک کہال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہے والموضحة التی توضح العظم ای تظهره اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کرے یعنی جسمین کہال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کہلجاے والهاشمة التی تهشم العظم ای تکسره اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلة التی تنقله بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے اوسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کردے کذا فی العینے والآمة التی تصل الی ام الدماغ وهی الجلدة التی فیها الدماغ اور دسوان شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچجاے ام الدماغ اوس کہال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدها الدامغة بغین معجمة وهی التی تخرج الدماغ ولم یذکرها محمد لموت بعدها عادة فتکون قتلا لا شجا فیلزم الاستقراء بحسب الآثار انها لا تزید علی العشرة اور جراحت آمہ کے بعد گیارہوین جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہین کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تتبع آثار سے یہ معلوم ہوگیا کہ شجاج دس قسم کے ہین زیادہ نہین ہوتے ویجب فی الموضحة نصف عشر الدیة ای لو خیرا صلعم والا ففیها حکومة عدل لان ما علی الا نقص زینة من غیره قهستانی عن الذخیرة اور جراحت موضحہ مین دیت کا بیسوان حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اوسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہون اور نہین تو اوسمین دیت نہین بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کہال غیر اصلع سے کمتر ہو آرائش مین کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الهاشمة عشرها وفی المنقلة عشر ونصف عشر

اور جراحت ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ مین دیت کا دسوان حصہ اور بیسوان حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہین وفی الآمة والجائفة ثلثها اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہے جائفہ کی تفسیر مین اختلاف ہے زیلعی مین ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ مین ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہین ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج مین ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پہونچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہ سب جراحتین جائفہ ہین اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہین ہے اور جائفہ نہین ہوتا دونون ہاتہون اور دونون پانون اور ران اور منہ اور سر مین اور اگر زخم فرج اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاے تو وہ بہی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفة فثلثاها لانها اخا

ذی بیت فصارت جائفتین فیجب فی کل بثلثہا پہر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پیٹہ کیطرف پہوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیان واجب
ہین یہہ اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کیجانب سے دوسرا پیٹہ کیطرف سے تو ہر جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی
الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع و
لا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین دیت نہین حکومت عدل
ہے اسواسطے کہ ان زخمون مین کچہہ دیت مقرر نہین ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کیجانب سے اور انکا رایگان چہوڑنا بہی ممکن نہین ہے تو انمین حکومت عدل واجب ہوگی
ہم مصنف عبدالرزاق مین ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ان دونون موضحہ مین حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر
کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی
حکومت عدل یہہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اوسکی دیت کے بیسوین حصہ سے واجب ہوگا یہہ قول ہے کرخی کا
اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً اقل ثابت ہے اور شجاج سے ہے لہذا اوسیکو مقیس علیہ ٹہرایا چند کی مقدار کی تو ضیح
یہہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اوسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع
دیت واجب ہوگی وعلے ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہہ ہے کہ اسمین رجوع ہے منصوص علیہ کیطرف کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج
عبداً بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الاثر عشر قیمتہ
اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر مین دوسرا قول طحاوی کا یہہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم
کے اوسکی قیمت مقرر کیجائے پہر اس زخم کے ساتہہ اوسکی قیمت معین کیجائے پہر جسقدر تفاوت ہو دونو قیمتون مین اوسیقدر آزاد مین اوسکی دیت سے لیا
جاے اور غلام مین قیمت سے تو اگر قیمت سے دسوان حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسوان حصہ لیا جاے اور اسیطرح نصف اور ثلث مین یعنی اگر زخم سے
نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہو ہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ
العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی
حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا مین ہے اور مجمع مین اسی قول پر یقین کیا
ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی
الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہہ وراسہ فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول
الطحاوی مطلقا لانہ الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ مین ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسیصورت مین مستقیم ہے جبکہ
جنایت چہرہ اور سر مین ہو تو اسوقت مین کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل ہو موضحہ پر قیاس کرنا کرخی
کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر مین ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی
کی مانند جوہرہ مین ہے زیادت بیان کے ساتہہ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی
ان یبرء اور بعضون نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے اچہے ہوجانے
تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہین ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ
عمداً اور قصاص نہین ہے سب شجاج مین مگر موضحہ عمداً مین ہم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ مین بالاتفاق قصاص نہین اور ما دون موضحہ کے
حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق تک کے قصاص مین اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فیہ یستوی العمد
والخطاء فیہ اور جن شجاج مین قصاص نہین اوسمین عمد اور خطا دونو برابر ہین یعنی تو ما وجب عمد مین وہ وہی واجب ہے جو خطا مین واجب ہے کذا

...من المحیط لکن ظاهر المذهب وجوب القصاص فیما قبل الموضحة ایضا ذکره محمد فی الاصل وهو الاصح درر
ومجتبی وابن الکمال وغیرها لامکان المساواة بان یسبر غورها بمسبار ثم تتخذ حدیدة بقدره فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے اُن شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین یہہ ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
مین برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخمون کا عمق اوسکا گہراؤ امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پہر آہنی چیز لیجاوے بقدر اوسکے پہر اوتنا
قطع کیا جاوے ھ کافی مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنے زخمون مین قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنی فی الشرنبلالیة السمحاق فلا یقاد اجماعا کما لا قود فیما بعدها کالهاشمة والمنقلة بالاجماع وعزاه للجوهرة فلیحفظ
اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنے کیا ہے تو اوسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلد رأس وبدن ولحم خد وبطن وظهر پہر زاہدی نے
مجتبی مین کہا اور قصاص نہین ہے سر اور بدن کی کہال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹہہ کے گوشت مین ھ شاید کہ یہہ قول غیر ظاہر الروایة ہے یا جلد راس سے مقصد
سمحاق مراد ہے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین اونمین حکومت عدل ہے جبکہ بدی کہلجاوے
تو شجاج بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اوسمین کچھہ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی لطمة ووکزة ووجاءة اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب برچہ مین ھ عدم قصاص کو عدم تقریر لازم
نہین وفی سلخ جلد الوجه کمال الدیة اور چہرہ کی کہال اوکہاڑنے مین پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدة نصف دیة ولو
مع الکف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب اونگلیون کے قطع مین نصف دیت ہے اگرچہ پانچون انگلیان ہتہیلی کے ساتھہ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ
ہتہیلی انگلیون کے تابع ہے ھ نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیة للکف وحکومة عدل فی
لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھہ نصف دیت واجب ہے ہتہیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب
ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤن کی انگلیان آدہی پنڈلی کے ساتھہ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیها اصبع او اصبعان عشرها او خمسها لف ونشر مرتب اور اوس ہتہیلی کی قطع
مین جسمین ایک اونگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی مین دسوان
حصہ ہے اور دو اونگلیون مین پانچوان حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه کما لو کان فی الکف ثلث اصابع
فانه لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچہہ واجب نہین قطع کف مین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین
تین اونگلیان ہون تو قطع کف مین کچہہ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے ھ یعنی جسطرح کف مین کچہہ واجب نہین
جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسیطرح تین اونگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچہہ نہین ہے اور یہہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھہ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواهر الفتاوی ضرب ید رجل وبری
الا انه لا تصل یده الی قفاه فبقدر النقصان یؤخذ من جملة الدیة ان نقص الثلثان فثلثا الدیة وهکذا واقره المصنف
اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھہ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہہ کہ اوسکا ہاتھہ گردن کے پیچہے نہین پہونچتا تو بقدر نقصان مجموع
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح
مین اس قولکو ثابت رکہا ہے رد نہین کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم دیة

المقطوع فقط وسقط القصاص فافهمه وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجی متنا اور اگر اونگلی کی ایک پور مفصل سے
کاٹی سو باقی اونگلی خشک ہوگئی یا اونگلیان قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھہ لے اگرچہ یہہ قول کے
مخالف ہی الیسا بیان کیا ہی شرنبلالی نے اور آگے متن مین اویگا ہم نہایہ مین شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہی کہ جو عضو شل ہوگیا اوسکی دیت واجب ہے
اگر وہ اونگلی ہے تو اونگلی کی دیت ہی اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہی اور زیلعی مین ہے کہ جب تمام اونگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہی اور اگر لائق
انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہہ شارح اور ماتن کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین
الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ اونگلی
مین اور صغیر کی آنکھہ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان مین حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکھہ مین تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل مین جنبش کرنے
سے اور زبان مین بولنے سے ہم زائد اونگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکھہ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پھر جب وجود منافع معلوم نہین تو
شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکبالغ فی خطأ وعمدا اذا اثبت ببینۃ او باقرار الجانی
وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھہ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو بالغ وجوان کی مانند ہی خطا یا عمد مین جبکہ
گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے مین اوسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ
اذہبت عقلہ او شعر رأسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اوس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے
عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جز کے کل مین مانند اوس شخص کی جسنے اونگلی دوسرے کی قطع کی
سو اوسکا ہاتھہ خشک ہوگیا تو اونگلی کی دیت ہاتھہ کی دیت مین داخل ہو جاویگی ہم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہی اسواسطے کہ
انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ
بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہوگی
اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہین برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہی ہم جب سمع اور بصر
اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہوگئی تو ایکدوسرے مین داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا
واجب ہوگی ولا قود ان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونون آنکھین جاتی رہین بلکہ دونون مین
یعنی موضحہ اور آنکھون مین دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکھون مین دیت ہی ولا بقطع اصبع شل
جارہا خلافا لہما اور قصاص نہین اوس اونگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک اول مین قصاص ہی اور دوسرے مین دیت ہی کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی
من الاصابع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہین اوس اونگلی مین جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا سو باقی اونگلیان خشک ہوگئین
بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہے ہم یہہ مسئلہ ہی جسکو شارح کہتا تھا کہ متن مین آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود
او اصفر او احمر باقیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فان تجمل یماری حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا
والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیٔ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد
سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت
نظر آتا ہو بولنے کیوقت تو بھی دیت ہی اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہی کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہی تو اوسمین
کچھہ واجب نہین اعتراض اور خلل ہی ہم خلل یہہ ہی کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی

بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہو گی کا صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فاثر فی محل
لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واتلف شیئین فاورث احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب
جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقہ جداگانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانون تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت
ایک مکان میں واقع ہوا اور دو چیزونکو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ھ زیلعی میں ہے کہ امام
کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں
باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثم
نبتت بعد ذلک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جسنے اپنی دانت کا قصاص لیا سال گذرنے
کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفای قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والیکا قصاص ساقط ہے
شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی ویستانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ
فتحرکت لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ والصحیح
تاجیل البالغ لیبرأ لا السنۃ لان نباتہ نادر ھ اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بہر اور اسیطرح انتظار کرنا
چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اوسمین تاجیل اور انتظار
نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور گاہ سے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ
کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ھ وجہ توفیق یہہ ہے کہ عدم تاجیل سال براہ
کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوسکی تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے
کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہے اور
ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت ای ردہا صاحبہا
الی مکانہا ونبتت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایکنے دوسریکا دانت اوکھاڑا اسوقت دانت والے نے دانت کو مکانپر ہرا دسکو رکھہ
دیا اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگین عود نہیں کرتین جسطرح پہلے تہین وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت
الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لا شیء علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کر گئی
منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھہ واجب نہیں جیسے اوسصورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش
لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ در اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دیگر سو گوشت سے جمگیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پہر
ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تہا کذا فی الدر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما
مگر یہہ کہ دانت اوکھاڑا گیا پہر وہان دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے
برخلاف صاحبین ھ صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اوکھاڑنے اور پہر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جمنا
اوٹھنا یہہ نعمت جدیدہ حق تعالی کیطرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمین حکومت عدل ہے ولو نبتت الی
النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور اوس ناخن
میں کچھہ دیت نہیں جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تہا ھ اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اوسمین حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او لحم شجۃ او لحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بہر گیا چنگا

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اوسکا نشان باقی نرہا تو اوسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدخانی
اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مؤلم مین
کچھ دیت نہین ہان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ عَلَيْهِ اَرْشُ الْاَلَمِ وَهِيَ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ قَدْرُ مَا لَحِقَهُ مِنَ النَّفَقَةِ
اِلٰى اَنْ يَبْرَأَ مِنْ اُجْرَةِ الطَّبِيْبِ وَثَمَنِ الدَّوَاءِ اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنی حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو
خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وَفِيْ شَرْحِ الطَّحَاوِيْ فَسَّرَ قَوْلَ اَبِيْ يُوْسُفَ اَرْشُ الْاَلَمِ
بِاُجْرَةِ الطَّبِيْبِ وَالْمُدَاوَاةِ فَعَلَيْهِ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمَا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ قُلْتُ وَقَدْ قَدَّمْنَا نَحْوَهُ عَنِ الْمُجْتَبٰى ذَكَرَ هُنَا عَنْهُ رِوَايَتَيْنِ
فَتَنَبَّهْ اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہای درد کی تفسیر اجرت طبیب و مداوات واقع ہوئی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے
قول مین مخالفت باقی نرہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین
ابو یوسف سی دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہیو ہم دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجائے
پہر اوسکی قیمت اس درد کے ساتھہ کیجای شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہی کذا فی الطحطاوی

وَلَا يُقَادُ جُرْحٌ اِلَّا بَعْدَ بُرْئِهِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اوسکے چنگے ہو جانیکے بعد برخلاف شافعی کے ہم مسندِ احمد
اور دارقطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جای اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ جراحات مین انجام
اونکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وَعَمْدُ الصَّبِيِّ
وَالْمَجْنُوْنِ وَالْمَعْتُوْهِ خَطَأٌ بِخِلَافِ السَّكْرَانِ وَالْمُغْمٰى عَلَيْهِ اور صغیر اور مجنون اور مدہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے
کہ اونکا عمد خطا نہین وَعَلٰى عَاقِلَتِهِ الدِّيَةُ اِنْ بَلَغَتْ نِصْفَ الْعُشْرِ فَاَكْثَرَ وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَجَمِ وَاِلَّا فَفِيْ مَالِهِ دُرَرٌ اور صغیر یا مجنون کے عمد
مین اوسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پہنچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصے سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم
کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر وَلَا كَفَّارَةَ وَلَا حِرْمَانَ اِرْثٍ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ
کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور
مجنون لائق عقوبت کے نہین وَلَوْ جُنَّ بَعْدَ الْقَتْلِ قُتِلَ وَقِيْلَ لَا وَتَمَامُهُ فِيْمَا عَلَّقْتُهُ عَلَى الْمُلْتَقٰى اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص
مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہے صَبِيٌّ ضَرَبَ سِنَّ صَبِيٍّ فَانْتَزَعَهَا يُنْتَظَرُ بُلُوْغُ الصَّبِيِّ
الْمَضْرُوْبِ اِنْ بَلَغَ وَلَمْ يَنْبُتْ فَعَلٰى عَاقِلَتِهِ الدِّيَةُ وَلَوْ مِنَ الْعَجَمِ فَفِيْ مَالِهِ دُرَرٌ وَتَحْقِيْقُهُ فِي الْمَعَاقِلِ ایک صغیر نے دوسری صغیر کے دانت پر
مارا اور اوسکو اوکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیئے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اوسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب
عجم کا رہنے والا ہی تو خود اوسکے مال مین دیت ہی اور ہم عنقریب دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مُهِمَّةٌ فائدہ ضروریہ حُكُوْمَةُ الْعَدْلِ لَا تَتَحَمَّلُهَا
الْعَاقِلَةُ مُطْلَقًا عَلَى الصَّحِيْحِ كَمَا فِيْ تَنْوِيْرِ الْبَصَائِرِ مَعْزِيًّا لِلتَّاتَارْخَانِيَّةِ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کے مددگار متحمل نہین ہوتی بنا بر قول صحیح کی طرح
یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہی منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فَصْلٌ فِي الْجَنِيْنِ

یہہ فصل ہی بچہ شکمی کے مسائل مین جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی مان کے پیٹ مین ہے ضَرَبَ بَطْنَ امْرَاَةٍ حُرَّةٍ حَامِلٍ خَرَجَ الْاَمَةُ وَالْبَهِيْمَةُ
وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهَا قُلْتُ بَلِ الشَّرْطُ حُرِّيَّةُ الْجَنِيْنِ دُوْنَ اُمِّهِ كَاَمَةٍ عَلِقَتْ مِنْ سَيِّدِهَا اَوْ مِنَ الْمَغْرُوْرِ فَفِيْهِ الْغُرَّةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ دُرٌّ عَنِ الزَّيْلَعِيِّ
فَالْعَجَبُ مِنَ الْمُصَنِّفِ كَيْفَ لَمْ يَذْكُرْهُ ایکمرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا
اور وہ دونکا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ شکمی مان کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اوسکی بچہ مرجانے

مین غرہ یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف سی تعجب ہے کہ اوسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب
درر کی اکثر متابعت کرتا ہی یہان اوسکے مخالف بیان کیون کیا ام ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط
ہے کذا فی النہایہ ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجتہ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر
اولہ ہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سی یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ
سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح کہتا ہ غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہہ دیت جسکا عشرہ نام ہے اول مقادیر دیات سی ہی ھ شارح
نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غرۃ بضم غین معجمہ و تشدید را عبارت ہی عمدہ مال سی چنانچہ گہوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط
مین ہے کہ بچہ جنین کا غرہ نام رکہا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی
العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہی دیت کی بیسوین
حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہوا اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ھ مرد کی دیت دسہزار درم ہے
تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ
وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا
تین سال کے اندر دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھ معجم طبرانی مین حدیث
طویل سی مروی ہی غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ اور صحیحین مین ابی بکرہ سی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کی جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا
حکم کیا لیکن اسمین پانسو کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین
مقتول ہوا عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی
فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پہر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پہر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام
فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پہر مان اوسکی مرگئی تو مان مین دیت واجب
ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ فعل متعدد ہو جاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سی ھ چنانچہ ایک شخص کے تیر مارا اسواوس پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو تیر مارنے والے
پر دو دیت واجب ہین اگر دونون فعل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد سے تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحاوی وصحح فی الذخیرۃ بتعدد الغرۃ
لو میتین اذا انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لو ارادہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہوکر ساقط ہوون
انتہی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سی دیت کا بہی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو صریح نہین دیکہا تو کتب مطولہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے
ھ جوہرہ مین اگر حاملہ دو جنین گراوی تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکے مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر مان مرگئی
پہر وہ بچہ مرا تو فقط مان کی دیت واجب ہی اور اگر مان کے مرنیکے بعد دو جنین نکلے پہر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحاوی وان ماتت فالقتہ
میتا فدیۃ وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر مان مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت مان
کی واجب ہین ہماری دلیل یہہ ہے کہ ظاہر ان کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکی جینے سی ہی اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سی تو جنین کی موت اوسکی
مان کی موت سے ہوتی ہی اور یہہ احتمال بہی ہی کہ صدمہ ضرب سی جنین مرا ہو تو شک سی ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ
دیتان ان القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اوس صورت مین دو دیتین
واجب ہین کہ زندہ بچہ ڈالا پہر بچہ اور عورت دونون مرگئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہا اور جنین مین جو چیز
یعنی غرہ یا دیت واجب ہے وہ موروث ہی یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی مان اوسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منہا

فلو ضرب بطن امرأته فالقت ابنه ميتا فعلى عاقلة الاب غرة ولا يرث منها لانه قاتل اور جنين کا مارنیوالا غرہ جنين کی میراث نپاویگا
تو اگر ایکمرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا اسوضارب کا بیٹا اوسکے پیٹ سے گرپڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہوا اور باپ اوسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ
قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہین نص سے وفي جنين الامة الرقيق الذكر نصف عشر قيمته لو حيا و
عشر قيمته لو انثى لما تقرر ان دية الرقيق قيمته اور لونڈی کی جنين مملوک مذکر مین اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ
واجب ہے اگر جنين مونث ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ مملوک کی دیت اوسکی قیمت ہے م تعیین قیمت جنين کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنين مردہ کے اوسکی رنگ اور صورت
کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکی اس مکان مین اتنی قیمت ہوتی اوسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہے کہ لازم
آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث مین وہ زیادہ تر ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ وہم اکثر ہے بستم سو اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول مین دیا ولا يلزم زيادة الانثى
لزيادة قيمة الذكر غالبا اور لازم نہین آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا م یعنی اسواسطے کہ عادت مین غلام کی قیمت زیادہ
ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اوسکی بصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعة وفيه اشارة الى انه اذا لم يكن الوقوف على كونه ذكرا او انثى فلا شئ عليه اور مذکر اور مونث کی دیت
کے تفاوت مین اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنين کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھہ ضمان نہین م طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع
ہوگیا ہے قہستانی کا اور شمنی مین یون مذکور ہے کہ اگر جنين کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثے مشکل کی مانند انتہی عینی مین ذخیرہ سے
منقول ہے کہ جب جنين کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی نے خنثے مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے
اسیطرح یہان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی كما لو القى بلا راس لانه انما يجب القيمة اذا نفخ فيه الروح ولا تنفخ من غير راس ذخيرة
چنانچہ اگر جنين لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اوسمین کچھہ واجب نہین اسواسطے کہ قیمت تو اوسصورت مین واجب ہوتی ہے جبکہ جنين مین روح پہونکی
گئی ہو اور روح کا پہونکنا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرة في مال الضارب للامة حالا جنين مملوک مین اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اوس
شخص کے مال مین واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہے م ضارب کے مال مین اسواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہین اور اوس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے
لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القته حيا وقد نقصتها الولادة فعليه قيمة الجنين لا نقصانها لو بقيمته وفاء به والا فعليه اتمام
ذلك مجتبى اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کردیا تو ضارب پر جنين کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ
جنين کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اوسکا پورا کردینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی م مثلا لونڈی کی قیمت سو
درم تہی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنين کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہین اور اگر جنين کی قیمت ۲۵
درم ہے تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو يوسف فيه نقصانها كالبهيمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنين مین
لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان مین جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعي فيه عشر قيمة الام صدر الشريعة
ولا تخفى انها اولى اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنين مین اوسکے ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعة اور یہہ تو مخفی نہین
ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حرره اي الجنين سيده بعد ضربه ضرب بطن الامة فالقته حيا فمات ففيه قيمته حيا للمولى
لا ديته وان مات بعد العتق لان المعتبر حالة الضرب پہر اگر جنين کو اوسکے مالک نے آزاد کردیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرادیا
پہر وہ مرگیا تو اوسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کیواسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنیکے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اسکا ضرب
سابق سے ہے اور وقت ضرب حالت رقیت مین ہوا تہا کذا فی صدر الشریعة وعند الثلاثة يجب دية وهو رواية عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنين
کی واجب ہے نہ قیمت اور یہہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا

نے الطحاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو
بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی م نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اوسکو غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہہ ہے کہ ضارب
مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحہا وان خرج حیا فمات ففیہ الکفارۃ کذا
صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ کما لا یخفی نطحطا اور اگر بچہ زندہ
پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا تو اوسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسیطرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلئے کہ
فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اوسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اوسمیں چنانچہ یہہ امر مخفی نہیں ہے
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ
ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھہ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پوری بدن والی جنین کی مانند ہے اُن احکام میں جو مذکور ہوئے
اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ
ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولو تأثم ما لم یستبن بعض خلقہ ومر فی الحظر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل
کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے
تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کذا فی صدر الشریعۃ اور
عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہین ہوا اور یہہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہو چکا م شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ اسقاط سے
عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہان کلام ہے وجوب غرہ مین اور وہ واجب نہین ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہون پھر شارح یون کہتا اور اگر بعض اعضاء
بدن ظاہر نہوئے ہون تو اسقاط مین گناہ نہین کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اوسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا
عورت نے سقاط قصدا نہین کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہین عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونون صورتون مین عورت کا کچھہ قصور نہین م زیلعی ور
صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس مین اباحت جاری
نہین وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المأمورۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اوسنے
گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہین واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالۃ الدین علی مملوکہ ما
لم یستحق فحینئذ یجب للمولی الغرۃ لانہ غرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اوسپر کچھہ واجب نہین بسبب محال ہونے دین مملوک پر یعنی غرہ جنین کا
دین ام ولد پر نہین ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولی کیواسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب دیا گیا
ہے کہ غیر کے ملک مین تصرف کیا اپنی ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے م ولد مغرور کی صورت یہہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف مین لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی
نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کیواسطے جاریہ اور اوسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مشتری سے
کہا جاویگا کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تہا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد مین غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اوسکو دے یا غرہ جنین کا
کذا فی العالمگیریہ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ
ولا ترث فی الحالین اور واقعات مین ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرا یا زندہ بعدا اوسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور
اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونو حالتین وارث جنین کی نہوگی وتجب فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص
الام لا یجب فیہ شیء شمنی اور جانور کے بچہ گرانے مین ماں کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اوسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ماں مین نقصان نہین ہوا تو
اوسمین کچھہ بچہ کی عوض واجب نہین کذا فی السراجیہ ف ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیہ ضرب بطن امرأتہ بالسیف فقطع البطن ووقع

احدی الولدين حيًا مجروحًا بالسيف والآخر ميتًا وبه جراحة السيف وماتت ايضا اقتص للرجل الواجد لانه عمد ولهما على عاقلته دية الولد الحي اذا مات ويجب غرة الولد الميت لانه لما ضرب ولم يعلم بالولد في بطنها كان الضرب خطأ بازيہ مین ہے ایکمرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سی دو بچے نکلے ایک بچہ زندہ تلوار سی زخمی ہوکر پڑا اور دوسرا مُردہ گر پڑا اوسمین تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سی قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہہ عمد ہوا اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہی جبکہ وہ مر گیا ہوا اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اوسکے پیٹ کو دو بچوں کو نجانتا تھا تو یہہ ضرب از راہ خطا کے ٹھہری اور خطا مین دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

یہہ باب ہی اُن مسائل مین کہ مرد راہ وغیرہ مین کچھہ احداث کریں اور بناویں لما ذكر القتل مباشرة شرع فيه تسبيبًا فقال جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اوس قتل مین جو بطریق تسبب کی ہو سوا اوسنی اگلا قول کہا ھم قتل بطریق مباشرت کی یہہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کریں اور قتل بالسبب یہہ ہی کہ مثلًا دیوار بنائی اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مر گیا اخرج الى الطريق العامة كنيفًا هو بيت الخلاء او ميزابًا او جرصنًا كبرج وجذع وممر علو وحوض لما قوة ونحوها عيني او دكانًا جاز احداثه ان لم يضر بالعامة ولم يمنع منه فان ضر لم يحل کسیکی شارع عام مین پاخانہ اور سنڈاس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چھتا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیز کذا فی العینی یا دکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سی ہر چیز کا بنانا درست ہی اگر لوگونکو اس احداث سی ضرر نہو اور کوئی منع بھی نکریں پر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہین چنانچہ آگے آویگا ھم جرصن بضم جیم و صاد و سکون رار مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہین لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر مین اختلاف ہی بعضون نے کہا جرصن برج ہی اور بعضون نے کہا چھجا وغیر ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب قوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہین مگر تفسیر مین کذا فی الطحطاوی ولكل واحد من اهل الخصومة ولو ذميًا منعه ابتداء ومطالبته بنقضه ورفعه بعده اى بعد البناء سواء كان فيه ضرر او لا وقيل انما ينقض بخصومته اذا لم يكن له مثل ذلك والا كان متعنتًا زيلعي اور اہل خصومت سی اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روکدینا ابتدا سی اور اوسکی توڑ ڈالنی کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہی خواہ اوسمین ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہہ ہی کہ خصومت سی توڑنا بن چکنے کے بعد اوسوقت ہی جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہین تو روکنا حق ضائع ہی کذا فی الزیلعی ھم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ مین تین مواضع مین کلام ہے اول راہ کے احداث مین ثانی خصومت منع احداث مین اور رفع بعد الاحداث مین اور ثالث ضمان مین احداث کا حال تو یہہ ہی کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والونکو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نکریں اور خصومت کا حال یہہ ہی کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہی قبل از احداث روکنی کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنی کا اگرچہ کسیکو ضرر نہووے بشرطیکہ اوسنی بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا مین روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا اختیار نہین اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہی اسواسطے کہ شارع عام مین اونکو چلنے کا اور اپنی جانورون کے چلانے کا اختیار ہی تو خصومت نقض کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلامون اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہین کذا فی الطحطاوی هذا كله اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام یہہ تمام مذکور اوسوقت ہی جبکہ شارع عام مین اپنی ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ھم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہین لیکن سلطان کو مناسب نہین حکم دینا اگر لوگونکو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سی اور اگر باوجود اسکی سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دی تو جائز ہے چنانچہ حموی مین ہی مسکین کی شرح مین یون ہی کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہین بلا خلاف خواہ سلطان حکم کریں یا نکریں کذا فی الطحطاوی قوله الصفار ولم يكن يطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مطالبہ کرنیوالیکا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہی ھم یہہ وہی قول ضعیف ہی جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچھہ حاجت نہتی کذا فی الطحطاوی وان بنى للمسلمين كمسجد ونحوه او بنى باذن الامام لا ينقض اور جبکہ شارع عام مین بنفع مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا ھم فقہا کے کلام سی صریحًا معلوم

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

ہوتا ہی کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بہی واجب
ہوگا کما لا یخفی اور اوسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نرکہا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین
کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی **وَاِنْ کَانَ یَضُرُّ بِالْعَامَّۃِ لَا یَجُوْزُ اِحْدَاثُہٗ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ** اور
اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا
دینا اسلام کا طریقہ نہین ھم یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک
حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہی باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہہ
کہ آدمی اپنے بہائی کو ضرر نہ پونہچائے یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچاکر اور بعضون نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہوا اور تجکو اوسمین
نفع ہو اور ضرار وہ ہی کہ دوسرے کو تو منفعت پونہچا دے اور تجکو اوسمین کچہہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہی اور ضرار دونون طرف سے ہے اور بعضون نے کہا ضرر
اور ضرار متحد المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا ضرر ابتداءً اور ولا ضرار جزاءً یعنی بدلا لینے مین اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا
چاہئیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مُضارہ ہی یعنی تو اوسکو ضرر پونہچا دے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم **وَالْقُعُوْدُ فِی الطَّرِیْقِ لِبَیْعٍ وَشِرَاءٍ یَجُوْزُ اِنْ لَمْ یَضُرَّ بِاَحَدٍ**
وَاِلَّا لَا عَلٰی ھٰذَا التَّفْصِیْلِ السَّابِقِ اور راہ مین بیٹہنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہی اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل
سابق کے ھم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانے کا **وَھٰذَا فِی الْمَنَافِذِ وَفِیْ غَیْرِ النَّافِذِ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّتَصَرَّفَ بِاِحْدَاثٍ مُطْلَقًا**
اَضَرَّ بِھِمْ اَوْ لَا اِلَّا بِاِذْنِھِمْ لِاَنَّہٗ کَالْمِلْکِ الْخَاصِّ بِھِمْ اور یہہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہی اور کوچہ غیر نافذہ مین تو
کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ
اونکی ملک خاص کی مانند ہی ھم شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ مین مصرح ہی کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہی **ثُمَّ الْاَصْلُ فِیْمَا جُھِلَ حَالُہٗ**
اَنْ یُّجْعَلَ حَدِیْثًا لَوْ فِیْ طَرِیْقِ الْعَامَّۃِ وَقَدِیْمًا لَوْ فِیْ طَرِیْقِ الْخَاصَّۃِ جاننا چاہئیے پہر دریافت کرنا چاہئیے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور
جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہی کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہوا اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ھم تو کہا کہ احداث جدید ہی تو اللہ
کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **فَاِنْ مَاتَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بِسُقُوْطِھَا عَلَیْہِ**
فَدِیَتُہٗ عَلٰی عَاقِلَتِہٖ اَیْ عَاقِلَۃِ الْمُخْرِجِ لِلتَّسَبُّبِ پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوسپر ساقط ہونے سے مر گیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے
عاقلہ پر واجب ہی بسبب اوسکی سبب زنی کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہی لہذا اوسکے مددگارون پر دیت لازم ہوئی **کَمَا تَدِیْ الْعَاقِلَۃُ لَوْ حَفَرَ بِئْرًا فِیْ طَرِیْقٍ**
اَوْ وَضَعَ حَجَرًا اَوْ تُرَابًا اَوْ طِیْنًا مُلْتَقٰی فَتَلِفَ بِہٖ اِنْسَانٌ لِاَنَّہٗ سَبَبٌ جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہی اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا
خاک یا مٹی راہ مین ڈہیر کی کذا فی الملتقی سو اوسکی سبب سے کوئی آدمی مر گیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا **فَاِنْ تَلِفَ بِہٖ اَیْ بِوَاحِدٍ مِّنَ**
الْمَذْکُوْرَاتِ بَھِیْمَۃٌ ضَمِنَ فِیْ مَالِہٖ اِنْ لَّمْ یَاْذَنْ بِہِ الْاِمَامُ پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے
کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال مین سے اوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن ندیا ہو ھم وجہ تاوان تعدی ہی محدث کی اور مالیہ
پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہی نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم
تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہی خلق اللہ کا تو اوسکا فعل ایسا ہی جیسے مالک کا فعل اپنی ملک مین چنانچہ قہستانی
مین ہی اور اذن سلطان کی مانند اذن ارباب محلہ کا اذن ہی غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہی اول کلام تک یعنی فَاِنْ مَاتَ اَحَدٌ تک کذا فی الطحطاوی
فَاِنْ اَذِنَ الْاِمَامُ فِیْ ذٰلِکَ اَوْ مَاتَ وَاقِعٌ فِیْ بِئْرِ طَرِیْقٍ جُوْعًا اَوْ عَطَشًا اَوْ غَمًّا لَا ضَمَانَ بِہٖ یعنی خلافاً لمحمد پہر اگر سلطان نے
اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مر گیا یا راہ کے کنوئین کا گر پڑنے والا بہوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتوی ہے برخلاف امام محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے م تم ہے یہان مراد وہ مکان ہے کہ کنوئین کی ہوا ہے اون اشیا مین ضمان
اسواسطے نہوا کہ کنوئین کا گرنیوالا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے مرجاے کذا فی الزیلعی —

ولو سقط الميزاب فاصاب ما كان في الداخل رجلاً فقتله فلا ضمان اصلاً لكونه في ملكه فلم يكن متعديا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا اسو
پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اوسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کیطرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک مین تھی تو مالک خانہ کی
تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه بزازية فالضمان على واضعه لتعديه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا
اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانیوالے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے م تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا
فی الزیلعی اور لٹکانا پرنالہ لگانے مین ضرورت بہی نہین اسواسطے کہ دیوار مین چھپی پرنالہ ہوسکتا ہی کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اوسیصورت مین ہی جبکہ سلطان
یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور تعدی کی تعلیل بہی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسیطرح مسائل
آیندہ مین انتہی ولو مستاجرا او مستعيرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا يبطل الضمان بالبيع
لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل كما بسطه الزيلعي اور ضمان باطل نہین ہوجاتا اوس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع
کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے بخلاف دیوار مایل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہی م خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے
ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہین ہوگیا اوسکی ملک زائل ہوئے پر بخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچا اشہاد کے بعد پہر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو
نہ بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی

ولو اصابه الطرفان من الميزاب وعلم ذلك وجب على واضعه النصف وهدر النصف ولو لم يعلم اى طرف منهما اصابه ضمن
النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد پر پرنالہ کی دونو طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور دونو یعنی دو طرفونکا اوسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے
والے پر نصف دیت واجب ہی اور نصف دیت باطل اور رایگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونو طرفون سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان
بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی م قیاس یہ ہے کہ درصورت عدم علم کچھہ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہی اور اگر داخلی سے ہی تو ضمان
نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین پورا ضمان ہوسکتا ہی اور دوسرے حال مین کچھہ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن
نحى حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول قد انتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کردیا اوس پتہر کو جو دوسرے شخص نے
راہ مین رکہا تہا پہر اوس پتہر سے کوئی مرد ٹہوکر کہا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین رکہنے والیکا منسوخ ہوگیا
دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹہرا نہ اول كمن حمل على رأسه او ظهره شيئا في الطريق فسقط منه على آخر او دخل
بحصير او قنديل او حصاة في مسجد غيره اى جعل فيه حصا او بوارى ابن كمال او جلس فيه لا للصلوة ولو للقرآن او تعليم
فعطب به احد كما عطب ضمن خلافا لهما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹہہ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اوسمین سے کچھہ دوسرے شخص پر گر پڑا
یا چٹائی یا قندیل یا پتہری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنی مسجد مین پتہریون یا چٹائیونکا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سواے نماز اور فعل کیواسطے مسجد مین بیٹہا
اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹہا ہو سو کوئی شخص اوسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندہا چٹائی مین اولجہکر یا پتہریون مین ٹہوکر کہاکر مرگیا تو حامل یا مدخل یا جالس
پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا يضمن من سقط منه رداء لبسه عليه ضمان لازم نہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی
جسکو وہ اوڑہے تہا اور اوسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا م حامل اور لابس مین فرق یہ ہی کہ حامل شے اوسکی محافظت کا قصد کرتا ہی تو تقیید بالسلامۃ
مین اوسپر کچھہ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکہتا تو تقیید بالسلامۃ مین اوسپر حرج ہی کذا فی الطحطاوی او ادخل هذه الاشياء
المذكورات في مسجد حيه اى محلته لان تدبير المسجد لاهله دون غيرهم ففعل الغير مباح فيتقيد بالسلامة یا اشیاء مذکورہ

بیٹھنے چٹائی یا قندیل یا پتھر یا ان اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ اونکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا مترجم ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونون کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوٰۃ الحاصل ان الجالس للصلوٰۃ فی مسجد حیّہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوٰۃ یضمن مطلقاً خلافاً لھما واستظھر فی الشرنبلالیۃ معزیاً للزیلعی وغیرہ قولھما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹھا تو اوسپر ضمان نہین اور نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقاً خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین مترجم زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ و لو استأجرہ لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شیٔ ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر درملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اوسکے واسطے کنوان کہودے اوسکی دوکان یا گہر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اوسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہوا اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہو پہر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہتھی تو اوسکا امر کرنا باطل تہا پہر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر جرأت کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ھو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاساً لعلمہ بفساد الامر فما غرہ وعلی المستاجر استحساناً انتھی قلت وقد قدم ھو وغیرہ القیاس ھنا وظاھرہ ترجیحہ سیّما علی دأب روایۃ الملتقی من تقدیم الاقوی فتامل اور اگر مستاجر نے کہاکہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمین مجکو کنوان کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پہر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فاسد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر مترجم وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنی ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکہنا اور گہوڑا باندہنا وغیرہ ذالک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیھا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیھا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑی رکہا راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسیطرح کا حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پہر کسی مرد نے اوسپر عمداً گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف سے مترجم یہہ دلیل ہے پچھلے دو مسئلونکی زیلعی نے کہاکہ چاہ آبریز باذن امام کہودنا یا اپنی ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمداً چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنیوالا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبھذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام مبنی عدم ضمان تقدم سے ظاہر یہہ ہوگیا کہ متسبب پر اوسیصورت میں ضمان لازم ہوتا ہی کنوان کھودنے اور پتھر راہ مین رکھنے مین جبکہ اوسکا گزرگاہ بالقصد او سپر مرور کرے کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت ولہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبیٰ مین ہی کہ مکہ معظمہ یا اوسکے سوا میدانونکی راہ مین کنوان کھودا اور اوسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنیوالے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہرونکی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلونکی اسواسطے کہ شہرونمین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانونکی راہ مین

ولو استاجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہ بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیۃ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا اذا کان البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر فینبغی ان لا یجب شیء لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر کسی نے چار شخصونکو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان اُن سب پر پھٹ کر گر پڑا اُنکے کھودنیکے سبب سے سو اونمین سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چہارم دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اوسپر گرا اونکے فعل کے سبب سے تو مرنیوالا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیونکی جنایت سے تو اوسقدر دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہہ حکم اوس شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچھہ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادث ہوگا اوسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرہ قلت ویتوضح منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ لمدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس وغیرہ فیستاجر ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیء علی المستاجر وکذا علی الاجراء کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہی مملوک ہوتی ہی اور اوسپر خراج ہی جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہی صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہی اور اوس زمین کی نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کیواسطے تاکہ اوس مین مین انگور وغیرہ کے درخت جما دے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکی مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسیطرح اور مزدورون پر کچھہ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی اور فتاویٰ کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی جو کتب فتاویٰ مین مذکور ہی بلا قید کہ جو کھودنے مین تلف ہوا اوسکا ضمان ہی سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم م یہہ جو کہا کہ زمین گاہی مملوک ہی اور گاہی وقف اور گاہی تصرف مستاجر مین ہے مدت طویل سو مراد اوس سے یہہ ہی کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہین کہ ایک زمین گاہی مملوک ہی اور گاہی وقف اور جواب استفتا مین یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہی صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہاء دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہوسکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغایر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

فوائد مسائل ملحقہ شارح کے لو استاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہم فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کیواسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا اسواوسنے کسی آدمی کو قتل کیا اونکی فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگرون پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہین ہوا او یضمن لو رش الماء بحیث یزلق وہنشق عب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اسطرح کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکاؤ تمام راہ مین ہو ھ اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہو یا

تمام راہ مین چہڑکاؤ نہین ہے تو ضمان نہین ولو رش فناء حانوت باذن صاحبه فالضمان على الآمر استحسانا وتمامه فی الملتقی اور اگر
پانی چہڑکا دوکان کے سامنے صاحب دوکان کے اذن سے تو امر کرنیوالے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے فصل

فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جہکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامة ضمن به ای صاحبه ما تلف به

من نفس انسان او حیوان او مال جہک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ھم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربه حقیقة او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلة الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقة مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مایل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وکالقیم الولی والراهن والمكاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ھم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اوسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہین کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پہر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض مین کردے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی اداے قیمت مین سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی المحیط و
وکذا احد الشرکاء ولو الورثة استحسانا اور اسیطرح ناظر وقف کی مانند شریکون مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہون اونکی وارث ہون
باعتبار استحسان کے ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈہا دین تو ایک شریک
بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ ہے کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین نعم فی الظهيرية لو مات ربه
عن ابن فقط ودين مستغرق صح الاشهاد على الابن وان لم يملك الدار برجندی وغیرہ ان ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چہوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گہر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ھم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضه مكلف مسلما او ذميا يعني من اهل الطلب فيشترط في الصبي والعبد
اذن وليه ومولاه بالخصومة زیلعی حرا او مكاتبا ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکی توڑنے اور ڈہا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اوسکے مالک کا اذن خصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشهد ای وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ھم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اوسکی اثبات پر قدرت حاصل
رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اوسکو گروا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نکرے یا یون کہے کہ دیوار کو گروا دے کہ وہ جہک رہی
ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈہانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجہکو دیوار کا ڈہانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہین ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے
جہکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انه لو ینقضه وهو یملك نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مایل پر ضمان واجب
ہے طلب کے بعد اسحالتمین کہ اوسنے دیوار کو نگرایا اور حالانکہ وہ اوسکی گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت مین جسمین اوسکے ڈہانے پر قادر ہے ھم یعنی طلب کے

بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہین تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نپائی کہ گرانی پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اوسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام وجب صاحب دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاگرنیکے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہہ امر اکثر ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اوس ہاتھہ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف به من النفوس فعلى العاقلة ومن الاموال فعليه لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگارون پر ہے اور جو مال تلف ہوئے ہون تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہین دیتے ولا ضمان الا بالاشهاد على ثلثة اشياء على التقدم اليه وعلى الهلاك بالسقوط عليه وعلى كون الجدار ملكا له اى من وقت الاشهاد الى وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہین مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب ہدم متقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنیکے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اوسکی ملک مین باقی ہے لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الى من لا يملك نقضه ممن يسكنها باجارة او اعارة او الى المرتهن او الى المودع لا يعتبر لعدم قدرته على التصرف اور اگر طلب ہدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہین اون لوگون مین سے جو گھر مین رہتا ہو اجارہ یا عاریت کی سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچھہ اعتبار نہین اونکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہین وحينئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذكر و اتلف شيئا فلا ضمان اصلا لا على ساكن ولا مالك اور اسصورت مین اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہین نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہین کہ وہ مالک نہین اور مالک پر اسواسطے نہین کہ اوس پر اشہاد ہوا نہ طلب كما لو خرج الحائط عن ملكه ببيع او غيره كهبة حاوی القدسی وكذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحكم بلحاقه ثم عاد او افاق خانیه چنانچہ اوسصورت مین ضمان نہین کہ دیوار خارج ہوگئی اوسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنیکے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسیطرح ضمان نہین اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا بجنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اوسکی لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام مین آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر اسیہ ہے مین تسلیم سے مرتد بطلان اشہاد کیواسطے اسواسطے کہ ہبہ کا کچھہ حکم نہین قبل تسلیم کے تو یہہ جو شارح اگلے قولین کہیگا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وغیرہا ہے کذا فی الطحاوی بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولايته بالبيع ونحوه وان عاد ملكه بعده حاوی وخانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہین آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کے بیع اور اوسکی مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اوسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نرہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله كما مر برخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق مین زیلعی سے مذکور ہو چکا ہم اشراع بجناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیان راہ کیطرف باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اوسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر بائع نے اخراج جناح کیا یا مانند اوسکی کچھہ بنایا پھر اوسکو بیچا پھر وہ ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع ہی تو زوال ملک اس حال کو نہین بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہین بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہین ولو مال الى دار انسان من مالك او ساكن باجارة او غيرها فالاضافة لادنى ملابسة قهستانى فالطلب اليه لان الحق له اور

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گہر کیطرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اوسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق اوسیکا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثرت تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہی یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹہرا فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہا اسے من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہو یعنی اگر ایک شخص کے گہر کیطرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجہپر ضمان تلف نہین تو یہہ جائز ہے پہر اگر کچہہ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرء لانہ حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ونحیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کیطرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام مین نافذ ہی اوسمین جو انکو نفع کرے نہ اوسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اسیکا خاص حق ہی ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کیطرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گہر کیطرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار مین جو اونکی ملک کیطرف مائل ہی اور اوسقدر مین بہی جو راہ کیطرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بہی منجملہ عامہ کے ہین اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہی تو اوسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کیطرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بہی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہی یعنی اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیرہ کمیزاب لتعدیہ بہ پہر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین چنانچہ میزاب مین ضمان لازم ہی اوسکی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پہر وہ دیوار گر پڑی ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگار ونپر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اوسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گہر تین شخصون مین مشترک ہی ایکنے اوسمین کوآن کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکی صدمہ سے ایکمرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیونکا ضمان دیگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنی دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحد ہے ثقل مہلک ہی تو اوسکی قیمت ہوگی مالکونپر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وہدر وصاحبین نے کہا کہ پانچ شریکونکی اور تین شریکونکی مسئلہ مین دیت نصفا نصف ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکے حصہ مین تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اوسکے حصہ مین تلف باطل اور رائگان ہے اور کوآن کہودنے مین باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہین ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان لا اشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہی یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

نقض کبسرنون وسکون قاف عبارت ہی اوس اینٹ اور مٹی سی جو دیوار سی ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر
انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت مین اگر دیوار گرپڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اوسپر
ٹھوکر کہا کے گراسو مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہی تو راہ کو اوس سے فارغ کرنا اوسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایکمرد نے ٹھوکر کہائی اوس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مرگیا تہا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کہانے والیکا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن دیۃ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ
تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤیدہ انہ لو باع الحائط او النقض برئ و لو باع الجناح لا زیلعی برخلاف برآمدہ گرنیکی کہ وہان مالک اوسکا قتیل ثانی کا بہی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اوسکی جنایت اور تعدی کے تو اوسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بہی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کرڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد
قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہین گواہ کرنا دیوار کے جہکنے اور پہٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہ شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایکمرد اور دو عورتونکی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشہاد یصح فی الواہی
لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچہہ درست ہے اور کچہہ مائل ہے اور سست ہو اوسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گرپڑی اور آدمی کو اوسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اوسکا دیگا مگر یہہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوار کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا لا
ضمان ہذا خانیہ دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گرپڑی درست دیوار تو اوسنے کچہہ تلف کردیا تو وہ باطل اور رایگان ہے کچہہ اوسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہی جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اوسکو بنانیوالے پر چاہیئے اور اوسکی سقوط کا خونبہا اوسکی بنانیوالیکے مددگارونپر ہے وحائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہے تو اوسکی سقوط کی دیت واقف کے مددگارونپر ہے ہم یہہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اوسکے مالک کے مددگارونپر ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سی قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تملیک دل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فوطئہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ ولو الجیہ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کردونگا تو یہہ عفو صحیح نہین ہوا اسواسطے کہ یہہ تملیک ہی یعنی گویا اوسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اوس خون کو جسکے بہانیکا شارع نے مجکو اختیار دیا تیری ملک مین کردونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہہ مسئلہ ہی کہ ایک لونڈی نے ایکمرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اوس سے زنا کیا قصاص لینے سی پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی ولوالجیۃ ہم یہہ قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اوسپر حد نہین +

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مسلمانونکی راہ مین چلنا مباح ہی بشرط سلامت رہنے کے

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

اوس امر مین جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے ہم امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامتی علے الاطلاق شرط ہو تو وہ کا چلنا بند ہو جاے اور احتراز جانور کے
روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہین ہے لہذا اونمین سلامتی مشروط ہوئی برخلاف دم مارنے اور اوسکی لگام چبانے کے کہ اوس سے احتراز ممکن
نہین جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہین ضَمِنَ الرَّاكِبُ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ مَا وَطِئَتْ دَابَّتُهُ وَمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا أَوْ رَأْسِهَا أَوْ
كَدَمَتْ بِفَمِهَا أَوْ خَبَطَتْ بِيَدِهَا أَوْ صَدَمَتْ ضامن ہوگا راہ عام مین سوار اوس چیز کا جسکو اوسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور
نے اپنے ہاتھ یا پانون یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فَلَوْ حَدَثَتِ الْمَذْكُورَاتُ فِي السَّيْرِ فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ
رَبُّهَا إِلَّا فِي الْوَطْءِ وَهُوَ رَاكِبُهَا لِأَنَّهُ مُبَاشِرٌ ثُمَّ بِقَتْلِهِ بِثِقْلِهِ يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے مین حادث اور پیدا ہون
تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے مین ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اوسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچل ڈالنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول
کی میراث سے محروم ہوگا ھ ہر چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اوسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اوسکا چلنا سوار کیطرف منسوب اور مضاف
ہے چنانچہ کہتے ہین کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت
ملک اور غیر ملک مین برابر ہے کذا فی العینی وَلَوْ حَدَثَتْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ بِإِذْنِهِ فَهُوَ كَمِلْكِهِ فَلَا يَضْمَنُ كَمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهَا مَعَهَا قہستانی
اور اگر غیر کے ملک مین اوسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہون تو غیر کی ملک بمنزلہ اوسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے مین البتہ ضمان لازم
ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہو یعنی راہ مین اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی وَلَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ ضَمِنَ مَا أَتْلَفَ مُطْلَقًا لِلتَّعَدِّي اور اگر غیر کی ملک
مین جانور کا داخل ہونا مالک زمین کے اذن سے نہین ہے تو مالک جانور پر ضمان لازم آویگا اوسکے تلف کرنیکا اوسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہے یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی مین ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک مین
داخل ہوا اور جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہین ہے تو کچھ ضمان نہین اور اگر جانور کے مالک نے اوسکو داخل کیا تو سبب ہے تو نہین ضمان اوسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی
لَا يَضْمَنُ الرَّاكِبُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا سَائِرَةً خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پانون یا دم کے مارنیکا برخلاف شافعی کے ہے
اسواسطے کہ چلنے کیحالت مین اس سے احتراز ممکن نہین تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ مین اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے
اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر أَوْ عَطِبَ إِنْسَانٌ بِمَا رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ سَائِرَةً أَوْ وَاقِفَةً لِأَجْلِ ذَلِكَ لِأَنَّ بَعْضَ الدَّوَابِّ
لَا يَفْعَلُهُ إِلَّا وَاقِفًا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کی لید کرنے یا پیشاب کرنیسے راہ مین تو ضمان نہین خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے
اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہین کرتے ہین بدون کھڑے ہوئے فَلَوْ أَوْقَفَهَا لِغَيْرِهِ فَبَالَتْ ضَمِنَ لِتَعَدِّيهِ بِإِيقَافِهِ پھر اگر اوسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا
اور کام کیواسطے ٹھہرایا اور اوسنے پیشاب کیا یعنی اور اوس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اوسکے ٹھہرانیکے تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہین کہ جانور
اوسمین امر آخر کیواسطے ٹھہرایا جاے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا إِلَّا فِي مَوْضِعٍ أَذِنَ الْإِمَامُ بِإِيقَافِهَا فِيهِ فَلَا يَضْمَنُ وَمِنْهُ سُوقُ الدَّوَابِّ وَأَمَّا بَابُ الْمَسْجِدِ
فَكَالطَّرِيقِ إِلَّا إِذَا اتَّخَذَ الْإِمَامُ لَهَا مَوْضِعًا مگر راہ کے اوس مکان مین کھڑے کرنے مین ضمان نہین جہان سلطان نے جانور کھڑے کرنیکا حکم دیا ہو اور ازانجملہ
بازار ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے در وجوب ضمان مین مگر جبکہ سلطان نے جانورون کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان وہان مقرر کر دیا ہو فَإِنْ
أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا حَصَاةً أَوْ نَوَاةً أَوْ أَثَارَتْ غُبَارًا أَوْ حَجَرًا صَغِيرًا فَفَقَأَ عَيْنًا أَوْ أَفْسَدَ ثَوْبًا لَمْ يَضْمَنْ لِعَدَمِ إِمْكَانِ الِاحْتِرَازِ
عَنْهُ وَلَوِ الْحَجَرُ كَبِيرًا ضَمِنَ لِإِمْكَانِهِ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پانون مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑایا سو اوسنے آنکھ پھوڑی
یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہین ہے اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہین ہے اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وَضَمِنَ السَّائِقُ وَالْقَائِدُ مَا ضَمِنَهُ الرَّاكِبُ
وَصَحَّحَ فِي الدُّرَرِ أَنَّهُ مُطَّرِدٌ وَمُنْعَكِسٌ اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اوس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر مین
تصحیح کی ہے کہ یہہ قول مطرد اور منعکس ہے ھ اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان راکب پر ضمان
آتا ہے وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان انپر بھی ضمان نہین اور اس قول صحیح کے مقابل

مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں سے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا
والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مرّ اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا م مطلب یہ کہ اسباب میں تو راکب پر کفارہ
نہیں ہو چکا لا علیہما ای علی السائق والقائد لانہ ان دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں م سائق اور قائد متسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور
کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان
سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کلمتہ
ای اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ امّا لا فکما ھنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن
راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہوا اور دوسرا اوس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوس پر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہے متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے اوسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہاں ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اوس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اوسکا جانور کے کونچنے کے مسئلہ میں آویگا اوسکے
راکب کے اذن سے تو اوسکو یاد رکھنا چاہئے م راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو کونچ اور وہ کونچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان
لازم ہوگا اسلئے کہ فقط کونچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا
حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضامن ہے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکر کھائی ہو
اور مرگئے ہوں اوس صدمہ سے سو دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں عجمی نہوں اور ٹکر لگانیکے قاصد نہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ
گر پڑے ہوں م وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کیطرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ
ایک مرد نے سفر کیا جانور پر پہر دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اوس نے ٹکر کھائی سو پہلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی
حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال ھدر دمہما فی العمد والخطاء
شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو اونکا خون رائگان ہے عمد اور خطا میں کذا
فی الشرنبلالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر آنفا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو دیت اونکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مرگئے ہوں تو ہر شخص پر نصف
دیت ہے م اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنی فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کی
عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدر ولو وقع احدہما علی وجہہ ھدر دمہ فقط اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اوسکا
خون رائگان ہے یعنی اوسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی
العمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہوا اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں م یہ مسئلہ مذہب
مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا وماتا علی القفا ھدر دمہما لموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد دونوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں
گر پڑے اور مرگئے چت گر کے تو اونکا خون باطل اور رائگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ
کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونوں گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے
ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ

صاحبه وهدر دم من وقع على القفا لموته بفعل نفسه پھر اگر دونون بیٹھا کس گرے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنیوالے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اوسکے مرنیکے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رایگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنیکے اپنی ہی قوت کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینهما فوقع کل منهما على القفا فماتا فدیتهما على عاقلة القاطع للتسبب بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسّی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونون شخص چت گر پڑے اور دونون مرگئے تو دونونکی دیت کاٹنے والیکی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنیسے دونونکی موت کا سبب ٹھہرا وعلى سائق دابة وقع اداتها اى آلتها کسرجه وغیره على رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطئ بعیر منه رجلا الدیة اور اوس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایکمرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے ہانکنے والے پر جسمین سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معه سائق ضمنا لاستوائهما فی التسبب لکن ضمان النفس على العاقلة وضمان المال فی ماله هذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطها واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراکب وسطها یضمنه فقط لو یاخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والیکے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونون پر ضمان لازم آویگا اسواسطےکہ موت کی سبب انگیزی مین قائد اور سائق دونون برابر ہین لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اوسکے مال مین ہے یہہ اوسصورت مین ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹونکی ایکجانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ مین ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑی ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطےکہ جب قطار سے زمام منقطع ہوگئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ ٹھہرا اور سائق اور قائد ضمان دینگے یعنی آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو م زیلعی مین ہے کہ اگر ایکمرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹونکی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطےکہ وہ اونکا ہانکنے والا نہین ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹون کا ضمان اوسپر نہین کیونکہ وہ اونکا کھینچنے والا نہین لیکن اگر پچھلے اونٹون کی نکیل پکڑی ہوگا تو ضمان اوسپر لازم ہوگا ہان جس اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطےکہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط على قطار سائر بلا علم قائده رجلا ضمن عاقلة القائد الدیة ورجعوا بها على عاقلة الرابط لانه دیة لا خسران لانه الذی اوقعهم فیه صدر الشریعة پھر اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اوسکو کھینچنے والیکے بدون علم کے تو کھینچنے والیکی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والیکی عاقلہ سے دیت کو پھیر لیگی اسلئے کہ اس دیت دینے مین نقصان نہین جیسا کہ صدر الشریعة نے وہم کیا ہے م صدر الشریعة نے کہا لائق یون ہے کہ باندھنے والیکے مال میں دیت لازم ہو اسواسطےکہ اوسنے اونکو نقصان مال مین ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تھا کہ قطار یا اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اوسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا التقصیر سے اور یہ سبب ہے اور اسمین عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اونکو اس بلا مین ڈالا فلو ربط والقطار واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے م برخلاف چلتی قطار کے کہ اوسمین اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهیمة او کلبا ملتقی وکان خلفها سائقا فاصابت فی فورها ضمن لانه الحامل لها وان لم یمش خلفها فما دامت فی فورها فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفها والمراد بالبهیمة الکلب زیلعی اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اوسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور مین ہے یعنی چھوڑنیکے بعد نہین ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا تو ہانکنے سے یہان مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی م در المنتقی مین ابو یوسف سے روایت

ہو کہ جانور یا اور کتے کا چھوڑنیوالا ضامن ہی ہر حالمین یعنے اوسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہی اور اگر گدہا چھوڑا اسنے کسی کے کہیت مین گیا اور اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا ہو سکو اور ہانکے یا کہیت کیطرف اسطرح پر کہ وہ اوسکے پیچھے تہا تو اوسپر ضمان ہی اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہین تہا لیکن گدہا فی الفور کہیت مین جا پڑا اور دا ہنے یا بائین نہین جہکا جسطرف اوسنے چھوڑا تہا اوسیطرف گیا سو کہیت کو اوسنے خراب کیا تو بہی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دا ہنے بائین گیا پہر کہیت مین جا پڑا تو اگر وہان کوئی راہ مین ہون تنگ تو وہ ضامن نہین اور ایک ہی راہ ہی تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا اسو وہ ساعت بہر ٹہر گیا پہر کہیت کیطرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنیوالے پر ضمان نہین ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر ضامن نہین تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہی خذف کرنا مناسب تہا کذا فی الطحطاوی مختصراً **وان ارسل طیراً ساقه او لا او دابة او کلباً ولم یکن سائقاً له او انفلتت دابة بنفسها فاصابت مالاً او آدمیاً نهاراً او لیلاً لا ضمان فی الکل لقوله علیه الصلوة والسلام العجماء جبار ای المنفلتة هدر** اور اگر پرند چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اوسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بہاگا سو مال یا آدمی کو اوسنے تلف کیا رات مین یا دن مین تو ضمان نہین سب صورتون مین بدلیل قول نبی علیہ الصلوة والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رایگان ہی اوسپر ضمان نہین ہم ابو داود اور ابن ماجہ مین یہہ حدیث یون مروی ہی کہ العجماء جرحها جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رایگان ہے اوسپر ضمان نہین امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہی تو اوسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فوراً ارسال مین رایگان نہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کو دن مین ضمان نہین رات مین ضمان ہی کذا فی العینی **کما لو جمحت الدابة به ای بالراکب ولم یستطع ولم یقدر الراکب علی ردها فانه لا یضمن کالمنفلتة لانه حینئذ لیس بمسیر لها فلا یضاف سیرها الیه حتی لو اتلف انساناً فدمه هدر** عمادیه چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اوسکے پہیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کی مانند ہو اسطرح کہ اسوقت مین سوار اوسکا چلانیوالا نہین ہی تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت مین سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالتمین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہی اوسکا کچھہ ضمان نہین کذا فی العمادیہ **ومن ضرب دابة علیها راکب او نخسها بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدها شخصاً آخر غیر الطاعن او نفرت فصدمته وقتلته ضمن هو ای الناخس لا الراکب** اور جسنے اوس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہی یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پانون یا ہاتہہ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو ملا یا جانور بہڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضامن ہی نہ سوار ہم راکب کی مانند سائق اور قائد ہی عدم ضمان مین کونچنے کو ہواسطے مخصوص کیا کہ اگر گہوڑے کی پیٹہہ پر ہاتہہ رکہا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتہہ رکہنے والے پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیہ **وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفاً دابة علی الطریق لتعدیه فی الایقاف ایضاً** اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونون نصفا نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کہڑا کیا ہو تو دونون پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بہی تعدی ثابت ہی راہ مین کہڑی کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے **وکما لو کان باذنه ولحقت احداً فی فورها فدمه علیهما** اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتہہ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون پر ہے ہم دونون پر خون اوس وقت ہوگا جبکہ جانور اپنی مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہین تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقی **ولو نفحت الناخس فدمه هدر** اور اگر کونچنے والیکو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رایگان ہی **ولو القت الراکب فقتلته فدیته علی عاقلة الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطیء فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس** درر وبزازیه اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا خون کونچنے والیکی عاقلہ پر ہی پہر دریافت کرنا چاہئے کہ کونچنے والے پر اوسی صورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہو اور نہین تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کونچنے کی انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ **وضمن فی فقیٔ عین دجاجة او شاة قصاب او غیرها ما نقصها لانه اللحم**

اور مرغی کی آنکھ پھوڑنے میں یعنی قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاب کو نقصان کا ضمان ہوگا اسیوجہ سے کہ وہ گوشت کیواسطے ہو یعنی مقصد
اوس بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجائے
اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اوتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم مرغی کا ہے اور اگر قصاب کی گائے کی آنکھ پھوڑ ڈالی
کذا فی المحيط وفی عينيها يتخير بين ان يدفعها الى الفاقی ويضمنه قيمتها او امسكها ويضمنه النقصان زيلعی اور مرغی اور
قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اوسکو پھوڑنیوالے پر چھوڑ دے یعنی اوسکو دیدے اور اوسکی قیمت کا تاوان لے
یا اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عين بقرة جزار وجزوره ای بالمخالفة الاضافة على
اعتبار الاغلب لا للتخصيص [illegible] كالحمار والبغل والفرس ربع القيمة اور اونٹ حلال کرنیوالے کی گائے بیل اور اوسکے
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت
بیچنے کا اعتبار نہیں ہے بوجہ تخصیص کے حکم نہیں کذا ذکرہ ابن الکمال ہم شریک کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے کہ موہوم ہوا کہ یہ
حکم ہو کہ وہ دونوں گوشت کیواسطے مقصود ہیں تو اونکا حکم بکری کی مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کیواسطے ہوں یا سواری کیواسطے اونمیں چوتھائی
قیمت ہے جسطرح غیر ماکول اللحم چنانچہ گھوڑے اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی الکفایہ عن شرح البدایہ لان اقامة العمل بها انما يكون باربعة
اعين عيناها وعينا مستعملها فصارت كانها ذات اعين اربعة وقال الشافعی رضی الله عنه كالشاة والفرق قد
قدمنا اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوتی کہ اس سے کام لینا چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو
آنکھیں کام لینے والے کی یعنی ہلانے یا سوار کی تو گویا اون جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونکا حکم بکری کی مانند یعنی
نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کیواسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری
کیواسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لكن يرد عليه انه لو قلع عينی حمار مثلا ان يضمن نصف قيمته وليس كذلك كما عرفت وفی الغاية
روی انه عليه الصلوة والسلام قضى فی عين الدابة بربع القيمة لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں
آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا تاوان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے پوری
قیمت لے اور چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اوس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں
چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا ہے معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اوسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقييد بالعين لانه لو قطع اذنيها
او ذنبها يضمن نقصانها وكذا اللسان [illegible] الحمار وقيل يجب القيمة كالو قطع [illegible] فيهما فانه يضمن قيمتها وعليه الفتوى
ای لو غير ماكول [illegible] ذات ماكول لا خير كما فی العينين لكن فی العيوب [illegible] لا يضمن شيئا عند ابی حنيفة وعليه الفتوى
[illegible] قطعها اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹ دیگا تو اوسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسیطرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں
ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پاؤں کاٹے گا جانور کا تو اوسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اسی قول پر
[illegible] اگر جانور ماکول اللحم ہوا اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اوسکی تفصیل دونوں آنکھوں کے پھوڑنے میں مذکور ہو چکی لیکن حیوان
[illegible] اگر غیر ماکول اللحم [illegible] جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو [illegible] ضمان دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے [illegible]
[illegible] یعنی ماکول اور غیر ماکول کے [illegible] کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فصل [illegible]
[illegible] لا ضمان [illegible] حتى اكل السبع لم يضمن [illegible]

علیہ فیما یخاف تلفه بنی آدم کالحائط المائل و نحوه المذکور حکم کلب عقور فیقتص اذا ہو حفیظه انتہی قال المصنف و یمکن حمل المذکور فی قول الزیلعی و ان اتلف الکلب فعلے صاحبه الضمان ان کان تقدم الیه قبل الاتلاف و لا فلا کالحائط المائل علی الآدمی فلو حمل المذکور فیه
مصنف نے شرح میں اسمین ہیر نقل کیا ہے کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کہا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک کو گواہ کیا اسکے کہانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نکی یہانتک کہ گواہ کرنے کے بعد بھی انگور کہا گیا تو ضمان لازم نہو گا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ گواہ ہوا ہو اس امر میں جسمیں بنی آدم کے تلف ہو جانیکا خوف ہو جیسے دیوار مائل اور سیل کے سنگ مار نے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اوسکی محافظت نکریگا انتہی قول الشیخ مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا مذکور
زیلعی کے اس قول میں اور اگر کتے نے تلف کیا تو اوسکے مالک پر ضمان ہو اگر آگے اوسپر گواہ کیا تلف کرنے سے پیشتر اور نہیں تو ضمان نہیں ہے جیسے دیوار مائل آدمی پر
یعنی مقید ہو اس حمل کرنے سے و لہذا زیلعی و دونوں قول نہیں اتفاق سے حمل ہوگا م یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا دونوں قول میں مطابقت ہی کہا قوله علی الآدمی متعلق ہے قوله حمل المذکور قلت وقد وقع لی استفتاء حسن لم تحل فیه فی بستانه فخرج النحل
الی عنب الناس و فی اکلہم حل یضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب و نحوه ام لا و هل یؤمر بحمله عنہم الی مکان آخر ام لا وجوابه ان لا یضمن منه شیئا مطلقا اشهد ما علیه ام لا اخذا من مسئلة الکلب بل اولی و کذا ذکره المصنف
فی فتاویه و لکن امتحن فتاویه انه افتی بالضمان فی مسئلة النحل و رجح عند الفتوی
میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا مجھے استفتا اوس شہد کے مالک سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ اونکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہان سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگور اور اونکے میوے کہا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کر نیکا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور اونکو اوسپر دوسرے مکان کیطرف مکھیوں کے اوٹھا لیجانیکا حکم ہوگا یا نہیں
جواب استفتا میں ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اوسپر گواہ کیا ہو یا نکیا ہو یہ جواب ماخوذ ہی کتے کے مسئلہ سی بلکہ یہ مسئلہ کتے کے مسئلہ سے اولی ہے یعنی شہد کی مکھی کا حکم کتے کی طرح ہے لیکن کتے کو باندھکر رکھنا ممکن ہے اور مکھیوں کا باندھ رکھنا ممکن نہیں اور اسیطرح یہ جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ اوسنے مکھیوں کے مسئلہ میں ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیے فتوی دینے کیوقت م ظاہر اسمسئلہ کا جو غرر میں مذکور ہے وجہ نقص کے سبب ہے کذا فی الطحطاوی و اما تحویله من ملکه فلا یؤمر بذلک علی ما هو ظاهر المذهب و اما جواب المشائخ
فینبغی ان یؤمر بتحویله اذا کان الضرر بینا علی ما علیه الفتوی اور مکھیوں کا اوٹھانا اوسکی ملک سے سو مالک کو تو اوسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اوسکو اوٹھانیکا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا ضرر ظاہر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے ع فی الصیرفیة حمار اکل
حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل الصحیح ضمانه اور صیرفیہ میں ہے کہ گدہا کسی آدمی کے گیہون کہاتا ہے سو دیکہنی والے نے اوسکو نروکا یہانتک کہ وہ کہا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اوسپر ضمان ہی قلت و قول من نسا و دمارا فی زرع او کرم ان ساقها ضمن ما اتلفت و الا لا قیل
یضمن و تمامه فی البزازیة کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گدہا یا گہوڑا کسی کی کہیت یا انگورستان میں اگر اوسنے داخل کیا ہو مالک کے تو جو کچھ اوسنے تلف کردیا اوسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ
اگر کسی نے باغ یا کہیت میں اپنا جانور پایا اور اوسنے کہیت خراب کردیا سو اوسکو باندہ رکہا باغ یا کہیت کے مالک نے سو وہ مرگیا تو اوسپر جانور کی قیمت دینا لازم ہوگی چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گہر میں کر دیا بدون اوسکی اجازت کے سو صاحب خانہ نے اوسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسیکے گہر میں رکہدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اوسکو پہینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اوسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ خیر رملی میں ہے جس شخص نے بکری کی کوٹہری کہولدی سو بکریاں نکل گئیں یا اصطبل کا دروازہ کہولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کہولنے والے پر ضمان نہیں ہے اوسیطرح کسی نے کسیکے غلام کو بہکایا یہانتک کہ وہ بہاگ گیا تو اسی طرح ضمان نہیں

باب جنایة المملوک والجنایة علیه

سب بیچے مملوک یعنی غلامی اور لونڈی کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے حکم مین اعلموا ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا لو فعلا
معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دیدینے کی اگر مملوک دینی کا محل ہو م یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون شخصان مشہود
جن ہر سبب مقتول ہون یا اسکے سوا تو وہ غلام دیا جائیگا نہ متعدد اور مدۃ تو سبکے وارث بقدر جنایات کے آپس مین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا
محل ہو یعنی جب کہ اوسکو دینا صحیح ہو کیونکہ اسباب منعقد ہو گئی ہون چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحاوی والا فقیمۃ واحدۃ ش اور اگر مملوک
محل دفع نہ ہو یعنی حریت کے اسباب مذکورہ وسکے حق مین سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے
ولو فداہ المولی ثم جنی فکالاولی تخریجہ م اور اگر مولی نے غلام کا فدیہ دیا یعنی اوسکی قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اوسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی
کسیکو قتل کیا تو وہ اول بار کی مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایۃ اسیطرح کا حکم ہے م یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار
جنایت کریگا تو مولے اول بار کی مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اوسنے جنایت ہی نہین کی اور
دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائی جنایت ہے بخلاف المدبر وام الولد فانہ لا یجب الا قیمۃ واحدۃ ستعرفہ م بخلاف مدبر اور ام ولد
مکاتب کے کہ اونکی جنایات مین سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے معلوم ہوگی ش حیث خطأ التقیید بالخطأ عندنا
فی النفس لان بعمدہ یقتص واما فیما دونہا فلا یفید لاستواء خطأہ وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطأ بالبینۃ
واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ اصلا کذا فی الدرر ثم قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی
فی زماننا شرنبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا حالا م مملوک نے از
راہ خطا جنایت کی یعنی کسیکو قتل کیا تو اوسکا مالک گر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جائیگا مملوک کا اور اگر
مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اور اوسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور
جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ اوس نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور
اوسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے بالکل کذا فی الدرر ثم مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ
قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے م فی الحال دینا ش اور فدیہ دونون سے متعلق
ہے دفع مین تو وجہ یہہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہہ ہے کہ وہ بجائے عین یعنی مملوک کا تو اعیان کی مانند ہوا مینہ تاجیل مین لکن
الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف موت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک
مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مر جانے سے بخلاف آزاد قاتل کی موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین چنانچہ
مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے م عبد قاتل کی موت سے واجب اصلی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنی قتل خطا مین تو واجب
نہوگا اوسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب والجوہرۃ عن الینابیع الصحیح ہو الفداء حتی لو لم یختر
ولو لم یقدر علیہ ادی الامتی وجدہ لا یبطل حق المجنی علیہ لیکن شرنبلالیہ مین مواہب سے اور جوہرہ مین ینابیع سے یون ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ واجب
اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو ادا کرنے پر تو جب پاوے اوسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا
غلام قاتل کے مر جانے سے و علّلہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حتی فیبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ انتہی ومفادہ ان الاصل
الفداء الا ان یحمل علی الفداء اللازم اعنی علیہ غیرہ م صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولی نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو ان وارثون کا حق باطل
ہو گیا غلام مین امام ابو حنیفہ کے نزدیک انتہی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے و تم فافہم قلت ذکر الصحیح فی تعلیل
الامام ان الفدا یجب بسکوتہ مع علمہ مادامت حیا اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جبکہ مولیٰ نے دفع یا فدیہ کو اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ الامام ہو الاصل
انہ لیس فی لفظ الکتاب دلالۃ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور وجہ بیان کیا ہے کہ اسکی عبارت میں واجب پر
دلالت نہیں ہے م یعنی میں کہتا ہوں کہ امام محمدؒ نے اصل یعنی مبسوط میں بیان کیا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کرے تو اسکو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے دفع کرے
چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصلی دفع ہے انتہیٰ تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اسکا فدیہ
باطل نہ ہو گا کہ تعیین کا اختیار مولیٰ کو ہے سو اسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ ضامن ہو گیا اسکے سبب سے یعنی خود اختیار کر لینے سے اور یہ عینی کا کلام تعلیل شرح کا
ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الغلام و رہی فان عاد فجنی بعد الفداء فہی کالاولیٰ حکماً سو اگر مولیٰ نے غلام کی جنایت کا فدیہ ادا کیا پھر دوبارہ اسکے
غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولیٰ کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے فان جنی جنایتین قیل لہ
ادفعہ الی ولیہما اوفدہ بارش کل واحد منہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں سے غلام کو ان کے وارثوں کو دیدے یا دونوں کی دیت کا فدیہ
دے فان وہبہ المولیٰ او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بالجنایۃ ضمن الاقل من قیمتہ ومن
الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعاً اور اگر مولیٰ نے غلام کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد
بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولیٰ ضامن ہو قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کا ضامن ہو اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت
دے اور اگر جنایت کو جان کر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضامن ہو بالاتفاق کبیعہ بعد العلم بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت
جاننے کے بعد علماء نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ مراد ان علم بہا غرم الارش میں داخل ہے و کتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ فقتل
العبد ذلک کما تصیر فاراً بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثاً اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اسکو
تیر مارنے یا اسکا سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار
یعنی تو عورت وارث ہو گی زوج کی م اگر مولیٰ نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولیٰ نے کہا اگر تو
زید کو تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکا سر زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولیٰ پر دیت کا ضمان لازم ہو گا اسلئے کہ اسنے
فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کہ آتی العبد وان قطع عبد ید حر عمداً و دفع الیہ فاعتقہ فمات من الید
فالعبد صلح بہا ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا
پھر آزاد مرگیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اس واسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے م یعنی اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح
کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں ہو سکتی اگر یہ جنایت سے اور جو اسسے حادث ہو صلح قرار دیجائے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح ضمن
اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام کو
آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مرگیا تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہو کا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہو جانے
صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاً فاعتقہ سیدہ بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ ولولی
الا قتیل مثلہا ای من القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے انجانا خطا جنایت کی سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا تا واقف
جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین میں سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کے دین سے کم ہے تو قیمت کا ضامن ہو اور اگر دین کم ہے تو دین کا اور ولی
اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دیوے ولو قتل
العبد الجانی اجنبی فقیمۃ واحدۃ للمولیٰ ہا ہنا اور اگر غلام جانی کو کسی اجنبی شخص نے قتل کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہو غلام کے مالک کو
سو اسکو م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اسواسطے کہ حق خصمین الاکثر ہی ملک ہے تو جب ہلاک ہو گیا تو اسکا

صاحب دین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی قال وان ولدت مأذونة مدیونة بیعت مع
ولدها فی الدین ان کانت الولادة بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقها الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابها
پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت مدیونی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہوگا برخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین اونکا حق متعلق ہے نہ اوسکی ولد مین ف یہ مسئلہ اسباب مین مقصود
بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد الی
ای الی ولی الجنایة لتعلقها بذمة المولی لا بذمتها بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
ندیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم
رجل ان سیده حرره فقتل العبد المعتق ولیه ای ولی الزاعم خطأ فلا شیء له علیه لانه لما زعم عتقه اقر انه لا یستحق
العبد بل الدیة لکنه لا یصدق علی العاقلة الا بحجة ایکمرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا ہے سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھ لازم نہین مگر زاعم کیواسطے اسلئے کہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہین ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اوسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ہم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق زیدته معروف لرجل
قتلت اخاک خطأ قبل عتقی فقال الآخر الذی هو المولی لا بل بعده صدق الاول لانه منکر للضمان
پھر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا یعنی مشہور ہو یہ کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونیسے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اوس شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے علم ف معلوم ہوا کہ شارح مصنف اور محشی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ تصویر غیر مولے میں صحیح ہے چنانچہ اور کتابون
مین مصرح ہے وان قال لها قطعت یدک وانت امتی وقالت هی لا بل فعلته بعد العتق فالقول لها لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعی
ما یبرئه فلا یکون القول له اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کردے تو اوسکا
قول معتبر نہوگا وکذا القول لها فی کل ما اخذه المولی منها من المال بما ذکرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلة فالقول له لاستناده الی حالة معهودة منافیة
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب کہ منسوب ہونیکے اوس حالت مقرری کیطرف جو ضمان کے
مخالف ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتله فدیته علی عاقلة القاتل لان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایکمرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارونپر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر ہے
حکم مین ورجعوا علی العبد بعد عتقه وقیل لا لا علی الصبی الامر ابدا لقصور اهلیته اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھر لینگے
اوسکے آزاد ہونیکے بعد اور ایک قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آمر پر لیکن صغیر آمر پر کبھی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب وان کان
المامور عبدا مثله دفع السید القاتل او فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے
حوالہ کرے یا خونبہا ادا کرے قتل خطا میں ولا یرجع له علی الامر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمة العبد لانه مختار
فی دفع الزیادة لا مضطر اور مقتول کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو وہ لے

اسواسطے کہ مالک منع زیادت مین مختار ہے نہ مجبور ہم یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تہا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اوسنے فدیہ بقدر قیمت اختیار کیا تو زیادہ کا ادا لازم نہوگا وکذا الحکم فی المدبر ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمده خطأ اور اسیطرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم مین فان کبیرا اقتص منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاے عبد حفر بئرا فاعتقه مولاه ثم وقع فیها انسان او اکثر فهلک فلا شیء علیه لان جنایة العبد توجب علیه شیئا غلام نے کنوان کہودا اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا پہر اوسمین چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اوسپر کچہ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچہ واجب نہین کر دیتی ہم اور عدم عتق مین بہی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمته واحدة ولو وقع الف زیلعی اور کنوان کہودنیکے سبب سے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوئین مین گرکے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منهما ولیان فعفا احد ولیی کل منهما دفع السید نصفه الی الحرین الذین لم یعفوا او فداه بدیة کاملة لانه بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وهو دیتان قد سقط دیة نصیب العافیین وبقی دیة نصیب الساکتین او یدفع نصفه الیهما پہر اگر ایک غلام نے ان دو آزاد مردونکو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونوگروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون آزاد کو دے جنہون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتین ہین اور حالانکہ معاف کرنیوالون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثون کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدهما عمدا والآخر خطأ فعفا احد ولیی العمد فدى بدیة لولیی الخطأ وبنصفها لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پہر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثونکو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیهما وقسم اثلاثا عولا عنده وارباعا منازعة عندهما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثونکو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ خطا کے وارثونکا حق پوری دیت دسہزار درم مین ہے اور عمد کے وارثونکا حق قصاص مین ہے پہر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنی پانچہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دسہزار خطا کے وارثونکو دے اور پانچہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثونکو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بہی اسیطرح ہے یہہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتہائیان خطا کے وارثونکو اور ایک چوتہائی اوسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثون کیواسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونو فریق کی تو اوسکو نصفا نصف کردیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدهما قریبهما فعفا احدهما بطل کله وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبه الی الآخر او یفدیه بربع الدیة وقیل محمد مع الامام ووجهه انه انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبده دینا فلا تخلفه فیه الورثة پہر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابتدار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدہا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اوسکا فدیہ دے چوتہائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتہ ہین اس مسئلہ مین امام کی دلیل یہہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اوسکے وارث اوسمین اوسکے خلیفہ نہونگے ہم مطلاوی نے کہا مالک تو وہ تو زندہ موجود ہین تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایة علی العبد

یہہ فصل ہے اوس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونونکو شامل ہے دیة العبد قیمته فان بلغت هی دیة الحر وبلغت قیمة الامة دیة الحرة نقص من کل من دیة عبد وامة عشرة اظهارا لانحطاط رتبة الرقیق عن الحر وتعیین العشرة باثر ابن مسعود رضی الله عنه دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کی برابر پہنچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دسہزار

حرین

جائے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پہنچی تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گھٹائی جاویگی تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے
ظاہر ہو اور دس درم کا معین کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ ینقص فی الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی
کی دیت سے پانچ درم کم کئے جاتے ہیں وتکون حینئذ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل
کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک نقصان دس درم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب
یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اوسکی قیمت تمام تر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اوسکی قیمت پہنچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی ید العبد نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح در وقیل لا یزاد علی خمسۃ
الاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اوسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درم کم پانچہزار درم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر میں ہم یہی قول اصح ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور منتقی اور مجتبی میں کذا فی
الطحطاوی ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف
میں تمام قیمت واجب ہے ہم یہہ اوس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ
ولہ ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولے کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے ہم یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجئے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجئے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اگر اوسکا کوئی
وارث نہیں سواے مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما
بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشاء کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء اور اگر دونوں
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو ہم وجہ
فرق یہہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو یہاں وہاں انشاء ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشاء نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کل واحد معا وعلی
التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں
تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ہم قولہ وان قتل کل واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت مسیم کا ترجمہ کیا
خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء للفاقئ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ
منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں
پھوڑ دیں تو اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دیدے اور اوس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے

اور اوس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا آنکھ پھوڑنیوالے سے غلام کی قیمت کا مطالبہ کرے
اور غلام کا اندھا ڈہرا اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما
مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت
کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہو گئے ان دونو کے یہ ایسا ہے جیسا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہو تا اسواسطے کہ مدبر اور
ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام الولد جنایۃ اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس
فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شیء علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر
یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سواے ایک قیمت کے
اور کچھہ واجب نہیں اور مالک پر کچھہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی ولو دفع القیمۃ لولی الاول بغیر قضاء
اتبع السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک
نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچہا کرے مالک کا قیمت لینے کیواسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
اسقدر پہیر لے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سواے ایک قیمت کے کچھہ واجب نہیں
او اتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچہا کرے یعنی نصف قیمت اوس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حق ناحق
لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھہ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات
لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق او لا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق
اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اوس سے جنایات متعدد صادر ہوئے تو مولے پر سواے ایک قیمت کے کچھہ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از
عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اوسکے حق کا ضائع کرنے والا
نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کی مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں واقر المدبر وام الولد بجنایۃ توجب
المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر
مدبر یا ام ولد نے اوس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اوسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر بخلاف اوسکے جبکہ
اوسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطأ فمات لم تسقط
قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پہر وہ مرگیا تو اوسکی قیمت اوسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ
خطأ سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک
کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ فی قیمتہ ثم قتلہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اوسکو قتل کر ڈالے
یا وارث چاہے اوس سے محنت مزدوری کراوے پہر اوسکی قیمت حاصل کرنے میں پہر حصول قیمت کے بعد اوسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل

فی غصب العبد وغیرہ یہہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ
فغصبہ رجل فسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم
نے سرایت کی سو وہ اوسی زخم سے مرگیا تو غاصب واسطے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا دے ولو قطع یدہ وہو فی ید الغاصب فمات منہ
بری الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے ہاتھ میں ہے سو وہ اوسی زخم
سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنیوالا تو مالک پہیر لینے والا ٹہر جاویگا غصب کی

بمسئلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مؤاخذ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون بچہ کی مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضہ مین مرگیا تو وہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فجنی عند سیدہ اخری ضمن السید قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دے دونون مقتولون کے وارثونکو نصف نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو ہوا اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب فدفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولی لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف قیمت بھیریگا غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیگا کیونکہ اوسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حالمین کہ مزاحم موجود تھا ہم طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہوجاے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نتھا ثم رجع المولی بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھریگا اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ لا یرجع المولی علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی یدہ مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت پھر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونون صورتین یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوای اسبات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنی جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصب ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنی غاصب کے پاس پھر اوسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولونکے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت پھیرلے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دیوے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دی غاصب سے پھیر لے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کی مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات ہذا الحر فی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن اگر مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کرسکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکے ولی کے ہم یعنی غصب کے معنی مجازی بیان کیے ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت لگ جانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہین ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لان التسبب بنقلہ لمکان الصواعق او الحیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسبیبا ہدایہ وغیرہا اور اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے بجلیون یا سانپونکے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو ایسے مکان مین لیگیا جہان اکثر تپ اور امراض رہتی ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبیب کا موجب ہونیکے سبب سے کذا فی الہدایہ وغیرہا قلت ینبغی تقیید ہذہ بالصغیر الذی لا یعقل ہذا الکلام لکن تعذرا ان معنیا ظاہرا انہ لو کان مراہقا تحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ تقصیر فی حفظ الصغیر کہ معنی یہ ہین کہ

مخصص اون مکانات میں فتنہ لیگیا ہو پس اگر مقید کر کے اسطرح لیگیا کہ اوسکو بچنا اوس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو اپنی
ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایۃ ولو غصب صبیا

فغاب عن یدہ یحبس الغاصب حتی یجیء بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا

او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا
فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایکمرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہانہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ
اوسکو پھیرلاوے یا عورت مرجاے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا یختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی

من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ

وما الذی ان مات بجنیتہ فما علیہ اذا ما مات بالموت یشطر ختنہ کرنیوالیکو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا تو اوسکی
سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ مرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں
سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے کہ اگر اوسکا جنی مرے تو اوسپر وہ واجب ہو جبکہ مرے نصف اوسکا دیت
ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہوا اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے کمن حمل صبیا علی

دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب
مثلہ اولا یرکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اوس شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑہایا اور کہا جانور کو تہانبے رکھہ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اوسنے
جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑہانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہوا اور اسکا پورا بیان خانیہ
مین ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ مانند اوس صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکہا
گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ
فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کہانا ودیعت رکہا گیا بدون اوسکے ولی کے
اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بہی نہیں ہے سو صغیر نے کہانا کہا لیا تو اوسپر ضمان نہیں ہے اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور
شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام
محجور کے پاس مال ودیعت رکہا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا

الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا ہو یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا
بطور قرض کے پہر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونیکے بعد بہی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال
ضمان ہے کذا فی الطحاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان
لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر لا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا
فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما
فی الملتق والہدایۃ والی ولعل غلط مین کہتا ہون اور یہہ تمام مذکور اوس صورت مین ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم
نہین ہے بالاتفاق اور اوسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور نیز ملتقی کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم تو معلوم
ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے شرط عقل صغیر اور عدم شرط اوس میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں باب القسامۃ یہہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں ہم
قسامۃ بالفتح مین اختلاف ہے اہل لغت کا بعضونے کہا مصدر ہے اسمیں زائد بعضونے کہا اسم ہے مصدر کذا فی الطحاوی ہی لغۃ بمعنی القسم وہو الیمین مطلقا

قسامہ لغت عرب مین بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کہاوے یا دہ۔ **وشرعاً الیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص یاتی بیانہ** اور قسامہ اصطلاح شرع مین قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کی سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بنابر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے **م** قسامہ عبارت ان قسمون سے ہے جو پچاس آدمیون سے لیجاوین اور قسامہ کا سبب وہی مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہین ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہین اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہوا اور رکن اوسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ مین نے اوسکو نہین قتل کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحاوی مختصراً عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ قسامہ اگلی عربی اور اوسکی مشروعیت مین حکمت یہہ ہے کہ خون بیہودہ نہ ہوے کیونکہ خفیف امر نہین اور مفت ضائع ہونے سے خون بچے نہین اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے رہائی

بدن میت حر ولو ذمیا او مجنونا بلا بینۃ بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع رأسہ آزاد مرد جسمین زخم ہو یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہنا ہو اوسکے کان یا آنکہہ سے وہ ایک محلہ مین پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پانون کیجانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھہ ملا اگرچہ میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرح تبیانیہ **ھم** اگر غلام خالص غیر ملک مولی مین مقتول پایا جاوے تو اوسمین قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سالمین چنانچہ خبر ہٰذا لیہ مین ہے تو اگر تنہا سر آزاد کی میت مین لگا تو معتبر نہ کذا فی الطحاوی **والنصف وان دخل فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع رأسہ لا لئلا یتکرر القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع** اور نصف اگرچہ بدن مین وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام ہے۔ پس اگر یہ نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اوسکے ساتھہ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہو ایک مقتول مین اور تکرار قسامہ شرع مین ثابت نہین یعنی اگر کمتر از نصف بدن مین قسامہ ہوتا تو ایک شخص مین دوبار قسم کہانیکی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہہ شرع مین درست نہین **ولو لم یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ھو الخصم وسقط القسامۃ** اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جائیگا **وادعی ولیہ القتل علی اھلہا ای المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضھم حلف خمسون رجلا منھم** اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والون پر یا دعوی کرے بعضون پر تو ان شرطون سے پچاس آدمیون سے قسم کہاوین **یختارھم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منھم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا** قسم کیواسطے اہل محلہ مین سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہمنے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہین اسطرح کہ ہر مرد اونمین سے قسم کہاوے کہ واللہ مین نے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون **ھم** ہر شخص بصیغہ واحد قسم کہاوے نہ بصیغہ جمع اسواسطے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع مین وہ سچا ٹہریگا یعنی سب لوگون نے اوسکو نہین مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹہریگا **لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمۃ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود لو الدعوی بالعمد** نہ قسم کہاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہان لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثون سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے پہر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو **ھم** لوث یہہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکہتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عدول گواہی دیتے ہون کہ محلہ والون نے اوسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکہا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہارے بچاؤ کی کیا صورت سو یہودیون نے لکہا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل مین واقع ہوا تہا سو خدا نے موسے علیہ السلام پر کچہہ حکم اوتارا تہا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کا دریافت کرو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکہا کہ خدا نے مجکو بتایا کہ تم مین سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کہاوین کہ ہمنے اوسکو قتل نہین کیا

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہین پھر تم اوسکا خونبہا ادا کرو تو یہود نے تعجب کیا کہ تمنے ہم لوگون مین ناموس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی یعنی
شرح ہدایہ مین کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ مین ثابت
موجود ہے صحیح مسلم مین تو یون ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح مین یون ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ
مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہین ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہے ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت
الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطأ فعلا ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ وللخانیۃ
ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ
العبد تؤخذ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد اونپر دیت کا حکم کیا جاے لیکن نہ ہر طرح کے دعوی مین بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اونپر دیت کا
حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے
مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ مین اہل محلہ پر قسامہ ہے اور اونکے مددگارون پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسیطرح غلام مقتول کی قیمت تین سالمین لیجاویگی کذا
فی الشرنبلالیۃ وان لم یکمل العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ مین ۵۰ مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاے اونسے تاکہ پچاس
قسمین پوری ہو جاوین وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نلیجاویگی
ومن نکل منہم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور ہنا ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطأ فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون
ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص اونمین سے قسم نکہاے تو قید کیا جاے یہانتک کہ قسم کہاے اسطرحپر جو یہان مذکور ہوچکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوے مین اور قتل
خطا مین تو اونکے مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ و
لو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر
شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد اور قسامہ
نہین صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر ہے اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہین اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہین اور قسم ہوتی ہے مددگارون پر
لا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف
انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اوس میت مین جسمین قتل اور ضرب کا کچھہ نشان نہین اسلئے کہ وہ مقتول نہین ہے کیونکہ مقتول عرف مین وہ ہے
جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے او یسیل دم من فیہ او انفہ
او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین + یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو
قسامہ اور دیت نہین اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانون سے عادت مین بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکہہ کے او نصفہ منہ ای ولا قسامۃ
فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو مع الراس لما مر یا اوسکی نصف مین یعنی قسامہ نہین میت کے اوس نصف بدن جو
طول مین پہاڑا گیا یا نصف سے کمتر بدن قسامہ نہین اگرچہ اقل بدن کے ساتہہ سر بہی ہو بدلیل گذشتہ ہم یعنی مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہین مگر تمام بدن یا اکثر بدن مین او علی
رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیہ یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہین اسواسطے کہ ظاہر
حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ وما تم خلقہ ککبیر ای وجد سقط تام الخلق بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ
وفی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جسمین ضرب کی نشانی موجود ہے تو
قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ مین اسکی مخالف ہے یعنی اسمین قسامہ اور دیت نہین فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہ
لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اوسکی طرف سے ابراء ہے اہل محلہ کے لیے

دیہات اور قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگی وَاِنْ اَدَّعَى الْوَلِيُّ عَلٰى مُعَيَّنٍ مِنْهُمْ لَا تَسْقُطُ وَقِيْلَ تَسْقُطُ اور اگر وارث نے محلے والون مین
سے ایک شخص پر قتل کا دعویٰ کیا تو اون سے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہی ھم قول اول ظاہر الروایۃ ہی اور قول ثانی ابو یوسف سے
مروی ہی کذا فی الطحطاوی قَتِيْلٌ عَلٰى دَابَّةٍ مَعَهَا سَائِقٌ اَوْ قَائِدٌ اَوْ رَاكِبٌ فَدِيَتُهُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ دُوْنَ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ لِاَنَّهُ فِيْ يَدِهٖ فَصَارَ
كَاَنَّهٗ فِيْ دَارِهٖ ایک مقتول سے اوس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے
نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ مقتول اوسکے قبض اور تصرف مین ہی تو گویا اوسکے گھر مین ہو وَلَوِ اجْتَمَعَ فِيْهَا سَائِقٌ وَقَائِدٌ وَرَاكِبٌ فَالدِّيَةُ عَلَيْهِمْ
جَمِيْعًا وَاِنْ لَمْ تَكُنْ مِلْكًا لَهُمْ عَمَلًا بِيَدِهِمْ وَقِيْلَ الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَلٰى مَالِكِ الدَّابَّةِ كَالدَّارِ وَقِيْلَ لَا يَجِبُ عَلَى السَّائِقِ اِلَّا اِذَا
كَانَ يَسُوْقُهَا مُخْتَفِيًا وَبِهٖ جَزَمَ فِي الْجَوْهَرَةِ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت اُن سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک
نہو بنا بر اونکے قبضہ و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے
والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہی جوہرہ مین وَاِنْ لَمْ تَكُنْ مَعَهَا اَحَدٌ فَالدِّيَةُ وَالْقَسَامَةُ عَلٰى اَهْلِ الْمَحَلَّةِ
الَّتِيْ وُجِدَ الْقَتِيْلُ عَلَى الدَّابَّةِ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ اُن محلے والون پر ہے جنکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وَاِنْ مَرَّتْ
دَابَّةٌ عَلَيْهَا قَتِيْلٌ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ اَوْ قَبِيْلَتَيْنِ فَعَلٰى اَقْرَبِهِمَا لِمَا رُوِيَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ فِيْ قَتِيْلٍ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ بِاَنْ
يُذْرَعَ فَوُجِدَ اِلٰى اَحَدِهِمَا اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَقَضٰى عَلَيْهِمْ بِالْقَسَامَةِ وَلَوِ اسْتَوَيَا فَعَلَيْهِمَا وَقَيْدُ الدَّابَّةِ اتِّفَاقِيٌّ فَهِسْتَانِيٌّ اور اگر ایک جانور گذرا
جسپر مقتول ہے دو گانون یا دو قوم کے درمیان تو جو اونمین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت
ہی کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانونکی طرف بالشت بھر نزدیک تھا
تو اونہین لوگون پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانون برابر ہون بلا کم و کاست تو دونو پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی
ھم قرب کا اعتبار اوسوقت ہی جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہی تو مکان کا اعتبار ہی چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہی کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانونکی زمین مین
لیکن وہ متصل ہے دوسری گانون کے گھرون سے تو اگر زمین ملک ہی تو مالک پر قسامہ ہی اور نہین تو نزدیکتر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا اون اعتبار
سے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن الشمنی بِشَرْطِ سَمَاعِ الصَّوْتِ مِنْهُمْ هٰكَذَا عِبَارَةُ الزَّيْلَعِيِّ وَعِبَارَةُ الدُّرَرِ وَغَيْرِهَا مِنْهُ وَ
عِبَارَةُ الدُّرِّ حِكَايَةً عَنِ الْكَافِيْ يَسْمَعُوْنَ صَوْتَهٗ لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَيُنْسَبُوْنَ اِلَى التَّقْصِيْرِ فِي النُّصْرَةِ نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور
دیت ہی بشرطیکہ اونکی آواز سُن پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہی زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہی بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سُن پڑتی ہو اور در جبکہ
کی عبارت کافی سے یون منقول ہی کہ اہل قریہ اسکی آواز سُنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کے وقت فریادرسی لاحق ہوسکتی ہی تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ
تقصیر ہونگے ھم طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پونہچتی ہوگی تو غالبًا مقتول کی آواز بھی گانون
تک پہنچیگی وَاِلَّا بِاَنْ كَانَ فِيْ مَوْضِعٍ لَا يُسْمَعُ مِنْهُ الصَّوْتُ لَا تَلْزَمُهُمْ نُصْرَتُهٗ فَلَا يُنْسَبُوْنَ اِلَى التَّقْصِيْرِ فَلَا يُجْعَلُوْنَ قَاتِلِيْنَ تَقْدِيْرًا
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب تقصیر نہونگے تو وہ تقدیرًا
قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہی کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا اونپر
دیت لازم ہوتی پھر جب وہ ایسی بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز گانون تک نہین پونہچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی

تو خونبہا بھی اونپر لازم نہ آیا وَيُرَاعٰى حَالُ الْمَكَانِ الَّذِيْ وُجِدَ فِيْهِ الْقَتِيْلُ فَاِنْ كَانَ مَمْلُوْكًا تَجِبُ الْقَسَامَةُ عَلَى الْمُلَّاكِ وَالدِّيَةُ عَلٰى
عَاقِلَتِهِمْ وَكَذَا لَوْ مَوْقُوْفًا عَلٰى اَرْبَابٍ مَعْلُوْمِيْنَ لِاَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْمِلْكِ وَالْوِلَايَةِ كَمَا اَفَادَهُ الْمُصَنِّفُ مُسْتَنِدًا لِلْوَلْوَالِجِيَّةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ
قُلْتُ وَسَيَجِيْءُ التَّصْرِيْحُ بِهٖ فِي الْمَتْنِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَغَيْرِهَا وَحِيْنَئِذٍ فَلَا عِبْرَةَ لِلْقُرْبِ اِلَّا اِذَا وُجِدَ فِيْ مَكَانٍ مُبَاحٍ لَا مِلْكَ فِيْهِ لِاَحَدٍ وَلَا يَدَ

بعد مرافعات ہوگی اس مکان کے مالک کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامت واجب ہوگا اوسکی مالکونپر اور دیت واجب ہوگی انکے مددگارون پر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگونپر وقف ہوگا تو مستحقونپر قسامت ہے اور دیت انکے مددگارون پر ہے اسلیئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسیکی ملک ہو نہ قبض اور تصرف ہم محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول بیابان مین تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامت اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہے اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اونپر قسامت ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اوسکا خون رائگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاے اور اوسکے قرب مین آبادی نہو کذا فی الطحاوی عن العالمگیریہ **ولاہ فعلی ذی الملک والید** اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامت صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے **والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد** بدایع اور ولایت اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوئی ہین ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامت ہے نہ دیت کذا فی البدایع **لکن سیجئ وجوبھا فی بیت المال فتأمل** لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کر ہم طحاوی نے کہا کہ اگر بدایع کے معنی کو اہل قریہ پر محمول کیجئے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین **والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لھا مالک اخذھا وال ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیھا ھدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ** قہستانی عن الکرمانی **فلیحرر** اور یہہ بھی ہے کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اونکو چھین لیا ہے تو لائق یہہ ہے کہ اوسکے اندر مقتول کا خون رائگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے مذہب کی روایت سے **وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغرم** کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اوس وجہ سے جو ہمنے یہہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو قریہ والون پر دیت واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہے جہان سے آواز مسموع نہوتی ہو تو شارح کی یہہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحاوی **وفیھا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض من اہل القریۃ فھی علیہ علی رب الارض لا علی اھلھا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتھی قلت فھذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجئ متنا فتنبہ** اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاے ایکمرد کی اوس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اوسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہے اسی ولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسیصورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوکہ اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی مالکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا **وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف** ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اوسپر قسامت ہے اور اگر اوسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی **والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انھا لہ بالحجۃ کما سیجئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ** اور دیت اوس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو جاے حجت سے کہ وہ لوگ اوسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر مددگار نہین ہین تو اوسی آدمی پر دیت واجب ہے جحت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار **وھی الدیۃ والقسامۃ علی اھل الخطۃ الذی خط لھم الامام اول الفتح ولو بقی منھم واحد** اور وہ یعنی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچ کر ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام مین گو چہ اونمین سے ایک بھی شخص باقی رہا ہو ہم خطہ بالکسر عمارت سے مکان مید سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئی زمین کے جبکہ امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ اونکے حصے جُدے جُدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان و المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون یہ وہانکے رہنے والے اور خریدار ہونپر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور حصہ بدار دیت اور قسامہ مین شریک ہین فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اوس گھر مین جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضونکا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت آدمیونکی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ہم مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہی اور دوسریکا دسوان اور تیسریکا باقی تو قسامہ اور دیت اونکی عاقلہ پر تین تہا دبرابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہین کذا فی الطحطاوی

وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اوسمین مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہی برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونونکا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشھد الشھود انھا ای الدار التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنی مددگارونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر مین مقتول ہی وہ قابض اور متصرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک گواہون سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان یدلو تدی عاقلتہ ولا نفسہ دیۃ اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبض اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی ہی ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ بشئی صاحب در نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہی یہہ علت بیان کرکے کہ کچھہ دیت کا واجب کرنا وارثونپر وارثون کیواسطے ممکن نہین ہم مقتول کا گھر ظہور قتل کیحالتین وارثونکا ملک ہوگیا اور وارثون کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثونپر واجب ہوتا ہی تا وارثونپر تخفیف ہو تو اگر مددگارونپر دیت واجب ہو اور وارثون کی ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کیواسطے اور یہہ ممکن نہین صاحب در نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثونکی عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کیطرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثونپر ہوتا ہی میت کے نفع کیواسطے نہ وارثون کے نفع کیواسطے چنانچہ بعضون نے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد یقال لما کان لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبھۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سواے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ درر علی من فیھا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگونپر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحونپر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ مین جانور کی مانند ہے ہم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہی یعنی اوسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارونپر ہے وفی مسجد محلۃ و شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو واقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی

کذلک

ھم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح سمجھا ہو اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمین بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایک تو شارع محلہ ہے جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع طوائف برابر ہون جیسے بازار و نکی راہین اور خارج شہر کی راہین انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کی مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑہتے ہون تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گہر کے مالک کی عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسُوقٍ مملوكٍ على المُلّاكِ وعندَ أبي يوسفَ على السُّكّانِ ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اوسکے مالکون پر قسامہ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غيرِه أی غيرِ المملوكِ والشارعِ الأعظمِ هو النافذُ والسِّجنِ والجامعِ وكلِّ مكانٍ يكونُ التصرفُ فيه لعامّةِ المسلمينَ لا لواحدٍ منهم ولا لجماعةٍ مخصوصينَ لا قسامةَ ولا ديةَ على أحدٍ ابن كمال وإنما الديةُ في بيتِ المالِ لأنَّ الغُرمَ بالغُنمِ اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے ھم یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہی تو سب مسلمان اوسمین شریک ہین سو خدا کی لعنت اون ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اوسکے مستحقونکو محروم رکہتے ہین انتہی اقول إنما تجبُ الديةُ فيما ذُكرَ على بيتِ المالِ إن كانَ نائيًا أي بعيدًا عن المحلاتِ وإلا يكنْ نائيًا بل قريبًا منها فعلى أقربِ المحلاتِ إليه الديةُ والقسامةُ لأنه محفوظٌ بحفظِ أهلِ المحلةِ فتكونُ القسامةُ والديةُ على أهلِ المحلةِ پہر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہہ ہے کہ جامع مسجد و شارع عام وغیرہ دور ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اونسے تو جو وہانسے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السوقِ النائي إذا كانَ من يسكنُها في الليالي اور اسیطرحکا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اوسمین رات کو رہتے ہون یعنی دنکی سکونت کا اعتبار نہین أو كانَ لأحدٍ فيها دارٌ مملوكةٌ تكونُ القسامةُ والديةُ عليه لأنه يلزمُه صيانةُ ذلكَ الموضعِ فهو موصوفٌ بالتقصيرِ فيجبُ عليه موجبُ التقصيرِ كما في العنايةِ معزيًا للنهايةِ قلتُ وبه أفتى المرحومُ أبو السعودِ مفتي الرومِ واعتمدَه المصنفُ وإن خلا عنه المتونُ لأنه مصرَّحٌ به في غالبِ الفتاوى والشروحِ فليُحفظْ یا کسیکا اوس بازار بعید مین گہر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتوی دیا ہی مرحوم ابو سعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون نفس کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وكذا لو وُجدَ في بَرّيّةٍ أو في وسطِ الفراتِ إذا كانَ يمرُّ به الماءُ لا محتبسًا كما سيجيءُ إذ لا يدَ لأحدٍ وقيل إذا كانَ موضعُ انبعاثِ ما يُسمعُ في دارِ الإسلامِ تجبُ الديةُ في بيتِ المالِ لأنه في أيدي المسلمينَ ابن كمال اور بدون وجوب دیت خون رائگان ہی اگر مقتول پایا جاے جنگل مین اور دریای فرات کے درمیان بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لیکن اوسکی مخصوص نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ

وہان کسیکا تصرف نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر عرب کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اوسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دار الاسلام مسلمانون کے
قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ھ فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ
وفی نهر صغیر هو ما یستحق به الشفعة علی اهله لاختصاصهم به اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اوس
نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی خصوصیت کیوجہ سے نہر کے ساتھ ھ استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو
اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحاوی ولو كانت البرية مملوكة او وقفا لاحد كما مر وسيجيء او كانت قريبة من القرية
او الاخبية او الفسطاط بحيث يسمع منه الصوت تجب على المالك او ذي اليد او على اهل القرية او اقرب الاخبية زيلعي
اور اگر جنگل ملک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہوچکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا قریہ سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کی خیمون
سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنیوالون پر کذا فی
الزیلعی ھ عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل ہوشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اوس جنگل مین جیسے صحرا و ریگستان
مین کنجڑی قوم ولو حبس بالشط او بالجزيرة او مر به الماء وملقى على الشط فعلى اقرب المواضع اليه من القرى والامصار والدور في
الخانية والاراضي واقره المصنف اذا كان يصل صوت اهل الارض والقرى اليه والا لا كما مر اور اگر مقتول اٹک رہا ہو دریا
کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان لبستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت
واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز
پہونچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہونچتی ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا وان التقى قوم بالسيوف فاجلوا اي تفرقوا
عن قتيل فعلى اهل المحلة لان حفظها عليهم الا ان يدعي الولي على اولئك او يدعي على بعض معين منهم فلم يكن على اهل المحلة
شيء ولا على اولئك حتى يبرهن لان بمجرد الدعوى لا يثبت الحق وبرئ اهل المحلة لان قوله حجة عليه - اور اگر ایک قوم باہم
بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا
اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا اونہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی
گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول اوسکی
ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف على صيغة اسم المفعول قال قتله زيد حلف بالله ما قتلت ولا عرفت له
قاتلا غير زيد ولا يقبل قوله في حق من يزعم انه قتله اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم
کھاوے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون سوائے زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وتبطل شهادة بعض اهل المحلة بقتل غيرهم خلافا لهما او بقتل واحد منهم
بعينه للتهمة اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل تہمت کے
سبب سے ھ یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والون کے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین
شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل
محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالدین اگر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی
مقبول نہوگی کذا فی العینی ومن جرح في حي فنقل منه فبقي ذا فراش حتى مات فالدية والقسامة على ذلك الحي خلافا لابي يوسف
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین پھر وہان سے زندہ اوٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف

کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اوپر قلو مجروح بہ رمق فحملہ انسان الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وفی قیاس
قول ابی حنیفۃ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی شخص جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سوا اوسکو دوسرا شخص اپنے گھر اوٹھا لایا سو وہان ایک مدت تک رہکر
مرگیا تو اوٹھا نیوالا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس مین ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اوسکے
پاس زخمی کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے محلہ مین موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدر و فی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الاخر لان الظاہر ان
الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد بدون تیسرے شخص کے دو مردون مین ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا
ضامن دیگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہین کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہین اس احتمال سے کہ
شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قتیل قریۃ امراۃ کرر الحلف علیہا وتدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی
العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانون کے مقتول مین عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنی ۵۰ بار اور عورت کی مددگار دیت دینگی اور ابو یوسف کے نزدیک
مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہین صغیر کی مانند اور طرفین کی یہہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے
واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہوسکتی ہے کذا فی الدر قال المتاخرون و المراۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ کذا فی
الملتقی وہو لا صح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت مین اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت مین اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ مین
کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت مین کسیصورت مین داخل نہین سوای اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ
فالدیۃ علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ وعندہما وزفر لا شئ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ منلا خسرو
تبعا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر مین تو اوسکے وارثون کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور مین کچھہ نہین ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے اوس قول کی تابعداری کر کے
جسکو صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونوکا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی ید الحی
وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا وله ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فیجعل قاتلا
اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو ابن کمال نے کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ مین تہا جبکہ زخم حاصل ہوا
تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رائگان ہوگا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے
اور قتل ظاہر ہونے کیحالت مین گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی ہلاکت کا عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الجانی تخفیفا لہ ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ
ثم تخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ اذا قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا للقاتل یعنی یون نکہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی مال کی
متحمل ہوتی ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہین ہے وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے کیواسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون
جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لئے نہین ہے بلکہ مقتول کیواسطے ہے تاکہ اوسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاوین اور اوسکی وصیتین
اوسی سے نافذ ہونگی پہر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہوجاوینگے اوس مال مین اور یہہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل
کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا و لو وجد فی دار بین قوم فہو علی
ذلک یعنی ہو علی عدد رؤسہم لا علی انصبائہم معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لا علی السکان عند ابی حنیفۃ اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا
اسیطرح وقف کے گھر مین جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر اونہین لوگون پر ہے و فی دار بین ارباب

الارض او الدار موقوفة علی المسجد فهو کما لو وجد فیه ای فی المسجد زیلعی و درر و سراجیه و غیرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید
بکون الارباب للوقوف علیهم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاهر ان الدیة تکون
فی بیت المال لانه حینئذ تکون من جملة ما اعد لمصالح المسلمین فاشبه الجامع قاله المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور جو وقف
علیہم لوگ تعین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہو نکلجاوے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر ایسا حکم
ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلئے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاة غیر مملوکة ففی الخیمة والفسطاط علی من یسکنها اور اگر مقتول پایا گیا ایسے لشکرگاہ میں جو بیابان
غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال میں مقتول ہو تو اوسکو رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجهما ای الخیمة والفسطاط علی
سکانها ای ساکنی ما خارجهما قبائل فعلی قبیلة وجد القتیل فیها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو لوگ خارج کے رہنے والی قوم قوم
ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمه کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانوں کا حکم مذکور ہو چکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر
ہیں تو دونوں پر واجب ہے ولو نزلوا جملة مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ سب ملے مختلط اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
کانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دیة ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی
ولو کانت الارض التی نزل فیها العسکر مملوکة فعلی المالک فیها بالاجماع لانهم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامة والدیة درر لکن فی
الملتقی خلافا لابی یوسف اور اگر وہ زمین جسمیں لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر تو اوس زمین کے ساکن ہیں
مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابی یوسف کا مذکور ہے تو اتفاق نہ رہا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں
و فیما لو وجد فی قریة لایتام لم یکن علی الایتام قسامة وهی علی عاقلتهم لانهم لیسوا من اهل الیمین اور ملتقی میں ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیموں کے گانو میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہو اونکی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں ہیں وان کان فیهم
مدرک فعلیه لانه من اهل الیمین ولوالجیه اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانیکی لیاقت رکھتا ہے کذا فی
الولوالجیه **فروع** مسائل متفرقہ شارحہ کے لو وجد فی دار صبی او معتوه فعلی عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو
اونکے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمسین یمینا ودیة من ماله ولو تعاقلوا فعلی عاقلته هما اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر میں تو وہ قسمیں کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کی عاقلہ ہوتی ہوں تو وہ یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی ہم یہودی یوں قسم کھاوے کہ اوس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اوتاری کہ میں نے اوسکو نہیں مارا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہوں اور
نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اوتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلة فاصابه سهم او حجر او لم یدر من این ومات منه فعلی
اهل المحلة القسامة والدیة سراجیه اور اگر کوئی مرد ایک محلہ میں سے ہو کر گذرا اور اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اوس صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیه وفی الخانیه وجد بهیمة او دابة مقتولة فلا شیء فیها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا
یا جانور مقتول پایا گیا تو اسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں ہے ولو وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلة فالقسامة والقیمة علی

عاقلتهم في ثلث سنين اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا محلہ مین تو قسامہ اوپر انکی قیمت اہل محلہ کے مددگارون پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتيلا في دار مولاه فهدر الا ان يكون مديونا فقيمته على مولاه لغرمائه حالة والا مكاتبا فقيمته على مولاه مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گہر مین تو خون اوسکا رائگان ہے مگر یہہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اوسکے قرضخواہون دینے والونکو لئے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گہر مین تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت مین ھ مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاے اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اوسکے وارثون کی میراث ہے کذا نے العالمگیریۃ ولو وجد المولى قتيلا في دار عبده مديونا او لا فعلى عاقلة المولى اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گہر مین خواہ غلام مدیون ہو یا نہین تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتيلا في دار ابيه او المرأة في دار زوجها فالقسامة والدية على العاقلة ولا يحرم من الميراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گہر مین یا عورت اپنی زوج کے گہر مین مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہین واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان مین ہی جمع معقلہ بفتح فسکون فضم و یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم سکون عین و ضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم ہے وهي الدية وتسمى عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك اى تمسكها ومنه العقل لانه يمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہین یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونون کو باز رکہتی اور روکتی ہے خونریزی سے و بامعنی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہین اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکہتی ہے ھ جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب مین دیت کا کچہہ ذکر نہین بلکہ انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب ہے جنکو عاقلہ کہتے ہین تو بجاے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ کلام مین مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی المطالب مختصرا والعاقلة اهل الديوان وهم العسكر وعند الشافعي اهل العشيرة وهو العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہین ھ دیوان عبارت ہے اون اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکہا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہین ہوسکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے بوجہ خطا اوس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہوجاے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگارون پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز مین اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچہہ پرواہ نہین کرتا اور یہہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنی انصار اور حامیون کے بہروسے پر تو مددگار خطا کار شریک مددگاری مین کیونکہ وہی تو سبب ہین اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو اونہون نے کیون محفوظ نرکہا نے احتیاط سے تو انہین پر دیت کا ڈالنا اولی اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہین ہے اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہین ہین پہر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتہہ ہوگئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹہہرے گو تو یہہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے کذا فی منہم اہل لشکر عاقلہ ہین اوسکی جو اونمین سے ہے یعنی سپاہی لشکری کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالہ اور جس پلٹن مین قاتل ہوگا انہین پر دیت واجب ہوگی فيمن هو منهم كل دية وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او بشبهة كقتل الاب ابنه عمدا فانه في ماله كما مر في الجنايات

کتاب المعاقل

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ
کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ھم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی
ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاهم او من ارزاقهم
والفرق بين العطية والرزق ان الرزق ما يفرض في بيت المال بقدر الحاجة والكفاية مشاهرة او مياومة والعطاء ما يفرض
في كل سنة لا بقدر الحاجة بل لصبره وعنائه في امر الدين سو دیت لیجاوے گی اہل لشکر کی عطا سے یا اونکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ
ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت
کے نہیں بلکہ اوسکی شکیبائی اور ضبطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں في ثلث سنين من وقت القضاء وكذا ما يجب في مال
القاتل عمدا بان قتل الاب ابنه يؤخذ في ثلث سنين عندنا وعند الشافعي يجب حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاوے گی تین سالوں میں قاضی
کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور ایسا ہی وہ دیت جو واجب ہے قاتل عمد کے مال میں اس
طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالوں میں دیت لیجاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ھم قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا
سے دیت لیجاوے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاوے گی اور اگر دس آدمیوں
نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سالوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحاوی فان خرجت العطايا في
اكثر من ثلث او اقل توخذ منه لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اوسی سے دیت لیجاوے گی
مطلب حاصل ہونیکے سبب سے ھم یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاوے گی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال
کے تین مہینے میں ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاوے گی اسلئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوسمین سے لیا جاوے تو اوسکو تکلیف اور حرج ہوگا بر خلاف عطا کے
کذا فی المجتبے وان لم يكن القاتل من اهل الديوان فعاقلته قبيلته واقاربه وكل من يتناصر به تنوير الابصار اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے
تو اسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار ھم قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے
یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ ایسے ہوں کہ جب
اونمیں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہیں اور اگر اوسکے
مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولے ہیں پھر اونکے بعد برادری پھر اہل محلہ پھر بازاری
لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتیں ہیں یا اوسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا [illegible] مال میں
کذا فی الطحاوی مختصرا بتصرف وتقسم الدية عليهم في ثلث سنين في السنين يعني العطيات قهستاني ملخصا اور دیت تقسیم کی جاوے
پر تین سال کے اندر پھر جانا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کے ہو کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم طحاوی نے کہا ثم السنين يعني العطيات [illegible]
نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطايا میں یہ مضمون مذکور ہو گیا ہے لا يؤخذ في كل سنة الا درهم او درهم وثلث ولم يزد على كل
واحد من كل الدية في ثلث سنين على اربعة على الاصح انتہیٰ یعنی نہ لیا جاوے دیت ہر سال میں مگر ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا
جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم سے زیادہ [illegible] ھم اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو ہوگی تین سال میں تین درم ہوتے
اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحاوی نے کہا یہ قول صحیح نزد محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ
ہر سال میں ہر شخص سے چار درموں سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تسع القبيلة لذلك ضم اليه اقرب القبائل نسبا على ترتيب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اسکو واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نکرے تو جو قبیلہ اونکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

رہ گئے وہ بلالیا جاوے عصبات کی ترتیب پر ھم ترتیب عصبات یہہ ہے کہ اول بھائی ہین پہر اونکے فرزند پہر چچا پہر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبی مین کہا بحاصل حنفیہ اہل لشکر اقرب ہے تو اوسکے ساتھ قرابت اور نسب اور
امداد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچہہ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب سے مددگاری ہے تو نہا برین اگر قاتل صیادین سے ہو تو اوسکی عاقلہ صیادین اور اونکی
اتباع نہ اوسکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدھم اور ہمارے حنفیون کے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کی مانند ہے ھم یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی سے ظاہر ہوئی تو اوسکو خارج کرنا عاقلہ سے
بیوجہ ہے خلافا للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فیشارکھم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو تو اونمین سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی اونکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ
اوسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان وتعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلتہ اور مولا موالات کیطرف سے اوسکا
مولا اور اوسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عمد لا تعزر وان سقط قودہ بشبہۃ او قتل ابنہ عمدا کما مر
اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ
مذکور ہوگیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا و
لا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتے وہ مال جو لازم ہو قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کی بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقل دیت نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کے بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے ھم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی العینی لان الاصل فیہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ وانما قبلت البینۃ ھنا مع
الاقرار مع انھا لا تعتبر معہ لانھا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وھو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین
یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا
قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبھما العاقلۃ ای العاقلۃ فلا شیء علیھا لان تصادقھما لیس بحجۃ علیھم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ
لان تصادقھما حجۃ فی حقھما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے ان دونو کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچہہ دینا واجب نہین ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہے اور نہ خود قاتل پر حجت
ہے اوسکے مال مین مگر بقدر اوسکے حصہ کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اونہین دونون کے حق مین حجت ہے کذا فی الزیلعی ھم قاتل کے مال مین عاقلہ کا
حصہ رسد اقرار اوسکا حجت ہے بشرطیکہ اوسکی واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیریہ مین ہے کافی سے اور ظاہرا عطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہے نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی
واعلم ان الخصم فی ذلک ھو الجانی لان الحق علیہ ولو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیہ قلت یؤخذ من قولہ الخصم ھو الجانی لا العاقلۃ
جواب حادثۃ الفتوی وھی ان صبیا فقأ عین صبیۃ فماتت فاراد ولیھا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا تحلف
لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وھی غیر متوجھۃ علی العاقلۃ وبقی ھنا شیء وھو ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الجانی
ھل یصح اقرارھم بالنسبۃ الیھم حتی یقضی علیھم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقھم لظھور فائدتہ قالہ
المصنف بحثا فلیحرر اور معلوم کر کہ یہان یعنی دعوی قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسی پر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیۃ مین کہتا ہون کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتاء یہہ ہے کہ صغیر نے

صغیرہ کی آنکھہ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارثین چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم فرع
تسلیم ہونیکی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہان گفتگو کچھہ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بہ سبب
اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لائق یون ہی کہ قسم اونکے حق مین جاری ہو
اونکے فائدہ ظاہر ہونیکے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح متن بحث کی راہ سی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے م
تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہی کہ عاقلہ خصم نہیں تو اونپر قسم بھی نہیں اور اگر یون جواب دو کہ یہہ غیر عاقلہ کا اقرار ہے تو اونپر قسم جاری نہوگی
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وإن جنی حر على نفس عبد خطأ فهي على عاقلته يعني إذا قتله لأن العاقلة لا تحتمل أطراف العبد وقال
الشافعي لا تحتمل النفس أيضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اوسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہی کہ آزاد
غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہین اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا يدخل صبي و
امرأة ومجنون في العاقلة إذا لم يتناصروا يعني لو القاتل غيرهم ولا فيدخلون على الصحيح كما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ
عاقلہ مین داخل نہیں جبکہ باہم وہ مددگاری نکرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو
عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا م عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو
تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا تعقل كافر عن مسلم ولا بعكسه لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی
طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی بعلت نہ ہونے تناصر کی وجہ سے والكفار يتعاقلون فيما بينهم وإن اختلفت مللهم لأن الكفر كله ملة واحدة يعني
إن تناصروا وإلا ففي ماله في ثلاث سنين كالمسلم كما بسطه في المجتبى اور کافر فیما بین خود ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف
ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہی یعنی بشرطیکہ ایکدوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر اونمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی
واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبے مین اسکو مشرح بیان کیا ہی م مجتبی مین ہی کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان
نے دوسرے کو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہی کذا فی الطحطاوی وإذا لم يكن للقاتل عاقلة كاللقيط وحربي أسلم فالدية في بيت المال
في ظاهر الرواية وعليه الفتوى درر وبزازية وجعل الزيلعي رواية وجوبها في ماله رواية شاذة اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار
نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی
نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہی یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکی مال مین دیت واجب ہی اس روایت کو زیلعی نے غیر
معتمد کہا ہی قلت وظاهر ما في المجتبى عن خوارزم من أن تناصرهم قد انعدم وبيت المال قد انهدم يرجح وجوبها في ماله فيؤدى في
كل سنة ثلاثة دراهم أو أربعة كما نقله في المجتبى عن الناطفي قال وهذا حسن لا بد من حفظه وأقره المصنف فليحفظ فقد وقع
في كثير من المواضع أنها في ثلاث سنين فافهم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہی کہ وہان کے
لوگونکی باہم مددگاری سست نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہی وجوب دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر
بسال تین یا چار درم ادا کرے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہی اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی
شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے سوا بستہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی
تین سال مین ہے تو اسکو سمجھ لے وهذا إذا كان القاتل مسلما فلو ذميا ففي ماله إجماعا بزازية اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے
دیت واجب ہے اوسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال مین بالاتفاق دیت ہی کذا فی البزازیۃ ومن له وارث
معروف مطلقا ولو بعيدا أو محرما أو كفر لا يعقله بيت المال وهو الصحيح كما بسطه في الخانية اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسیطرحکا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور
یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں شرح بیان کیا ہے و لا عاقلۃ للعجم و بہ جزم فی الدرر قال المصنف لعدم تناصرہم و عجمیوں یعنے
عربکے سوا اور ملکے رہنے والونکا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درر میں یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اونکو عدم تناصر کے سببسے و قیل لہم عاقلۃ لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذا طلبۃ العلم وقلت
وبہ افتی الحلوانی وغیرہ حانیہ اور بعضونے کہا کہ عجمیونکے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرنے میں جیسے
کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ میں اور اسیطرح طالب علم باہمدگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور
اسیکا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب ومعنی التناصر
انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبی میں کچھ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہہ ہے کہ جب اوسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوں اوسکی کاربرآری میں یعنے
اوسکو بچالیں اور اوسکی تکلیف ٹال دیں اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم والحرف
فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کیوجہ سے
تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہم پیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکہا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر
منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ
بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سببسے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہیو ہم یہہ وہی قول ہے جو زاہدی
صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور
جہاں نہ قبیلہ اور برادری ہے اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہم وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر
الروایہ مفتی بہ ہے اور وجوب قاتل کے مال میں روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں ہمارے تناصر جیسے چنانچہ فقہانے اوسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور
حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ میں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم ✦

کتاب الوصایا

یہہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت عرفا عبارت ہے تملیک بعد الموت
سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنے
جس چیز کی وصیت کیجا ہے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اوسکی غیبت میں کام کرے خواہ متوصی زندہ ہو یا مردہ مثلا
زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ
والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجیء فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکہ
بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کہ ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب کنز کے کلام سے اور شارح ابن بیان میں
تابع ہے صاحب درر کا فحینئذ ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا
کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بابعد موت کے خواہ تملیک کی شی معین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین
فانہ نافذ من کل المال کما سیجیء میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجاوے اسلئے کہ

کتاب الوصایا

دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی ہم بعضون نے کہا اگر کوئی یہہ کہے کہ تملیک حوالہ مابعد الموت ہی لازم
سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہو اسواسطے احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیه وجوبها لحقه تعالی فتامله
اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالی کے حق کے سبب ہے سو اسکو تامل کرو ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ جب
وصیت کی یہہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب ہی پھر جب
واجب ہوئی تو تبرع کہان رہا اسلیے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہے اور بلفظ تامل وقت جواب
کو ضعف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور یوہین جاوے کی تائید نہوا کذا فی الچلپی وهی
علی ما فی المجتبی اربعة اقسام واجبة بالزکوة والکفارات وفدیة الصیام والصلوة فرطها ومباحة لغنی ومکروهة
لاهل الفسق والا فمستحبة اور بنا بر اوس کلام کے جو مجتبی مین ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے
جسکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجر کیواسطے اور ان کے سوا وصیت مستحب ہی ہم وجوب زکوۃ
وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کیطرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہہ ہے کہ وصیت چار
قسم کی واجب ہی جیسا کہ ردّ ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے جیسا کہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی
جیسے اغنیا اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین
والاقربین لان آیة البقرة منسوخة بآیة النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہین ہی اسلیے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا
کی آیت سے منسوخ ہی ہم سورہ بقرہ کی یہہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ مقرر فرض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیة المواریث مراد ہی جو
ناسخ ہے سورہ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورۂ بقرہ
کی آیت منسوخ ہوا اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی انمین سے ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پھر فرمایا کہ حق
تعالی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ حجت ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الهدایة وسببها ما هو
سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم حموی نے کہا وصیت کا سبب جو وصیت کے محاسن مین
مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئے ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کر کے اوس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نرہی تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف
دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت
اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیة المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیة یوصی بها
او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور
فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکھتا ہو یہہ کہ سو رہی مگر اوسکی وصیت
اوسکے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے ترجمہ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہہ ہو کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار ہو
بعضون نے کہا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال
زیادہ ہو اور وارث محتاج نہین تو احمد واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے پھر اگر اقربا اغنیا ہون تو

کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کریگا اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کے ہے اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہوا اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اوسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اوسکی قیمت ۱۵۰ درم ہے تو ۵۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہی تو اوسکی تفصیل فتاوی عالمگیریہ میں مذکور ہے ویعتق عبدہ ان وہبہ نسمۃ لا تصح کما لا تصح بعتق من اغنیاء مالہ اور اگر اپنی غلام کیواسطے وہ اپنے یا درہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی ھ ور میں خلاصہ سے منقول ہی کہ اگر غلام کیواسطے اپنی مال کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تہی اور تعیین کیصورت میں تو جنس کی مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحسانا لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت بالحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہی چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنی اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے ھ اور حمل کیواسطے اسطرح وصیت ہی کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درہم کی وصیت کی کذا فی الدر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولو میتا وہی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت کرنا اور تسمیہ صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہوا اور اگر شوہر اوسکا مردہ ہوا اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی یہ مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الادمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ حیوانات میں یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی لما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہی تا اوسپر صرف کیا جاوی تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للادمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لئے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدہی کیواسطے ایک سال ہی اور گای کیواسطے نو مہینے اور بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے اکیس دن ہیں چنانچہ قہستانی میں ہی منسوب باستیفاء میں وفیہا ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ھ شامی نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہی اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہی کہ موت موصی کیوقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفیدہ انہ من الاول ان کان لہ وبعد الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہی جو اسکو مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا مدت حمل وصیت کیوقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہی تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ اور کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کیواسطے اوسکے عدم قبضہ کے سبب سے اور اسلئے کہ کسیکو ولایت ہی تا کہ حمل کیطرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت علم منہ ان الحمل عنہ بما اوصی لہ لو یجز لانہ لا ولایۃ لاحد علی الجنین ولو بالجبر تو اگر بچہ پیٹ کا باپ اوسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اوسکے جو اوسکے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ پیٹ کے اوپر کذا فی غایۃ البیان قلت وبہ علم حکم حادثۃ الفتوی

وهي انه ليس للوصي ولو مختار التصرف فيما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا يلي ولا يولى عليه یعنی متن ہوتے اور بیان سابق
حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اوسکو تصرف کرنا جائز نہین اوس مین جو حمل کیواسطے وقف ہوا بلکہ فقہانے کہا ہے کہ حمل یعنی
بچہ شکمی کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہے وصحت بالامة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر
یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہے لما مر ان
كل ما صح افراده بالعقد صح استثناءه منه وما لا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ
جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد
وصیت مین درست ہے تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا وصحت المسلم للذمي وبالعكس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے
اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے م دلیل صحت اول کلام الہی ہے (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في
الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم) یعنی نہین روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہین لڑے دین مین اور
نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو جیسا دونو طرف سے
درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر لا حربي في داره اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب
مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالى (انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم
في الدين) حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالے تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی
الدرر عن الجامع الصغير قيد بداره لان المستامن كالذمي كما افاده الملا خسرو مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی
اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے م ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر
مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہہ
احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین ہو نہ کہ مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ
مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبه صرح الحدادي والزيلعي وغيرهما
وسيجيء متنا في وصايا الذمي مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن مین آویگا
وصایا مین ولا لوارثه وقاتله مباشرا لا تسبيبا كما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی
کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین م حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصية للقاتل قتل تسبب جیسے
وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلوة
والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث وحققه وارث کیواسطے
وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہہ کہ وصیت
کو وارث جائز رکھین یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب
بیان کرینگے وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی
اجازت جائز نہوگی واجازة المريض كابتداء وصيته اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کی مانند ہے م یعنی اگر وارث بالغ مریض نے
وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت
مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کے بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہے اور یہہ

ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض وردّ البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعضے وارثون نے اجازت دی اور بعضون
نے نہی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا
اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثون کے اسواسطے کہ دونون عقوبت کے لائق نہین او لم یکن لہ وارث
سواہ کما فی الخانیۃ اے سوی الموصی لہ القاتل والوارث یعنی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن ثمہ وارث
آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوای اوسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوای قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ
کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجہا
بالنصف کان لہ الکل مجتبیٰ مین اتنا زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا
کوئی وارث نہو سوای زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قید بالزوجین لان غیرہما
لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل ردا او رحما وقد قدمناہ فی الاقرار معزیا للشرنبلالیہ مین کہتا ہون اور فقیہون نے زوجین
کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کیوجہ سے اور اسکو
ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الاقرار مین شرنبلالیہ کیطرف نسبت کرکے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک
وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس
الکل ولو کان مکانہا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوی نوازل مین ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے اپنی تمام مال
کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث چھوڑا سوای اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت ندی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلیے کہ
موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی رہی دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجای زوج ہو وارث
وصیت کرنیوالیکا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت ندی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ھم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت
ندی تو زوجہ کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمین چوتہائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے
کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو
سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح
نہین اوس صغیر سے جسکو نیک بد کی امتیاز نہین اگرچہ اوسنے امور نیک مین وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام مین اونکے نزدیک صحیح
ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فیجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اوسکی تجہیز اور
دفن کے امر مین تو وصیت استحسانا جائز ہے ھم لیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ مین ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن
دیا جاویگا اور دو کپڑونکی وصیت کی کفن مین تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑونکی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر
وصیت کی کہ فلانے قبرستان مین فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کرین تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وحلیہ
ویحتمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ یافع یعنی المراہق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب
البلوغ شخص کی وصیت کیواسطے محمول ہے ھم یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز کیا تہا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یافع
مراہق سے بالغ مراد ہی کذا فی شرح الحموی وان وصلیۃ مات بعد الادراک او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم تجز
لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہین اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

نہوگی مدبر کی قسم و ابت کے سبب سے تو اسکا مالک نہو گا نہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اوسکو ملک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے
آیندہ قول مین اوسکو ذکر کیا ہے ولا لمن عبیدا و مکاتب و ان ترك المکاتب وفاء وقیل عندهما تصح فی صورۃ ترك الوفاء درر
اور وصیت صحیح نہین غلام اور مکاتب کے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک صحیح ہے بدل کتابت
ترکہ کرنے اور مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافها کل منهما وعبارۃ الدرر الا اذا اضافاها الی العتق فتصح لزوال المانع وهو حق
المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے
مولے کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافاها یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ہم یعنی غلام اور مکاتب کی
وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولے کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہو گئی ولا من معتقل
اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلته حتی صار له اشارۃ معهودۃ فهو کالاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ
کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہو گئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے ہم معتقل اللسان وہ
ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی درر مین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کی مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کے وصیت اور
نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص مین وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے
نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنة وقیل اذا امتدت لموته جاز اقراره بالاشارۃ والاشهاد علیه وکان کالاخرس قالوا
وعلیه الفتوی درر وسیجیء فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہو گئی
تو اوسکا اقرار اشارہ سے بھی جائز ہے اور اوسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگی کی مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولها بعد موته لان اوان ثبوت حکمها بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر
موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت
موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل
قبولها وردها قبله تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملك بالقبول الا اذا مات موصیه
ثم هو بلا قبول فهو ای یدخل الموصی به لورثته بلا قبول استحسانا کاتر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہین ہوتی
مگر جبکہ اوسکا موصی مر ہے پھر موصی لہ مر ہے بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے
چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہو گئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے
پھر جب موصی لہ مر گیا تو اوسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اوس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکه بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیه لیقبل عنه کاتر اور اسیطرح اگر بچہ
پیٹ مین ہو اسکو وصیت کی تو وہ اوسکی ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی
طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہو گیا وله ای للموصی الرجوع عنها بقول صریح او فعل یقطع حق المالك عن الغصب بان یزیل اسمه و
اعظم منافعه کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے
اسطرح پر کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا ہم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اوسکو قطع کیا اور
سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہو گیا او فعل یزید فی الموصی به ما یمنع تسلیمه الا به کلت السویق الموصی به بسمن والبناء فی
الدار الموصی بها بخلاف تجصیصها وهدم بنائها لانه تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کما تقع ہو بذون اوسکو جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہ گہر مین برخلاف اوس گہر کی سفیدی کرنے کے
اور اوسکی عمارت ڈہانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف تابع مین نہ اصل مین **وتصرف عطف علی بقولہ صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر**
بأو وعلیہ فھو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید رجوعہا کما یفیدہ متن الدرر فقد بر ویزیل ملکہ فانہ رجوع عما اوصی بہ کالبیع
والھبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہو ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ ایسے تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی
کی ملک مین دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہوکر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہوا اوسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے **وکذا اذا خلطہ بغیرہ**
بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع من الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہین **لا یکون**
راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے راجع نہوگا اُس کپڑے کی شوب دہی سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلئے کہ
یہہ تصرف سے تابع مین نہ اصل ہے **واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا** اور یہہ معلوم کر کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا
ضرر نہین کرتا وصیت مین **ولا بجحودھا درر وکنز ووقایہ وفی المجمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی**
انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہین ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہے درر اور کنز اور وقایہ
کی متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع مین ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین **م** معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنی مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ
اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی **وکذا لا یکون**
راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بھا فحرام او ربوا او اخرتھا اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ
حرام ہے یا بیاج ہے یا اوس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے **بخلاف قولہ ترکتھا** برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہہ رجوع
ہے وصیت سے **م** تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہین **وبخلاف قولہ کل وصیۃ**
اوصیتھا فھی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فھو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول وتکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ مین نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین **ولو کان فلان الاخر میتا وقتھا فالاولی من الوصیتین**
بحالھا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے **ولو حیا وقتھا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت** اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
ہے وصیت کیوقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے **وتبطل**
ھبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحھا بعدھما ای بعد الھبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت **م** وصیت تو ایجاب

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہین مگر موت کیوقت وارث ہوگئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا
اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورتہین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف بمابعد الموت ہے اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہے وصایا کے موقع
مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار
فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پہر اوس سے
نکاح کیا پہر مرگیا تو اقرار جائز ہے ف اقرار کیوقت عورت وارث نہ تہی پہر نکاح سے وارث ہوئی تو یہہ اقرار کیواسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ
وہبتہ لابنہ کافرا وعبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہے
اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کیلئے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد
اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہے ف ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ انمین موت
کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہے لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہے تو یہہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے
ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ
ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ
اوسکے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہوگئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک
سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ منطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہے
جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پہیپڑہ کا قرحہ ہے ف مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پہرنے سے عاجز ہو پاؤنکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج
کی بیماری ہو یعنی آدہا دہڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتہہ مین رعشہ ہو یعنی ہاتہہ کانپتا ہو خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون
اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پہر مرجاوے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہے تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین مظنہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا پچ گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین نرہا بہانتکہ
کہ علاج کے بہی لائق نرہا کذا فی الدر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض
الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیۃ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت
وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو
کذا فی القہستانی من ہبۃ الذخیرہ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث
عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض
یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو ف قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہئے اوس فرض سے
جو حق العبد ہے پہر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پہر واجب پہر نفل ایسا مروی ہے فقہا سے کذا فی الطحاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین
مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور
قسم کا کفارہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر
کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم
ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہے کہ ابتدا کیجاوے کفارہ
قتل سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاوے خراج پر وفی البرجندی مذہب ابی حنیفۃ ان الزکوۃ

الحج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پہلا مذہب یہہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہہ مذہب تہا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پہر جب حج کی مشقت امام نے دیکہی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای بحجۃ الاسلام احج عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کرادے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تہا اوس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اوسیطرحسے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بھذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سو ایکمرد نے کہا کہ میں حج کردونگا میت کیطرف سے اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول ان کفی نفقتہ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا ہدایہ ومجتبی وملتقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ھنا ھو المعتمد فافھم اور حج کا جانیوالا راہ میں مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیئے استحسان کیوجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی میں کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجہ کیونکہ ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اوسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیئے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیئے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پہر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے وارثون نے اسکو جائز نکہا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درھم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہہ کہ خرید کیا جاوے اوسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونو صورتون میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم بری من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ھذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیہ بیمار نے چند وصیتین کیں پہر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پہر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اوسنے یون نکہا ہو کہ اگر میں اپنی اس مرض سے مرگیا تو میں نے یہہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشھر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پہر وہ مجنون ہوگیا اگر اوسکا جنون دیر تک ٹہر ایہانتک کہ چہہ مہینے تک پونہچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اختلط بالوسوسۃ ایسی فصار معتوھا حتی بطلت خانیہ اور اسیطرح اگر وصیت کی پہر موصی کو وسواس نے لیا سودہ وبیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شھرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فھو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ یہہ وصیت کی کہ موصی کا گہر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کیطرف سے مہینہ بہر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ کما لو اوصی بھذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہ دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہہ بہوسا فلانے شخص کے جانورون کیلئے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یون کہا کہ اس بہوسے سے فلانے جانورونکو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شھر کذا جاز وتبطل ببیعھا اور اگر یہہ وصیت کی کہ فلانے کے گہوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گہوڑے

کا بیچڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے م خانیہ مین ہے محمد نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہے پہر اگر گہوڑا مرگیا یا مالک نے اوسکو بیچا تو وصیت
باطل ہوگی انتہی ولو اوصٰی بسکنیٰ دارہ لرجل ولا مال لہ سواھا جاز ولہ سکناھا مادام حیا ولیس للوارث بیع ثلثیھا وقال
ابو یوسف لہ ذلک ولہ ان یقاسم الورثۃ ایضا ویفرز الثلث خانیۃ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچہہ مال نہین سوا ہے اوس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہے جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اوسکے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصٰی بقطنہ لرجل وبحبہ لآخر او اوصٰی بلحم شاۃ معینۃ لرجل وبجلدھا لآخر او
اوصٰی بحنطۃ فی سنبلھا لرجل وبالتبن لآخر جازت الوصیۃ لھما وعلی الموصی لھما ان یدوسا ویسلخا الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکے بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیونکے اندر ہے ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونوپر لازم ہے گیہون کا ماندنا اور بکری کی کہال گوشت سے جدا کرنا ہے اور اسیطرح دونوپر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہر ایک کا حصہ جدا ہو جاوے اوصٰی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا
ھذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت
کی اپنی تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکے چراغ مین اور مانند اوسکی علماء نے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکے چراغونپر جائز ہے اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ و فی المجتبی اوصٰی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر و کذا
للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہے کہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوے نہ اور
کام مین اور اسیطرح حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی و فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ
جاز لغیرھم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکے سوا اور محتاجونپر صرف کرنا جائز ہے م اور یہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
وفی الخانیۃ اوصٰی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصٰی بثلث مالہ لاعمال البر
لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال جیلخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصٰی باتخاذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ
کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے چنانچہ
خانیہ مین ابو بکر بلخی سے مروی ہے و فیھا عن ابی جعفر اوصٰی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث
لمن طال مقامہ او مسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتھی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہے اوسکو جو تم
داری مین بہت ٹہہرا یا اوسکے مکانکی مسافت دراز ہے نہ اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام سے اور اگر کہانا بچ رہا تو اگر
کثیر ہے تو اوسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجتمع لہ النائحات
بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لھن فبطلت والثانی علی ما کان لغیرھن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابو بکر بلخی کے

تو اسکو جو بطلان وصیت مین سے محمول کیا ہی اوس کھانی پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دنین تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل
ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اوس کھانی پر جو سوائی نوحہ گرا اور لوگون کیواسطے پکایا جاوے ہم نوحہ گرون کے واسطے وصیت کا باطل
ہونا ظاہر اتین دن پر مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمحقہ شارح
اَوْصٰی بِاَنْ یُصَلِّیَ عَلَیْہِ فُلَانٌ اَوْ یُحْمَلَ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلٰی بَلَدٍ اٰخَرَ اَوْ یُکَفَّنَ فِیْ ثَوْبٍ کَذَا اَوْ یُطَیَّنَ قَبْرُہٗ اَوْ یُضْرَبَ عَلٰی قَبْرِہٖ قُبَّۃٌ اَوْ لِمَنْ
یَقْرَأُ عِنْدَ قَبْرِہٖ شَیْءٌ مُعَیَّنٌ فَھِیَ بَاطِلَۃٌ سراجیہ یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اوسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو
اوٹھا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اوسکا کفن دیا جاوے فلانے کپڑے مین یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاوے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاوے یا جو اوسکی قبر کے
پاس قران پڑھے اوسکو کچھہ معین مال دیا جاوے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت
بالخدمۃ کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قران پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے
شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہی اَوْصٰی بِثُلُثِ
مَالِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَھِیَ بَاطِلَۃٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ تُصْرَفُ اِلٰی وُجُوْہِ الْبِرِّ وصیت کی اپنی تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے تو یہہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد
نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاوی نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک مین تو لام تملیک کی کچھہ وجہ نہین بدون تاویل اور
توجیہہ کے والعبرۃ للظاہر کذا فی الطحطاوی قَالَ اَوْصَیْتُ لِفُلَانٍ بِاَلْفٍ وَھُوَ عُشْرُ مَالِیْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اِلَّا الْاَلْفُ کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے
شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درم ہی تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سوای ہزار درم کے کچھہ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج
ہو سکین تو اوسکو ہزار درم ملین گی خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وَفِیْ اَوْصَیْتُ لَہٗ بِجَمِیْعِ مَا فِیْ ھٰذَا الْکِیْسِ وَھُوَ اَلْفٌ
فَاِذَا فِیْہِ اَلْفَانِ وَدَنَانِیْرُ وَجَوَاھِرُ فَکُلُّہٗ لَہٗ اِنْ خَرَجَ مِنَ الثُّلُثِ مجتبی اور اس قولین کہ مین نے فلانے کیواسطے وصیت کی اوس تمام مال کی جو اس
تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پہر جو اسمین دیکہا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہی بشرطیکہ وہ
ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی قَالَ لِمَدْیُوْنِہٖ اِذَا مِتُّ فَاَنْتَ بَرِیْءٌ مِنْ دَیْنِیْ عَلَیْکَ صَحَّتْ وَصِیَّۃً وَلَوْ قَالَ اِنْ مُتُّ لَا یَبْرَأُ
لِلْمُخَاطَرِ تو اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے اوس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا
اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے
جو ہنوز موجود نہین لیکن اوسکا ہونا مترقب ہی کذا فی الطحطاوی یَدْخُلُ الْمَجْنُوْنُ فِی الْوَصِیَّۃِ لِلْمَرْضٰی دیوانہ داخل ہے بیمارونکی وصیت مین یعنی جو مال
بیمارون کیواسطے وصیت مین تعیین ہوا تو مجنون پر بھی منتشر ہوگا اسلئے کہ جنون بھی بیماری ہی وَفِی الْوَصِیَّۃِ لِلْعُلَمَاءِ یَدْخُلُ الْمُتَکَلِّمُوْنَ فِیْ بِلَادِ
خَوَارِزْمَ دُوْنَ بِلَادِنَا اور جو مال عالمونکے واسطے وصیت ہوا اوسمین ملک خوارزم کی متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم
عقائد مین گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتمام کرتے ہونگے بلکہ لوگونکو اعتقادات واجبہکی تعلیم کرتے
ہونگے اور غیر ملکونکے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے انکو علم الہی سے کچھہ نصیب نہین وَلَوْ اَوْصٰی لِلْعُقَلَاءِ یُصْرَفُ
لِلْعُلَمَاءِ الزَّاھِدِیْنَ لِاَنَّھُمْ ھُمُ الْعُقَلَاءُ فِی الْحَقِیْقَۃِ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندونکے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلئے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین
کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہی جسنے دنیا ہونا پائدار کا انجام دیکہکر اسکو چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا الدر المختار کے نسخون مین بجای لفظ قنیہ
کے مجتبی کا لفظ ہی اور صواب یہہ ہے کہ قنیہ ہی اسلئے کہ یہہ عبارت قنیہ کی ہی جیسا کہ منح الغفار مین ہے اور اگر ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلئے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہی
واللہ اعلم واعلم اَنَّ الْوَصِیَّۃَ فِیْ یَدِ الْمُوْصٰی اِلَیْہِ وَوَرَثَتِہٖ بِمَنْزِلَۃِ الْوَدِیْعَۃِ سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی الیہ اور اوسکے وارثون کے قبضہ مین بجای امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر وہ مال
بلا تعدی تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل مین

اِذَا اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ لِزَيْدٍ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ يُجِزْ فَثُلُثُهٗ لَهُمَا نِصْفَيْنِ اتِّفَاقًا جبکہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے
اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین
کے ھ اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکہتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور
استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین اور محل شرکت کی قابل ہے لہذا ثلث مال دونونمین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وَاِنْ اَوْصٰى بِثُلُثِ
مَالِهٖ لِزَيْدٍ وَلِاٰخَرَ بِسُدُسِ مَالِهٖ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا اتِّفَاقًا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے
چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصونمین تہاؤ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا
وَاِنْ اَوْصٰى لِاَحَدِهِمَا بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ يُجِزِ الْوَرَثَةُ ذٰلِكَ فَثُلُثُهٗ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ
اِذَا لَمْ يُجِزْ تَقَعُ بَاطِلَةً فَيُجْعَلُ كَاَنَّهٗ اَوْصٰى لِكُلٍّ بِالثُّلُثِ فَيُنَصَّفُ اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے
تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونونمین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جبکی
اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹہرگئی تو یہہ قرار دیاگیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونونمین نصفا نصف ہوگی یہہ
مذہب ہے امام کا وَقَالَا اَرْبَعًا لِاَنَّ الْبَاطِلَ مَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ فَاضْرِبْ الْكُلَّ فِى الثُّلُثِ يَحْصُلُ اَرْبَعَةٌ فَيُجْعَلُ ثُلُثُ الْمَالِ اور صاحبین نے کہا
کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہی جو تہائی پر زیادہ ہی تو کل کو ضرب کر ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث کے
مین قرار دئیے جاوینگے ھ طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب خیز نہین درر کی عبارت یون ہی کہ صاحبین
کے نزدیک چار سہم کئے جاوینگے تین سہم اوسکے واسطے جسکے لئے تمام مال کی وصیت ہوتی اور ایک سہم اوسکے لئے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ
وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ
اوس زائد کے اسلئے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہی تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام
پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا وَلَا يَضْرِبُ الْمُوْصٰى لَهٗ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ الْمُرَادُ بِالضَّرْبِ الْمُصْطَلَحِ بَيْنَ الْحُسَّابِ فَعِدَّةُ
سِهَامِ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ فَاضْرِبْ نِصْفَ كُلٍّ فِى الثُّلُثِ يَكُوْنُ سُدُسًا فَلِكُلٍّ سُدُسُ الْمَالِ وَعِنْدَهُمَا اَرْبَعَةٌ كَمَا قَدَّمْنَا اور امام کے نزدیک ضرب
واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہی جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک
وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام
وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے اونکو آگے بیان کردیا ھ شارح کو یون کہنا اولی تہا فاضرب نصفہا او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت
ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی جیسی دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی اِلَّا فِىْ
ثُلُثِ مَسَائِلَ وَهِىَ الْمُحَابَاةُ وَالسِّعَايَةُ وَالدَّرَاهِمُ الْمُرْسَلَةُ اَىِ الْمُطْلَقَةُ غَيْرُ الْمُقَيَّدَةِ بِثُلُثٍ اَوْ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهِمَا اور ثلث کا
موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلونمین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسری دراہم مرسلہ یعنی مطلق
دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ھ محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کی ہے اور یہان محابات سے مراد
وہ بیع ہی جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وَمِنْ صُوَرِ ذٰلِكَ اَنْ يُّوْصِىَ لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ مَثَلًا وَبِمُحَابَاتِهٖ فِىْ بَيْعٍ بِاَلْفِ
دِرْهَمٍ اَوْ يُوْصِىَ بِعِتْقِ عَبْدٍ قِيْمَتُهٗ اَلْفُ دِرْهَمٍ وَهِىَ ثُلُثَا مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ يُجِزْ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا اجماعًا اور اونکے
منجملہ اشکال کی یہہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اوس
غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تینون مثالونمین اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ کی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار دینے کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کیصورت یہہ ہے کہ ایکمرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سو اوسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھہ دس درم پر بیچا جاوے اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھہ ۲۰ درم پر بیچا جاوے اور موصی کا سوا ان دو غلامونکے کچھہ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھہ ۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اوسکی واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھہ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اوسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگرچہ ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کیصورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلامونکو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اوسکا کچھہ مال غلامونکے سوا نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام مین تہائی ہوجانے گے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بہی اسیطرح اونمین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا یعنی دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کر ۲۰ درم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہرایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر آور دراہم مرسلہ کی یہہ صورت ہے کہ زید کیواسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کی وصیت کی ۶۰ درم کی اور اوسکا کل مال ۹۰ درم ہو اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نرکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی **وبمثل نصیب ابنه صحت له ابن اولا** اور اپنی فرزند کے حصہ کی مانند کی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اوسکا بیٹا ہو یا نہو **وبنصیب ابنه لا لو له ابن موجود** اور اپنی فرزند کے حصہ کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین اگر اوسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطیکہ حصہ فرزند کا قران سے ثابت ہے پہر جب اوسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اوسنے فرض الہی کو تبدیل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطیکہ مثل شی مغائر شی ہے **وان لم یکن له ابن صحت عنایه وجوهرة زاد فی شرح التکملة وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی** اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایة والجوہرة شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور یہہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی ما شرح التکملة **وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابنی لو کان فله النصف انتہی** اور مجتبی مین ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی ما فی المجتبی ہم لیکن زیادہ علی الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے **ونقل المصنف عن السراج ما یخالفه فتنبه** اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبے کے مخالف ہے ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی الطحطاوی **وله فی الصورة الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین** اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتہہ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتھہ موصی لہ کے لئے بمثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اوسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا **ونصف مع ابن واحد ان اجاز** اور موصی کیواسطے ایک فرزند کو ساتھہ نصف ہے اگر فرزند جائز رکہے **ومثلهم البنات** اور بیٹیونکی مانند بیٹیونکا حکم ہے ہم یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اوسکی ایک بیٹی ہو تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے اور دو بیٹیونکے ساتھہ ثلث ہے کذا فی المنح **والاصل انه متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثة یزاد مثله علی سهام الورثة** مجتبے اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصیت کسی وارث کے حصہ کیواسطے کیجاوے تو ورثہ کے سہام پر اوسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جاویگا کذا فی المجتبے چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا **وبجزء او سهم من ماله فالبیان الی الورثة یقال لهم اعطوه ما شئتم ثم التسویة بین الجزء والسهم عرفنا واما اصل الروایة فبخلافه** اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزو یا ایک سہم کی تو اوسکا بیان وارثون کیطرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو دو جتنا تمہارا جی چاہے پہر یہہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزو اور سہم کے یہ ہمارا متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے ہم وارثونکو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزو اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اوسکی قائم مقام مین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امام کے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع انحصار مین جو کہ لفظ نصیب اور شقص اور بعض اور حظ اور شئی کا سہم اور جزو کی مانند ہے کہنا

اردو حاشیہ (ہامش): [illegible]

فی العطاء وهی وان قال سدس مالی له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث ای حصة الثلث فقط وان اجازت الورثة لدخول
السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اخذا بالتیقن وبهذا اندفع سوال صدر الشریعة واشکال ابن الکمال
اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پہر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکیواسطے ہے اور اوسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی
لہ کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ
مؤخر اعتبار یقین ہونیکے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعة کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا م صدر الشریعة کا خلاصہ سوال یہہ ہی کہ ثلث اور
سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہی تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہی خلاصہ
جواب یہہ ہی کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول
سدس کا ثلث مین بالیقین ہی لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہی
ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو ق فی سدس مالی مکررا له سدس لان المعرفة قد اعیدت معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا
لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہو کر م یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکے واسطے ہے پہر یہی کہا
کہ میرا سدس مال اوسکا ہی خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہی اول کا
اور یہان معرفہ لفظ سے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف وبثلث دراهمه او غنمه او ثیابه متفاوتة فلو متحدة ککالدراهم
اوعبیده ان هلک ثلثاه فله جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بہیڑ بکریون یا اوسکے مختلف
کپڑون کی یا اوسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون یعنی درمون
مین اور بہیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین م یعنی موصی نے کہا کہ میری ثلث دراہم یا ثلث غنم
فلانے کیواسطے ہین پہر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہی مثلا اگر نو درم مال تہا سو چھہ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم
موصی لہ کا حق ہی ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف ماله کذا ذکره اخی چلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا
کذا ذکرہ اخی چلبی وثلث الباقی فی الاخیرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پہلی دو مثالون
مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے م یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت
ہین اور اونمین سے چھہ کپڑے یا چھہ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہی بر خلاف درم اور غنم کے
کہ انمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہی وکالاول کل متحد الجنس کمکیل وموزون وثیاب متحدة وضابطه ما یقسم جبرا وکالثانی
کل مختلف الجنس وضابطه ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہی ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم
کے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہی ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے م اشیا متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے
نہ چاہتے ہون تو قاضی اونکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اونمین تقسیم جبری نہوگی ومن له الف وعین من جنس الالف وعین
فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اوسکا مال عین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے
اور عین بہی ہی تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیدیے جاوینگے م یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہی تو اوسی نقد سے ایکہزار درم موصی لہ
کو دیدیے جاوین ولا یخرج فثلث العین یدفع له وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیه ثلثه حتی یستوفی حقه وهو الالف اور اگر
ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیجاویگی اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاویگا تو اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاویگی یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

ھ مثلاً نقد متروکہ ۳۰۰ درہم ہے تو ایکسو درہم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوی اوسکی تہائی دیتے رہین یہانتک کہ ہزار درہم پوری ہو جاوین

وثلثه لزيد وعمرو وهو اي عمرو ميت لزيد كله اي كل الثلث والاصل ان الميت او المعدوم لا يستحق شيئا فلا يزاحم غيره وصار كما لو اوصى لزيد وجدار

اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کیواسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہین ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کی مانند ہو کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کیواسطے

هذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الايجاب يخرج بحصته ولا يسلم للآخر كل الثلث لثبوت الشركة

یہہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اوسوقت ہی جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلجاوی اصل وصیت سی لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسری شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سی

كما لو قال ثلث مالي لفلان وفلان ابن عبد الله ان مات وهو فقير فمات الموصي وفلان ابن عبد الله غني كان لفلان نصف الثلث

چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کیواسطے ہی اگر مین مرون اور خالد محتاج ہو پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ھ اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت مین داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سی تو اسصورت مین زید پوری تہائی نپاویگا

وكذا لو مات احدهما قبل الموصي وفي وقعة كثيرة

اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی شاخین بہت ہین ھ ازانجملہ یہہ ہی کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہی اگر عبد اللہ اس گہر مین ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گہر مین نہین تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین کذا فی المنح

والاصل المعول عليه انه متى دخل في الوصية ثم خرج لفقد شرط لا يوجب الزيادة في حق الآخر ومتى لم يدخل في الوصية لفقد الاهلية كان الكل للآخر ذكره الزيلعي

اور اوسکا قاعدہ معتمد علیہ یہہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پھر وصیت سی نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہہ دوسری موصی لہ کے حق مین زیادہ ہو جانیکا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت مین داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سی تو تمام ثلث دوسری موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے

وقيل العبرة لوقت موت الموصي واليه يشير كلام الدرر تبعا للكافي حيث قال ولبني بكر فمات ولده قبل موت الموصي الى آخره

اور بعضون نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہی اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سی پہلے الی آخرہ ھ صاحب درر کا تمام کلام یہہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اوسکی محتاج فرزندون کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سی منقول ہے کذا فی الطحطاوی

لكن قول الزيلعي فيما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الايجاب الخ صريح في اعتبار حالة الايجاب وقيل فيه روايتان

لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہوجاوے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہی حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین

ولو قال بين زيد وعمرو وهو ميت لزيد نصفه لان كلمة بين توجب التنصيف حتى لو قال ثلثه بين زيد وسكت فله نصفه ايضا

اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہی اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہی یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا

وثلثه وهو اي الموصي فقير وقت الوصية له ثلث ماله عند موته سواء اكتسبه بعد الوصية او قبلها لما تقرر ان الوصية ايجاب بعد الموت

اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد الموت سے ہ م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہوتی تاکہ غنی بھی شامل ہوتا اذا لم یکن
الموصی به عینا او نوعا معینا ثلث مال مذکور اوسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من ماله
کثلث غنمه فهلکت قبل موته بطلت لتعلقها بالعین فتبطل بفواتها وان اکتسب غیرها لیکن جبکہ وصیت عین یا نوع مال سے ایک
نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت
باطل ہو گی اوسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اوسنے سوای اُس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیة فاستفادها ای الغنم
ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقها بالنوع کتعلقها بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہون پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح
ہے قول صحیح مین اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہی ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال له شاة من مالی ولیس له
غنم یعطی قیمة الشاة اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسپند ہی میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک مین بھیڑ بکری کا گلہ نہین ہے تو اوسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی
بخلاف قوله له شاة من غنمی ولا غنم له یعنی لا شاة له فانها تبطل برخلاف اس قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسپند ہی میری غنم یعنی بھیڑ بکری مین
سے اور حالانکہ اوسکی ملک مین غنم نہین ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہین تو وصیت باطل ہے م وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت مین جب گوسفند کو مال
کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال سے اور دوسری صورت مین جب گوسفند کو غنم کیطرف
مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفها الی ماله ولا غنم له وقیل یصح
اسیطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک مین غنم نہین تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم
فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوها زیلعی اور اسیطرح گوسفند کی مانند حکم ہے ہر قسم مین اقسام مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور
مانند اوسکی کذا فی الزیلعی وبثلثه لامهات اولاده وهن ثلث وللفقراء والمساکین لهن ای امهات الاولاد ثلثة اسهم من خمسة
وسهم للفقراء وسهم للمساکین وعند محمد رح یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقله اثنان قلنا ال الجنسیة تبطل
الجمعیة اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیرون اور مسکینون کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہین تو اونکے واسطے تین سہم مین پانچ سہمون
سے اور فقیرون کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینون کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہو گی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع
کا صیغہ ہے اور اقل جمع دو ہین ہم جواب مین کہتے ہین امام کیطرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونیکو باطل کر دیتا ہی یعنی تو یہان ظاہر مین جمع
ہے اور حقیقت مین مفرد ہے وبثلثه لزید وللمساکین لزید نصفه ولهم نصفه وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور
مساکین کیواسطے تو زید کے لئے نصف ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل
جمع دو ہین چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثه لزید وللفقراء والمساکین تقسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا
عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنی تہائی مال کی زید اور فقیرون اور مسکینون کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہو گی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر
ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد
وقال محمد لا الا الی اثنین علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین الی اقل من اثنین عنده والخلاف فیما اذا لم یشر الی المساکین فلو اشار کما اذا
قال ثلث مالی لهؤلاء المساکین لم یجز صرفه لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینون کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر
یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہین تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو
مسکینون سے کمتر پر جائز نہین محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوس صورت مین ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کر کے معین نہین کر دیا سو اگر اوسنے ایک جماعت
کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینون کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہین ولو اوصی

بتقديره لي فلم يعطي غيره جاز عند ابي يوسف وعليه الفتوى خلاصه وشرنبلاليه اور اگر میت کی طرف سے تقدیر کرکے واسطے سو موصی نے اوسکو
بسبب عدم تقدیر کے کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیۃ وبمائۃ لرجل وبمائۃ لاخر فقال لاخر
اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی نصیبہما فامکنت المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر میت کی سو درم کی ایکمرد کیواسطے
اور سو درم کی دوسرے مرد کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو شریک کردیا ان دونو مردونکے ساتھہ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر سیکڑہ کی تہائی
ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہر مرد کو سیکڑہ کی دو تہائیان ملینگی ولو اوصی لہ باربعمائۃ مثلا ولاخر بمائتین
لاخر فقال لاخر اشرکتک معہما فلہ نصف ما لکل منہما لتفاوت نصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر مثلا ۴۰۰ درم کی وصیت
کی ایکمرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو دونون کے ساتھہ شریک کردیا تو تیسرے
مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا م جب دونونکا حصہ متفاوت
ہوا تو تینون شخصونکی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھہ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے
وبثلث مالہ لرجل ثم قال لاخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے
پہر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجہکو شریک کیا اوسکے ساتھہ یا تجکو داخل کردیا اوسکے ساتھہ تو تہائی مال دونون نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت
مقتضی ہے مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث
استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اوسکی تم تصدیق کیجیو تو اوسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک
استحسانا کیونکہ یہی ہے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین سے اور مقدار اوسکی بطریق وصیت کے ثابت ہوسکتی ہے اور قیاس یہہ ہے کہ تصدیق
نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف
الشرع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجہپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اوسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہہ خلاف شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا
حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر وصی
اوسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکہے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہہ قول وصیت ہوجاویگا م وصیت ہوجانیکی یہہ وجہ ہے کہ اوسنے وصی کو
تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی علی فلان من مال فہو صادق فان سبق منہ دعوی فی شیء معلوم فہو لہ والا لا مجتبی
اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اوس شخص سے کوئی دعوی شیء معین مین سابق ہوچکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہے اور اگر
تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اوسکی نہین کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ
عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پہر اگر موصی نے چند وصیتین کین اوسکے ساتھہ یعنی اس قول کے ساتھہ جو اوسنے
اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اوسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کیواسطے اور دو تہائیان
جدا ہونگی وارثون کیواسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجہپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اوسکی تصدیق کرنا
پہر اس قول کے بعد اوسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتین کین تو اوسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے
لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من
اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم وما بقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ
مدعی دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے م پہر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ
مین دین ہے دونو حصونمین تو ہر فریق کا اقرار اوسکے حصے مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والدین وان کان مقدما علی الحقین لا انہ

بعضون کی بابت وہی حکم ہے جو مقدم ہو وصیت اور میراث سے کہ دونون شخصون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین ہم یہہ جواب بکل حصہ کا بھی ہے تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پہر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوتی ہین بیدل اشتباہ ہین کے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ عدم تقدیم بہ سبب بیان اوسکی عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرنا اور دین مذکور کے مقرار دینے ہمارا تیکا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین کی فیؤخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لہم بثلث ما اقروا بہ وما بقی فلہم تو جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا ہے اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا ہے اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین لینے کے وہ جو اونکا ہے یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کہاوے اپنی دانست پر اگر مدعی کچہہ زیادہ کا دعوی کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہاوے کہ واللہ ہم اسیقدر دین کو جانتے ہین قلت بقی ما لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لوادرکہ باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے ہمنے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکہی ویقال ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال بہ اور یہہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہے یہہ کہ مقرلہ کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیئے م یہہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون نے ضعیف جواب دیا ہے جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا

ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولہذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنی وارث یا اپنی قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے م برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقر بعقد سابق بینہما فاذا الغا بعضہ لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنی وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بضرورت لغو ٹہرا م عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہے وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کی ساتہہ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الاخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد وعندہما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پہر اگر ایک دوسری کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے حصے مین باطل ہے اوسوجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی

ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلثۃ انفس لکل منہم بثوب فضاع ثوب ولا یدری ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیتہ لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پہر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ایک زید و عمرو دونون سے کسی

الکبرہ کیواسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں مین سے ایک شخص کیواسطے مین نے وصیت کی تو یہہ وصیت باطل ہے جہالت کے
سبب سے یعنی معلوم نہین کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی الا ان یسلموا و تسلیموا ما بقی منہا فتعود صحیحۃ لزوال المانع وھو الجھالۃ
مگر یہہ کہ موصی کے وارث مضائقہ نکرین اور باقی کپڑے انکو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثونکا انکار مانع تہا صحت
کا سو تسلیم سے زائل ہوگیا فتقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ
مقدر بالاستحقاق تو عمدہ کپڑے والیکے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والیکے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والیکے واسطے
دونو کپڑونمین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ یہہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین
من دار مشترکۃ وقسم ووقع فی حظہ فھو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب
القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی اخرہ لکان اولی اگر گہر کے دو شریکونمین سے ایک شریک نے مشترک گہر سے ایک معین کوٹہری کی وصیت
کی اور وہ گہر بانٹا گیا اور وہ کوٹہری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے مین واقع نہوئی تو موصی لہ کے
واسطے کوٹہری کی برابر گزونسے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یون کہتا قسمت کیجاوے پہر اگر
کوٹہری اسکے حصہ مین آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلھا ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹہری کا مشترک گہر سے وصیت کی مانند ہی حکم مذکور مین ہے یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہہ کوٹہری فلانے شخص کی ہے پہر
اس گہر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹہری مقر کے حصے مین واقع ہوئی تو اوسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اوسکے حصے مین نہ پڑی تو اوسکی برابر زمین ناپ
دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے وبالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال اخر فاجاز رب
المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت
تہین وصیت کی پہر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اوسکی جائز رکہی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہے ولہ المنع
بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لشرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت
وصیت کے ہزار درم کا ندینا جائز ہے اسواسطے کہ اوسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا اوسپر واجب نتہا تو اوسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے
اور تسلیم کرنیکے بعد تو اوسکو پہیر لینا جائز نہین کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ
فاجازھا الورثۃ حیث لا یکون لھم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اوسکی جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پہر اوسکے
وارثون نے وصیت کو جائز رکہا اسواسطے کہ یہان وارثونکو اجازت کے بعد منع جائز نہین بلکہ اونپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ
قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مجاز لہ یعنی جسکے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہی موصی کیجانب سے ہم حنفیونکے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک مالک ہوتا ہی اجازت دینے والے
کیطرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہی اور امتناع تہا وارثون کے حق سے پہر جب وارثون
نے اجازت دی تو اونکا حق ساقط ہوگیا تو وصیت نافذ ہوگئی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ
ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہ استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وھی معھما فیکون مقرا
[illegible] اور اگر دو فرزندونمین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے
تو اوسکے حصہ کی تہائی مین صحیح ہے نہ اوسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کیواسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے
[illegible] تو وہ مقر ٹھہرا اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے پاس ہے اور اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے بہائی کے پاس ہے

یعنے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف مالو اقر احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر م تو مقرلہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفا دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھہ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے اسلئے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھہ نپاویگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی النہر ویامۃ فو لدت بعد موت الموصی ولدا و کلاھما یخرجان من الثلث فھما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین وان لا یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منھما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکی ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہاکہ دونون سے برابر لیگا م صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اوسنے لونڈی کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ و قبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ وصیت کے تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی مالا بد منہ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہے بیماری مین آزاد کرنے مین م چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے بعتبر حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرے م اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف منجز صحت کیحالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کیحالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مھر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے م اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاوے وہ صحت کی مانند ہے م اسلئے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانیسے ظاہر ہوگیا کہ اوسکا مرض

باب العتق فی المرض

جو تنہا مرض الموت نہیں والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعد فی الفراش کالصحیح مجتبیٰ ثم رسم حد التطاول
بسنة وفی المرض المعتبر المبیح لصلوته قاعدًا اور جابندا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اوسکو بستر پر نہ
ڈالدے تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی المجتبیٰ پہر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد برمز بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض
معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کردے نماز کو بیٹھے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشائی کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اعتاقہ
ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیتہ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا
ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور
یہہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سے محابات کیصورت یہہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰
درم کو بیچی یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کری تو قیمت مثل سے زائد خرید مین اور قیمت مثل سے ناقص بیع مین اسیکا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی
فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیحرر سا جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند
ہوے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
اور تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہو گی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور محابی
اور موہوب لہ اور قیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھہ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہو گیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور
قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجہپر کہلا ہے کذا فی الطحطاوی ولو یستسعی العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط
بالاجازة اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اوسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع عتق تہا وارثون کے حق کے سبب سے
تو وہ ساقط ہو جاویگا اونکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباة احق پہر اگر مریض نے محابات کی پہر غلام کو آزاد
کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجایش نہین ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر
ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پہر اوس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچہہ مال نہین سواے
ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی
اول اعتاق کیا پہر محابات کی تو دونو برابر ہین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پہر وہ غلام جسکی قیمت دوسو درم ہے سو
درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونومین نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات
دوسرے غلام کو ۱۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتونمین مقدم ہے
ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائة عبد لا تنفذ الوصیة بما بقی ان ہلک درہم لان القربة تتفاوت بتفاوت قیمة العبد
اور مریض کی وصیت اسطرحپر کہ اوسکی طرفسے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایکدرم بھی سو
درمون سے تلف ہووے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت
کی کہ اسقدر درمون سے میریطرف سے حج کیا جاوے پہر ان درمون سے ایکدرم یا زیادہ تلف ہوگئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا ہما سواء
اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیة بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثة عبدہ بعد
موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایة کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث
اوسکے غلام کو اوسکے مرنیکے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ
اسیصورت مین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ

کے حق پر اور اسیطرح وارثون کا حق مقدم ہو ان فدی الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالهم بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اونکے التزام کے سبب یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع
ٹھہرے ولو اوصی بثلثه ای ثلث ماله لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق هذا العبد فادعی
بکر عتقه فی الصحة لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقه فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث
مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک
شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت
پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شیء
لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابه لبکر لانه المذکور اولا غایة الامر ان القوم مثلوا لزید فغیره المصنف اولا
ونسیه ثانیا واللہ اعلم اور زید کیواسطے کچھہ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخہ مین لاشیء لزید مرقوم ہے مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہے ولا شیء لبکر
یعنی بکر کیواسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہے
سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بہولگیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثه شیء من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث
مال سے کچھہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ۱۲ مثلا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۷۰ درم تو ۳۰ درم بکر کو ملینگے
او تقوم حجة علی دعواه فان الموصی له خصم لانه یثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت
مین تہا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد
عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فصدقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیء
اور اگر دعوی کیا ایکمرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچھہ مال نہین ہے سوای اس غلام کے
سو وارث نے دونون مدعیونکی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کی اداکرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاے اور صاحبین نے کہا
کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھہ کوشش قیمت مین نکریگا ۱۲ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام
مین تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع احوال
کل مال سے معتبر ہے لہذا عتق ہی مدفوع نہین ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو
اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنا والف درهم فادعاها رجل دینا وآخر
ودیعة وصدقهما الابن فالالف بینهما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور
ہزار درم چھوڑے سو ان درمون کے دین ہونیکا ایکمرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اونکے ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے
دونونکی تصدیق کی تو ہزار درم دونو مدعیون مین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ۱۲ اس مسئلہ مین
اولیت مین خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الهدایة فقال عنده
الودیعة اقوی وعندهما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیة فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین
اوسکے بالعکس کہا ہے سو یون کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے
جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ۱۲ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ صاحب ہدایہ سے

پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہو کذا فی الطحاوی **باب — الوصیۃ للاقارب وغیرھم**
یہہ باب ہو وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعھم مسجد المحلۃ وھو استحسان وقال
الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہو جو اوسکے گہر مین لاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا
کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہو اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہوتا ہو ہر طرف سے ہم محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کیواسطے تو یہہ وصیت اوسکے گہر کے ملاصقین کے
واسطے ہوگی خواہ اونکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصھرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیھا وامھا
واخوالھا واخواتھا وغیرھم بشرط موتہ وھی منکوحتہ او معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اوسکے چچا اور اوسکے ماموں اور اوسکی بہنین اور انکے سوا ہو اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقھا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ان ھذا فی عرفھم واما فی عرفنا فیختص بابوی امرأتہ عنایہ
وغیرھا واقرہ القھستانی قلت لکن جزم فی البرھان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف مین تہی اور ہماری عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہو مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہو اور شرنبلالیہ مین اوسیکو ثابت رکہا ہو ثم نقل
عن العینی ان قول الھدایۃ وغیرھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ھذہ
الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا حق اور ٹہیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیئے ہم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ سے
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصے مین واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا اوسی بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انہون نے اونکو آزاد کردیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خانہ دار تہے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم کذا
فی النہر قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہو چنانچہ
اوسکی بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہو اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل
ذی رحم من ازواجھن قیل ھذا فی عرفھم وفی عرفنا الصھر ابو المرأۃ وامھا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی
وینبغی فی دیارنا ان یختص الصھر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشھود اور اسیطرح ختن عبارت ہو بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہماری عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے ہم یہہ اشارہ اسطرف ہو کہ دیار موصی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحاوی واھلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولھما استحسان
شرح تکملہ قال ابن الکمال وھو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واھلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطول لا بد
اور اہل عبارت ہو اوسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکی عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوا اوسکی لونڈی غلام کی وہ اوسکا اہل ہین اور قول

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرانی ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہمنے نجات دی لوط اور اوسکے اہل کو سوائے اوسکی عورت کے انتہی قولہ مین کہتا ہون اور جواب اس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون مین مذکور ہے م استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہو یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہی زوجہ کیواسطے بدلیل نصوص و عرف قال تعالی وسار باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تاہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہی حقیقت مستعملہ کیطرف کذا فی الطحطاوی مختصرًا واٰلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہین اوسکے اہل بیت اور اوسکے اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہی اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہو ہر ایک وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے پچھلے سرے کے باپ تک جد اقصی کے سوا اسواسطے کہ جد اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م جد اقصی اسلام مین مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب باپ کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننھیال ہو سادات مین ولا یعتد بالذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یون ہو وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن الملکی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہو گیا ہے ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لا یرثون اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی شرح التکملۃ یعنی جبکہ وہ اوسکے وارث نہون م عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق مین ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل مین داخل نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب مین داخل ہے نہ مان کے نسب مین وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اوسکے باپ کے اہل بیت ہین اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہی اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا م غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہی نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کالہ وجنسہ فحکمہما اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہی ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا ای ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اوس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ باپ کیطرف منسوب ہوتا ہی نہ مان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا کما فی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی [illegible] تعرلہ نعرف فی الحملۃ مگر جبکہ باپ اوس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اوس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل ہو اسواسطے کہ وہ اوسکے ہمجنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط مان کیطرف سے غیر معتبر ہی جیسا فتاوی ابن نجیم کے آواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور [illegible] کے فرزند کو فی الجملہ قربت اور بزرگی ہی اوسپر جسکی مان سیدہ نہین للمصالحۃ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی م فتاوی عالمگیری

مین بدائع سے منقول ہے کہ حسب او رنسب مخصوص ہے پدر سے نہ بجانب ترجمکی مان سید ہو اور باپ سید نہو تو اوسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہین اور وہ
ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہین اور اوسپر وہ مال حلال نہین جو ساوات پر وقف ہو الابعض موقف اور یہہ حدیث ہے کہ کل نسب ابی آدم فہو لابیہ
الا ما کان من فاطمۃ فانی ابوہم تو اسمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکا انتہی کذا فی الطحطاوی و ان
اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی
رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والون کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہہ وصیت
سے قریب تر کیواسطے ہے اوسکے بعد جو اوسکے قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسیطرح لذی قرابتہ
مرقوم ہے مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور بقیہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو
صواب کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا و لا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق و الولد و لو مستوعبا
بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہین اگرچہ والدین
اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہے بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان
ہے ہم وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف مین قریب وسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کیواسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے
بنفسہ ہے لا بالغیر کذا فی الزیلعی و اما الجد و ولد الولد فید خل فی ظاہر الروایۃ و قیل لا و اختارہ فی الاختیار اور دادا
اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسیکو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار مین ہم فتاوے
عالمگیریہ مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے و یکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی
المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلئے کہ وصیت مین میراث کی مانند اقل جمع دو ہین ہم امام نے
اس وصیت مین چار شرطونکا اعتبار کیا ہے اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب
معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ فان کان
لہ اللموصی عمان و خالان فہی لعمیہ کالارث و قالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو
وصیت اوسکی دونون چچاؤن کیواسطے میراث کی مانند ہوگی اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کیواسطے اور دو حصے ماموؤن کیواسطے
ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی
و لو لہ عم و خالان کان لہ النصف و لہما النصف و قالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کے واسطے
نصف مال ہے وصیت کا اور دونون ماموؤن کیواسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر و لو عم
واحد لا غیر فلہ نصفہا و یرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اوسکے
واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اوسکے وارثون کو دیا جاے کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہین و لو عم و عمۃ استویا لاستواء
قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہو تو دونو برابر ہین اسواسطے کہ دونونکی قرابت یکسان برابر ہے و لو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر
محرم کیطرف وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ اونکے نزدیک اقارب مین دادہال اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی و لو قال لولد
فلان فہی للذکر و الانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت
مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونونکو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

ولا یدخل ولد الابن مع ولد الصلب اور وہ فقط بیٹے یا فرزند صلبی کے ساتھ فلو له بنات لصلبه وبنو ابن فهی للبنات عملا بالحقیقة
یعنی اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کی ہوگی ہے حقیقت میں عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو وہ لڑکیاں باعتبار مجاز کے ہیں
اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صیر الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو
کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اوسکی اولاد صلبی نہیں ہے
تو اب وصیت میں پوتے داخل ہوں گے کذا فی العالمگیریہ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہو گی
اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثة فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانه اعتبر الوراثة اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کو واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتها اسے
الوصية هنا ای فی الوصية لورثة فلان وما فی معناها كعقب فلان موت الموصی لورثته او لعقبه قبل موت الموصی لان
الورثة والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکی معنی میں ہو چنانچہ عقب فلانی کی وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کیواسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق
نہیں آتا مگر اوسکی موت کے بعد ثم ان کان معهم موصی له آخر قسم بینهم وبینه علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثة یقسم بینهم للذکر
کالانثیین کلهم پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی له بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی له کے تقسیم علے عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو
حصہ ملیگا تو انکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اوسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موته ای الموصی لورثته وعقبه
بطلت الوصية لورثته وعقبه پھر اگر وصیت کرنیوالا مرگیا اوس شخص کے مرنیسے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اوسکے وارثوں
اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معهم موصی له آخر کقوله اوصیت لفلان ولورثته وعقبه كانت الوصية كلها لفلان
الموصی له دون ورثته وعقبه لان الاسم لا یتناولهم الا بعد الموت وتمامه فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص
موصی له ہو چنانچہ موصی کا یہہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کیلئے اور اوسکے وارثوں اور عقب کیلئے تو بالکل وصیت فلانے موصی له کیلئے ہوگی نہ اوسکے وارثوں اور عقب کیواسطے اسلئے
کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اونکو مگر بعد مرجانے اوس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وفیه عقبه ولده من الذکور والاناث
فان ماتوا فولدهم وکذلك وکذا ابدا ولا یدخل اولاد الاناث لانهم عقب لآبائهم لا له اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا اوسکا ولد ہے
خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اوسکے فرزند کی اولاد اسیطرح ہو یعنی اونمیں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں
اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب ہیں نہ اوسکی یعنی باپ نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے مطلقا یہی شارح کو قوله ابنه کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیه ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوه قبل الحلم قال صلی الله علیه وسلم لا یتم
بعد البلوغ وعمیانهم وزمناهم وارامله م الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امرأة وتوزیده قوله دخل فی الوصیة
فقیرهم وغنیهم وذکورهم واناثهم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اونکے اندھوں اور لنگڑوں اور اونکے مساکین میں تو وصیت
میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اونکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اوس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول
خدا صلی الله علیه وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہیں اور ارامل جمع ہے ارمل کی آرمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو
یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول بعد قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سوية ان احصوا بغیر کتاب وحساب
فان التصدق یکون تملیکا لهم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے اور لنگڑے منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنیکے تو وصیت
صحیح ہے یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا اونکو واسطے ہم عدم الحصر وعدم انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہہ ہے کہ جنکا شمار نہوسکیں

بڑے ہون لکھنی اور مطلب ترکیب کا اور محمد نے کہا جبکہ ... یا و ترہون اور بعض نسخ میں کہا کہ ... [illegible]
لیا فی مختار ہی قاضیخان والا یعتبر فقہ یعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لکن بالتملیک حینئذ یراد بہ القربۃ اور ...
وغیرہ غیر منحصر ہون تو وصیت کا مال اونکے محتاجون کو دیا جائیگا وصی کو اختیار ہو اونمین سے جسکو چاہے دیدے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اوس سے قربت مراد ہوگی ھ وصیت میں ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم
نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الکفایۃ و فی بنی فلان یختص بذکورہم ولو اغنیاء
اور اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزندون میں تو یہ اونکے فرزند ونکے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہون الا اذا کان فلان عبارۃ
عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت
ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتونکو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین
عورتین بھی داخل ہین ھ جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم
اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہین تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی آٹھ قسمین ہیں پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر
عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصرا
ولہذا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ و مولی الموالاۃ و حلفاؤہم یعنی وہو مخصوص والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسیواسطے یعنی جبکہ فلان
عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمین مولی عتاقت اور مولی موالات اور اوس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ
لوگ معین اور منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالیتامی بنی فلان تصح
ان لم یحصوا لانہا تقع للہ تعالی وہو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والا بطلت کذا
فی الاختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہو اگرچہ
وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر تقریر گذشتہ یعنی اسحالتمین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا
احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا
پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا
ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکو آزاد کرنیوالے اور آزاد کردہ دونو موجود ہین اوسنے وصیت کی اپنے موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ موالی
کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیون کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرے ھ موالی کا لفظ آزاد کنندہ اور
آزاد کردہ دونونکو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے
آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند علمائنا اصلا بین النفی والاثبات اور ہمارے
اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک
اختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام
ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت مین واقع ہو ھ صاحب ہدایہ نے یہ قول کیا ہے اور دلیل یہ ہے کہ نفی میں مشترک کا معنی تنافی نہین اور بعض علمانے اسکا
جواب دیا ہے چنانچہ قول آئندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لعموم فی النفی بل
لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایہ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق
نہین مابین نفی اور اثبات کے عدم عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص کے موالی سے تو ... [illegible]

عام ہے موالی اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور موالی اسفل یعنی آزاد کردہ کو شامل ہو جیسا کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کہانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہے اور بغض غیر مختلف ہے مابین الاعلیٰ والاسفل کذا فی العنایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح میں ہم شمس الائمۃ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے۔ نعم **الا اذا عینہ ای الاعلیٰ او الاسفل قبل موتہ فیعمل بھما لزوال المانع** مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کر دے مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھیرے گی صحیح ہو جاوے گی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اور اسکو بیان سے **ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ** اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں **لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات اولادہ** لأن عتقہم بعد الموت اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ یہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام الولد تو مالک کی موت کے بعد آزاد ہونگے اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر **اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ** اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کیواسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکہتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں **قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ** صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکہتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی میں انتہا مرتبہ کو پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور وہ اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کیا ہے الا ما شاء اللہ تو علماء رسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں **اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا** ایسی وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے ذکر کر چکے ہیں **لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف** لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت وصیت مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم بہ اسقدر اکتفا ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانیکا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی **قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہما مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف** میں کہتا ہوں اور اسیطرح یہہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قرآن شریف پڑہے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراءۃ کے قبور پر یا اسوجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا مطلقا لائق ہے یعنی عدم جواز کی علت قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے **وحرر فی تنویر البصائر ان المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس لو باشرہ لا یستحق المشروط لہ ... الواقف والمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ملک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ الاستحقاق للجامکیۃ** اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنیوالا متعین کر دے قرآن پڑہنے یا مدرسی کے لئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اوس مکان میں قراءۃ یا مدرسی واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہو گا اوس مال کا جو اوسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکانکو واقف نے معین کر دیا ہے اوسکے غیر میں پڑہنے یا مدرس کرنے سے واقف کے غرض فوت ہوتی ہے یعنی اوس مکانکو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ مین ہے جسکا نام القذة السنیة فی مسئلہ استحقاق المجانیة ہے

باب الوصیة بالخدمة والسکنی والثمرة

یہہ باب ہر خدمت اور سکونت اور پہل کی وصیت کے احکام مین ہم جب مصنف وصایا معینہ بیان سے فراغت پائی تو اب وصایا منافع کو شروع کیا **صحت الوصیة بخدمة عبدہ وسکنی دارہ مدة معلومة وابدا** یہہ ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گہر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم یہ اسواسطے کہ تملیک منافع کیحالت حیات مین صحیح ہوتی ہے بعوض اور بلا عوض پس اسیطرح مرنے کے بعد بھی صحیح ہے جیسے عینان کی تملیک صحیح ہے **ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعة کما فی الوقف کما بستعار الذی یرام** اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف مین موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ وہان مفصل مذکور ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی **وبغلتہما** اور غلام اور گہر کے غلہ یعنی اونکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہو **فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لانہ لا یجمل الوصیة** سو اگر غلام یا گہر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گہر موصی لہ کو سپرد کیا جاویگا وصیت کی وجہ سے **والا ای وان لم تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلة الوصیة بالسکنی** اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گہر تین تہائی تقسیم کیا جاویگا وصیت بالسکنی کے مسئلہ مین یعنی تہائی گہر مین موصی لہ رہے اور دو تہائی مین وارثون کا اختیار ہے **اما الوصیة بالغلة فلا تقسم علی الظاہر** اور گہر کی حاصلات کی وصیت مین تو گہر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین ہے کہ اگر ثلث مال گنجایش نرکہتا ہو تو گہر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاویگا اسطرحپر کہ موصی لہ تہائی گہر مین رہے اور وارث باقی مین اور موصی لہ گہر کا کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی **وتہایا العبد فیخدمہم اثلاثا** اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلین غلام میں تو وہ اونکی خدمت کریگا تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو دن وارثون کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہین لہذا اسمین باری سمین ہوتی برخلاف گہر کے کہ اوسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہو **ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمة العبد وقسمة الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعة** یہہ مذکور اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچہ اور مال نہو سواے غلام اور گہر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گہر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعة نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوسمین سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہین تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کریگا اور ایکدن وارثون کی خدمت کریگا کذا فی الطحطاوی **ولیس للورثة بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا بظہور مال اٰخر او بخراب ما فی یدہ فحینئذ یزاحمہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف انہ لہم ذلک** اور وارثونکو جائز نہین گہر کی دو تہائی جو انکے قبضہ مین بنا بر ظاہر مذہب کے بیچنا بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گہر کی سکونت مین اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہوجانے اوس تہائی گہر سے جو موصی لہ کے قبضے مین ہے تو اسوقت مین موصی لہ وارثون سے مزاحمت کریگا باقی گہر مین اور بیچنا وارثون کا اس مزاحمت کے مخالف ہو تو اسواسطے وارث بازرکہے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثونکو یہہ بیع کرنا جائز ہے **ولیس للموصی لہ بالخدمة والسکنی ان یؤجر العبد او الدار لان المنفعة لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز** اور جبکہ واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام کا یا گہر کا اجارہ دینا جائز نہین اسواسطے کہ منفعت مال نہین ہے ہمارے قاعدے کے بموجب جب موصی لہنے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک مین دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہہ جائز نہین کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے **ولا للموصی لہ بالغلة استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفة علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیة لان حقہم فی المنفعة لا العین وقد تفاوتا لعرف بینہما** اور جسکو واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہین خدمت مین لانا غلام کا اسکو [illegible] کا قول صحیح مین اور یہی [illegible] ہو وقف کا کہ یعنی اگر گہر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اوسکا جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیة اسواسطے کہ موصی لہ اور [illegible] نفعت کا حق منفعت مین ہے نہ عین مین اور تجکو دونو کے درمیان فرق معلوم ہوچکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ [illegible]

ہو استخدام اور سکنیٰ کا ولا یخرج الموصیٰ له العبد الموصیٰ بخدمته من الکوفة مثلاً الا اذا کان ذلک مکانه واهله فی موضع آخر اگر
یخرج من الثلث والا فلا یخرجه الا باذن الورثة لبقاء حقهم فیه اور باہر نہ لیجاوے موصی له غلام موصی به کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اوسکا
مکان ہو اور موصی له کے اہل و عیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج
نہوتا ہو تو موصی له اوسکو باہر نہ لیجاوے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ھ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے
خارج ہو سکتا ہے تو موصی له اوسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے اگر موصی اور موصی له ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی له اور اوسکے اہل و عیال
دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اوسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہیں موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی له کا وطن دوسرا شہر ہوا
تو موصی کا مطلب یہی ہے کہ موصی له غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہیں لیجاوے طحطاوی نے لکھا یوں کہنا بہتر تھا من الکوفة الی البصرة الا ان یکون ذلک مکانه
اور اسمیں اشارہ راجح ہوتا بصرہ کیطرف تو اہله فی موضع اخر کی حاجت نرہتی ولو بموته ای الموصیٰ له فی حیوة الموصی بطلت الوصیة اور موصی له
کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکا مستحق نرہا وبعد موته یعود العبد والدار الی الورثة ای ورثة
الموصی بحکم الملک اور موصی له کی موت کے بعد غلام اور گہر موصی کے وارثوں کی طرف پہر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اوسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفه الورثة ضمنوا قیمته لیشتری بها عبد یقوم مقام الاول
ولهذا یمنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکره المصنف فی الرهن اور اگر موصی کی موت کے بعد اوسکے وارثوں نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تاوان دینگے اوسکی قیمت کا تاکہ اوس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے ولہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال
سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ھ اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت
میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو اوصی بهذا العبد لفلان وبخدمته لآخر وهو یخرج من الثلث صح
وتمامه فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کے ایک شخص کیواسطے اور اوسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ
غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے و فی الشرنبلالیة ونفقته اذا لم یطق الخدمة علی
الموصیٰ له بالرقبة الی ان یدرک الخدمة فیصیر کالکبیر ونفقة الکبیر علی من له المنفعة اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ
خدمت نکرسکتا ہو کم عمری کے سبب سے اوسپر ہے جسکے واسطے اوسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک کہ وہ خدمت کرنیکے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کی
مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اوسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیه رده الی من له الرقبة کالمستعیر مع
المعیر اور اگر موصی له بالخدمة اوسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اُس غلام کو پہیردے اوسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے
ساتھہ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کیطرف رد کیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من له الخدمة پہر اگر غلام مذکور جنایت کرے
یعنی ازراہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اوسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداه صاحب الرقبة او دفعه بطلت الوصیة
اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دیوے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گئی یعنی فدیہ یا دفع کیصورت
میں وبثمرة بستانه فمات والحال ان فیه ثمرة له هذه الثمرة فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پہل کی وصیت کی پہر موصی مر گیا
اور حالانکہ باغ میں پہل موجود ہے تو موصی له کیواسطے فقط یہی پہل ہے نہ آئندہ پہل وان زاد ابدا له هذه الثمرة وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی له کیواسطے یہہ پہل بہی ہے اور زمانہ مستقبل کا بہی پہل ہے کما فی الوصیة بغلة بستانه
فانه له هذه وما یستحدث ذکر ابدا اولا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی له کیواسطے یہہ غلہ موجود بہی ہے اور وہ
غلہ بہی یہہ جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت میں ملاوے یا نہ ملاوے ھ ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہہ ہے کہ عرف میں ثمر نام

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو موجود اور معدوم دونون اسمین داخل ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی المطلب عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ یعنی اور مسئلہ سابقہ مین اگر باغ مین پھل موجود نہو وصیت کیوقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم یعنی اگر وصیت کیوقت پھل باغ مین نہین ہین اور اوسنے پھلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اوسکو ملتا رہیگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ مق اور عنایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینیوالا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کی نفقہ کی مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکی کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغۃ ہم قاموس مین بھی غلہ اسیطرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر مؤ مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ مین داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے ہم یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اس باغکا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے مین کہتا ہون کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہے یہہ تقریر ہے اوس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بجیم و زا منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ مین بحاء مہملہ و راء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درختنے ثمر سے تو اوسکو دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمین تو ام یعنی تہونیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی المطلب

وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما یوجد فی وقت موتہ سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشئ من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمر بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور اونکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچہ اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی بخلاف پھل کے کہ اوسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجدا لزوال المانع باجازتہم اپنی گہر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گہر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اوسکے وارثون نے اجازت دی تو وہ گہر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زایل ہوگیا وان لم یجیزوا تجعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گہر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونو جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنی وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوز ان درر اور اپنی سواری کی پیٹہہ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو جائز ہین کذا فی الدرر قال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین ہے اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشئ للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانہ لا يملك ويجوز عند محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی غیر کی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں
اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز کہا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے
ہم کہتے ہیں محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تا حتے الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان يقول الموصی ينفق عليه
فيجوز اتفاقاً مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے

او صیت بثلثہ لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفة لجهالة الموصی له وعند ابی یوسف لهما ان يصطلحا علی اخذ الثلث قال
وعند محمد يخير الورثة فايهما شاؤا اعطوا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کیواسطے تو
وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپسمین صلح کر لین
تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کرین یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثونکو اختیار ہے اونمین سے جس شخص کو چاہین دین
واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب
ہوا اور مرتدہ کی وصایا مین ذمی جعل دارہ بیعة او کنیسة او بیت نار فی صحته فمات فهی میراث لانه کوقف لم يسجل
کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالتمین پہر وہ مرگیا تو وہ اوسکے وارثونکی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی
مانند ہے بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادتخانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین
جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین واما عندهما فلانه معصية اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ انکا بنانا
معصیت ہے وليس هو كالمسجد لانهم يسكنون ويدفنون فيه موتاهم حتی لو کان المسجد کذلک يورث قطعا قاله المصنف
وغیرہ لانه معنی لم يصر محرزا خالصا لله تعالی اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری اسمین رہتی ہین اور
اپنے مردے اوسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اوسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ
نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرز خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوئی ہم یہہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب اس سوال مقدر کا
کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق مین ایسا ہی ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین جسمین بیع اور میراث جاری نہین وان اوصی الذمی ان يبنی

داره بيعة او كنيسة لمعينين فهو جائز من الثلث ويجعل تمليكا اور اگر ذمی نے یہہ وصیت کی کہ اوسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین
لوگون کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہہ تملیک ٹھہریگی اونکو واسطے وان اوصی بداره ان تبنی كنيسة او بيعة فی القری فلو فی المصر
لا يجوز اتفاقا لقوم غير معينين صحت عنده لا عندهما لان امره معصية وله انهم يتركون وما يدينون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی
یہہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات مین بنایا جاے قوم غیر معین کیواسطے تو یہہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین
کی دلیل یہہ ہوچکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑ دیجانے مین اپنے دین پر تو وصیت صحیح
ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کوصية حربی مستامن
لا وارث له هنا بكل ماله لمسلم او ذمی كذا فی الوقاية ولا عبرة بمن ثمة لانهم اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہوا وس
حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین ملک اسلام اوسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایہ اور کچہہ اعتبار نہیں ان وارثونکا
جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصی بنصفه مثلا نفذ ورد باقيه لورثته لا اذا بل لانه
مستحق فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اوسکے وارثون پر رد کیا جائیگا
نہ بیت المال مین ... اسواسطے کہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملکمین وكذا لو اوصی مستامن مثله اور اسیطرح جائز وصیت ...

ہی اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کیواسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکے تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہین کیونکہ وہ اموات کی مانند ہین کذا فی الزیلعی ولو اوصیٰ لہ مسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی اور اگر مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہی وصیت کے امر مین اسواسطے کہ ہم مامور بنا ر احکام کے ہین ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہی اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہی کذا فی شرح المجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائی نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ رافضیون سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدای اکبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہی کذا فی الدر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہی قول صحیح تر مین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ وہی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکور صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہنا کہ اوسمین کہاوے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہین مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہین ہم وصیت مطلقہ وہ ہی جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ منلا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف مین حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر مین اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ واقف نے اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دیا ہو اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیاء محصورین کیواسطے خاص کر دیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکی منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضرور یہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تہے مثنا اور واجب الحفظ تہے اور اکثر لوگ اوس سے غافل تہے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃً ذکر کیا کذا فی الدر و فی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین مین ہی کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہی ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تہا فروع مسائل لمحۃ شارح کی اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ للورثۃ لو محتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولا حدہم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازون کے کفارہ کیواسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہی بشرطیکہ وہ محتاج ہون یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگون مین سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک وارث پر جائز ہی یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہین ہم غیر قرابت ولادت کی قید اسلئے لگائی کہ اوسکی واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اوسکو

معین کر دیا ہو ہشام نے محمدؒ سے روایت کی کہ ثلث مال کے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر انہون نے
اتفاق کیا کہ انکو واسطے وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور اگر وارثون مین سے بعض
غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوٰتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بل یتعین لہ کما فی الزاہدی وصیت کی اپنی
نماز کے کفارہ دینے کی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ہ قنیات وغیرہ مین لکھا ہے
لہذا تغییر وصیت جائز نہین اوصی لصلوٰتہ بثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز ولا یبرء من
القبض ثم التصدق علیہم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے
اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پھر اونکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادا
کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے
تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے
قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر دیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین
وفی الجواہر اوصی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی تسمع
ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا
اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہوا اور اوسنے طلب نکیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل
نہوگا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ہ عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین
اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اوسنے گھر
کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت
ضیعۃ علی ولدہا جعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے
کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ
دفع الیہ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اوسکی وصیت
کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون
سے کچھہ نہ لیگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہین ہ جب گھر شفیع لیگا حق
شفعہ کی علت سے تو موصی لہ بقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پھر لینگے کذا فی المنح +

باب الوصی وہو الموصی الیہ

یہہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ہ عرب بولتے ہین اوصی الی فلان
یعنی اوسکو اپنے مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اوس سے
وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطرہ ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری
بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین دو
شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی او مطلقا الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح
فان رد عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو

وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول نکیا انکار کر کے وصی ہونے سے تو اوسکا رد کرنا صحیح ہے یعنی موصی کی موت میں تو وصایت پھر کچھ ثابت نہوگی ہم اسواسطے کہ
وہ ہمیں متبرع ہے اوسپر قبول کرنا واجب نہیں ہے چاہیے اوسپر دوام تصدیق کر کے جو چاہے تو ہو کر وہ موصی کو اختیار نہیں کہ خود بخود اوسکو اوسپر لازم کرے
فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی مقرر کرے اور اگر بعد موت کے قبول کیا تو قبول صحیح ہوگا اور اگر اوسکے سامنے وصی نے
رد قبول کر لیگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بزازیہ میں ہے کہ کسیکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہہ رد ہو گیا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر
موصی نے اوس سے کہا کہ تمسے یہہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکرو گے سو اوسنے کہا اچھا قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الحقائق وان ردّہ لا یصح الرد فی غیبتہ بعد
موت الموصی بصیر مغرورًا لحقہ ضرر اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اوسکا رد کرنا اوسکے پیچھے یعنی اوسکی عدم موجودگی میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ
نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی
غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں بخلاف عزلت الموکل الیہ فبانت عن
قبلہ الرد والقبول پھر اگر وصی نے سکوت کیا پھر اوسکا وصیت کرنیوالا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ہم وصی نے تصرف کیا ترکہ میں جسپر ہو تو
بعد ان قبول کرنیکے اوسپر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کی اور یہان فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلئے کہ اوسنے حال دریافت
نکرلیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد الوصیۃ ببیع شیئ من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو
وصایت کا علم شرط نہیں ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا
معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت فردّ بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاضی ردّہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی قبول
وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کر دیا تو اب اوسکے بعد قبول
کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید
صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج نفذ سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل
ڈالا جاویگا یعنی قاضی اونکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کریگا اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور
فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر ای المرتد وتاب الفاسق
مجتبیٰ وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایۃ لزوال الموجب للعزل الا ان
یکون غیرالاہلیۃ اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبیٰ تو قاضی اونکو وصایت سے
خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اوس مانع کے جو موجب تہا معزول کرنیکا مگر یہہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبیٰ میں ہے
کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی رو سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان ورثتہ صغار صح ایصاؤہ الی مکاتبہ او مکاتب
غیرہ لا تولانہ حر فی الرق فکان کالمستسعیٰ اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال آنکہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اگر وصی کرتا اپنے
مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب بعد عدم ادائے بدل کتابت کے مملوکیت کیطرف پھر گیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں
تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ہے والا لا وقالا لا یصح مطلقا ای اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں ہے اور
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا مجرد
اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقۃ نہ فقط وصی کے کہنے سے
تو قاضی اوسکے ساتھ اور وصی کو ملا دیگا موصی اور وارثون کے حق رعایت کیواسطے ہم وصی کا عجز ظاہر کرنا کہ اوسپر وصایت ...

اسواسطے معتبر نہوا کہ شکایت کرنیوالا کاسے کا ذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی النہر ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل
غیرہ ٭ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ القاضی المختار العادل مع اہلیتہ
لما نفذ عزلہ وان جار القاضی و اثم ٭ اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصائت کی لیاقت رکھتا ہے
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ ٭ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح
الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین واما عزل الخائن فواجب انتہی قلت و عبارۃ جامع
الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ
قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ وینبغی ان یفتی بہ
لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہون اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسون
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہون میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر سمجھکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور بلائق یون ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہی کہ اوس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح نہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ٭ وفی وقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل
جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیہ فی
مفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صادف واقعۃ الفتوی ٭ اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب کی ہی تھی ہم اسعاف میں صراحت ہے کہ کسی فرد اول ناظر کو
بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہے مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان
ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ٭ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ
اقرب الی الصواب ٭ لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہی صواب کیطرف ہم یہاں دونو قولونپر فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی ٭ قلت وہذا اذا کانا
وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما
بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر

جاز ان رأى فيه المصلحة والا لا وتمامه فى وكالة تنوير البصائر معزيا للملتقطات وغيرها فليحفظ میں کہتا ہوں اور یہ یعنے
بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہے جبکہ دونو وصی یا دونو متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہوں اور اگر دونو وصی یا متولی دو شہروں کے
دو قاضیوں کیطرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہے تو اسیطرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہے اور اگر دونو قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اوسمیں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو
معزول کرنا جائز نہیں اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ میں ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفى وصايا السراج
لو لم يعلم القاضى ان للميت وصيا فنصب له وصيا ثم حضر الوصى فاراد الدخول فى الوصية فله ذلك وبنصب القاضى لا يخرج
الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی
آیا سو اوسنے وصیت میں داخل ہونیکا ارادہ کیا تو اوسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء
كفنه وتجهيزه والخصومة فى حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معين ورد وديعة وتنفيذ وصية
معينتين دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اوسکی تجہیز میں اور اوسکے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات
طفل کی خرید میں اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری
کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی ما تقدم سے باطل نہیں زاد فى شرح الوهبانية عشرة اخرى منها رد مغصوب ومشترى شراء فاسد وقسمة
كيلى او وزنى وطلب دين وقضاء دين بجنس حقه شرح وہبانیہ میں امور عشرہ سوا اسکے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں ازانجملہ
مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسدہ کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق
کے ہم جنس سے ہے اور عشرہ میں سے تین امر کو شارح نے ذکر نکیا ازانجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف سے خیرات
کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کیواسطے وبيع ما يخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اس چیز کے بیچنے میں جسکے تلف ہو جانیکا ڈر ہے
اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو يوسف ينفرد كل بالتصرف فى جميع الامور ولو نص على الانفراد
او الاجتماع تتبع اتفاقا شرح وهبانية اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح
کر دی ہو تو اوسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وان مات احدهما فان اوصى الى الحى
او الى اخر فله التصرف فى التركة وحده ولا يحتاج الى نصب القاضى وصيا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی
کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اوسیکو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ح حلبی نے کہا وصی زندہ
کا تنہا تصرف کرنا ترکہ میں اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اوسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا
فى الطحطاوى وان لم يوص ضم القاضى اليه غيره درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نکی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ح
اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اوسکے ترکہ میں دو شخصوں کی رای سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفى الاشباه
مات احدهما اقام القاضى الاخر مقامه او ضم اليه اخر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اوسکے مقام پر قائم
کرے یا اوسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصية الا اذا اوصى لهما ان يتصدقا بثلثه حيث شاء على ما سيجىء وتمامه فى شرح الوهبانية اور
وصیت باطل نہیں ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یوں وصیت کی دونو وصیوں سے کہ اوسکے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونو چاہیں کذا فی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ح شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو میں دونگا اور دوسرے
نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل

ہو گئی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وَهَلْ فِيهِ خِلَافُ اَبِي يُوسُفَ قَوْلَانِ اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہی اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہی اور بعضون نے کہا خلاف نہین وَعَنْهُ اَنَّ الْمُشْرِفَ يَنْفَرِدُ دُونَ الْوَصِيِّ كَمَا قَرَّرْتُهُ فِيمَا عَلَّقْتُهُ عَلَى الْمُلْتَقَى وَمُلْتَقَى اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ مین نے اسکو ثابت کیا ہی ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم شارح کی شرح ملتقی مین مجتبی سے منقول ہی کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہی کہ مشرف کو تصرف جائز ہی انتہی اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کا منبئی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اوسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہہ ہی کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً وَوَصِيُّ الْوَصِيِّ سَوَاءٌ اَوْصَى اِلَيْهِ فِي مَالِهِ اَوْ فِي مَالِ مُوْصِيهِ وِقَايَةٌ وَصِيٌّ فِي التَّرِكَتَيْنِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وصی کا وصی دونو ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وَنَصَحَّ قِسْمَتُهُ اَيِ الْوَصِيِّ حَالَ كَوْنِهِ نَائِبًا عَنْ وَرَثَةٍ كِبَارٍ غُيَّبٍ اَوْ صِغَارٍ مَعَ الْمُوْصَى لَهُ بِالثُّلُثِ اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال الگ کر دے وَلَا رُجُوعَ لِلْوَرَثَةِ عَلَيْهِ اَيِ الْمُوْصَى لَهُ اِنْ ضَاعَ قِسْطُهُمْ مَعَهُ اَيِ الْوَصِيِّ لِصِحَّةِ قِسْمَتِهِ حِيْنَئِذٍ اور وارثونکو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقتین وَاَمَّا قِسْمَتُهُ عَنِ الْمُوْصَى لَهُ الْغَائِبِ اَوِ الْحَاضِرِ بِلَا اِذْنِهِ مَعَهُمْ اَيِ الْوَرَثَةِ وَلَوْ صِغَارًا زَيْلَعِيٌّ فَلَا تَصِحُّ اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وَحِيْنَئِذٍ فَيَرْجِعُ الْمُوْصَى لَهُ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ اِذَا ضَاعَ قِسْطُهُ لِاَنَّهُ كَالشَّرِيْكِ مَعَهُ اَيْ مَعَ الْمُوْصِيِّ فَلَا يَضْمَنُ الْوَصِيُّ لِاَنَّهُ اَمِيْنٌ اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھیرے جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہی تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہی اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہوگیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تھا اوسکی تہائی چاہی وارثون سے لے چاہی وصی سے یہہ اوسوقت ہی جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وَصَحَّ قِسْمَةُ الْقَاضِي وَاَخْذُهُ قِسْطَ الْمُوْصَى لَهُ اِنْ غَابَ الْمُوْصَى لَهُ فَلَا شَيْءَ لَهُ اِنْ هَلَكَ فِي يَدِ الْقَاضِي اَوْ اَمِيْنِهِ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیو اسطے کچھہ نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھہ مین یا اوسکے امین کے ہاتھہ مین تلف ہوگیا ہو ہم وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہہ ہی کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہی امور نافعہ مین ولہذا جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہی برخلاف وصی کے وَهٰذَا فِي الْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ لِاَنَّهُ اِفْرَازٌ وَفِي غَيْرِهِمَا لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ مُبَادَلَةٌ كَالْبَيْعِ وَبَيْعُ مَالِ الْغَيْرِ لَا يَجُوْزُ فَكَذَا الْقِسْمَةُ اور یہہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہی اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہی افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوا ہی اور مال مین قاضی کے بھی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہین وَاِنْ قَاسَمَهُمُ الْوَصِيُّ فِي الْوَصِيَّةِ بِحَجٍّ يُحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ اِنْ هَلَكَ الْمَالُ فِي يَدِهِ اَوْ فِي يَدِ مَنْ دَفَعَ اِلَيْهِ لِيَحُجَّ خِلَافًا لَهُمَا وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الْمَنَاسِكِ اور اگر وارثونکو قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت کیطرف سے حج کیا جاویگا باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنیکا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھہ یا اوسکے ہاتھہ سے جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہہ مسئلہ ثابت ہی مناسک حج کی کتابون مین وَلَوْ اَفْرَزَ الْمَيِّتُ شَيْئًا مِنْ مَالِهِ لِلْحَجِّ فَضَاعَ بَعْدَ مَوْتِهِ لَا يُحَجُّ عَنْهُ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ لِاَنَّ تَعْيِيْنَهُ اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھہ مال جدا کر دیا پہر وہ ضائع ہوگیا اوسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

بتائی ہے اسلیئے کہ اوسنے توجہ کیو اسطے مال کو معین کردیا تہا پہر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والونکی غیبت مین دین والونکے واسطے اسلیئے کہ اونکا حق مالیت سے
متعلق ہے : مین متروکہ سے تو ضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک الثمن عند الوصی ضمن لانہ العاقد
فالعہدۃ علیہ اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اوسکو وصیت ہوتی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن صدقہ کرنے کی طرح تصدق کیا پہر وہ غلام اور
شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیوجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسیکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی
فی الترکۃ کلہا وقال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع
علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ مین یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پہر لیے اور محمد نے کہا
کہ ثلث متروکہ سے پہر لیے ہم جواب دیتے ہین امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کہایا بیع کے سبب سے تو تاوان دین ٹہہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے
نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہین کرتا تو اب رجوع نہو گا اور منتقی مین یون مذکور ہے کہ وصی تاوان پہر لے اون فقیرون سے جنپر ثمن کو دیا تہا خیرات
دیا اسلیئے کہ فائدہ تصدق کا اونکو ہے اسلیئے تو اوسکا نقصان بھی انہین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل
من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ
جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال مین وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پونہچا اور اوسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پہر مال مبیع غیر کا
مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے پہر لیگا اسلیئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پونہچا تہا وصح احتیالہ
بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املا ولو مثلہ لم یجز منیۃ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح کہ
دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو مقدور مین تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین کذا فی المنیہ وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان الولایۃ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ
المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے
یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہین اسلیئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمین یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو
بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او
اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت
ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھہ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی
ہے تو یہہ جائز نہین مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے
سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہین کذا فی الطحاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف
زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہہ ہے کہ بقدر نصف کے
بڑھنا یا گھٹنا [illegible] زیلعی مین منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا
پندرہ درم کو اپنے خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہین مطلقا خواہ منفعت ظاہر ہو یا نہو وبیع
الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر لا بالفاحش اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے
قیمت کی برابر اور جسقدر مین کہ غبن واقع ہوا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہہ غبن نہین تو جائز نہین وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجی اور یہہ
سب تفصیل جو بیان ہوئی مال منقول مین ہے لیکن غیر منقول جیسا کہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو باع الوصی

علی کفن مثله فی العدد ضمن الزیادة اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے م مثلاً میت کے
ہمسرونکا کفن تین کپڑونکا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کئے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمة وقع الشراء له و
حینئذ ضمن ما دفعه من مال الیتیم کذا فی الوجیز اور اگر وصی نے کفن کی قیمت مین زیادتی کی تو یہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الذخیرة وفیها لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک فضاع ضمن لانه
دفع الی من لیس له ان یدفع الیه اور وجیز مین ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تھا م یہ صاحبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی
پر ضمان نہین اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعه ای الوصی
علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف هلاکه ذکره عزمی زاده معزیا للخانیة قلت وفی الزیلعی والقهستانی الاصح
لا لانه نادر م اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادای دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اوسکے تلف ہونیکے خوف سے ایسا
ذکر کیا ہے عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین ہے اسواسطے کہ اوسکا
تلف ہوجانا کمتر ہے م اگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے
نزدیک بقدر دین کے مقدار کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه
بضعف قیمته او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف
خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر واشباه ملخصا م اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے بشرطیکہ
دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لئے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوائے
عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اوسکے مصارف سے یا اوسکے ویران ہونیکے یا ناقص ہوجانیکے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ
مین ہے کذا فی الدرر والاشباه والملخصا م وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اسطرحپر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتہائی مال وصیت ہے تو اب عقار
کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وهذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون
یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشباہ وثانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہے کہ بائع مان یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ مان اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا
مالک نہین ہرطرح یعنی نہ اشیاء مستثنےٰ مین نہ اونکے غیر مین ولا شراء الا لطعام وکسوة اور مان اور بھائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہین سوای طعام اور لباس
صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک اچھا
اور پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا مترجم ابن کمال ولا یتجر الوصی فی ماله ای الیتیم لنفسه فان فعل تصدق
بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے اپنے واسطے اوس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے
وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامه فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا
بیان درر مین ہے م درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو
راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباه لا یملک
الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان م مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی
بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص
سے م اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیما فی الاشباہ من اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وھذا
اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیٔ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافھم وقد مر فی
الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتھی اور اشباہ مین ہو اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت جائز
ہے سوا کہ اوسنے عمل نکیا تو اوسکو اجرت نہین ہو اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہین ہے اور یہہ یعنی متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت اوس وقت ہے
جبکہ قاضی نے متولی کے لئے اجرت معین کردی ہو تو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اوسکے واسطے کچھہ اجرت نہین اور صاحب اشباہ
نے اس قولکو قنیہ کیطرف نسبت کیا ہے پھر صاحب قنیہ نے دو قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی
ہو سو اسکو سمجھہ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہو کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی
انتھی ما فی الاشباہ وفی القھستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر وکذا الکبار علی ما مر من
التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہو کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصونکو بیچڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین
مذکور ہو چکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے م تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادائے دین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہے
نہ اسکے سوائے مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الھدایۃ لان
فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی
اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہو کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اوسکو جائز کہا ہو اسواسطے کہ
اسمین ملک صغیر کا باقی رکہنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہے
اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا
م اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہین تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی
الطحطاوی ولا بشیٔ من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ
سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین
ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم تسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پھر دعوی کیا کہ
وہی چیز صغیر کی ہے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کیوجہ سے ووصی اب الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد
کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار صغیر کے مال مین تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر اوسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ
کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہو وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ
ذلک اور منیہ مین ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادائے دین کیواسطے اور وصیتون کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اسکو
یہہ درست ہے

فصل فی شھادۃ الاوصیاء

یہہ فصل ہے وصیون کی گواہی کے مسائل مین م اس فصل مین شہادت اوصیاء
کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شھادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شھادۃ الوصیین لوارث
صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا
ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہو م اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہو اور
بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سے اوسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شھادتھما بغیرہ
ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتھما عنہ فلا تھمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے

دونون وصیون کے ولایت کے اوس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسے یہہ صحیح ہے گواہی دو فرد و نکی اور دو شخصون کے واسطے ہزار درم کے دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی نہین دونون شخصون کی پہلے دونو گواہونکے واسطے مانند اُسکی ہزار درم کے دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کی دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونکی گواہی دی تو دونو گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہو سو یہہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لاتقبل فی الدین ایضاً وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاتبطل تبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ھم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین اخر لانہ لاشرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو فرد و ن نے اور دو مردون کیواسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدون کیواسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہما اثبتا لانفسہما معیناً و حینئذ فیضم القاضی بہما ثالثاً وجوباً لاقرارہما بآخر فیستنصر فیہما بدونہ کما تقرر دو وصیون نے یہہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی اُن دونو کے ساتھہ وصی کیا ہی تو یہہ گواہی لغو ہی بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی اُن دونو کے ساتھہ تیسرا وصی ملا دیگا برو جوب کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیونکا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحساناً لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہہ کہ زید اسکا دعوی کری یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی اُن دونونکے ساتھہ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نفعاً بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہہ گواہی دی کہ اونکے باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنی واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کیواسطے وہذا لو ہو منکر فلو یدعی تقبل استحساناً اور یہہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وصی ہونیکا دعوی کری تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیداً بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لاتقبل مطلقاً ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لایملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہہ گواہی دی کہ اونکے باپ نے زید کو اپنی قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہی کیونکہ یہہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کری یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمیکی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لاله ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اوسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقاً وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سے پھیر لے ہر طرح اوریہی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر ھم وصی رجوع کری ہر طرح

خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت بشدہ ہو یا بالعباد وکذا فی الطحطاوی مختصرا کوکیل ادی الثمن من مالہ فانّ لہ ان یرجع جیسا کہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سوا اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری لہ شیئا من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشہد علی ذلک اور اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال یا وہ چیز خریدی کہ جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ مین اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہون یا صغیر کے مال سے بھر لونگا فی البزازیۃ وانما شرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین وسیجیء ما یفیدہ فتنبہ بزازیہ مین ہے کہ گواہ کرنا تو اسیواسطے مشروط ہوا کہ وصی کا قول حق الفاق مین تو مقبول ہے نہ حق رجوع مین بدون گواہ کر نیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نکر لیا ہو برخلاف ماباپ کے اور نکو رجوع بلا اشہاد جائز نہین اور آسگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار ہنا ھم شرنبلالیہ مین ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت مین مضطرب ہے اور یہہ ستند اک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت مین طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا ادا کیا وہ دین میت کا جو شرعا اوسپر ثابت ہے ادا کیا یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خریدا کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ قیل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ ادکفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضون نے کہا کہ یہہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ ھم حلبی درالمختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہہ ہے کہ دونون یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے مین متروکہ سے متفق ہین لیکن وہ مقدار قیمت مین مختلف ہین تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہہ قول ماتن کے قول سابق سے متغائر ٹھہر اقائل انتہی ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اھل البصیرۃ ان اجتمع اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھہ مال بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اوسکو بیچے سے زیادہ تر ثمن کو تو قاضی اسمین اہل بصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر متدین واقفکارونمین سے دو شخص اوسکو خبر دین کہ وصی نے مال یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اوس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی المشتری باقل لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شیء یؤخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما کما فی التکملۃ اور اگر مزاد مین یعنی جہان بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل کے عرف مین نیلام گھر بولتے ہین وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار مین کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگون کیطرف پھر اگر لوگون مین سے دو مرد متفق ہون ایک چیز پر تو اونہین دونون کا قول لیا جاے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود مین کافی ہے وعلی ھذا اذا اجر متولی الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل فی الدرر معزیا للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہہ سب مسائل درر مین مذکور ہین فتاوی قاضی خان سے منقول فنس و ۶

بیع الوصی

مسائل ملحقہ شارح کے یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کے دعوی میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ذکر ہیں ۔ مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اذا ادعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنیکا دعوی کیا ۔ صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے موصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہے اور اوسکے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا ادای دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنیسے پہلے او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا ۔ صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں تلف کیا تہا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تہا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے اونکو ادا کیا یتیم کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہ تہی ۔ تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں موت موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کے انعام دینے کا ۔ یہہ محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او الانفاق علی محرم لہ آٹھواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا ۔ صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندہے بہائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اوسکو ۱۰ برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے ۔ یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا تہا ۔ یہہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادای دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسواں مسئلہ یہہ ہے اور اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تہا اور اوسنے پہیر لینے کا ارادہ کیا ۔ بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نکیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پہیر لینے کیواسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارہواں مسئلہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اوسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اتجر وربح فادعی انہ کان مضاربا بارہواں مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ۔ یہاں بہی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا ۔ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمیں اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اوسمیں اوسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ۔ تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اوسکا کذب نہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ

قاضی میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے اُن سات مقامونمین جو اشباہ مین مفصل مذکور ہین ھ نصب وصی کا طریقہ یہہ ہو کہ قاضی کے رو برو گواہ گواہی دین کہ فلان شخص مرگیا اور اوسنے کوئی وصی قائم نہین کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پہر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہو نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیتہ منجملہ مواضع سبعہ کے یہہ تین مقام ہین جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی الزواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیأ فوجد بہ عیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہین ایک یہہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پہر اوسمین عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیبناک اسکو پہیر دے واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب لہ والا فلا وعزاہ لجامع الفتاوی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونو مسئلون کو جامع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہو ھ غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکانمین ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہو شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح مین مذکور کیا ہے بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکانمین ہو جہان قافلہ نجاتا ہو مگر سال مین ایکبار یہہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر مین نہ ٹہرتا ہو چلا پہرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون نے کہا ۵ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۳ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی الطحطاوی ووصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہے مگر آٹھہ جگہہ مین اوسکی برابر نہین ہے ایک یہہ ہو کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے متروکہ سے جائز نہین ہے دوسری صورت یہہ ہے بیچنا اوس شخص سے جسکے حق مین وصی کی گواہی مقبول نہین درست نہین ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہہ ہے اور جائز نہین اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونو کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہین ولا ان یوجر الصغیر لعمل ما چوتہی صورت یہہ ہو اور جائز نہین کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروادے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچوین صورت یہہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہین یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کردے ولو خصصہ القاضی تخصص چہٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کردیا تو معنی ایک نوع مین وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع مین وصی نہو گا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح نہیہ ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روکدے تو اوسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ وفی البزازیہ ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہو اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمہ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے اُن سب آٹھون مسئلونمین وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کوصیہ لو الوصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ مین ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام ہوا انتہے اشباہ اور اس سے دونو قول مختلف کا دفع ہو گیا ھ یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ مین پانچوین صورت یتیمہ سے منقول ہو کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہین اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی جہہ جواز ہو وصیت خاصہ مین اور جواز ہے وصیت عامہ مین وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا یملک لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری مین ہے کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین درحال عدم اجازت وارثون کے مگر اوسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ
ہوگا اسطرح پر کہ اوسنے گہر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلاً سو درم تہی سو اوسنے ۱۰ درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ
ہے اِسلیے کہ اجارہ مذکورہ مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثونکی کچھ ملکیت نہین لیکن مادہ مین سے
کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین بَاعَ مَالَ الیَتِیمِ اَوضَیعَتَہ وَالمُشتَرِی مُفلِسٌ یُوَجَّلُ ثلثَۃَ اَیَّامٍ فَاِن
نَقَدَ وَاِلَّا فَسَخَ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن
حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فَاِن اَنکَرَ الشِّرَاءَ وَقَد قَبَضَ یَرفَعُ الوَصِیُّ الاَمرَ اِلَی الحَاکِمِ فَیَقُولُ اِن کَانَ بَینَکُمَا بَیعٌ فَقَد
فَسَختُہ پہر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہو اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اُس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونو
مین بیع واقع ہوتی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا م اِس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے
تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قَبِلَ الوِصَایَۃَ ثُمَّ اَرَادَ عَزلَ نَفسِہ لَم یَجُز اِلَّا عِندَ الحَاکِمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پہر اپنی ذات
کو معزول کرنا چاہا تو یہہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک م حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال
جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہے ایک یہہ کہ موصی اوسکو وصی مقرر کرے اِس شرط پر کہ جب مین چاہون آپکو معزول کرون دوسری صورت یہہ ہے
کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دَفَعَ لِلیَتِیمِ مَالَہ
بَعدَ بُلُوغِہ وَاَشہَدَ الیَتِیمُ عَلٰی نَفسِہ اَنَّہ لَم یَبقَ مِن تَرِکَۃِ وَالِدِہ لَا قَلِیلٌ وَلَا کَثِیرٌ ثُمَّ ادَّعٰی شَیئًا فِی یَدِ الوَصِیِّ اَنَّہ مِن تَرِکَۃِ اَبِی وَبَرهَنَ
تُسمَعُ وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکے بالغ ہونیکے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ
کم نہ زیادہ پہر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میری باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہووےگا
م یہہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکے دعوی کا مانع نہین برخلاف اوس
ابراکے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے کسی چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اوسکو بہی حلال اور معاف
کر دو سو عمر نے اسیطرح کہا تو زید بری الذمہ ہو گیا اور یہہ ابراء عام ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ
مختصراً لِلوَصِیِّ الاَکلُ وَالرُّکُوبُ بِقَدرِ الحَاجَۃِ قَالَ تَعَالٰی وَمَن کَانَ فَقِیرًا فَلیَاکُل بِالمَعرُوفِ وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور
اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کہاوے م کہانا اور سوار ہونا مقید
بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہو اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ وَلَہ اَن
یُنفِقَ فِی تَعلِیمِ القُراٰنِ وَالاَدَبِ اِن تَاَهَّلَ لِذٰلِکَ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے م
شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان
علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دیوے وَاِلَّا فَلیُنفِق عَلَیہِ بِقَدرِ مَا یَتَعَلَّمُ القِرَاءَۃَ الوَاجِبَۃَ فِی الصَّلٰوۃِ مجتبی
اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرات واجبہ نماز کی سیکہہ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر
اوسکو کہادے کذا فی المجتبی وَفِیہِ یُجعَلُ لِلوَصِیِّ مُشرِفًا لَم یَتَصَرَّف بِدُونِہ وَقِیلَ المُشرِفُ اَن یَتَصَرَّفَ مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف
مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکے تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے م اس مسئلہ کا بیان باب
الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وَفِیہِ لِلاَبِ اِعَارَۃُ طِفلِہ اِتِّفَاقًا لَا مَالِہ عَلَی الاَکثَرِ اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے
بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وَفِیہِ یَملِکُ الاَبُ لَا الجَدُّ عِندَ عَدَمِ الوَصِیِّ مَا یَملِکُہ الوَصِیُّ اور مجتبی مین ہے وصی

نہونے کیوقت باپ مالک ہو اوس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک نہین ہوتا وصی کی برابر ولاب يملك قسمة مال مشترك بينه وبين الصغير بخلاف الوصي باپ مالک ہی اوس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہی ابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہی اوسکی قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی يملك الاب والجد بيع مال احد طفليه للآخر بخلاف الوصي باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہین ہم یعنی اگر ایک شخص دو یتیمونکا وصی ہو تو اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونو یتیمونکی خیرخواہی کا مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہے اور اسیطرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہین ہو لو باع الاب او الجد مال الصغير من الاجنبي بمثل قيمته جاز ان لم يكن فاسد الرأي ولو فاسده فان باع عقاره لم يجز وفي المنقول روايتان اور مگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشترى لطفله ثوبا او طعاما واشهد انه يرجع به عليه يرجع ان كان له مال والا لا لوجوبهما عليه حينئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کہانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے بہر لونگا تو اوتنا بہر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین بسبب واجب ہونے کہانے اور کپڑے کے باپ پر اوسوقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجب کی رجوع جائز نہین وبمثله لو اشترى له دارا او عبدا ابرجع سواء كان له مال او لا وان لم يشهد لا يرجع كذا عن ابي يوسف وهو حسن يجب حفظه اور مانند لباس طعام اگر باپ نے صغیر کیواسطے گہر یا غلام خرید کیا تو رجوع کری خواہ اوسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکری چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہی اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکہنا واجب ہے واللہ اعلم بغیہ تلخیص قنیہ مین مذکور ہی کہ اگر ایک وارث نے تجہیز میت مین کچہ اپنی سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثونکی تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور ختم قبرہ کی خرید مین بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثونکے اوسنے صرف کیا تو اوسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ؂

كتاب الخنثى

اِس کتاب مین خنثے کے احکام مذکور ہین ہم خنثی مشتق ہی خنث بفتح خاء معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہی معلوم کرنا چاہیئے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائی اور اوسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہہ دونو وصف متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونو نین علامت امتیاز کی آلۂ تذکیر اور تانیث ہی پہر گاہی اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذكر من غلب وجوده ذكر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا هو ذو فرج وذكر او من عري عن الاثنين جميعا خنثی وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو تذکیر اور تانیث دونو علامتون سے مبرا ہو فان بال من الذكر فغلام وان بال من الفرج فانثى تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثول یعنی مسہ کی مانند ہی کذا فی القہستانی وان بال منهما فالحكم للاسبق اور اگر دونو سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ اقدمیت اسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہے وان استويا فمشكل اور اگر دونو برابر ہون اسطرح کہ دونو سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ اصلا امر مین سے کوئی تمیز نہین ولا تعتبر الكثرة خلافا لهما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہہ ہی کہ کثرت مرجح اصالت عضو پر دلیل ہی وللاكثر حكم الكل اور امام کی دلیل یہہ ہی کہ کثرت مخرج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ اونہون نے ابو یوسف

سے فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو پیشاب کی اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی
امرأة او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہی پہر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع
کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن الوطی فامرأة اور اگر اوسکی
پستان ظاہر ہوتی یا دودھ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہہ ہے کہ دونو پستانون سے
عورتونکی مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا استفادہ ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے
کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اوسکا جواب یہہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان
ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہین پہر جب دودھ اوترا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثے نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج
مین داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتون نے اوسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وان لم تظہر لہ
علامة اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اوسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ تھی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ
خنثے مشکل ہے عدم مرجح کیوجہ سے م تعارض علامات کی مثال یہہ صورت ہے کہ پستان اوبھری اور داڑھی نکلی ایک ساتھہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے
ساتھہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھہ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأة یزید
علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثے کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے م اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ ہر مرد کی سب پسلیان اور ہر ایک سمت
یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکی مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونو کی پسلیان برابر ہین اور بنا بر قول تفاوت
اضلاع کے وجہ اوسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہین
واللہ اعلم کذا فی الطحاوی مختصرا وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے
وقت تو عمل کیا جاویگا خنثے مشکل کے امر مین اوس چیز کے ساتھہ جسمین زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام مین قلت لکن قدمنا انہ لا یجب الغسل
بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم بلبنہ فتنبہ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین ذکر کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور
اوسکے دودہ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا یعنی ان دونو صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہے م یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان
وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑھی نمود ہو گئی تو اشکال
ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودہ مین کلام ہے کذا فی الطحاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردون
اور عورتون کی صف کے مابین مین م یعنی نہ مردونکی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی
صف مین کھڑے ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف مین کھڑی ہونے سے اوسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکے دائین اور
بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پہر اگر خنثے بالغ ہے اور عورتونکی صف مین کھڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ
ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چھوڑین کذا فی الطحاوی واذا بلغ حد
الشہوة تبتاع لہ امة تختنہ من مالہ فتکون امتہ اور جب خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اوسکی
ختنہ کرے سو خریدنے سے اوسکی وہ لونڈی ٹھہریگی یا اوسکی مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع مین خنثی مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ
کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحاوی وکرہ ان تختنہ رجل او امرأة احتیاطا ولا
ضرورة لان الختان عندنا سنة اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثی کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچہ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیونکے نزدیک

سنت ہونہ فرض ھم یہہ مذکور ہے خنثی بالغ کا اور صبی کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوکو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال
ثم تباع ع اور اگر خنثے کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوی پہر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاوی اور ثمن اوسکا بیت المال
مین داخل کیا جاوی اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یتزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقھا وتعتد ان خلا بھا احتیاطا یا خنثے نکاح کرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلیے
کہ اگر خنثے مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکہنا عورت کیطرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پہر خنثے ختنہ کے بعد اوسکو طلاق
دے اور ختنہ کرکے عدت مین بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر خنثی نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ھم یہہ قول طحاوی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال
کا قول علمار مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اوس سے خلاص نہین ہوسکتی اور وجوب
مہر کا مقدار سے یقین نہین ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثے مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہین رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اختیار
مشروط کیوجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے مین ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثے مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے وکرہ ان یتکشف عند رجل او امرأۃ و خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سوا اوسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثے مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوئی ھم
تو جائز نہوگا خنثے کی ماں کو اوس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثے مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہے ھم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اوسکو سفر درست نہین وان
قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثے مشکل کہے کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اوسکا کچہہ اعتبار
نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل تعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسکے سوا اوسکو کوئی واقف نہین لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی مین ہے کہ بعد
ثابت ہوجانے اوسکی اشکال کے قول اوسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ھم یعنی عدم قبول کا قول اوسصورت مین ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اوسصورت مین ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہے محیط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ھذا فتنبہ
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا
سو آگاہ رہنا ھم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثے نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور رجوع اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پہر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثے مرگیا قبل ظاہر
ہونے اوسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اوسکو تیمم کروایا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ھم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین جو اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ مین کپڑا لپیٹ کے تیمم کرادے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کی مانند اوس مرد کی جو عورتون
مین مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر ان کان مراھقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثے مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت مین کسی مردے کے غسل مین حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثے مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کرلینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم ھو ثم المرأۃ اذا صلی علیھم دفعۃ لحق الاذنب اور امام کے قریب رکہا جاوے مردہ مرد پہر خنثے مشکل پہر عورت جبکہ اون پر جنازے

کی نماز پڑھی جاے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے م خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر مین
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاے تاکہ بمنزلہ دو قبرون کے ہو جاے اور یہی حکم ہے مرد و بچے دفن کا جبکہ ایک قبر
مین دفن ہون اور اگر عورت اور خنثی ساتھ دفن ہون تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے جو عورتکی مانند ہو اور جسکو بجز محرم قرابت کے کوئی انوثت کے
احتمال کے سبب سے کذا فی السراج وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف حافل م اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین
مذکور ہین بلکہ میرے نزدیک اسمین ایک تالیف مجلد کلان ہے م منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کیواسطے اور اوسکی نماز
عورت کی مانند ہے ستر مین اور اخفا مین اور وہ نکاح نکرے عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا
یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الملتقط مختصرا
ولہ فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین بہ یفتی کما سنحققہ اور خنثی مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر
فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے م اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اوسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے
امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے مین کتنا پونچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہوگا وہ
خنثے کو ملیگا اور اگر احد التقدیرین مین خنثے محروم ہوگا تو اوسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتون مین
بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حالت اوسکا نصیب ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونو کو شامل ہے کذا فی الحلبی تعرف وقالا نصف
النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونو حصون سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا
واحدا لہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھ ایک بیٹا اوسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہین اور خنثے کا ایک سہم م
خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم مین ہے میراث مین تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلثۃ من سبعۃ و
عند محمد خمسۃ من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثے کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہین بارہ سہمون سے م
صاحبین کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وہو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک
اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہین
ہوتا م توضیح اوسکی یہ ہے کہ یہان اثبات مال کی ابتداءً حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے
سبب سے اور خنثی مشکل مین دونو سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب متحقق کے شرعا جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو
میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اوسی پر اقتصار کرکے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ
ذکرا قدر بہ کزوج وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس علی انہ عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اوس تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اوسکو
ہم مرد ہی ٹھہرادینگے چنانچہ اس صورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثے ہے تو اوسکو چھٹا حصہ ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ
سدس اقل ہے نصف سے م تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثے کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان لہ النصف
وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ مین خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کیطرف عول کریگا م یہ مسئلہ
دونو تقدیر مین چھ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ
جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ مین اوسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا
حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء لہ کزوج وام وولدیہا وشقیق خنثی فلا شیء
لہ لانہ عصبۃ ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی تسعۃ اور اگر خنثے محروم ٹھہرے دو تقدیرون مین سے ایک تقدیر پر تو اوسکے واسطے کچھ نہین

چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثے چھوڑکر تو خنثے کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں
کیونکہ وہ عصبہ ہی اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا حصہ نصف ہی کیونکہ وہ صاحب فرض ہی اور اسوقت میں یہہ مسئلہ نو سہم کیطرف عول کریگا
ھم اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہی اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہی اور عصبہ
اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نرہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اوسکا حصہ نصف ہی تو نہایہ
اسور الحالین کے اوسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوے ولو مات عن عم و ولد اخیہ خنثی فلو انثی وکان المال کلہ
للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑکر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ھم خنثی کو
عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر اوسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلئے کہ
ہر چند دونو عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرق وھو من دأب المصنفین لتدارک مالا یذکر فیما کان ینبغی ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا بمحالہا وللہ الحمد
یہہ ذکر ہے مسائل شتے میں شتے جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہیں واسطے تدارک اون مسائل کے جو وہان مذکور نہیں ہوئی جہان اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تہا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل
ملا دئیے اونکی مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہی جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قدمناہ
وعدتک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہی یہہ مقدمہ صغری ہی جسکی تسلیم میں وہ کلام ہی جسکا میں نے تجہہ سے وعدہ کیا
تہا اول نواقض وضو میں ھم اور مدمن کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علت اور شراب
سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ھذہ مقدمۃ
کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہی یہہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج اور
وہ یعنی کبری مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونو مقدموں سے ملکر یہہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ
ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل میں صغری
کے ثابت کرنے کی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں نسبت بہ مجتبی مذکور ہی اوسکا حاصل کلام یہہ ہے کہ اوس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست کھاتی ہی ناپاک ہی
اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاسۃ ہی ھم وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ شئی رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے میں غیر رقیق
چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اشبہ من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر یہہ مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا
تقبیح اور مذموم ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتو اور سئور کی مانند ہی ھم یہہ تقبیح اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن العز فحینئذ ینقض الوضوء
وھو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن العز نے کہا تو اسوقت میں یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو
کو توڑیگا اور یہہ مسئلہ عجیب اور غریب ہی اور اسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
میں اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشھد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی
فظاہر اذ لم یرد عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی اللہ تعالی
اوسکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاوے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال عقلی عدم
روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہیں ھم مقدمہ اولی
یہہ مسلم ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ویشھد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل حل اکلہ بصیرورتہ مستھلکا

لا ینبغی له أکثر فلذلك نقول فی حرق بعض الشعر اور مقصد میرا اوسکے باطل ہونے پر گواہی دینا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اوسکا بچہ سؤر کے دودہ
سے پالا جاوے ہو اسواسطے کہ علماء نے اوسکی حلت اکل کی علت بیان کی دودہ کا مستہلک ونابود ہوجانا ہے اسطرح کہ اوسکا کچہ اثر باقی نہیں رہتا تو اسیطرح ہم دوام انجم
کے پسینہ مین کہینگے یعنی شراب اوسکو بہ نہیں مستہلک اور نابود ہوگئی کچہ اوسکا اثر باقی نرہا ہم یہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی مگر یون کہینگے کہ عقل اسکی تائید کرتی
ہے ویکفینا فی ضعفه غرابته وخروجه عن الجادة فیجب طرحه عن الشرح متنًا وشرحًا اور ہمکو کفایت کرتا ہی اوسکی ضعیف ہونے مین اوسکا غریب
ہونا اور اوسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گردپیش سے واجب ہے ہم سرح بفتح سین مہملہ وراء مہملہ
[illegible] کہا انجملہ اوسکے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی متبادر ہو بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا اصل ساقط کیا جاوے یعنی فروع مذہب سے گرایا جاوے اور انہین معانی ہم
انجملہ معانی سرح کے فناء دار بھی ہی کذا فی القاموس اور فناء دار عبارت ہی کشادگی پیشخانہ سے اور مترجم کے نزدیک یہی معنی مناسب ہی اسلئے کہ متن تنزلاً گہر کی [illegible] سرح بجائے [illegible] پیشخانہ ہی لہذا ہم
اسیکا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلاله خرء فارة فان کان الخرء صلبا رمی به واکل الخبز ترجمہ ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر
مینگنی سخت ہی تو پہینک دیجاوے اور روٹی کہائی جاوے ولا یفسد خرء الفارة الدهن والماء والحنطة للضرورة الا اذا ظهر طعمه او لونه فی الدهن
ونحوه والحنطة وامکان الفرز عنه حینئذ خانیه اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہون کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کیوجہ سے مگر جبکہ اوسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکی
مانند سائل چیز مین ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہی بسبب اوسکی کثرت کے اور ایسا ہی ہے اسکو اس سے بچانا اسوقت مین ممکن ہی کذا فی الخانیة ہم خانیہ مین ہی کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہون
مین پڑگئی اور گیہون کے ساتہ پس گئی تو اوسکی آٹے کہانے مین کچہ مضائقہ نہیں مگر اوسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اوسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اوسکا کہانا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر ترجمہ اور سنتون مین نہ درود پڑہا جاوے اور نہ دعاء استفتاح
یہ مسئلہ باب الوتر مین مذکور ہوگیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتین اور جمعہ کے اول کی چار رکعتین اور بعد کی چار رکعتین ہین اس کتاب کی باب الوتر
مین یون مذکور ہی کہ درود نہ پڑہا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتون کی قعدہ اولے مین اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتون مین اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کی
واسطے اوٹہے کیونکہ سنت مؤکدہ ہونیکے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہوگئین اور باقی چار رکعتون مین درود بھی پڑہا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے
کہ ہر دوگانہ جداگانہ نماز ہے الدعوة المستجابة فی الجمعة عندنا وقت العصر علی قول عامة مشایخنا اشباه وقدمناه فی الجمعة عن التاتار
خانیه دعاء مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیون کے نزدیک عصر کیوقت ہی بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ مین تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے
ہم حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جمعہ مین ایکوقت وہ دعا مقبول ہوتی ہی اوسوقت کے تعیین مین اختلاف علماء حنفیہ کا یہی مذہب ہی جو مذکور ہوا الخروج من
الصلوة لا یتوقف علی قوله علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہین علیکم کے لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل
دخل فی صلوته بعده لا یصیر داخلا فیها قدمناه فی صفة الصلوة اور اسوقت مین یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایکمقتدی
اپنی نماز مین داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز مین داخل نہوگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفة الصلوة مین مقدم ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی
ثوب طاهر یابس فظهرت رطوبته علی ثوب طاهر کذا فی النسخ وعبارة الکنز علی الثوب الطاهر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناه
قبیل کتاب الصلوة ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے مین سو اوسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تہا کہ اگر اوسکو نچوڑتے
تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوة سے پہلے مذکور کیا ہی متن کے نسخون مین اسیطرح علی ثوب طاهر ہی اور کنز کی عبارت علی الثوب
الطاهر ہے ہم نجاست سے مراد یہہ ہے کہ پیشاب اور اوسکی مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ محض پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہی اسطرح کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے مین ظاہر
نہیں نور الایضاح اور اوسکی شرح منیر مین ہی کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے مین کہ اگر ناپاک کو نچوڑے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اسلئے
کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمین اختلاف ہی کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں [illegible] تو [illegible] مسئلہ [illegible] نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہی کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کرلیتا ہی اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر [illegible] صحیح [illegible] جبکہ ناپاک

کپڑا اس پر سے نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو بھی نجس ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی لمضادہ عجیبی ترجیح تر نہیں ثوب طاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا
قول تصحیح ہے کے مخالف تھا اسیواسطے مترجم نے ثوب نجس کو موجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او بسط ثوبا مبتلا علی
ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولو ظهر اثرہ لا یتنجس جانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا
ناپاک فرش پر سویا اور اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پانو یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذا فی الخانیۃ م مترجم نے کہا ناپاک زمین پر تر پانوں سے
اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پانو میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانوں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک
قدم پاک ہو کہیا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہ نہیں تو نجس نہیں اور فقط بو اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنے
بر خلاف جرجہ کے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان اور اگر زکوۃ کی نیت کی مگر اوسکا
قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قولین سے اسلئے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت دافع کا اعتبار ہے یعنی
والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من له حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما هو لبیت المال فله اخذه دیانة
قدمناه قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہے چنانچہ علماء دین سو اونسے بیت المال کا مال پایا تو اوسکو لینا اوسکا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہمنے اسکو
باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور اونکی اولاد اور طالب العلم اور واعظ دین ہیں بزازیہ
میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرجاوے اور اوسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر
خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اوسکو مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص
بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر
فعلیه کفارة واحدة ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناه فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ
دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اوسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے
اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یوں نہ
کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوة
صح ایضا وان لم ینو الصلوة اول صلوة علیه او آخر صلوة علیه کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے
جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نمازوں میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے
م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہہ مراد
نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کی نیت کرنیوالا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہو جاتا ہے قال
المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوة وفی رمضانین الخ قلت وکذا قدمته فی باب قضاء الفوائت فللہ الحمد
اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب
قضاء الفوائت میں وہ وغیرہ کا تابع ہو کر م طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی
قضا ہو مگر تعیین احوط ہے اور جب دو رمضانوں میں تعیین کی یہہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز
اور اوسکے دن کی تعیین کرے اسیطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر بھی جائز ہے
اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اوسکے متعین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اوسکے بعد کی نماز اول ہو
اور اوسکے پیچھے پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہہ یعنے اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کہنا مخلص ہے اوس شخص کیواسطے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ ہوں یا اوسپر مشتبہ ہو گئے

یا اوسنے اپنی فلت پر تسلیم کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیته فی البحر قبیل باب اللعان ما نصه ونیة التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف
متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتیب واجبة علیه ولا یمکنه مراعاته الا بنیة التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرة الفوائت یکفیه نیة الظهر
لا غیر کذا فی المحیط وهو تفصیل حسن فی الصلوة ینبغی حفظه انتهی بلفظه پھر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہہ
ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب
اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوگئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلا کفایت کرتی ہے نہ اوسکے سوا اور ایسا ہی
مذکور ہے محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز دنمین اسکا یاد رکھنا لائق ہے انتہے بلفظہ ثم رأیته نقل عنه فی الاشباه فی بحث تعیین المنوی ثم قال وهذا
مشکل وما ذکره اصحابنا کقاضی خان وغیره خلافه وهو المعتمد کذا فی التبیین انتهی بحروفه فلیتنبه لذلک پھر دیکھا مین نے صاحب بحر الرائق کو
کہ اوسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا
چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہوا اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ
تبیین مین ہے انتہے بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ ہونا م وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے
وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی
حاشیة الاشباه طحطاوی نے جو المعتمد کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول ہے اور لوالجیہ مین مصحح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے ۲ مسئلہ شاة تسلط علیها ثم احرق الراس
وزال عنه الدم فاتخذ منه مرقة جاز استعماله لان الحرق کالغسل وقد قدمنا انه من المطهرات بکری کا سر خون مین لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون
اوس سے دور ہوگیا پھر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دہونے کی برابر ہے پاک کردینے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا
کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کردیتی ہے یہانتک کہ شئی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا کر راکھ کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے یعنی
اگر گوبر جلکر راکھ ہوجاوے تو پاک ہوجاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاے یا کہ سؤر نمک سار مین گرکے نمک بنجاے کذا فی الطحطاوی ۳ سلطان جعل الخراج لرب
الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کردیا تو جائز ہے م یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام اور محمد کے
نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق
جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل له العشر لا لانه زکوة قلت وقد قدمته فی الجهاد وقدمته فی الزکوة ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے
واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہے م جب عشر
زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اوسکو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ۴ من الفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعة الارض
واداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرهم بالاجرة لیعطوا الخراج من اجرتها المستحقة جاز اہل خراج عاجز ہوگئے زمین
کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصونکو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے
فان فضل شیء من اجرتها دفع لمالکها رعایة للحقین پھر اگر کچھ فاضل بچا اوسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دیوے دونون کی رعایت کیواسطے
یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من
یستاجرها باعها لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیه خراج ودفع الفضل لاربابها زیلعی پھر اگر بادشاہ اوسکو نپاوے جو اوسکو اجارہ
لے تو اوسکو بیچ ڈالے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اوسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہوا اور زیادہ کو اوسکے مالکو پھیر دیوے کذا فی الزیلعی قلت و
قدمنا فی الجهاد ترجیح سقوطه بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مراده اخذ خراج السنة الماضیة فقط مین کہتا ہون اور ہم نے کتاب
الجہاد مین ذکر کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول اوسکے قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا

جاوے ہم سقوط بالتداخل کا محل اوسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سبکے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محل خوب ہی کتاب
قاضیخان مین ہی کہ جب خراج کا جمع ہوا اور ادا نکیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہہ اوسپر سے ساقط ہوگا اپنے
اور یہہ صریح ہی سال ثانی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی ۔ اختلط مذبوحۃ ومیتۃ فانکانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل حلالا بان کانت المیتۃ
اکثر او استویا لایتحری فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ ولا تحری ویاکل مطلقا ومن چند بھیڑ بکریان ذبح ہوا اور مردار بین ملگئے ذبح ہوے زیادہ تر
ہون تو اٹکل کرے اور کہاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونو برابر ہون تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت مین ہو بطور یہ کہ ذبح کی بکری پاوے
اور نہین تو اٹکل کرے اور کہاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور یہہ گذشتہ کیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ
اباحت مین کیا تو نہین دیکہتا ہی کہ بازار خالی نہین ہوتی ہین محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکی تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا ہم صریح کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی برخلاف کثرت یا مساوات فراز کے کہ وہان ضرورت نہین تو اوس
سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار مین یون ہی و تحری گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نرہا جہان اس مسئلہ کو ذکر کرچکا اور بعض نسخون مین یون ہی کما مر فی الحظر والاباحۃ
کذا فی الطحطاوی ۔ اور ہم نے لکہی ایک نسخہ صحیحہ مین فقط ذکر سے ہین ہمنے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ ذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کے خون سے بہری ہوتی ہین ایماء الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکہنا بیان کی مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کی برابر ہے ہم یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتہ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہی ثبوت احکام مین بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجہے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ فہم متقی سمجہا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہی لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ۔ بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان بضم تاء وہ ہی
جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ۔ وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہین ۔ فی
وصیۃ ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ
وامتدت عقلتہ الی موتہ وبہ یفتی قلت وعلی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص
وغیرہ من الاحکام مین یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہی اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہوگیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم
معناہ کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا والا لا ۔ معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
وغیرہم نے ذکر کیا ہی پہر دریافت کرنا چاہیے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچہہ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ہم جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذرگئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ
لا یحل وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنابر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اوسکی ترکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے
اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی النہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے نہر الجواہر مین ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ہم یہہ استناد اسکی علاوہ مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار جیسے انشاء طلاق و
عتاق اور انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے جیسے طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت نہین
علت ہوگی اور استناد یہہ کہ حکم نے ابتدا ثابت ہو پہر مستند ہو یعنی منسوب ہوا اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تہا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پہلا مسئلہ

پوری ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جبکہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تہا پہلے سے چنانچہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین
ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ
ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً اَنَّ قولھم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط
یقع مقتصرًا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستندًا کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوھما مما یصح
تعلیقہ بالشرط مقتصرًا فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہہ قول اور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کیواسطے یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے
واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہے باب التعلیق سے مخالف ہی اوسکی جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
کیطرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضاء قاعدہ مذکورہ یہہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد
کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہی لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانھا تندرئ بالشبہات
لکونھا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ شامیہ نہوگا گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی
جاتی ہین اسلیے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وھل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامھم
نعم ولم ارہ صریحًا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اوسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو
صریح نہین دیکہا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر در مختار فی الصوم روزہ دار اپنی معشوق کی رال
نگلیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہوگیا ھم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے
گہنتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیرہ وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہوگئی کذا فی الطحطاوی
قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج در مختار فی الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیونکا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعھا زوجھا
من الدخول علیھا وھو یسکن معھا فی بیتھا تشوزٌ حکمًا کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور
حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی حکمًا چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ھم نافرمانی اسواسطے کہ
اوسنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے تک ولو کان المنزل لہ فلیستقلھا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنیٰ علیہ
اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت
الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانھا محقۃ اذ السکنیٰ فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبھۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ
زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلئے کہ غصب کے مکانمین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کی کہ مکانمین شبہہ ہو ھم شبہہ
کیصورت یہہ ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع
امتک وارید بیتا علیحدۃ لیس لھا ذلک امرءۃ ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ ہونگی اور
مین علیحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین
مذکور ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میری مالک یا اپنی لونڈی
سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ
کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا اے مولیٰ میرے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنا بر اوس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی
یعنی کتاب الاعتاق مین ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرًا مولیٰ کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون
تعلیل مذکور ہے کہ مولیٰ کے حقیقی معنی ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم

بزاق

اشتباہ اطانیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جاوی قابض کے ہاتھ سی جبتک مدعی اپنی دعوی کے موافق یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہے کذا فی الحموی گواہ نگذرانے برخلاف منقول کے ھم یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے سے کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہے مواضعت یعنی دونون کے گٹھ جانے کے احتمال کیوجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اوسکا حکم دے پہر جب اوسنے حکم کیا تو اب اوسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اوسکے قبضہ سے خارج کرنیکا بسبب ثابت ہوجانے اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکے یعنی میرے قبضہ مین ہے قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرلے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھہ مین ہے ملک مطلق کے دعوی مین ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقر ذو الید بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط فی البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضے مین ہے سو قابض ذی الید نے اوسکی خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا چنانچہ خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہو لیا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول ھو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیأمر بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اوس قاضی کا حکم اوس عقار مین صحیح ہے جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضا مین آگے مذکور ہوچکا کہ یہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکہہ بھیجے اوس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اوس زمین کے دلانیکا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ھم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود اوسکے قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پہر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پہر آیا سوا اسکے مجکو کچھہ اور ظاہر ہوا یعنی مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھہ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تلفی کیوجہ سے ھم اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ راے اول براجح ہوگئی حکم دینے سے تو راے ثانی سے جو اوسکی برابر ہے منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح دعوی اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھم صحیح دعوی وہ ہی جسمین دعوی کے احکام متعلق ہون تو اوسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہی تو فاسد دعوے

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کی صورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کرے اور یہہ
بیان نکرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پہر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا
حکم جاری رکہنا لائق نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی لخصا تبعت الا فی ثلث مرّت فی القضاء لو بعلمہ او بخلاف مذہبہ او ظہر خطأہ قاضی
کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتوں مین نافذ نہین جو کتاب القضا مین مذکور ہوگئین یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون
گواہون کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشهود قضیت وانکر القاضی فالقول له به یفتی قاله ابن
الغرس فی الفواكه البدرية زاد فی البزازية خلافا لمحمد زاد فی البحر ولم ینفذه قاض اخر فحینئذ لا یکون القول له فی انه
لم یقض لوجود قضاء الثانی به قال المصنف وهو قید حسن لم اقف علیه لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تو نے
حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین بزازیہ مین اسقدر زیادہ کہا ہے
کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق مین یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکردیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم
قضا مین مقبول نہوگا بسبب وجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی مین واقف نہوا اس قید پر سوای صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط
نفاذ القضاء فی المجتهدات من حقوق العباد ان یصیر الحكم فی حادثة بان یتقدمه دعوی صحیحة من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ مین اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہی ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کردے تو بلا حضور خصمین کے
حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہین طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق مین جیسا کہ حد و داور عتق اور طلاق مین حادثہ ہونا
شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودَع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا
نزاع معتبر نہین انتہے فلو برهن مدع علی آخر عند قاض فقضی به بدون منازعة ومخاصمة شرعية وتداع بینهما لم ینفذ قضاؤه
لفقد شرطه وهو التداعی بخصومة شرعية وکان افتاء فیحکم بمذهبه لا غیر کما قدمناه فی القضاء وافاده بقوله تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے
شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اوسکا حکم کردیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین
مین تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ
قضا نہ ٹہہری فتوی دینا ٹہہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا مین ذکر کردیا اور مصنف نے اپنی قول آیندہ
مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیه ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیه ویعمل الحنفی بمقتضی مذهبه لعدم تقدم ما یمنعه من ذلك
لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومة الشرعية التی هی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف
مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضای اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اوس شے کے
جو اوسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی بمخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ
کے جو شرط تہی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول له طلب شهود الاصل مرّ فی القضاء قید بارتیابه فی
حکم الاول فافاد انه اذا لم یرتب فیه لا یتعرض له جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اوسکو جائز ہی اصل کے گواہونکو طلب کرنا یہہ
مسئلہ مذکور ہوگیا کتاب القضا مین مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کردیا کہ جب اسمین اوسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض
نہو قال فی الفواكه البدرية قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیره یعنی اذا تبین وجه فساده بطریقه
فللثانی نقضه فواکہ بدریہ مین کہا کہ فقہا نے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضا اوس قاضی کے کہ

قولہ

منتی نہین یا جاہل ہو کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سی جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اوسکا طریقہ منصوصہ ہے تو دوسرے قاضی کو اوسکا توڑنا
جائز ہے ھ قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کیصورت یہہ ہو کہ وہ مفتی نہین ہو جو چاہتا ہو اوسکا حکم کر دیتا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہہ صورت ہی کہ ثبوت مجرد دکا حکم
کیا اور حالانکہ یہہ بیان اوسمین نہین کہ وہ بالغ ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اسصورتین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی واذا ترتب
بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد لما مر فی اول البیع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد
پر تو منعقد نہو گی یہہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ھ بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جسمین شرط
ہو جو مقتضای بیع نہین اور ترتب کے لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا
فی الطحطاوی خبأ قوما ثم سأل رجلا عن شیء فاقر بہ وھم یرونہ ویسمعون کلامہ وھو لا یراھم جازت شہادتھم علیہ بذلک الاقرار
ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا اوسنے اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکھتے ہین اور اوسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر اونکو
نہین دیکھتا ہو تو اونکی گواہی اوس شخص کے اِس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لا تجوز شہادتھم علیہ لان النغمۃ تشتبہ فیعتبرا

تشبہ النغمۃ

الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابہ ولا مسلک لہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقت
اور اگر لوگون نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکھا تو اونکی گواہی اوسپر جائز نہین ہے اسلئے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہو گا
مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اوس مکان مین سوای اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہین ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اوسکی دروازہ پر
بیٹھے اور اوس کوٹھری کا سوای اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اوس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اُسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو
نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنہ او امرأتہ او غیرھما من اقاربہ حاضر یعلم بہ
ثم ادعی الابن مثلا انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلق فی الکنز والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا
جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہو پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری
ملک ہو نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہو گا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا قطع تزویر
اور قطع حیل فاسدہ کیواسطے ھ یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل
کر کے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہو گا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ اسی قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہو اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہہ مخفی نہین اوسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی
منصرا وقالوا فیمن زوج بنتہ بلا جہاز ان سکوتہ عن طلب الجہاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر
اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بے دون جہیز کے کر دیا کہا ہی کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے عدم جہیز پر
تو اب طلب جہیز کا مالک نہو گا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی
شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہو گا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیہ زرعا
وبناء فحینئذ لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری
نے اوسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہو گا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوین
بخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیۃ من اواخر الفصل
الخامس وغیرھا اور برخلاف اسصورت کے کہ فضولی نے ایکمرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے اخیر مین مذکور ہے اور اوسکی سوا اور کتاب مین بھی ھ سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا

وارادَ تحلیف المدّعیٰ علیہ لیس لہ ذٰلک اتفاقاً للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوٰی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوٰی خلافاً لما نسبہ الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق

کہ بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادّعٰی انہا وقف علیہ او علیٰ مسجد کذا او کنت وقفتہا ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا مین نے اوسکو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہہ اوسکو جائز نہین بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اوسپر گواہ قایم کئے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے یہہ نہ سہی کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین محقق بیان کیا ہے

وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ تبعاً لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ ما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علیٰ ذلک الروایۃ لانہم تصادقوا علیٰ وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ

زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکی مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اوسکی صحت مین ہبہ کیا تو وارثونکا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان مین جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اوس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہے یہہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ ان سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا انتہی۔ باقی کلام قاضی خان کا یہہ ہے کہ یہہ امر حادث ہے اور حوادث مین اصل یہہ ہے کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہون

قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علیٰ خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ

اور ورثہ کے قول معتبر ہونیکو ثابت رکہا ہے تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اوس قول کے جسکا ملتقی الابحر مین کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا

قلت واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہۃ الظاہر ان الورثۃ لو یکن لہم حق بل لہا وہم یدّعونہ لا لانفسہم والزوج منکر فالقول لہ

مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہہ ہے کہ وارثونکا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اوسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثونکا لان القول قول المنکر واللہ اعلم

وکّلہا بطلاقہا لا یملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ

زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے ہم یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہہ وکالت اوسی مجلس پر مقصور ہے برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین اور اوسمین زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً

وکّلتک بکذا علیٰ انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال

ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین تجکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مین نے تجکو معزول کیا پہر تجکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے

فلو قال کلما عزلتک فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما لحینئذ ینعزل

تو اگر یون کہا کہ ہربار مین تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکو معزول کرنے مین یون کہے کہ مین پہرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہربار ہے تو اب وہ معزول ہو جاویگا

فعجّل بدل الصلح شرط ان کان دیناً بدین بان صالح علیٰ دراہم عن دنانیر

اوعن شیٍ آخرَ فی الذمّۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرحپر کہ درمون پر صلح کی دینار دینے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ مین وان لّا یکن دینًا بدینٍ لا یشترط قبضہ لانّ الصّلح اذا وقع علی عینٍ تتعیّن لا یبقی دینًا فی الذمّۃ فجاز الافتراق عنہ
اور اگر صلح دین کی دین سی نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہین اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نرہی تو اوسکا افتراق جائز ہے
یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال المدّعی لا بیّنۃ لی فبرھن
ولو بعد حلف خصمہٖ جواھر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہٖ لیمینہٖ اذا حلفت فانت بریءٌ من المال الّذی علیک وحلف ثمّ برھن علی الحقّ
قبل وقضی لہ بالمال خانیہ مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہین پہر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہوجائیگا میرے اوس مال سے جو تجہپر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پہر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ ہم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہہ ہے کہ ایکنے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہالے ہزار درم مجہپر ہین تو مین ادنکو ادا کردون سو اوسنے قسم
کہائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کئے سو اگر اوسنے شرط مذکور پر ادا کئے تو یہہ باطل ہے ادا کرنے والیکو پہیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شرط باطل مطابق شرع کے
نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہے اوقال الشاھد لا شھادۃ لی فشھد تقبل لامکان التوفیق بالنّسیان ثمّ التّذکّر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پہر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بہولنے سے پہر یاد کرنے سے یعنی یہہ امر ممکن ہی کہ اول گواہی یاد
نہین پڑی تو اوسکی نفی کی پہر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین کما لو قال لیس لی عند فلانٍ شھادۃٌ ثمّ جاء بہٖ فشھد اوقال
لا حجّۃ لی علی فلانٍ ثمّ اتٰی بھا بالحجّۃ فانّھا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حقٌّ ثمّ ادّعی حقًّا لم تسمع للتّناقض چنانچہ اگر ایک شخص نے
کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پہر اوسی شخص کو لایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق کی فلانے شخص پر کچہہ حجت شرعی نہین پہر وہ
حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہی اُس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اوسکی جبکہ بولا کہ
میرا حق نہین پہر اوسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ہم اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہی اوسکا
جواب یون ممکن ہی کہ اِس مسئلہ مین برارت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہوچکی پہر قول ثانی سے عدم برارت ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی للامام الّذی ولاۃ
الخلیفۃ ان یقطع من الاقطاع انسانًا من طریق الجادّۃ ان لم یضرّ بالمارّۃ لانّ للامام ولایۃ ذٰلک فکذا نائبہٗ جس حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہی اوسکو اختیار ہی کہ قطعہ زمین کا معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اوسقدر زمین دینے سے چلنے پہرنیوالونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہی تو اسیطرح اوسکے نائب کو بہی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہی مجرد نہین صادرہ السّلطان ولم یعیّن
بیع مالہٖ فلو عیّنہ فمکرہٌ الّا ان یاخذ الثّمن طوعًا فباع مالہٗ بسبب المصادرۃ صحّ بیعہ لا تخیّرہ لم یکن کالمکرہ لاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکے مال کا بیچنا مقرر نہکیا یعنی یون نہین کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دے سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہی اسواسطے کہ بائع کو
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہہ مسئلہ گذرگیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کردی تو وہ مکرہ ہی یعنے
اوسکی بیع اب صحیح نہین مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اوسکی صحیح ہوگی کالدّائن اذا حبس بالدّین فباع مالہٗ لقضاۃ
صحّ اجماعًا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اوسنے اپنا مال بیچا ادائے دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوّفھا زوجھا
ا[illegible] بالضرب حتّی وھبت مھرھا لم یصحّ ان قدر علی الضّرب لانّھا مکرھۃٌ علیہ زوجہ کو اوسکے زوجہ نے یا اور شخص نے ڈرایا مار سے یہانتک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہی اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر ہم ضرب سے ضرب شدید مراد ہی اسواسطےکہ
ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا وان اکرھھا علی الخلع وقع الطّلاق ولا یسقط المال لانّ طلاق المکرہ واقعٌ ولا یلزم المال بہٖ لما علمنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع
ہوجاتی ہے اور اکراہ اسے مال لازم نہیں ہوتا اوس دلیل سے جو ہمنے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی ہم اسمین نظر ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہین طلاق مین کذا فی الطحطاوی
عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وهبت المهر للزوج لم يصح قالوا وهي الحيلة قلت انما تتم بقبوله فيعلم حيلته الا ان
يقال انه يتمكن المحال من مطالبته برفعه الى من لا يشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا
تو وہ صحیح نہوگا فقیہون نے کہا ہے اور یہ حیلہ ہے مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکی حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول
کریگا اور حالانکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جواب دیا جاوے کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اوسکی نالش کرکے
اوس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا في ملكه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحويله لم يجبر عليه
ومفاده انه يؤمر بالرفق دفعا للاذى ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اوس سے اوسکی ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اوسکے
ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیوجہ سے ہم عدم
جبر کی وجہ یہہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منه لم يضمن لعدم تعديه اذ حفره في ملكه فكان تسببا اور اگر دیوار گرگئی
پانی کی تراوش سے تو کہودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کہودا تو یہہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز
ہوا نہ فاعل اوسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ متسبب وقدم في اخر الاجارة انه لو سقى ارضه سقيا لا تحتمله فتعدى لجاره ضمن اور کتاب الاجارہ کے
آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پونہچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار
زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها زوج نے اپنی زوجہ کے گھر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ
عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے
دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت
بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہے گا زمین کا تو اوسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اوسکی طالب
ہوگی تو حکم ہوگا ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع في البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو
عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اوسکا جائز نہوگا ولو اختلفا في الاذن وعدمه ولا بينة فالقول
للمنكر بيمينه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور اسکے گواہ نہین تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفي ان العمارة لها
او له فالقول له لانه هو المتملك كما افاده شيخنا وتقدم في الغصب اور اگر دونون نے اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان
زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا قال هذه رضيعتي ثم
اعترف بالخطاء وصدقته في خطائه فله ان يتزوجها اذ لم يثبت عليه بان قال فافاد انه لا يثبت الا بالقول كقوله هو حق او صدق او كما
قلت او اشهد عليه بذلك شهودا او في معنى ذلك من الثبات اللفظي الدال على الثبات النفسي ایک مرد نے کہا کہ یہہ عورت میری شیرخوار ہے
یعنی میری زوجہ کا اسنے دودھ پیا ہے پھر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانے کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ
شیرخوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو بطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو یا معنی ہے
ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکورہ ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے عدم ثبات قول
کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اوسکی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کئے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا
مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو واقع نہوتا کذا فی الطحطاوی وهل يكون تكرار اقراره بذلك ثباتا خلاف مبسوط في المبسوط

حاصلہ ان التکرار لا یثبت الا قرار اور شیرخوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہو یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمونکا جو مبسوط مین شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط
یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان من یدہ
لو یضمن لانہ تسبیب اور اگر ایکمرد نے اپنی مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھہ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا
سبب ازیں ہی بھاگنے کی ھ دائن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بھاگجانے سے تو لازم کیطرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیرہ او امسک ھاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چرایا
یا جو شخص اپنی دشمن سے بھاگا تھا اوسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اوسکے دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اوسوجہ
سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ھ یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان
فقال لہ سلطان ادفع الی ھذا المال والا اقطع یدک او اضربک خمسین فدفع لو یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھہ مین
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہہ مال مجکو دیدے اور اگر مجکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھہ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الاخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ
ای بعد ھذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک غصبہ صحت اجازتہ وحینئذ فیبرأ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلونکو بھی لاحق ہوتا ہی بنابر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز
رکہا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے ھ اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین اختلاف
نہین ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظ وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے مغصوب سے
نفع لیا پہر مالک نے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اوسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے ھ
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اوسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجد میتا من ساعتہ لو یحل زیلعی ووجد
الحمار مجروحا میتا لو یوکل لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فھو کالنطیحۃ پہایا جال جنگل مین تاکہ اوس سے گورخر کا شکار کرے اور اوسپر
بسم اللہ کو ذکر کیا پہر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نکہایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہہ ہے کہ اوسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہین تو اوسیجانور کی مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دنکی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیھا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ
والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراھۃ ذلک مکروہ تحریمی ہین بہیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود
اور پہوکنا اور پتہ اور جاری خون اور ناز ابدلیل اوس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزونکو مکروہ تنزیہی
کہا ہی اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان شیا کی اقرب بدلیل ہے وجمعھا بعضھم فی بیت واحد فقال ع فقل ذکر والانثیان مثانۃ + کذاک
دم ثم المرارۃ والغدد + اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہی سو تو کہہ کہ مکروہ ناز اہی اور دونون فوطے
اور پہوکنا اسیطرح خون ہی پہر پتا اور غدود ھ اس بیت مین چھہ چیزین ہین نہ سات وقال غیرہ ع اذا ما ذکیت شاۃ فکلھا + سوی سبع
ففیھن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بہیڑ بکری ذبح کیجاوے تو اوسکو کہا
سوای سات چیزون کے کہ اونکے کہانے مین وبال ہی سو وہ حاء مہملہ ہی پہر خاء معجمہ پہر غین معجمہ اور دال مہملہ پہر دو میم اور ذال معجمہ ھ حاء مہملہ سے

حیا یعنی خجلہ مراد ہی اور خا معجمہ سی خصیہ اور غین سی غدود اور دال سی دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سی ذکر مراد ہی للقاضی
اقراض مال الغائب والطفل واللقطۃ بشرط نقل من القضا و قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہی ان شرطون کے
ساتھ جو کتاب القضا مین مذکور ہو چکین هم شروط مذکورہ یہہ ہین کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض مقدور والا ہووے
بخلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا انشد ملحق متاعہ جاز تصدقہ فان اقرضہ اولی زیلعی برخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانیوالے کے یعنی
باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہین ہے جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگون مین خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہوجاے
تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اوسکو قرض دینا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الزیلعی هم طحطاوی کے نسخہ مین یون عبارت ہی الا اذا انشد ما
متے ساغ تصدقہ فقرضہ اولی دونون عبارتونکا حاصل مطلب ایک ہی قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ
لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکونکو عذاب کریگا تو اوسکی عورت مطلقہ ہی اس قائل کیعورت پر
طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکون مین سی بعضونپر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی وظاہر توجیہہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک
فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبۃ
جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہہ اور تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہی کہ اس بعض غیر معذب سے وہ
لوگ مراد ہین جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ مین شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرحپر کہ اپنی عمر مین مشرک ہو پہر اوسکا خاتمہ بخیر ہوا ہو کلمہ
توحید پہ یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعا مشرک ہین یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہے پہر جب یہہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب
نہین اور یہہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہی صادق نہ آیا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین هم منطق مین ثابت ہی کہ صدق
سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہین رہتا موجبہ کلیہ یہان ان کان اللہ یعذب المشرکین سے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہی یعنی کل
مشرک معذب اطفال مشرکین مین اختلاف ہی علما کا مشہور یہہ ہے کہ وہ بہشت مین داخل ہونگے وقد اوردہ هذا اللغز علی غیر هذا ابن وهبان فقال
وهل قائل لا یدخل النار کافر + ولکنها بالمؤمنین تعمر اور البتہ ابن وهبان اس پہیلی کو اس کے مغائر اور طرحپر لایا ہی وہبانیہ مین
اوسنے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخ مین کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سے معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما
یرون النار یؤمنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعهم قال تعالی فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا ابن وهبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب
یہہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکہینگے اللہ تعالی پر اور اوسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اوسوقت کا ایمان اونکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو کافرون
کو اونکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکہینگے ہمارا عذاب هم تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات اونکی اس ایمان کذائی سے ممکن نہین
تو یہہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر اللہ من هذا التلفظ ولعل البیت معنی آخر هو ان عمارها خزنتها القائمون بامرها
وهم مؤمنون ففی البیت سؤالان اور بیت مذکور کے پہلے مصرع کا ایک مطلب اور بہی ہی وہ یہہ ہی کہ دوزخ کے رہنے والے اور اسکے موکل فرشتے
ہین جو دوزخ کے کام پر قائم اور متعین ہین اور وہ مومن درحقیقت ہین تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت مین دو سوال ہین اگرچہ سوال ثانی مین استدراک مستبعد ہی کذا فی الطحطاوی
قال ابن الشحنۃ وعندی ان هذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یذکر ویسطر ولا یقبل تأویل قائلہ انتہی قلت هذا مع وضوح وجہ
التأویل فیہ فکیف لا قول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اوسکا بولنا جائز نہین اور اسکے لائق نہین ہی کہ
کتاب مین مکتوب اور مسطور ہو اور مناسب نہین کہ اوسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاوی انتہی کلام ابن الشحنہ شارح کہا مین کہتا ہون اور یہہ یعنی بیت کا
سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اوسکی وجہ کے اوسمین کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نرکہا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ مین داخل نہوگا
کیونکر مانا جاویگا سو آگے کتاب کے دیکہنے والے اس سے غافل نہو جیو هم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ بعضون نے یہہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص امام

ابوحنیفہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق میں جو کہتا ہے کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مردار اور خون کھاتا ہوں
اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں
سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انہوں نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہیں
ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض کہتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت
میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر
ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصا اس زمانے میں جسمیں بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی میں
پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی هم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر یقدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زمانہ کے بدعتین اور بیباکون کا
کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من محظور الادب وفضول الکلام فور ما ابث شیخنا قال قد قضی بنقله على نفسه بالانکار وانه ما کان ینبغی
ان یدونه وباللہ التوفیق پھر جب اپنے استاد کو دیکھا فرمانے لگے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی میں نے ایسے
کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہیں هم طحطاوی نے کہا ابن
شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اوس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے صبی حشفته ظاهر بحیث لو رآه انسان ظنه مختونا ولا
جلدة ذکره لا ینبسط یدا الو یترک على حالہ ایک لڑکا ہے جسکی سپاری اسطرح نمود ہے کہ اگر آدمی اوسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہے اور اوس کے
ذکر کی کھال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چھوڑا جاوے هم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہے پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع
کرنے کی حاجت نرہی کشیخ اسلم فال اهل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اوس بوڑھے کی جو مسلمان ہو گیا اور دانشمندون نے کہا کہ یہہ ختنے کی طاقت
نہیں رکھتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاوے ولو ختن ولم تقطع الجلدة کلها ینظر فان قطع الاکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما
دونه لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقة وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیئے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو
ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیئے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی هم ختنہ حقیقی وہ ہے جسمین سب کھال کٹی اور حکمی ختنہ
وہ ہے جسمین نصف سے اکثر کٹی لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة
على ترکه حاربهم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیقه ظاهر اور اصل یہہ ہے کہ ختنہ کرنا مردون کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ
علامات اسلام اور اوسکی مخصوصات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہیں
ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقته غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی
الملتقى اور ختنہ کرنیکا وقت غیر معلوم ہے یعنی کس عمر میں ختنہ کرنا چاہیئے نص قطعی سے ثابت نہیں اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس میں کذا فی
الملتقى هم وجہ اوسکی یہہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر میں اوسکا ختنہ کرنا چاہیئے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہہ قول کافی میں مذکور ہے اور
خزانہ اکمل میں اختیار یا وہ کہا ہے کہ اگر اس سے کمتر عمر ہو تو بہتر ہے اور اوس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضون نے کہا جب تک بالغ نہو ختنہ کرے
اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہے اور قبل بلوغ بچے اوسپر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے
هم وجہ اوسکی یہہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاه اثنا عشرة سنة وقیل العبرة
بطاقته وهو الاشبه اور بعضون نے کہا انتہا مدت ختنہ بارہ برس میں اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل حق
وقال ابو حنیفة لا علم لی بوقته ولم یرد عنهما فیه شیء فلذا اختلف المشائخ فیه اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہیں ختنہ کرنیکے وقت کا اور

صاحبین سے بھی اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسواسطے عالمگیریہ مین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہین ہے بلکہ عورتونکا مردون کے واسطے کریم ہے ھ یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ اوسی لذّت پاتے ہین کذا فی الطحطاوی وقیل سنة اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورتونکا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فقال شعر وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ۔ ثمان وتسع طیبون اکارم ۔ وھم زکریا شیث ادریس یوسف ۔ وحنظلة عیسی وموسی وآدم ونوح شعیب سام لوط وصالح ۔ سلیمان یحیی ہود یس خاتم اور علامہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہے اُن انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین ستر ہ رسول پاک نہایت بندگی والے اور وہ یہہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلوۃ والسلام ھ طحطاوی لکہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحة وغیرہ من المداواة للصلحة اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اوسکے قرحہ کو چیرنا پہاڑنا اور اوسکی سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھ اور اسیطرح لڑکیون کے کان چہیدنا زینت کی منفعت کی واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعة لہا اور جانورونکی فصد کہولنا اور اونکو داغنا اور جس علاج مین کہ اونکی واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وھرة تضر ویذبحہا ای الھرة ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانورونمین اس جانور کا مار ڈالنا جائز ہے جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پونہچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اوسکو نہ مارے اسلیے کہ مارا اوسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اوسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملة وعقرب ولا بأس باحراق حطب فیہا نمل والقاء القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہو کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین اُن لکڑیون کے جلانیکا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے ھ اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور صورت نسیان ہے اور گرسنگی سے اوسکی ناحق تعذیب ہو تو اوسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجازت المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی لانہا من اسباب الجہاد اور مسابقت یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گہوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کر کے جائز ہے جہاد کی ریاضت کیواسطے ھ مسابقت کی شرط یہہ ہے کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گہوڑا وہان تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گہوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہہ معلوم ہو کہ ایک گہوڑا سبقت نکر سکیگا بالضرور تو جائز نہین اسلیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اس صورتمین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اوس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی النہر ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو اب سابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید اور خالد نے گہوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گہوڑا نکلجاوے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گہوڑا آگے بڑھجاوے تو زید مال دے یہہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما بفرس کفء لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم ان سبقہما اخذ منہما وان سبقاه لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ بشرطہ کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اُسوقت حرام نہین ہے جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اُسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ھ صورت ادخال محلل کی یہہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کر جاوے تو ہم دونونکے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجہپر سبقت کر جاوین تو ہم تجھ سے کچھ نہ لین ولیکن جو زید اور خالد مین مال شرط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو اونمین سے بڑھجاوے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کر گئے تو اونکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہہ ہے کہ اوسکا گہوڑا زید اور خالد کے گہوڑونکی برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکہتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو یقینا یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی ولا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجہپر تو سو اشرفی تجہہ سے لونگا اور اگر تو بڑہجاے تو مین
تجہکو نہ دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہین ہوا اسلیے کہ قمار عبارت ہے دونو طرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان دونو طرف اسکا احتمال نہین
بلکہ ایکطرف ہارنا ہے اور دوسریطرف جیتنا تو قمار کی مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنہ اور اگر ایک شخص نے سوارونکی جماعت سے کہا
کہ جو تم مین سے آگے بڑہجاے وہ مجہسے اسقدر مال لے یا دو شخص تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہہ جائز ہے اور مسابقت کی مانند فقہا
مین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہوا اور ایک نے دوسرے سے واسطے مال مقرر ہو ایکجانب سے یا دونو جانب سے بشرط داخل ثالث محلل کے اسلیے کہ علت کیوجہ سے سیکہہ
شامل ہے کیونکہ دونون باہونمین سیکہنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی
غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیئ وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گہوڑے اور اونٹ اور پیدل اور
تیر اندازی کے سوا اور چیز مین چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کر کے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہے اور اسکا
پورا بیان زیلعی مین ہے ہم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہہ بہی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں
جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دیوے تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلادیگا اور حکم قضاء کا اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلی
علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات ملائکہ کے اوروں پر نبولا جاوے مگر
بطریق پیروی کے ہم یعنی یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کہ یون کہنا درست ہے کہ
اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ
حدیث صحیح مین وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ہو الذی یصلی علیکم) وقولہ (وصل علیہم ان
صلوتک سکن لہم) لیکن جمہور علما اسکی مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا اونکے ساتہہ شریک نہونگے اور جو آیت اور
حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ آیا یہہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار مین اور کہا ہے کہ
صحیح قول یہہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ
اللہ کے نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہے کہ یہہ بہترین اقوال ہے اور اسیطرح
صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان ذکرہما الزیلعی
قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے کہ ترحم
کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوۃ کی مانند تعظیم پر دلالت نہین
کرتا ہے واسطے غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بہی ہے اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا
جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے خزانۃ الاکمل مین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسعار
سننے سے واجب ہے تو فقیر غریب مسکین جو بطریقہ کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور
انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے بیچ رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً
قلت لکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونو قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے
ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاے الہی مین نہایت سرگرم تہے اور خوشنودی حق
کیواسطے جانبازی کرتے تہے تو رضی اللہ عنہم کہنے کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کی اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون اونکا ادنی مرتبہ والیکی برابر نہین ہو سکتی
جسکو اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکہے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اون

لکن انکو جنکی نبوت مین اختلاف ہی چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ
للکیدانی اور منسوب ہی کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی انکو نام لینے کیوقت یون کہو صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ قہستانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی
والاخیر التکیب وعن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار ای ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو انکی بعد ہین از قسم علماء اور عباد اور
باقی نیک لوگ ھم تابعین وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکہا اگر صحابہ کرام کو دیکہا چنانچہ امام زین العابدین اور علی رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم
للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اسکا جائز ہی یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور
انکے بعد کے صالحین کیواسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی کرمانی نے ھم ولہذا کتب فقہ مین امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور
ہین وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالرضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کیواسطے
رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ھم منح
اور تجاوز کی اسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز
والمہرجان لا یجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون دنون کے نام
سے حرام ہی ھم نوروز عبارت ہی آفتاب کے آنیسے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ سے مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنون
مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانونکو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی ک. ان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون
یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی الی مشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم ذلک الیوم فقد کفر وحبط عملہ انتہی اور اگر نوروز کی
تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پہر مشرک کو تحفہ
بہیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور اسکا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولو اھدی المسلم
ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بہیجا اور اوس دن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگونکی
عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبھۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکی تحفہ رسانی کرے شبہ رفع کرنیکے واسطے
نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو اسکے پیچھے کرنا چاہئی رفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ
کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اسکے قبل خرید نکی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری
سے ہی تو کافر ہو گیا اور اگر کہانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر [illegible]
[illegible] سے اچہا اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائی ریشمی کے اور سوائی اوس کپڑی کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیۃ
ھم قلانس جمع ہی قلنسوۃ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکہتی ہین کذا فی الجوہرۃ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام
کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وصححہ [illegible] اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر تہ انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکی پہننے کی
حرمت صحیح قول سے ثابت ہی یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال
ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دو نو مونڈہون کے آدہی
پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھک کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر والمزعفر لحدیث
ابن عمر رضی اللہ عنہما قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہ زی الشیطان اور مرد کو مکروہ ہی چنانچہ
باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کی رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل ولباس الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ ولانہ

ترجمت للقرآن

اور مستحب ہی تجمل اور آرائش اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالی کے تو کہہ کسنی حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنی بندون کیو اسطی نکالی
الی اخر الآیۃ ھم مرد کو مستحب ہی کہ احسن لباس پہنی اور امام اعظم اپنی اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھی اور وہ لباس پہنتی تھی جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۃ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الآیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو یہہ پسند کرتا ہو کہ اوسکی نعمت کا اثر اوسپر
نمودار ہوا اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنی جسکی ہزار درم قیمت تہی اور ایکبار نماز پڑہتی تھے اور بدن مبارک پہ یہ کو اتہی جسکی قیمت
چار ہزار درم تہی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہی امام اعظم سے کسی نے پوچہا کیا ایسا نہ تہا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تہی جسپر ایسی اور ایسی پیوند تہی امام نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تہی حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھی سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عامل اسمین اُنکی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کبہی عمدہ لباس اور طعام نملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سی وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود وَلِلشَّابِّ الْعَالِمِ
اَنْ يَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّيْخِ الْجَاهِلِ وَلَوْ قُرَشِيًّا قال اللہ تعالی وَالَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ فالرافع ھو اللہ فمن يضعه يضعه الله في جهنم وهم اولو
على الاصح وَوَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سی ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالی ہی سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوالامر جنکی
اطاعت کا قران مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ھم پوری آیت یون ہے
وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ یعنی جب کہا جاوی کہ اٹہو تو تم اٹہہ کہڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات اونکی جو ایمان لائی تم مین سی اور اونکی جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم اور دانا ہی تفسیر بیضاوی
مین ہی کہ حق تعالی نے عالمون کی بالخصوص درجات بلند کئی کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطی کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اُس عمل کا مقتضی ہی جو مقرون
بمزید رفعت ہی اور اسیوجہ سی عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر جیسی چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قران مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سی اہل علم کو مجلس مین رفعت
اور بلندی دیتی تھی تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسیطرح حضرت کے بعد بہی علما کی تعظیم کرنا چاہیئی ابن عباس نے
کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اوستاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہی برابر وہ یہہ ہے کہ عالم اور اوستاد سی پہلے افتتاح کلام نکری اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکی مقام پر نہ بیٹہے اور اوسکی کلام کو نہ لوٹاوی اور اوسی ذکر کرنے
اور چلنے مین اوسکے آگے نہ بڑہے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سی بہی زیادہ ہی وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کری جس مباح کام کو وہ امر کری منقول
ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سی بہتر ہین
اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سی بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سی منقول ہی فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیئے تو وہ خوش ہوجاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بہی جہالت سی بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیئے تو خفا
ہوجاتا ہی اختضب لاجل التزين للنساء والجواري جائز في الاصح ويكره بالسواد وقيل لا ومر في الحظر ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطی اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئی تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور یہہ
مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ھم ابو یوسف سی مروی ہی کہ جیسی مجکو یہہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میری لئی سنگار کری ویسا ہی پسند آتا ہی اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہہ ہی کہ نہین اور آکوالجیہ مین ہی کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتہہ پانو مین لگانا لائق
نہین کہ یہہ آرائش ہی اور وہ عورتونکو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہین انس نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تہا اونکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت

کا اندر خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کاہی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا
مقام یہہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا بعضونے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہی اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے
سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیونکا مذہب یہہ ہی
کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی یا
سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغیر کرو اور بچو سیاہی سے انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت
غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیونکو حرام نہین کافرونپر رعب ڈالنیکے واسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا یہی محمل ہے قالہ الحموی
کذا فی الطحطاوی م مین نے اپنے اوستاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون
سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح
لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہے کہانا تکیہ لگاکر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار
النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گہر مین سو وہ بہاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بہاگنا
مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی
فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ
وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی سو اگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر کی
ہے تو کچہہ مضائقہ نہین اوسکو نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر
وبا کے شہر مین گیا تو اوسمین مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہی تو وہان نجاوے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہی اور اسی تفصیل پر خروج اور
دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذلک بزازیہ
وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اوسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہے م یہہ قول محمول ہی اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ
من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم
وعللہ بالرفق للجانبین وقد قدمتہ قبل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے
دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا نقد الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر
ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابو سعود افندی مفتی بلاد روم نے اور دعایت
جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہی اور مقرر مین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی م صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید
کی اور دوسرے کے ہاتھ ۳۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پہر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیئے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی ف ۶ مسئلہ ۱۲ شارح کا قاسم آخر الکنز ینبغی لحافظ القران
فی کل اربعین یوما ان یختمہ کذا آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قران کو لائق یہہ ہی کہ ہر چالیس دنمین ایکبار قران مجید کو ختم کرے م

اسواسطی کہ تنبیہ فہم معانی سے منع ہو ... پس قرآن ختم کرنے کا وقت ... کو تعلیم کرتا ہو یا ہو اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا
چھینکنے والی کا جواب دینا دونون درست ہے قول صحیح مین اور جب قاری باواز پڑھی تو افضل یہ ہی کہ چپ رہے اور تو ان سنی اور جب نبی کا نام قرآن مین آوی تو اوسپر صلوٰۃ واجب
نہین آ ... روایت ہی کہ جسنے قرآن کو سال مین دوبار ختم کیا تو اوسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری تمام نکرے بلکہ باپ یا معلم یا عالم کیواسطی تنبیہ مین ہو بہتر یہ ہی
کہ ہر مہینے مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اوسکو واسطی تطہر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حفظ ادا کرنا اور اوس مکان کو تنہا اور شموم سے روشن
کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور مانگی واسطی برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب
یہ ہے کہ تین دن سے کم مدت مین ختم نکری اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اوسکو قرآن سناوی جو اوس سے زیادہ پڑھا جاتا ہی اور بہترین اوقات قرآن کیواسطی
مبارک رمضان ہی اور بازار مین اور سوال کیواسطی اور ناپاک مکانمین قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نرکھی اور مصحف کو رکہ نچھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ بیہودہ
متروک نٹھرے اور اگر آدمی مصحف کو اپنے گھر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہین اور تفسیر قرآن کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف
ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمین پڑھنا ممکن نہین تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر لحد کی قبر کی مانند کہودکر دفن کردے یا اوسکو دہو ڈالے یا ایسی پاک جگہ مین رکھدے جہان
نجاست اور لوگون کے ہاتھ نہ پہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب سنت کی بالا پر رکھنا اور پھینکنا اور یا غیرقوم مین کردیے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا
افضل ہے جیسے راہ بہولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہی کہ میری امت کے گناہ ہے سامنے آئی تو مینے اوس سے زیادہ تر کوئی گناہ ندیکھا کہ مرد آیت یا
سورت سیکھ کر بہولگیا نسیان سے مراد یہ ہی کہ اوسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹکر قرآن پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین لیکن پڑھنے کیوقت اپنے دونون
پاؤن سمیٹ لی اگر کوئی گھر مین قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام مین مشغول ہون تو ترک استماع مین معذور ہین اگر انہون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے
اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہوگیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم +

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہی فرائض کے مسائل مین م فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت مین
بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کو ہی اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطی نام رکھا کہ
سہام مقدر معلوم مبین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون جمع ہوگئی کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ھی علم
باصول من فقہ و حساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ الفرائض علم ہی فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہوجاتا ہی م اور
موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اوسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکی
تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے
استخراج کی تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل ثالث اجماع امت ہی چنانچہ دادی
کی ارث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا اور قیاس کو فرائض مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً و الحقوق
ھنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی لان
الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطی کہ حق متعلق ترکہ میت یا میت کا ہی یا میت پر ہی یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق
بالذمۃ وھو الدین المطلق او لا وھو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کیوقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا
یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بالعین ہی والثالث اما اختیاری وھو الوصیۃ او اضطراری وھو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمین اختیار کو کچھ دخل نہین وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی وسمّی فرائض لان اللہ
تعالیٰ قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکہا گیا اسلیے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر
اور روشن کیا جیسے دنکو روشن کیا اپنے آفتاب سے م میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرادیا اور اوسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی مرسل کو

بتوضیح تبیین کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سی خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہا
سے کہ اونمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اوسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہا بالنص لا غیر
واما غیرہا فبالنص تارۃ وبالقیاس اخریٰ مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سی ثابت ہی اور گاہی قیاس سی ہے م بیان اسکا یہہ ہی کہ علم
یا فقط نص سی ثابت ہو یا نص اور غیر نص دونون سی ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سی ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سی ثابت ہی وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سی مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سی ثابت ہین وقیل لتعلقہا بالموت
وغیرہا بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونیکے فرائض کے موت سی اور غیر فرائض کے حیات سی ہے م یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسانکی
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سی متعلق ہے اور باقی علوم حیات سی اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہا بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سی ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سی ثابت ہے م یعنی جس سی ملک ثابت ہوتی ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسی کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھل ارث الحی من الحی ام من المیت
المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سی ہوتی یا مردہ سی معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہی مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ
م شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کیوقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزء اجزاء حیات مورث سی وقت ہی میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اسحالت مین مالک ہو تو لازم
آوی کہ ایک چیز دو شخصونکی مملوک ہوجاوے وبہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصرا یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوی میت کے اوس ترکہ سے جو
خالی ہی تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھہ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہی اور اجارہ کا گھر م ترکہ لغت مین
بمعنے متروک ہی اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکی عین سی غیر کا حق متعلق نہوگیا ہو تو مال کی قید سی اہل و عیال ترکہ سی خارج ہوگئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سی چنانچہ رہن وغیرہ
رہن کیصورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلا باغ گرو رکھا پہر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہی اور راہن نے سوای باغ کے کوئی مال نہین چہوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہی راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سی متعلق ہوگیا سو اگر اداے دین کے بعد کچہہ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہی کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچہہ مال نہین سواے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہی مولی سی ہان اگر دیت دیکر کچہہ باقی رہی تو اس سی مولے کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہی کہ اوسپر لوگون کے دین ہین مالک کی
زندگی مین پہر مالک مرگیا اور اوسکا کچہہ مال نہین سواے اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کیصورت یہہ ہی کہ مثلا غلام بیچا زید کے ہاتہہ ثمن
معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنی پاس اور مشتری کا کچہہ مال نہین سواے اوس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سی اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہی کہ صاحب خانہ نے گہر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پہر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ
فسخ ہوگیا اور زید مستاجر کی کچہہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سواے اوس گہر کے کچہہ اور ترکہ نہین چہوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہین ہوئی تکفین پر مگر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے
مال کے ساتھہ مال کے ترکہ ہوجانے سی پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئی تہی بتجہیزہ بعد التکفین
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سی ابتدا کیجاوی میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکی جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تہا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہی م ضوء السراج مین ہی کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح سے

شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین اور عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ
تو یہہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑے سے زیادہ کیا تو یہہ اسراف ہی اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہہ تنگی ہی اور قیمت کے
اعتبار سے اگر مرد زندگی مین عید وغیرہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح
کی عبارت مین لفظ او بمعنی واؤ کے ہے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ اداے دین مین قصور نہوتا ہو
تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون پہونچنے سے ضرر ہوتا ہو اداے دین مین تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہین جدید ہون یا مغسول اور عورت کے
اسیطرح تین کپڑے ہین کذا فی الطحطاوی ولو هلک کفنه فلو قبل تفسخه کفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے
سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار ؏ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر مین تو وارثون پر اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر پڑی ہے تو اول بار کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست
وارہا اور درست نرہا ہو تو اوسکی ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چرایا گیا ہو اداے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر
وارثون مین ترکہ قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکی میراث کے اور اس سے کفن دیا جاویگا اسیطرح
ہر بار ہوگا تا بقدر مال میراث کذا فی الطحطاوی وکفن من کل ماله اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونه التی لها
مطالب من جهة العباد پھر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ؏ جہت عباد کی قید سے
وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہی چنانچہ زکوة کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحة علی دین المرض ان جهل سببه اور
صحت کا دین مقدم ہی مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ؏ صحت کا دین وہ ہی جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اوسکا
اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہی جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کیحالت مین یا جو مرض کی مانند ہی چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے
والا فیتساویان کما بسطه السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونو حالتون کا دین برابر ہی چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح
بیان کیا ہی ؏ معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہی کہ مدیون نے اپنے مرض مین اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھ خرید کیا
تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہہ دین فی الحقیقة صحت کا دین ہی اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی
برابر ہو گیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی و وسط و ضعیف - قوی وہ ہی جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہی چنانچہ
حقوق متعلقہ بعین ترکہ کالرہن اور وسط وہ ہی جو گواہون سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض مین معائنہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہی جو مرض کے اقرار سے ثابت
ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہی تو اوسمین وارثون کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہی یا برابر ہی اور
اگر ترکہ زیادہ ہی تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہہ ہی کہ تا بقدر دین تصرف نافذ ہی اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہی کہ تصرف نافذ نہین علے
قیاس المرہون شرح ملتقی مین ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہی نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اسمین مالک اوسکے نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا
واما دین الله فان اوصی به وجب تنفیذه من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوة سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت
کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہی اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین ؏ دین خدا چنانچہ زکوة اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر
میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضون کے
نزدیک نمازین میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہی اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہی تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ انحطاط
مرتبہ ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجایش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل کی
بندہ نوازی سے اور یہہ تو وصیت اور تبرع وہ دونو مثال ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہہ ہی کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے تھے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع خدا کا بدل ہے برخلاف زکوۃ کے اسواسطے کہ اسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پہر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجاوے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے ھ وصیت مطلقہ عبارت ہے کل یا بعض مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے
جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی
وصیت کرے اسطرح کہ مثلا تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ھ وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ قوم تجہیز اور ادای دیون کے بالشرط وجوب
ایک کو جبکہ دوسرا امر نیا یا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نبائی گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اوسکو کھالیا اور وہ کسیکا مدیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے
ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال بغیر قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اوسقدر کو
جدا کر کے مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی
مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے کہ وصیت مظنہ تفریط کا ہے ھ یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا بمظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور
اسلیکہ وصیت [illegible] اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہین تو ادا کرنے مین احتمال تہا تفریط
کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادای وصیت کی ترغیب کیواسطے ثم رابعا
یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پہر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاے میت کے وارثون مین
ھ صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پہر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پہر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ پائی جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہے سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اُس شخص کے جسسے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو و باینمعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فناء خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین ہے اسلیے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ممن ای الذین ثبت ارثھم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے ھ کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ اونکو دو ھ جدہ
کی ارث سنت سے ثابت ہے اسیطرح سگی بہنونکی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع کجعل
الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹھہرانا

ھ اجماع امت سے مراد اتفاق رای مجتہدین امت محمدی سے حکم شرعی پر جس زمانہ مین کہ واقع ہوا ور مراد انسے اہل حل و عقد ہین اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہین اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وَیَنبغی اَن لا یَرِثَ وَلَو لِمُصحَفٍ بہ یُفتیٰ وَقِیلَ لا یُورَثُ وَاِنَّمَا ھُوَ لِلقَارِیِّ مِن وَلَدَیہِ صَیرفیۃ اَحَدُ ثَلٰثَۃٍ بِرَحِمٍ وَنِکَاحٍ صَحِیحٍ فَلا تَوَارُثَ بِفَاسِدٍ وَلا بَاطِلٍ اِجمَاعًا وَوَلَاءٍ اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہی منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولاسے خواہ ولا رعتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز مین ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مصحف مین میراث جاری نہین مصحف تو میت کے دو فرزندون مین سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث مین تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہین ھ نکاح فاسد وہ جسمین شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو اور نکاح باطل جیسا کہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثون کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونون سے متعلق ہی مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہین پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثونکو دے مگر اونکی رضامندی سے یہہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہی نہ عین ترکہ سے اسواسطے وارثونکو جائز ہی کہ اپنے مال سے دین ادا کرین اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لین کذا فی الطحطاوی وَالمُستَحِقُّونَ لِلتَّرِکَۃِ عَشَرَۃُ اَصنَافٍ مُرَتَّبَۃٍ کَمَا اَفَادَہُ بِقَولِہٖ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہین علے الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول مین اوسکو بیان کیا ہے فَیُبدَأُ بِذَوِی الفُرُوضِ اَی السِّھَامِ المُقَدَّرَۃِ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہین ھ سہام مقدرہ یعنے جو حصے کہ معین اور مصرح ہین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہہ ہین نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدہا اور چوتہائی اور آٹھوان اور دو تہائیان اور تہائی اور چھٹا حصہ وَھُم اِثنَا عَشَرَ عَشَرَۃٌ مِنَ النَّسَبِ ثَلٰثَۃٌ مِنَ الرِّجَالِ وَسَبعَۃٌ مِنَ النِّسَاءِ وَاِثنَانِ مِنَ السَّبَبِ وَھُمَا الزَّوجَانِ اور تمام اہل فروض بارہ ہین جس نسب کی راہ سے جنمین تین مرد نہین سے ہین اور سات عورتونسی اور دو سبب کی راہ سے یعنی زوجہ اور زوج ہین ھ تین مردون سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بہائی اور سات عورتون سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور مان اور دادی ہیہ وارث نسبی ہین اور زوجین وارث سببی ہین ثُمَّ بِالعَصَبَاتِ اَلِ الجِنسِ فَیَستَوِی فِیہِ الوَاحِدُ وَالجَمعُ وَجَمَعَہٗ لِلاِزدِوَاجِ النَّسَبِیَّۃِ لِاَنَّھَا اَقوٰی پہر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہین عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہی تو اوسمین واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ھ عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنے معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ سے ہی اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثُمَّ بِالمُعتِقِ وَلَو اُنثٰی وَھُوَ العَصَبَۃُ السَّبَبِیَّۃُ پہر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہوا اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی ثُمَّ عَصَبَتُہُ الذُّکُورُ لِاَنَّہٗ لَیسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الوَلَاءِ اِلَّا مَا اَعتَقنَ پہر آزاد کرنیوالیکے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالیکی عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتون کو ولاسے کچھہ حق نہین سوا اوسکی ولا کے جسکو اونہون نے خود آزاد کیا یعنے اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی اور اگر اوسکے باپ یا بہائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی مین ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اوسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھہ حق نہین انتہے ثُمَّ الرَّدُّ عَلٰی ذَوِی الفُرُوضِ النَّسَبِیَّۃِ بِقَدرِ حُقُوقِھِم پہر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہین تو باقی مال پہیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر اونکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت اونکی حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ھ اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئی اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اونکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الصنادی نے کہا کہ اس زمانے مین ردّ علی الزوجین پر فتوی ہی بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ مین ہی کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال مین نہ رکہا جاے بلکہ اونہین کو یعنی زوجین کو پہیر دیا جاے کیونکہ وہ اقرب ہین میت کیطرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصون کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ عجم زادہ مین قنیہ سے ہے کہ بنات معتق کے اور اوسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ہمارے زمانہ مین جبکہ معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے زمانے مین

زوجین پر رد و میراث ہوگا اور اوسنے مرماد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہے انتہی پہر عجم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی ہے ہمارے زمانے مین بیت المال نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تہا اور اگر سلطان قاضی کو مال ذکور دیا جاے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض سید میں بہی اسیطرح رد کا مسئلہ زوجین مین تعلیل مذکور مسطور ہے اور روم الشرزم مین قنیہ سے مذکور ہے کہ اگر عورت اپنا زوج چہوڑکر مری سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحاوی ملخصا **ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ** پہر ذوی الارحام ہم یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد بہی نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہے اوسیطرح اہل فرض کے باقی سے مال سے اونکو دیا جاتا ہے قالہ الاکمل اور ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف سے قرابت دار ہون یا اوسکے باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب مین جنے الاثم کو کہتے ہین کذا فی الطحاوی **ثُمَّ بَعْدَهُمْ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ كَمَا عُرِفَ فِي كِتَابِ الْوَلَاءِ** پہر بعد اصناف مذکورین کے مولای موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولای موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت مین بمعنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع مین یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولے یعنی دوست ہے میرے مرنے کے بعد تو میرے مال کا وارث ہوگا جبکہ مین مرجاؤن اور میری طرف سے خونبہا دیگا اگر مین کسیکو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولا کی صحیح ہوگئی اور قایل اس کلام کا اوسکا مولے ہوا وہی اسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونو طرف سے شرط واقع ہوئی تو بہی درست ہے ابن کمال نے کہا شرائط ولا یہہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی سے ہو اور عقد ولا کے وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولای موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اوسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہے اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ملخصا **وَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ** ذکرہ السید اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولای موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولای موالاۃ مروی ہے حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا اسکے ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور اسپر دلیل ہے قولہ تعالی **وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ** یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوہم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت مین فآتوہم نصیبہم اوس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد منعقد بالیمین ہے بنابر عادت کے اسطرح کہ ہر واحد متعاقدین سے دوسریکا ہاتہہ پکڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے اور میرے ہاتہہ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بہائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اوسکی زندگی اور موت مین انتہے یعنی زندگی مین اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اوسکی میراث لے کذا فی الطحاوی ملخصا من ضوء السراج وشرح الاکمل **ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ بِنَسَبٍ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَثْبُتْ** پہر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بہائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بہائی کہا تو زید کا باپ اوسکا بہی باپ ٹہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بہائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح ہے کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مرجاے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرتا کہ یہہ میرا بہائی ہے یا چچا ہے اور مانند اسکی انتہے **فَلَوْ ثَبَتَ بِأَنْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ عَلَيْهِ أَوْ أَقَرَّ بِمِثْلِ إِقْرَارِهِ أَوْ شَهِدَ رَجُلٌ آخَرُ ثَبَتَ نَسَبُهُ حَقِيقَةً وَزَاحَمَ الْوَرَثَةَ وَإِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ**

تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسری اکبر دو نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا
نسب حقیقۃً ثابت ہوجاویگا اور مقر لہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہوجاوے ھ مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً
زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور زید کا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد یون
کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے
لیکن مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل
رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی
تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہے سراجیہ
کی شرح مین ھ طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ
کیطرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ
تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے ۔ مقر لہ کی انتہے ملخصاً ثم بعدھم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے
تہائی مال سے زیادہ وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ھ اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہہ جائز ہے برخلاف اسکے
کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی
پھر جبکہ ایک بھی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے موصی معین کر دیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ
بخلاف للموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ مگر اسیوجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرحکی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ
کے کہ اوسمین قرابت کا کچھہ احتمال نہین ھ یعنی حال مقر لہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہوا اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ
اسی اقرار پر مصر مرگیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا
ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے ارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ھ روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضیٰ
سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین خوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دوسو درم ہے اور ایک روایت مین دوسو دینار ہے اگر
وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال علاج بیمارون کا اور اکفان موتی اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب اور
پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ومواًنعہ علی ما ھنا اربعۃ اور موانع ارث کے بنابر اسمقام کے چار ہین ھ جب اسباب ارث کے مذکور ہوچکے تو اب موانع ارث
کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھہ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضائے سبب نہوسکے
ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکی اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولا کی
خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہہ ہے کہ شخص باقی شخص فانی کی مانند ہوجاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے اسکی
مدت کے داخل ہوجاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہوگیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہو وہ نسب اور نکاح اور ولا
جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا
مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ
کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ھو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من
الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اوسکا
مال اوسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث

فيما الرقيق معرفتكليه صورتها مستامن جني عليه فلحق بدار الحرب فاسترق وملك رقيقا بسراية ملك الجناية فدية لورثته ولم اره لائمتنا فحرره اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ ذکر کیا ہی جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہی باوجودیکہ وہ غلام کبہی بہی آزاد نہین ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دارالاسلام مین جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پہر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پہر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور غلامی کیحالت مین اوسی زخم کی سرایت سی مرگیا تو اسکا خونبہا اوسکے وارثون کا ہی اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام مین نہین دیکہا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے والقتل الموجب للقود او الكفارة وان سقطا بحرمة الابوة على ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہوجاتا ہی چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہوچکا ہے قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہی تو معلوم ہوا کہ جس قتل سی قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کہود دیا یا پتہر رکہا اور اوسکا مورث اوسمین گرکے مرگیا تو کنوان کہودنیوالا اور پتہر کا رکہنے والا اوسکی میراث سی محروم نہوگا وعند الشافعي لا يرث القاتل مطلقا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثه المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سی پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ھ قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سی محروم رہے واختلاف الملتين اسلاما وكفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہی دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ھ یعنی اگر وارث مسلمان ہی اور مورث کافر یا عکس اسکا تو ایک دوسریکا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہی وقال احمد ان اسلم الكافر قبل قسمة التركة ورث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونیسے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فيورث عندنا خلافا للشافعي رحمه الله اور مرتد کے مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ھ میراث جاری ہی مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سی مستند ہی حالت اسلام کیطرف سے کیونکہ ارتداد سی وہ ہالک ٹہرگیا کہ مقصود زندگی سی ایمان تہا سو اوس سی فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کی مانند ہی بدلیل قولہ تعالے او من كان ميتا فاحييناه یعنی جو کافر تہا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بہی مرتد سے ہنوز بسبب عنایت اور تذکیر اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہوجاوے اور قطع اوسکے قتل یا موت یا قضاء باللحاق سے ہے پہر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹہریگا ارتداد کے وقت سی تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہی مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہی اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کمائی کا مال بیت المال مین رکہا جاویگا کذا فی اللطائف وہی ملخصا قلت وذكر الشافعية مسئلة يورث فيها الكافر صورتها كافر مات عن زوجته حاملا ووقفنا ميراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم اره صريحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہی جسمین کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چہوڑکر اور ہمنے حمل کی میراث اوٹہا رکہی سو اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پہر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہہ مسئلہ اپنے علما کے کلام مین صریحا نہین دیکہا ھ اسلام مین لڑکا اپنی مان کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا خلافا للشافعي اور چوتہا مانع ارث کا اختلاف دارین ہی یعنی دو ملکون کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے ھ اختلاف دار ہوتا ہی لشکر اور سلطنت کے اختلاف سی اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہوجاتی ہی یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریہ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دارالاسلام مین اور ثانی یہہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانیپر طیار ہے ساتہہ اوس ذمی کے جو دارالاسلام مین ہی یا دو کافر حربی دو ملک کے دارالاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتہہ دار الحرب مین اور تیسرا یہہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دارالاسلام مین ساتہہ اوس حربی کے جو دار الحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دو نو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اوسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا حکمی اور امام شافعی کے نزدیک اسکا اعتبار نہیں تو ذمی اور مستامن مین اونکے نزدیک توارث ہی اور قسم ثالث مین توارث نہین اسیواسطے [illegible]
صفت حکمی کی قید لگائی اختلاف دار کا حقیقۃً ہو چنانچہ حربی یا ذمی ہو ہم یعنی حربی مرگیا دار الحرب مین اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام مین تو
ذمی اوس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام مین مرگیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہے تو یہہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ
عن الکافی او حکماً کمستامن وذمی وکحربیین من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو
چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام مین یا چنانچہ دو حربی دو ملکون مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اونکے ہم اہل
کفر بستین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکونمین ہین تو یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہہ من قبیل اختلاف دارین کے ہی حقیقۃً تو اختلاف حکمی
کی مثال مین اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام مین بطریق استیمان آئے ہین تو وہ ایک ملک مین ہین حقیقۃً اور دو ملک
مختلف مین ہین حکماً تو بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای تحربیین کے کستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دارین سے اسطرح ہی کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے خون کو
حلال جانتا ہی اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہی تو اسمین اس کلام کیطرف اشارہ ہی کہ جب دو ملکون کے بادشاہونمین عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو
دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار
مانع میراث کا نہین ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق مین متحقق ہوتا ہی نہ مسلمین کے حق مین اسواسطے کہ اہل بغی اور
اہل عدل باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علحدہ ہو اور اہل عدل کا علحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہی تو اسلام کا حکم انسبکو
شامل ہی تو انمین تباین نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہین بلکہ دار قہر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق
ہوتا ہی انتہی اور درر وغرر کی شرح مین کہا کہ مسلمین مین اختلاف معتبر نہین اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد
اسلام مین وہ ایک ہی دار ہی شارع کی نظر مین چنانچہ کافر کا دین باوجودیکہ نفس الامر مین کثرت سے ہین ایک دین ہی شارع کی نظر مین کذا فی الطحطاوی
قلت ویبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجی مین کہتا ہون اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہ جا
تین مین مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا
ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو انمین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہین اسواسطے کہ
اصطلاح مین مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے تو وہ مانع مین داخل نہین تو جسنے اسکا نام مانع
رکھتے تو مانع کہا اوسنے غلطی کی انتہی مختصراً ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل اوردہا فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا
وماتت ولا یدری ولدہا فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہی وارث کا اور یہہ جہالت پانچ مسئلونمین یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی مین از انجملہ
یہہ مسئلہ ہی کہ دایہ نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکونمین سے اوسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکو
مین سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما نادر فی المنیۃ
الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور وہ دونو لڑکے بالغ ہون تو
وہ دونو مسلمان ہین اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی منیہ مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی مگر یہہ کہ دونون لڑکے آپسمین صلح کرلین تو اونکو میراث لینا
جائز ہے آپسمین نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ہم دونو کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی اور صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمین
کسی ایک کی ہی لیکن اوسکی تمیز نہین مگر عدم تعین مانع ہی پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا
مستحق کیجانب سے ثم بالسبب ذوی الفروض مقدماً الزوجۃ لانہا اصل الولادۃ لانہا تتولد الاولاد پھر بعد موانع ارث کے ذوی الفروض
کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولادت ہی کہ اوسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مسمی

تولدٍ او ولدِ ابنٍ وانِ سفل سو کہا مصنف نے تو مفروض ادمیین سے ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پروتا سروتا ہم ولد او ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سی ہو یا اور عورت سی بہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہی اولاد کے ساتھ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھوان حصہ آپسمین برابر بانٹ لین گی بسبب عدم اولویت کیونکہ یہی کذا فی المحلاوی والربع لها عند عدمهما
فللزوجات حالتان الربع بلا ولدٍ والثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہی جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فالثلث کما لو ادعی رجلان نکاح میتة وبرهنا ولم تکن فی بیت واحد منهم ولا دخل بها فانهم
یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویة مع احدهما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردون نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت اُن مدعیون سی کسیکے گھر مین نتھی
اور نہ کسی مدعی نے اُس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپسمین بانٹ لین گی برابر عدم اولویت کیوجہ سی ہم اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کرین
اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اُس مدعیکی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور اوسنے
قربت بھی نکی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس وپیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہو کذا فی المحلاوی والنصف له عند عدمهما فللزوج حالتان النصف
والربع اور زوج کا حصہ نصف ہی جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض
المطلق وهو السدس وذلك مع ولدٍ او ولد ابنٍ اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سی اور وہ چھٹا حصہ ہی ولد کے ساتھ یا
ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمهما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہی یعنی خالی فرض سی دونون کے نہونے کیوقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ الجد کالاب الا فی ثلث عشرة مسئلة خمس فی الفرائض وباقیها فی غیرها مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کی مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے
یہہ ہین پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ دادی باپکے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہی ۲ یہہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجای باپکے دادا ہو تو ماں اوسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہہ کہ بنی
اعیان[ف] اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپکے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتی ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہہ
کہ آزاد کرنیوالیکا باپ اوسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہی ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھہ
نملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵ یہہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالیکا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہی اور صاحبین
نے کہا کہ دونوں مشترک ہین اور اگر دادا کی بجای باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلونکی یہہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت
کی اقربای زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲ یہہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی ولد کی ولا کو اپنی موالی کیطرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہی اپنے
باپکے اسلام سی نہ دادا کے اسلام سی ۵ یہہ کہ اگر زید مرگیا اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپکو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہی تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونوں شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجای
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہہ کہ جب صغیر کا باپ مرگیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کے ہونے سی اوسکی یتیمی زائل نہین ہوتی ۸ یہہ کہ
اگر میت مرگیا اور اوسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

[ف] بنی اعیان یعنی سگے بہائی بہن اور بنی علات یعنی سوتیلے بہائی بہن جنکی مائین جدا جدا اور باپ ایک ہو ۱۲

مان پر ہے اور دو تہائیان دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواھرہ
آخرہ من الفصولین ضمن الاب مہر صبیہ فادی نرجع لو شرط والا لا ولو ولیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ او ولیا غیرہ
یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنی حاشیہ اشباہ مین جسکا زواہر الجواہر نام ہی اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہی فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہہ ہی کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پہر مہر اوسکا اداکیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے مجرا لے
اگر اوسنے اداکیوقت رجوع کرنا شرط کرلیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپکے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے
مہر اداکیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہے یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقا رجوع کریگا بر خلاف باپکے و للام ثلثۃ احوال السدس مع احدھما او مع اثنین من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدا
من ای جھۃ کانا ولو مختلطین اور مان کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹی یا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ھ اگر ایک شخص مرگیا مان اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی مان کا حصہ
سدس ہے قال اللہ تعالے ﴿ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد﴾ اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونونکو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہے اور اسپر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے توریث اُم مین اور اسیطرح مان کا حصہ میت کے دو بہائیون کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہے خواہ بہائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنی ایک بہائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری والثلث عند عدمھم اور مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہون یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بہائی اور دو بہن وثلث
الباقی مع الاب واحد الزوجین اور مان کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ ھ یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایک عورت زوج کو اور مان باپ کو چھوڑکر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ما کا اور باقی دو
سہم باپکے دوسری صورت یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا مان باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتہائی اور باقی مال کی تہائی
مان کی یعنی تین سہم اور باقی چہہ سہم باپکے ہر چند ماتن نے ان دونو حالتونکو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایکجگہ
متصل ذکر کرنا بہتر تہا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجای باپکے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مان کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہے والسدس للجدۃ مطلقا کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ مین اپنے نواسی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدا ای ثنتین فصاعدا اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ
من ذوی الارحام کما سیجئ متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی تحجب البعدی مطلقا کما سیجئ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے ہے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ اوسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ قریبہ حاجبہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ھ اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک مان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسی
طرح اوسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی نسبت الی المیت مین ایک نانا
دو ناؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ناؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ ناتا رکہتا ہو بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی مان کا باپ تو نانا کی مان جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہوا اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی مان کی مان صدیق اکبر کے پاس آئی اور

بولی کہ میرے نانی کا حصہ مجکو دیجئے صدیق نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھہ نہین سُنا ولیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پہر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پہر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی مان آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجئے تو صدیق نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھہ حصہ نہین پاتا ولیکن مجکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصاً والسُّدُسُ لِبِنْتِ الابْنِ فَاكْثَرَ مَعَ الْبِنْتِ الْوَاحِدَةِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ہم جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگونکو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ جیسا کہ جدہ یا بعضی صورتین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھہ حالات ہین تین حال تو بیٹیون کی مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہے تو بھائی اونکو عصبہ کر دے گا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیونکو مخصوص ہین از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تو اونکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہوا ہمین سے اور تیسرا حال یہہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیان ساقط ہو جاتی ہین اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پہر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جائے کذا فی الطحطاوی وَالسُّدُسُ لِلْاُخْتِ لِاَبٍ فَاكْثَرَ مَعَ الْاُخْتِ الْوَاحِدَةِ لِاَبَوَيْنِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنے کیواسطے ہم یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیئے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال ہین اور بھی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَاتٍ پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو جاتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اوسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو اونکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی وَالسُّدُسُ لِلْوَاحِدِ مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ وَالثُّلُثُ لِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ ذَكَرُهُمْ كَاُنْثَاهُمْ اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے مان کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے مان کی اولاد سے مرد اونکی عورتونکی برابر ہین حصے مین ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی مان ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پہر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونیسے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق یہہ اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہے خواہ جدہ کیوجہہ سے انتہے وَالثُّلُثُ لِلْاُمِّ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَهَا مَعَهُ السُّدُسُ مِمَّنْ مَرَّ اور تہائی مان کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ مان کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ اوسکے نہونگی تب مان کو تہائی ملیگی وَلَهَا ثُلُثُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ كَمَا قَدَّمْنَا اور مان کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وَذٰلِكَ فِي زَوْجٍ وَاَبَوَيْنِ اَوْ زَوْجَةٍ وَاَبَوَيْنِ فَلَهَا حِينَئِذٍ الرُّبُعُ اور یہہ یعنی تہائی مان کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت ان کیواسطے جو تہائی ہے ہم

ام کا لفظ بیان زیادہ کرنا اور اشتباہ مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ
نہیں کیا ثلث مابقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مرگیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اوسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی
یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او ترثیہ وآبوک
ام فلها حينئذٍ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوجہ اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کیواسطے سدس ہے م یہہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور
ہوچکی کہ اگر زوجہ مرگئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھہ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم ہے
تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہان اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اوسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول
آیندہ میں دیا وسمي ثلثا تادبا مع قوله تعالى وورثه ابواه فلامه الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس
قول کے ساتھہ (وورثه ابواه فلامه الثلث) یعنی اگر میت کا ولد نہو اور اوسکے والدین اوسکے وارث ہون تو اوسکی ماں کیواسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے بیان
ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہوچکے اور ماں کا حصہ معین کردیا تو معلوم ہوگیا کہ باقی مال باپ کا ہے علاوہ اسکے لائق یون ہے کہ ماں کا حصہ جب کہ
والدین کے ساتھہ احدالزوجین ہون ثلث الباقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمین تفضیل انثی کی اوس ذکر پر لازم آتی ہے جو
اوسکی برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لكل اثنين فصاعدا ممن فرضه النصف
وهو خمسة البنت وبنت الابن والاخت لاب وام والاخت لاب الا الزوج لانه لا يتعدد اور ثلثین یعنی دو تہائیان اون دو شخصوں یا زیادہ
لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور نہ زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اوسمین تعداد اور کثرت نہین
م یعنی زوج کے حق مین دو تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کی حالتین نصف کے وارث ہوتے ہین فائدہ جلیلہ
معلوم کرنا چاہیئے کہ فروض مقدرہ کلام مجید مین چھہ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا
فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولدالابن
ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولدالابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولدالابن ہو اور ثلثین چار صناف کا فرض ہے
دو صلبی بیٹیون کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور
ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولدالابن نہو اور دو بہنین اور دو بھائی ہون نہ دو بہنین اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس
سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولدالابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولدالابن ہو یا دو بھائی ہون یا
دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدہ بشرط اکیوقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھہ تکملة للثلثين اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھہ
تكملة للثلثين اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریہ عن خزانة المفتین

فصل في العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل مین م عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت مین عبارت ہے محیط الرشی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی مین موجود ہین کیونکہ
عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه
وعصبة بغيره وعصبة مع غيره عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ م شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ
سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہوچکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم مین اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے
ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص اخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت مین یہہ غیر بھی اوسکا
شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اوسکے ساتھہ شریک نہین ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے اما العصبة بنفسه وهو كل ذكر لا تدخل في نسبته
الى الميت انثى فان دخلت لم يكن عصبة كولد الام فانه ذو فرض وكاب الام و

ابنِ البنتِ فانّ ھما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہرایک مرد ہے جسکے رشتہ مین میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پہر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ ماد ری بہائی کہ وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ مان کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور ناتی اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما ابقتہ الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ اہل فروض ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تہا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کیحالت مین تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے ھم یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح انفعار مین سے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہہ اعتراض وارد نہوکہ صاحب فرض بہی سب مال لیتا ہے جبکہ اوسکے ساتہہ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنیکے تو ایک جہت سے اوسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصباتُ بانفسہم اربعۃ اصناف جزء المیتِ ثم اصلُہ ثم جزءُ ابیہِ ثم جزءُ جدّہِ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جز پہر میت کی اصل پہر میت کے باپ کا جز پہر میت کے دادا کا جز ھم میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بہائی اور بہتیجا اور میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پہر اوسکے بعد اوس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اِس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیتِ کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پہر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پوتے کا پوتا ھم اکمانے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قران مجید مین موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا اِسکا یہہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اوسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرانی سے بمقدار حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال مین اوسکی خواہش دلی کو باقی رکہا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلُہ الاب سدس پہر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکونُ مع البنت فالکل عصبۃ وذا سہو کما مر اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتہہ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان مین ھم طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا کہ مصنف اِس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتہہ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجدّ الصحیحُ وھو ابُ الابِ وان علا پہر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا اسکر دادا اسی نحو ذلک واما ابُ الامِ ففاسدٌ من ذوی الارحامِ اور مان کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزءُ ابیہِ الاخُ لابوینِ ثم لابٍ پہر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنی سگا بہائی میت کا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا بہائی مقدم ہے بہتیجون پر ثم ابنُہ لابوینِ ثم لابٍ وان سفل پہر بہائی کے بعد سگے بہائی کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے بہائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بہتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیرُ الاخوۃِ عن الجدِّ وان علا قولُ ابی حنیفۃ وھو المختارُ للفتوی خلافاً لھما والشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بہائیون کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے یعنی بہائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزءُ جدّہ العمُّ لابوینِ ثم لابٍ پہر بہائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنُہ لابوینِ ثم لابٍ وان سفل پہر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا ہے ثم
ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپکے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپکے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد
پھر بنے اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریہ عن المبسوط ھ اور اگر ایکدرجے عصبات
کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک
چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا
اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد الترجیح
یقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بابوین واب کامر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت
تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اونمیں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا
ترجیح و یکجائی ہے قرابت کے قوی ہونے کیوجہ سے سو عصبات میں سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ھ درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب
ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا
اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہو سکتا ہے کہ اُسکا بھائی العصبہ بنفسہ ہے تو اُسکی ذیل میں بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کردیا
کذا فی الطحطاوی ملخصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھ یہہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی
الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلے اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والیکی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلے یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ھ برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو
طرح سے قرابت رکھتا ہے باپکی طرف سے بھی اور ماں کیطرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کیطرف سے یا ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگی بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہا
البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی
ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ھ بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید
دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلے ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسیطرح بنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات
لابوین اولاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کی ہونے سے ھ اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائیوں کی ہونے سے

حق تعالے کے کلام سے ثابت ہو وَاِن کَانُوْا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَھُنَّ اربعٌ ذواتُ النصفِ والثلثینِ یَصِرْنَ عصبۃً
بِاِخْوَتِھِنَّ تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین نصف اور ثلثین کے حصے والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بہائیون کے ہونیسے ھ اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور
اوسکا بہائی عصبہ ہو تو وہ اپنی بھائی کے ہونیسے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچہہ نہ ملیگا اور یہی حال ہے
ابن العم کا بنت العم کے ساتھہ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی ولو حکمًا کابنِ ابنٍ یُعَصِّبُ مَن مِّثْلَہٗ اَوْ فَوْقَہٗ اگرچہ بہنونکا
بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ سب سے نچلے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچے درجہ والی ہو ھ
عصبہ بغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہی جو برادر حقیقی اور حکمی دونونکو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہی بنت صلبی اپنی بھائی کے ساتھہ اور سگی بہن اپنے
بھائی کے ساتھہ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھہ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہی تو پوتا اپنی بہنونکو عصبہ کر دیتا ہی اور چچیری بہنو نکو جو درجے
مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہی جو اوس سے اسفل ہے درجہ مین تو انمین سے اُس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہی جسکا کچہہ حصہ نہین
چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثمّ شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال وَمَعَ غَیْرِہٖ الاخواتُ مع البناتِ او بناتِ الابن لقولِ
الفرضیّین اجعلوا الاخواتَ مَعَ البناتِ عصبۃً والمرادُ من الجمعَین ھنا الجنس پہر مصنف نے عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع
غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھہ یا پوتیون کے ساتھہ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھہ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات
کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ھ سراجیہ اور اوسکی شروح مین اِجْعَلُوا الاخواتِ مَعَ البناتِ عصبۃً کو حدیث کہا ہی واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک
بیٹی کے ساتھہ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکی خلاف پر دلالت کرتا تہا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس
کا ہی تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وَعَصَبَۃُ وَلَدِ الزِّنَا وَوَلَدِ الْمُلَاعَنَۃِ مَوْلَی الْاُمِّ اور ولدالزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی ماں کا
مولی ہے ھ ولد الملاعنہ یہہ کہ ایکعورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا نہین ہے پہر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہو گیا
تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اوسکی ماں کے ساتھہ ملایا تو وہ اوس
شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کیجانب سے کچہہ قرابت نہین تو اب یہہ واجب ہوا کہ اوسکی ماں کے موالی اوسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر
ولد الملاعنہ مر گیا اور اوسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پہر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض
اور رد کے گویا کہ اوسکا باپ ہی نہتا انتہی اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون
مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی قرابتدار
ہین اور اگر ایک مولے مر گیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقے المُرادُ بالمولیٰ
مایعمُّ المعتِقَ والعصبۃَ لیعمَّ مالو کانت الاُمُّ حُرّۃَ الاصلِ کما بسطہ العلّامۃ قاسم لانّہ لا اَبَ لھما اور متن مین مولی سے مراد وہ ہے جو
آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونونکو شامل ہو تاکہ اگر ولدالزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل رہی چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح
بیان کیا ہی ماں کا مولے اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولدالزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعًا اونکا کوئی باپ نہین جس سے اونکا نسب
ثابت ہو اور وہ اوسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت وَیَفْتَرِقَانِ فِیْ مَسْئَلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ
ھِیَ اَنَّ وَلَدَ الزِّنَا یَرِثُ مِنْ تَوْأَمِہٖ مِیْرَاثَ اَخٍ لِاُمٍّ وَوَلَدُ الْمُلَاعَنَۃِ یَرِثُ مِنْ تَوْأَمِہٖ مِیْرَاثَ اَخٍ لِاَبَوَیْنِ اور ولدالزنا اور ولد الملاعنہ
ایک مسئلہ مین جدائی رکہتے ہین وہ مسئلہ یہہ ہی کہ ولدالزنا اپنے توام سے مادری بہائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگی بہائی
کی میراث پاتا ہے وَیُخْتَمُ الْعَصَبَاتُ بِالْعَصَبَۃِ السَّبَبِیَّۃِ اَیِ الْمُعْتِقِ پہر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی پر کرتی ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے
غلام کا آزاد کرنیوالا ھ مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

مین واقع ہوا تو وارث ہین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور پر علیٰ ذوی الفروض پر بہی مقدم ہی اور یہی قول ہی علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سی اور یہی جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پہر مولی العتاقہ کے بعد اوسکا عصبہ بنفسہ ہی بنابر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سی کہ ولا قرابت ہی نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطی لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہی اوسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہی عصبہ نسبی سی اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پہر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پہر باپ معتق کا پہر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہووے اخر التفصیل پہر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پہر اوسکی عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحٰق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولاسی مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا واذا ترک المعتق ابا مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چہوڑکر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپکو واسطی چہٹا حصہ ہے او ترک جدہ ای جد المولی واخاہ فھو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور اوسکا بہائی چہوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنابر اُس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہوچکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مین مال مقسوم ہوگا میراث کی مانند ولیس ھنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث[له] اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتونکو ولا مین سی کچہہ حصہ نہین مگر اُس غلام کا ولاء ہی جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا ہے آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہہ حدیث ٹکڑا ہی ایک حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے وھو وان کان فیہ شذوذ ولکنہ تاکد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسطہ السید وا قرہ المصنف اور یہہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اوسکو شرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی متفرد ہوا تو اوسکو نظر کرنا چاہیئے اگر اوسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سی زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اوسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنیکے لائق نہین ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اُس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اوسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اوسکی حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سی اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول مین آحاد ہو پہر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اونکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہی جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولا مین کچہہ نہین کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوج والزوجۃ پہر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چہہ وارث کسی حالت مین محروم میراث سی نہین ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور مان اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کیواسطی یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور مان کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہوتا ہی اور بیٹی تین حال سی خالی نہین اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وھم غیر ھؤلاء الستۃ سواء کانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہین جو ایک حالت مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسری حال مین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بہائی اور بہتیجے اور ذوی الفروض جیسی سگی اور علاتی بہنین

[له] پوری حدیث یون ہے لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن ۱۲

وهو مبنيّ على اصلين اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن ترکون مین دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگی والا وارث ہونگی احدهما انه يحجب الاقرب من سواهم الابعد لما مرّ انه يقدم الاقرب فالاقرب
اتحد في السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوای جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونون قرابتین سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ھم یعنی حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانیسے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہے چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جزمیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب
ہے وعلے ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلى بشخص لا يرث معه كابن الابن لا يرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا ولد الام فيرث معها لعدم استغراقها التركة بجهة واحدة مگر اخیافی بھائی سو ماں کے
ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے ھم یعنی ہر چند میت کی قرابت اخیافی بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضای اصل ثانی یہ تھا
کہ اخیافی بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اوسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوای ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم كالابن الكافر او القاتل لا يحجب
عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ھم جب محروم مین صلاحیت میراث کی
نرہی تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہوگیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہے لفوات الاهلية کیوجہ سے ويحجب المحجوب اتفاقا كالام الاب يحجب
بالاب ويحجب ام الام بالام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود رض کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے
سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وكالاخوة والاخوات فانهم يحجبون بالاب حجب حرمان ويحجبون الام من الثلث الى السدس حجب
نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہو جاتی ہین اور بھائی بہنین ماں کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے
اور دوسری حجب نقصان کی ويختص حجب النقصان بخمسة بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجين اور حجب نقصان پانچ شخصون کو خاص
ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور شوہر کو ھم ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے
سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
کذا فی الطحطاوی ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة والاخوات لاب وام بثلثة بالابن وابنه وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہو جاتی ہین تین شخصون کے ہونیسے انمین سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ھم برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند فروض کو اور اونکے مستحقونکو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکے ذکر کیوقت بیان کر دیئے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھہ حاجت نرہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا يقاسمهم على اصول زيد ويفتى بالاول وهو السقوط كما هو مذهب ابی حنیفۃ و
اصول زيد مبسوطة في المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین ھم منیۃ الغفار مین اصول زید یون

مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر ہے اونسے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر
ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ
انہین نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بہائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی
مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بہائیون مین منقسوم ہوگا اسواسطے کہ اسصورت مین مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد
اور بہائیونکے ساتہ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جاویگا پہر تامل کیا جاویگا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس
تو جو انمین سے اوسکے حق مین بہتر ہو کا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ

وما اسقطا اولاد عین وعلۃ + وقد اسقط النعمان وہو المحرر اور وہبانیہ مین ہے اور صاحبین نے سگے بہائیون اور سوتیلے بہائیونکو دادا کے ساتھ ساقط
نہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور معتمد ہے **م** قولہ وعلۃ کا واو بمعنی او ہے یعنی اسواسطے کہ یعنی
کے بعد علاتی وارث ہوتا ہے نہ اوسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی
اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے

وتسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضاً وبہؤلاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا
بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین سگے بہائیون سے بہی اور ان شخصون سے
یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کر چکا ہے **م** چونکہ بنی
اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا اونکے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے
بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاوینگے
کذا فی الطحطاوی وتسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہو جاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ
اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح
بیان کیا ہے **م** بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر

وتسقط الجدات مطلقاً ابویات او امیات بالام اور مان کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقاً خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور
نانیان ان سے ساقط ہو جاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث معہ
لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ کما کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی مان اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپکی نانی ساقط نہین ہوتی اسلئے کہ
وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی مان کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونو مان باپ کی مانند ہوئی اصلی قرابت مین
یعنی توجیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام
محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ مان کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے
خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح مین **م** تو چار صورتونمین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہہ ہے کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسری یہہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسری یہہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو
محجوب کرتی ہے چوتھے یہہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعتا وکانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب
کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقاً فہم ولا تحرم

ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وھی ایضا ام اب الاب بھذہ الصورۃ

میت

اب
ام
اب　ام
ام　ام
ام
ہذہ ذات قرابتین
ام
ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو جیسا کہ باپ کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو جیسا کہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے　صورت اسکی یہہ ہے

میت

محمود پسر شاکر
اب　ام
ام　ام صابرہ
ابن حامد
ام کلثوم ایک قرابت والی　ام زینب دو قرابت والی

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کا ام الاب مذکور ہی اور درست مثال سراجیہ وغیرہا کی موافق کا ام ام الاب ہی اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہی مطلقا تو بوجہ لیے اس خطا مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سی اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قریب ہے دو قرابت والی کی حاجب ہوا اسکے بعید ہونے کیوجہ سی یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہہ ہی کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہی دوسرا خلل یہہ ہی کہ لازم آتا ہی بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہی کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نکیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہ ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فھذہ المرأۃ جدتہ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتی کا نکاح کیا اپنی نواسی سی تو اونسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہہ عورت اُس لڑکی کی والدین کی جدہ ہے یعنی اوسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ہم اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہی جسنے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اوسکی بنت سی پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہی میت کا تو یہہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہہ دونوں جدہ مجتمع ہوتیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہہ ہی کہ مثلا دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سی نکاح کر دیا اُن سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہی یعنی اوسکے باپ کی دادی ہی اور اوسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سی نکاح کر دیا اونسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سی فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اوسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہہ ہی کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہی جسکا نام سلیمہ ہی سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سی نکاح کر دیا اُن سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوتی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوتی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سی اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہی یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی سے قسم محمد السدس بینہما باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تہائی کرکے تقسیم کیا ہی باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دی اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس کی دیں اسوجہ سی کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہی جہات قرابت کے اعتبار سے

توجسمین ایک قرابت کی جہت ہوئی اوسکو ایک حصہ دیا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے ملینگے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے انتہی وهما اى ابو حنيفة وابو يوسف انصافا باعتبار الابدان وبه قال مالك و
الشافعي ومه جزم في الكنز فقال وذات جهتين كذات جهة اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے نصا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی ھم قول شیخین کی وجہ یہہ ہے
کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھہ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کی مانند ہی اور یہان
اسیطرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ ہی بولتے ہین ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والیکے ساتھہ تو شیخین کے
نزدیک انہین بھی سدس نصا نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملینگے
طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھہ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہین کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی مین ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجدتین مین کچھہ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہی انتہی وإذا استكمل البنات والاخوات لابوين فرضهن وهو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ايضا الا بتعصيب ابن ابن في الصورة الاولى او اخ في الثانية موازٍ اي مساوٍ
او نازل اي سافل فحينئذ يعصبهن ويكون الباقي للذكر كالانثيين قاله المصنف في شرحه اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیان پورا بہر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورتمین اور بہائی کے عصبہ کر دینے سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت مین ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بھائی اپنی بہنونکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسا مین مذکور ہے قلت وفي اطلاقه نظر
ظاهر لتصريحهم بان ابن الاخ لا يعصب اخته كالعم لا يعصب اخته وابن العم لا يعصب اخته وابن المعتق لا يعصب بل المال للذكر دون الانثى
لانها من ذوي الارحام قال في الرحبية وليس ابن الاخ بالمعصب من مثله او فوقه في النسب شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف کے
مطلق بولنے مین ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتونمین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چارون
صورتونمین ذوی الارحام سے ہے رحبیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب مین یعنی عمہ کو ھم
صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھہ جو صاحب فرض ہو تنہائی کیحالت مین اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو چنانچہ امثلہ مذکورہ مین تو اوسکا بھائی اوسکو عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا
نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قوله او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اوسکی صفت نہین پڑ سکتا
ہان یہہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا في الطحطاوي ملخصا بتصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانه يعصب مثله او فوقه
ممن لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی اُن عورتونکو جو اُس سے نیچے درجے والیان ہین ھم یعنی اگر
عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اوسکا بھتیجا اوسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی
چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترك ثلث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر كذلك وثلث بنات ابن ابن ابن كذلك بهذه الصورة

الفریق الاول

ابن
علیا ابن بنت
وسطی ابن بنت
سفلی ابن بنت

الفریق الثانی

ابن
ابن
ابن بنت . علیا
ابن بنت . وسطی
ابن بنت . سفلی

الفریق الثالث

ابن
ابن
ابن
ابن بنت . علیا
ابن بنت . وسطی
ابن بنت . سفلی

سواگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرحکی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسری فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے ہم توضیح اسکی یہہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پہر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پہر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسری فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پہر اوسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علے ہذا القیاس تین بار پہر میت کے پروتے نے اسیطرح علے الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پہر سب مرد مرگئے تمام طبقات کی اور نو لڑکیان اونکی باقی رہین اور میت جد ملے علاے ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا فالعُلیا من الفریق الاول لا یوازیها احدٌ فلها النصفُ تو فریق اول کی اونچی پوتی کو برابر کوئی عورت نہین تو جد اعلی کے متروکہ سے اوسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اوسمین اور میت مین ایک واسطہ ہے بر خلاف اور بنات کے لہذا اوسکی برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہے والوُسطی من الفریق الاول تُوازیها العُلیا من الفریق الثانی فیکون لهما السُدُسُ تکملةً للثُّلُثَین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونو کو سدس ملیگا ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ہم بہہ دونو پوتیان اسواسطے ہمدرجہ ہوئین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین مین سدس باقی جو رہا تھا وہ اونکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شیَٔ للسُّفلیاتِ اور کچھہ نہین ہے باقی پوتیوں کیواسطے ہم نو پوتیون مین سے تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی چہہ سفلیات پوتیونکو کچھہ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہے اور عصوبت انکی قطعا ثابت نہین تو اصلا اونکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون معہ واحدۃ منهن غلامٌ فیعصّبها و من یحاذیها و من فوقها ممن لا تکون صاحبۃ فرضٍ و سقط السُّفلیات سفلیات کے لئے کچھہ نہین مگر یہہ کہ سفلیات مین سے کسیکے ساتھہ بہائی ہو تو بہائی اوس بہن کو اور اوسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اوسکے اوپر والی کو جو صاحب فرض نہین ہے عصبہ کر دیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بہائی فریق اول کے سفلی کے ساتھہ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اوسکے بہائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بہائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بہائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور چہہ سفلیات مین آٹھہ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بہائی فریق اول کے علیا کے ساتھہ مفروض ہو تو تمام مال اوسمین اور اوسکی بہن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھہ سفلیات کو کچھہ نہ ملیگا اور اگر بہائی سدس والیون کے ساتھہ ہو تو فریق اول کے علیا نصف لیگی اور باقی اوسمین اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چہہ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی و ما اخذ ابن مسعود کذا فی نسخ المتن والشرح و عبارۃ السید و غیرہ و ما اخذ احکامہ الا فی عصبہ

هو آخر یا لام المشترک السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح ہی یا عدًا ابن حجر مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت میں یا عدا امدا
عسیتم ہی یعنی دو چچیرے بھائیون مین جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ دو بھائی ہین ہرایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اوسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اوسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی اللمعات وغیرہ وکذا لو کان
الاخر زوجا فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اوسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقتسمان الباقی
بینهما نصفین بالعصوبة حیث لا مانع اشترکا فیه بجهتی فرض وتعصیب اور دونو چچیرے بھائی باقی مال کو آپس مین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین اسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس مین اور
اور دوسری صورت مین نصف ہے اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے نہ زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
اللمعات واما بفرض وتعصیب معا بجهة واحدة فلیس الا الاب والجد ہ اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہہ تو پایا نہین
جاتا کسی وارث مین سوای باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہان اُبوت ہی یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جهتا تعصیب کابن هو
ابن ابن عم بان تنکح ابن عمها فتلد ابنا مین کہتا ہون اور گاہے عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال مین خلل یہہ ہے کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاوے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی اللمعات وغیرہ وکابن هو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اوسکی یہہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہی فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
یجتمع جهتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحهم المحارم ویتوارثون بهما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجهتین وتمامه فی کتب
الفرائض وتاتی الاشارة الیه فی الفرق اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہہ تو متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون
سے نکاح کر لیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونو جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابون مین مذکور ہے اور اسکی طرف غریقون کی فصل مین اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا فرزند ہی اس عورت
کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مرگیا تو اوسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اوسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی

جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما او جدة واخوة لام واخوة لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدة السدس وولد الام
الثلث ولا شیء للاخوة لابوین لانهم عصبة ولم یبق لهم شیء اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بہائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا
تو زوج نصف متروکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لین گے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے
واسطے کچھہ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھہ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی
یشترک بین الصنفین لاشتراکهم فی الام فکان الکل اولاد ام اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی اللمعات مختصرا وکذا لک یفرض مالک والشافعی للاخت للابوین او لاب
النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی تسعة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی سگی بہن یا سوتیلی بہن کیواسطے نصف کو فرض کہتے ہین اور دادا

کیواسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھہ تو یہہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کیطرف م اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین توضیح اوسکی یہہ ہی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھہ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اوسکو دادا کے ساتھہ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اوسکو دادا کے ساتھہ صاحب فرض کہتی ہین صورت اکدریہ کی یہہ ہی کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہی اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملاکر بانٹا جاتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ مقاسمہ دادا کیواسطے بہتر ہی سدس اور ثلث باقی سی اور اس مسئلہ کی اصل چھہ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کیطرف تو چھہ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھہ نرہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہوگئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونون حصون کا چار سہم ہوئے انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصون پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ انمین سے زوج کو ۹ سہم اور ماں کے ۶ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھہ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو اونکو دونون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھہ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سی محروم نرہے اور انتہا مین اوسکو عصبہ کردیا تاکہ اوسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہو جاے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہہ واقعہ ہی یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایکعورت مرگئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑکر تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر اونکا مذہب اس مسئلہ مین مشتبہ اور مکدر ہوگیا کذا فی السراجیۃ وشرحہا الشریفی ملتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے م تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھہ سہم سی ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہی دادا کے حاجب ہوتے سی باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر مین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حنفیہ کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امام اور صاحبین کے ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہی امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہوچکا اسی باب مین عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد م امام کے نزدیک دادا باپ کی برابر ہی تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کی برابر نہین ہر حالمین تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہہ باب ہی عول کے مسائل مین م عول بفتح اول وسکون ثانی لغت مین بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہی معنی اصطلاحی سی اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہوگیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کردیا اوسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جاوے وھو ضد الرد کما سیجئ اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا م اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہی اور رد سی سہام بڑھ جاتے ہین اور اصل مسئلہ گھٹتا ہے یا یون تقریر کیجئے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور رد مین مخرج فاضل ہو جاتا ہی سہام پر کذا فی الطحطاوی ھو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منھم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین عبارت ہی سہام ورثہ کے زیادہ کردینے سے جبکہ فروض زیادہ ہوجاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اوسکی فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہی ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہی ملے قدر حصہ متروکہ کے تنگی کے سبب سی یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور واما سا ہی پاتے ہین م الحاصل کہ عول اس سی عبارت ہی کہ جب مخرج اداے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر چھہ اوسکے اجزا سی زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہہ ہی کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اوس عدد کیطرف مرفوع کرنا چاہیئے جو کہ اس مخرج سی اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیئے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثون کے حصون مین ایک نسبت پر یعنی یکسان کمی ہو بقدر حصون کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہی اوسکا اندازہ معلوم ہوتا ہی کسر زائد کے نسبت کرنے سے عدد اکثر کیطرف مثلا اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھہ سے ہے اور عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

ے یعنی سوتیلی بہن ... بہن کے حصہ سے ... نہین ... زیادہ نہین ہوتی

ے یعنی جہان بیان ہوا کہ عینی بہن بھائی محروم ہوتے ہین بیٹا پوتا اور باپ اور دادا سے

باب العول

ے یعنی جیسے کسی کے قرضخواہ ... حصہ رسد ...

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنی ساتوین حصے کا تو وہ چھہ مین سی دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہے خلاصہ یہہ ہے کہ ایک چھہ کا سدس تہا جب چھہ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگئی وَاَوّلُ مَن حَکَمَ بِالعَولِ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہین ہم فاروق اعظم کے زمانے مین ایکصورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے اداے فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباس نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اول پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا صدر خلافت فاروقی مین وہ یہہ تہا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھہ سے ہوا اور اوسنے عول کیا آٹھہ کیطرف ثُمَّ المَخَارِجُ سَبعَۃٌ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ مخرج حصون کے سات ہین ہم وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ مین چھہ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اوسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھہ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھہ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبکے ساتھہ مختلط ہو یا بعض کے ساتھہ تو مسئلہ چھہ سے ہوگا تو یہہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ مین داخل ہوا اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھہ چھہ بارہ چوبیس اَربَعَۃٌ لَا تَعُولُ اَلاِثنَانِ وَالثَّلٰثَۃُ وَالاَربَعَۃُ وَالثَّمَانِیَۃُ مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھہ ہم یہہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھہ زیادہ باقی رہتا ہے تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اوسوقت ہوگا جو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلے ہذا القیاس نے البواقی کذا فی الشریفی تبصرت وَثَلٰثَۃٌ قَد تَعُولُ بِالاِختِلَاطِ کَمَا سَیَجِیئُ فِی بَابِ المَخَارِجِ اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کیوجہہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے فَسِتَّۃٌ تَعُولُ اَربَعَ عَولَاتٍ اِلٰی عَشرَۃٍ وِترًا وَشَفعًا تو چھہ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سے یعنی چھہ عول کرتا ہے سات کیطرف اور آٹھہ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فَتَعُولُ اِلٰی سَبعَۃٍ کَزَوجٍ وَشَقِیقَتَینِ تو چھہ کا عول ہوتا ہے سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ہم تو اِسصورت مین سدس کے ساتھہ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنے سے سات ہوگئی اور بقدر نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور ہوگئی وَلِثَمَانِیَۃٍ کَھُم وَاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے آٹھہ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں مین یعنی زوج اور دو سگی بہنون اور ماں مین ہم تو اِسصورت مین ثلث کے ساتھہ عول ہوا یعنی چھہ کی تہائی دو ہے جب اوسکو چھہ پر زیادہ کیا تو آٹھہ ہوگئی تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھہ کا وَلِتِسعَۃٍ کَھُم وَاَخٍ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی مین ہم تو اِسصورت مین نصف کے ساتھہ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھہ کا جب اوسکو چھہ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئی تو بیان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اِس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اوسنے چاہا کہ مین نصف مال لون تو علماء حجاز سے اِسکا سوال ہوا تو اونہون نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حق ہے وَلِعَشرَۃٍ کَھُم وَاَخٍ اٰخَرَ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی مین ہم تو اسصورت مین ثلثین کے ساتھہ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھہ کے جب انکو چھہ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئی طحطاوی نے کہا اِس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کیواسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہرون

کہو متا پہرتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایک عورت مرگئی زوج چہوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چہوڑا اسوزوج کا حصہ کیا ہو تو لوگ کہتے تہی نصف سے
تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پونچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ مجہہ بیری کچہہ باقی ہے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا
تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہو اور واجبی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہو اور ایسے حکم کی مجہہ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہی
یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہو انتہے مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہتا تہا لہذا اس حکم کو حق نجانتا تہا
فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جبکہ چہہ دس یا نو یا آٹہہ کیطرف عول کری تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کیطرف عول کری تو احتمال ہے
کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اِثنا عشر تعول ثلثا الی سبعۃ عشر وترا لا شفعا فتعول لثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وام ولخمسۃ عشر کھم
واخ لام ولسبعۃ عشر کھم ولاخ آخر لام اور بارہ کا عول کرتا ہی تین بار سترہ تک طاق عددمین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں مین اور پندرہ
کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بہائی مین مم
جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونونکا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ و اربعۃ و عشرون تعول
الی سبعۃ و عشرین فقط کامراۃ و بنتین و ابوین و تسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو
بیٹیوں اور ماں اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین مم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تہے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ
صار ثمنہا تسعا یعنی اوسکا آٹہوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطنت اور ذکاوت کا اور منسوری نے شرح
ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعا و
یجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہے خواہرزادہ کی شرح مین ہو کہ علی مرتضی
کمال حاذق و ماہر تہے علم حساب مین حکایت ہو کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قران مین پڑہتے ہو ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین
وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری
کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حساب کے موافق تہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہی
اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا و لہذا کہا گیا ہو کہ
علی مرتضی معجزہ تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد
اور مطیع تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تہے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علما نے کہا کہ امام ابو حنیفہ معجزہ تہی معجزات
نبوی سے کذا فی الطحطاوی ذالک فضل اللہ کا مترجم اعدہ قصدہ حق لہا چنانچہ اول باب مین گذر گیا تم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور
فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتہہ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور
دو سوتیلی بہنین چہوڑین تو سوتیلیونکا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام
سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ
اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چہوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین
اور ماں کا سدس ہی اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انہین وارثونکو پہیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ
ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہو چکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذ فان
فضل عنہا ای عن الفروض والحال انہ لا عصبۃ ثمہ یرد ذالک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا لفساد بیت المال اور اسوقت

ہین یعنی جبکہ رد عول کا فسد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل سے فروض ہین تو اس اعتبار سے مصنف کی یہہ تقریر صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور جہان کہ
وہان کوئی عصبہ نہین ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر اونکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانیکے سبب سے ہم فاضل مال کو رد
کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضے اور اونکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال
کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہین کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیئے اور ہم
حنفیونکی بہت دلائل ہین از انجملہ یہہ آیت قرانی ہے (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ) یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہین
بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال کے جز معین کا استحقاق واجب کر دیا
ہر وارث کیواسطے تو دونو آیتون پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرحپر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاے مواریث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہین وارثونکو پھیر دیا جاے بوجہ صلہ رحمی کی اس آیت کے حکم سے
اور یہہ جو شارح نے رد فاضل کے لئے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہرا صحیح نہین اسواسطے کہ رد فاضل ہماری مذہب مین بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال
منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات معتق اور اونکے قرابت دار ہین یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہہ لوگ مقدم ہین
بیت المال پر علت مذکورہ کیوجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجئے تو بھی ظاہرا درست نہین اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول
ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال کا ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجين فلا يرد عليهما فاضل مال
جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انہین قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت
مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو انپر قرابت کیوجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کیوجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد
عليهما ايضا قاله المصنف وغيره قلت وجزم فى الاختيار بان هذا وهم من الراوى فراجعه اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ
زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار مین اسپر یقین کیا ہے کہ یہہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کیطرف اس قول کا
نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اوسکی نسبت مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو
نقل کرتے ہین اور روح الشروح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اوسکا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفى الاشباه انه يرد عليهما فى زماننا
لفساد بيت المال وقدمناه فى الولاء اور اشباہ مین ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے
ہین کتاب الولاء مین ہم یہہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعة اقسام لان
المردود عليه اما صنف او اكثر وعلى كل اما ان يكون من لا يرد عليه او لا يكون پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے
کہ جن لوگونپر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہین یا چند قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا اونکے ساتھ وہ لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہے یا وہ لوگ نہین ہین
فالاول ان اتحد الجنس المردود عليهم كبنتين او اختين او جدتين قسمت المسئلة من عدد رؤسهم ابتداء قطعا للتطويل سو اول قسم
یعنے اگر دوبارہ پانیوالونکی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو ہمیں سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل
قطع ہو جاے ہم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہین وارثون کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذواتین اونکی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث
کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اوسکی فرض کے دیا جاے پھر دوسری بار باقی مال اونکو بقدر اونکے سہام کے دیا جاے تو دوبار قسمت
کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان كان المردود عليه جنسين او ثلثة لا اكثر بالاستقراء
فمن عدد سهامهم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانیوالی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو اونکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے
زیادہ نہین ہوتی بسبب استقرا کے یعنی جزئیات کے تلاش تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہین گئی فمن اثنين
لو سدسان وثلثة لو ثلث وسدس واربعة لو نصف وسدس وخمسة كثلثين وسدس بتصحيح المسئلة تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہوان اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو
موافقت گھٹانے کیواسطے یہہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہو کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھہ سے ہوا اور اوسمین انکے دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی بفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہو کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہین تو اس تقدیر مین بھی مسئلہ
چھہ سے ہے اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام تین تہائی کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیونکو دو ثلث
مال کی اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کیصورت یہہ ہو کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہی یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہی تو یہان بھی مسئلہ چھہ سے ہی
اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ
تین ربع اوسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہی یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ
بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون
صورتونمین بھی مسئلہ چھہ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کی پانچ
حصے کئے اونمین سے چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین تین جنسین وارثونکی جمع ہوئین اور منجملہ چھہ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہین
اونمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا بقدر اونکے سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور
پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھہ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم
اور اسیطرح ماں کی سگی بہن کے ساتھہ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو
قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی (والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وهو الزوجان اعطی
من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فهی من اربعۃ للزوج واحد یبقی
ثلثۃ وهی تستقیم علیهن فلا حاجۃ الی الضرب) اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھہ وہ شخص جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو
جسپر رد نہین ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاوے اوسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے اونکی ذاتونپر جنپر رد کیا جاتا ہی چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث
ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھہ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد
کے ساتھہ چوتہائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پہر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیونپر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھہ حاجت
نہوئی (وان لم تستقم فان وافق رؤسهم ای رؤس من یرد علیهم کزوج وست بنات ضرب وفقها وهو هنا اثنان فی مخرج
فرض من لا یرد علیہ وهو هنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ) اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی
مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہی توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھہ بیٹیونمین تو اونکا وفق جو کہ یہان دو ہی اوسکی مخرج مین
ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کی دو اور بیٹیون کے چھہ ہم اقل مخرج
زوج چار ہے پہر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھہ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھہ مین توافق بالثلث ہی
تو رؤس بنات کے وفق کو جو یہان دو ہی چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی (والا ای وان لم یوافق بل باین ضرب کل عدد
رؤسهم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج هنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضربنا الاربعۃ فی الخمسۃ
تبلغ عشرین کان للزوج واحد ضربناه فی المضروب یکون خمسۃ فهی لہ والباقی ثلثۃ ضربناها فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ)
اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے اسمین زوج کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض
ایک تہا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیونکا تین ہی اوسکو بھی مضروب مین
یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے م یہہ صورت بھی صورتین سابقین کی مانند ہے اصل اسکی بار ہسے اجتماع ربع
اور ثلثین کیوجہ سے لیکن اسکو چار کیطرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اوسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر
مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہی تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا
ہذا فی الفرائض الشریفی والرابعۃ لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر ہنا بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع اربع طوائف اصلا بالاستقراء
اور جو تھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھہ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھہ دو جنسون سے یہان یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد کرنا چار
جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور
ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسو نکے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین
ہوئی جاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھہ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل ہذا نکتۃ اقتصارہ فیما مر متنا علی الجنسین اور شاید
کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا م یعنی مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس
ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہو
اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فیراد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامل اور اگر اقتصار علے الجنسین کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو
مصنف کو کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اوسکا سو اسکو تامل کر م یعنی قسم ثانی کی بعضی صورت یعنی جنسین دو جنسین مجتمع ہون
مراد ہو نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ
علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین
ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہی اوسکو قسمت کر اون وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہی بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جای چنانچہ زوجہ
اور چار دادیان اور چھہ اخیافی بہنین وارث ہون م استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بہی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا
فمخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد بقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق کما سیجی
تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہی اوسمین سے زوجہ کا ایک ہی باقی رہی تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنونکے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن
وہ ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا م چار دادیون کا حصہ ایک تہا وہ اونپر قسمت نہین ہوتا اور
اسیطرح بہنونکا حصہ دو ہی وہ اونپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل
ہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مرد ودعلیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل
ہوگا اس ضرب سے وہ دونو فریق کے حصو نکا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات و
تسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد بقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ من یرد علیہ وہی ہہنا
خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین فہو مخرج فرض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھہ دادیان وارث ہون تو
مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھہ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہی باقی رہی سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہی اسلیے بیٹیون اور دادیوں دو فرض دو
ثلث اور ایک سدس ہی تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھہ مین جو مخرج ہی من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہوا دونو فریق کے فرض کا م من یرد علیہ

کے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھہ ہے تو اوسکی دو ثلث چار ہوئی اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئی جب پانچ کو آٹھہ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئی یہہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہرایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وھو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فھی حق الزوجات الاربع من الاربعین ہر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وھی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی ای فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصححنا بالاصول السبعۃ التی فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئی انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راستی ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر لی اُن سات قاعدون سے جنکا بیان آ دیگا باب المخارج مین تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چارسو اور ۴۰ سہم سے ھم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ھی اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ھی اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہی اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وتصح الاولی من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ھنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اسمقام مین وسیع کلام کرتا ھم ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ھی اور ہر ایک کا حصہ چار ھی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ھم متغرب مین ھی کہ رحم اصل مین منبت ھی ولد کا اور اوسکا ظرف پہر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد سے برحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سی مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فھو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہرایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذورحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ھم یہہ اصطلاح شرعی کا بیان ھی اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابوعبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ھی امام اور صاحبین اور اونکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اونکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکہا جاوی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نی آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچہہ مذکور نہین کیا اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہی (واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ) چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذورحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھہ سوای زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذورحم اونکے ساتھہ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اونپر رد کرنا فرض کا نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذورحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہہ سے ھم جمیع مال کے لینی مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہی اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ھی اور قرب گاہی ہوتا ہی قرب درجہ سے اور گاہی قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اوسیطرح ذوی الارحام مین جزمیت کا مقدم ھی اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربھم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اوسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فَهُمْ اَرْبَعَةُ اَصْنَافٍ جُزْءُ الْمَيِّتِ ثُمَّ اَصْلُهٗ ثُمَّ جُزْءُ اَبَوَيْهِ ثُمَّ جُزْءُ جَدَّيْهِ اَوْ جَدَّتَيْهِ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ نواسا نواسی اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجا اور بہانجی پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح مین وحینئذ یُقَدَّمُ جُزْءُ الْمَيِّتِ وَهُمْ اَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَاَوْلَادُ بَنَاتِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلُوْا اور اس وقت مین یعنی جبکہ یہہ قاعدہ ٹہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیونکی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ بچند درجہ سافل اور نازل ہون ھ تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثُمَّ اَصْلُهٗ وَهُمُ الْجَدُّ الْفَاسِدُ وَالْجَدَّاتُ الْفَاسِدَاتُ وَاِنْ عَلَوْا پہر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ بچند درجہ عالی اور اونچے ہون ھ جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکہے بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی مان یا نانا کی نانی خلاصہ یہہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ مان کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ثُمَّ جُزْءُ اَبَوَيْهِ وَهُمْ اَوْلَادُ الْاَخَوَاتِ لِاَبَوَيْنِ اَوْ لِاَبٍ وَاَوْلَادُ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ لِاُمٍّ وَبَنَاتُ الْاِخْوَةِ لِاَبَوَيْنِ اَوْ لِاَبٍ وَاِنْ نَزَلُوْا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بہائیون یا سوتیلے بہائیونکی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ھ یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنی بہانجے اور بہانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیونکی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم پر جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بہائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وَيُقَدَّمُ الْجَدُّ عَلَيْهِمْ خِلَافًا لَهُمَا اور مقدم ہے نانا اوپر یعنی اخوات کی اولاد و بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے ھ امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین کے نزدیک بہانجے اور بہانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کی قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بہائیون پر کذا فی الطحطاوی ثُمَّ جُزْءُ جَدَّيْهِ اَوْ جَدَّتَيْهِ پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ھ یہہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے الی اخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور مان کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی مان یعنی دادی اور مان کی مان یعنی نانی مراد ہے وَهُمُ الْاَخْوَالُ وَالْخَالَاتُ اور وہ ماموں اور خالہ ہین ھ یہہ لوگ مان کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی مان کے اور خالہ بہنین ہین اوسکی تو اگر مان کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا کیطرف منسوب ہین اور اگر مان کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی مان کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی وَالْاَعْمَامُ لِاُمٍّ اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین وَالْعَمَّاتُ اور پھوپھیان ہین ذوی الارحام سے مطلقا سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اوسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے مین برابر ہین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور اونمین حکم یہہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکہنا چاہیئے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی
جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا
وبنات الاعمام واولاد ھؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور
عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالھم وخالاتھم واعمام الاباء
لام واعمام الامہات کلھم واولاد ھؤلاء وان بعدوا ابا العلق والسفل پہر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور
اونکے ماموں اور خالائین اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون
اونچے اور نیچے ہو کر ھم یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور اونکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات
اور اخوال اور اوسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر اونمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص
مجتمع ہونگے اور قرابت اونکی متحد ہوگی تو اونمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت اونکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت اونکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیان ہین اور ماں کی قرابت والونکو ایک تہائی اسلیے اخر ما مر پہر اگر یہہ لوگ بہی نہون تو انکی اولاد کا
حکم قسم رابع کا حکم ہے پہر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہن کیطرف پہر اونکے بعد انکی اولاد
کیطرف اسلیے غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ سکے ہر قسم مین ھم
قسم رابع مین یہہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ اونمین کوئی اقرب نہین ہان اونکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہے کذا فے
الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی
متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ھم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ
کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہہ نہین ہوتا ہان اونکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پہر قوی تر کی پہر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے
وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والونکے
واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہے ھم طحطاوی نے کہا یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور
اونکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع
اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر اونکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان
کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ھم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول البطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ھنا البطن الثانی وھو ابن بنت وبنت بنت
فمحمد اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیھم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثاہ لبنت
ابن البنت نصیب ابیھا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشروحھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت
مین چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور
انوثت کا اور وہ اختلاف اسمقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنی ناتی اور ناتن مین تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین
ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اونپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان ناتی کی بیٹی کی
ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

منشرح نہین ہے یعنی یہان نہایت مختصر مذکور ہوا ہم جبکہ اصول مین اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہان بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور جہت اختلاف
اصول کا کچھ اعتبار نہین کیا اور محمد نے اعلای بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہو اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کیواسطے مقرر کیا ہو تو متن کی صورت مذکورہ مین ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیان ہوکر دو تہائیان نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب
کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ مین مذکور ہین خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہو فمن
شاء الاستقصاء فلیرجع الیہا دھما اعتبرا الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا م یہان ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہین ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی
کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتون مین سے ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہین تمام ذوی الارحام مین اور اوسی قول پر فتوی ہی
ایسا مذکور ہی سراجیہ کے مصنف کی شرح مین م وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہہ بھی عالمگیری مین ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط مین مذکور ہی کہ ابو یوسف کا قول
صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہی اس قسم کے مسائل مین اور طحطاوی مین ہی کہ مشائخ بخارا
اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئلت عمن ترک بنت شقیقہ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم
فاجبت بانہ قد شرط تعدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا
اثلاثا اور ملتقی مین ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی مجھسے سوال ہوا اوس میت کا مسئلہ جسنے اپنے سگے بہائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو مین نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول مین شرط کیا ہی یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت مین
سگی بہن دو سگی بہنون کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہین ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بہائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنون
کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پہر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد مین تین تہائیان ہوکر تقسیم ہوگا م یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اونکا مذہب یہہ ہے
کہ اگر فروع مین تعدد نہین ہی تو فروع بین اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہین اور اگر فروع مین تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہون اور دوسری
اصل کی دو فرع مونث ہون اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہان اصل کی صفت اور فرع مین جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کی سبب
سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل مین اعتبار نکرینگے تو بنا براس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ مین سگی بہن کی دو فرع ہین لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو
بہنون کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگی بہائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پہر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیان کرکے اوسکی اولاد مین تقسیم کی دو تہائیان بیٹا لیگا اور ایک
تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من المواضع

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم

یہہ فصل ہے ڈوبنے والون اور جلنے والون وغیرہم کے احکام
مین م غرقی جمع ہو غریق کی اور حرقی جمع ہی حریق کی جیسے قتلی جمع ہی قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہین جو مرگئے اور یہہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے
لوگ ساتھہ ہی ڈوبگئے یا ایک گہر کے لوگ ساتھہ ہی آگ سے جل گئے یا اونپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے مین مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہین تو یہہ قرار
دیا جاویگا کہ گویا وہ سب ساتھہ ہی ایک ہی آن مین مرگئے ولا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والون مین
باہم وارث ہونا نہین یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مُردون کا معلوم ہو جاے اسطرح کہ تعیین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا
مُردہ وارث ہوگا پہلے مُردہ کا م غرقی اور اونکے امثال کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ انمین سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم
صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تہا پہر اوسمین شبہہ پڑگیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی
میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کرلین اسواسطے کہ یاد آجانیسے مایوسی نہین ہے تیسری صورت یہہ ہی کہ میت سابق
بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہی کہ سبکی موت ساتھی ہو پانچوین صورت یہہ ہی کہ سبقت اور معیت کچھہ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صور تونمین ایک دوسرے کا
وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشریفی فلو جهل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہی مجہول ہو گئی یعنی اوسکی تعیین کے بعد التباس

اوسکے اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات مین اور یہہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہوچکین کذا فی الطحطاوی واُعطی کلٌّ بالیقین وَوُقِفَ المشکوکُ فیہِ
حتی یتبیّن او یصطلحوا شرح مجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھہ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہوجاوے یعنی یاد پڑجاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلتُ واقرّہ المصنّف لکن نقل شیخُنا عن ضوء السراج مَعزوًّا لمحمدٍ انّہ لو ماتَ احدُھم ولم
یُدرَ ایُّھما ھو یُجعل کانّھما ماتا معًا لتحقق التعارض بینھما وھو مخالفٌ لما مرّ فتدبّر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکہا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمحمد اس قولکو نقل کیا ہے کہ دو شخصونمین سے ایک شخص اول مرگیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون
مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہ ہی مرگئے ثبوت تعارض کیوجہ سے دونمین اور یہہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے
جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ھم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہوگیا
کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ مین علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی
نرہا واذا لم یُعلم ترتیبُھم تقسم مالُ کلٍّ منھم علی ورثتہ الاحیاءِ اِذْ لا توارُثَ بالشکّ اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک
میت کا مال اُن لوگونمین سے اوسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ھم یعنی استحقاق
میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن
نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین
مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندونکو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق
نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بہی صفین اور جمل کے مقتولین مین بہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافرُ یرِثُ بالنسبِ والسببِ کالمسلم اور
کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت اور سبب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق
سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین یحجب
احدُھما الاٰخرَ فانّہ یرِثُ بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصونمین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا
حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ھم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اوس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی
بہن ہوئی اور بیٹی بہی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ جو یہی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے
وان لم یحجب احدُھما الاٰخرَ یرِثُ بالقرابتین عندنا کما قدّمنا اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون
کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کردیا ہے باب عول سے پہلے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
سو اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی مان ہے اور سوتیلی بہن بہی ہے تو وہ دونو جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مان ہونے کی راہ سے تہائی
متروکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نسف ترکہ لیگی ولا یرِثون بانکحۃٍ مستحلّۃٍ عندھم ای یستحلّونھا کتزوّج مجوسیّ اُمَّہ لانّ النکاحَ الفاسدَ
لا یوجب التوارثَ بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوسِ کذا فی الجوھرۃ قال وکلُّ نکاحٍ لو اسلما یُقرّان علیہ یتوارثان بہ والا انتھی وصحّحہ فی الظھیریۃ
اور کفار وارث نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ اُن نکاحونکی جہت سے جو اونکے نزدیک حلال ہین یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی مان سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بہی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اوسکے
مصنف نے کہا کہ کافرونمین جو نکاح ایسا ہے کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکہے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر
بعد اسلام کے ثابت نرکہے جاوین تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ مین ویرِثُ ولدُ الزنا واللعانِ بجھۃ الاُمّ
فقط لما قدّمنا فی العصبات انّہ لا اَبَ لھما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مان کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے

بیان مین ذکر کرده یا ہی کہ اُن دونوکا باپ نہین یعنی احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بہائی ہو نکاح سے باز ناسے تو یہہ بہائی اُسکا عصبہ نہوگا بلکہ مادری بہائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اوسکی مان لیگی فرضاً وردّاً اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اوسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ویوقف للحمل حظ ابنٍ واحدٍ وبنتٍ واحدةٍ ایّهما کان الاکثر وعلیه الفتوی لانه الغالب ویکفلون احتیاطاً اور اُٹہار کہا جاوے حمل کیواسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ اونمین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اوسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامن لے تاکہ وارث اوسکو صرف نکرڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹون کا حصہ یا چار بیٹیون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اُٹہار کہا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد مین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر یہی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیة وشرحها للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجة حبلی فان للمسئلة من اربعة وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعة وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس ۲۴ عول کرینگے ۲۷ کیطرف اگر اوسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کیواسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ٹہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار مان کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ ۱۳ وہ بہائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو دونو بیٹیونکو ۱۶ ملنی چاہئین اسلئے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کیطرف قلت هذا علی کون الحمل من المیت والامثلة کثیرة مین کہتا ہون یہہ مثال اوس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہوا اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اوسکی مثالین بہت کثرت سے ہین ہم مُثّل بقسم سیم وثاء مثلثہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی مُوہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجها واماً حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانه عصبة فیقدر انثی لیفرض له النصف وتعول لثمانیة کالاخت چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مان کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ ذو فرض ہو اور اوسکے واسطے نصف مقرر کہ مقرر ہوا اور عول کریگا یہہ مسئلہ آٹھ کیطرف چنانچہ مخفی نہین ہے ہم یہہ مسئلہ چہہ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کیطرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الاخر لا کما لو ترکت زوجاً واماً حبلی واخوین لامٍ فان قدر ذکرا لم یرث لانه شقیق فینبغی ان یقدر انثی وتعول لتسعة مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اوس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہوا اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بہائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بہائیونکو چھوڑکر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اوسکو واسطے کچھ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہہ ہے کہ اوسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہہ مسئلہ وہبانیہ کے اُس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کیواسطے کچھ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مان کا سدس ہے اور اخیافی بہائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بہائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور اگر حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چہہ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کیطرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بہائیون کا تو حمل کیواسطے تین سہم اوٹہار کہینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوهبانیة قال وحاملةٌ مات باین فلو یرث وان ولدت بنتا لها الثلث یقدر اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنی تو اوسکے واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابہی مذکور کیا ثلث نصف حائل ہے اسواسطے کہ نین نہائی نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

یہہ فصل ہے مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین

مناسخہ یہہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام اونکو پہلون کیطرف منتقل ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارثونکو دیئے جاوین کذا فی الطحطاوی
یعنی ترکہ ہنوز قسمت نہوا تہا کہ وارث مرگیا تو اوسکے حصے کو اوسکے وارث کیطرف نقل کرنا اسیکا نام مناسخہ ہی مَاتَ بَعْضُ الْوَرَثَةِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ
لِلتَّرِكَةِ صُحِّحَتِ الْمَسْئَلَةُ الْاُوْلٰى وَاُعْطِيَتْ سِهَامُ كُلِّ وَارِثٍ بعضا وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونیسے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث
کے سہام دیئے جاوینگے تصحیح مسئلہ اسیسے عبارت ہی کہ سہام لئے جاوین کتنی عدد سے اسطرح پر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل
کے سات قاعدے ہین آگے معلوم ہونگے ثُمَّ الثَّانِيَةُ پہر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ثم اوسکے تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے
مافی الید مین نظر کرینگے تو یہہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی
اِلَّا اِذَا اتَّحَدَ كَانَ مَاتَ عَنْ عَشَرَةِ بَنِيْنَ ثُمَّ مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْهُمْ مگر جبکہ دونون مسئلونکی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچہہ حاجت
نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چہوڑ کر پہر اوسکے بعد اونمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بہائی چہوڑ کر ثم دس بہائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بہائیون پر
تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تہا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجئے پہر ایک کا حصہ نو کو دیجئے تو تطویل بلاطائل ہے فَاِنِ اسْتَقَامَ
نَصِيْبُ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ عَلٰى تَرِكَتِهٖ فَبِهَا وَنِعْمَتْ پہر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اوسکے ترکہ پر یعنی اوسکے وارثون پر بلا کسر مقسوم ہوگیا
تو بہت خوب اور بہتر ہوا ثم اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہہ ہی کہ ایکعورت زوج اور بیٹی اور
مان کو چہوڑ کر مرگئی پہر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چہوڑ کر مرگیا پہر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اوس جدہ کو چہوڑ کر مرگئی جو میت اول
کی مان ہے پہر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بہائیونکو چہوڑ کر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہی اور میت رابع
مباینت کی مثال ہے پہر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اوسکے سہام دیئے پہر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت
ثانی اور اوسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے جتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کو
تین سہم اور بنت کے چہہ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اوسکو بیٹی اور مان پر بقدر اونکے سہام کے رد کیا تو اب اوس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروع
مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کی دو جنسون کے ساتہہ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ام کے ساتہہ زوج مجتمع ہی تو زوج کا حصہ
اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بہی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ چہہ سے ہے نصف اوسکا تین سو بنت
کا فرض ہی اور سدس اوسکا ایک ہی سو ام کا حصہ ہی تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطار نصیب زوج کے جو تین باقی رہی وہ من یرد علیہ کے
مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بہی چار ہے تو
چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنی چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کی باقی مین ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو تین مین جو باقی ہی مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل
ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تہا جب اوسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پہر جب ہمنے
میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اوسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اوسکی زوجہ کا ربع ہے اور اوسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی
ہے اور اوسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پہر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اوسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین اونمین سے
زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور یہہ مسئلہ اور دو مسئلہ سولہ
سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفی وَاِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَاِنْ كَانَ بَيْنَ سِهَامِهٖ وَمَسْئَلَتِهٖ مُوَافَقَةٌ ضُرِبَتْ وَفْقُ التَّصْحِيْحِ فِيْ كُلِّ التَّصْحِيْحِ الْاَوَّلِ
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہوا اوسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین
تو ضرب کریگا ثم مثال اسکی وہ بنت ہی صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چہوڑ کر مرگئی تو یہہ مسئلہ چہہ سے ہے جدہ کا اسلئے

اور باقی پانچ رہی سو پانچ رؤس کے ہین یعنی چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اوسکی مافی الید مین جو نو ہین اور اوسکی مسئلے
دونین موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہی تو اوسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہ ہین تو حاصل ہوئی ۳۲ جسکے
تھی یعنی میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جنکی سہام چھہ سی ہین
ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی مان کے تین سہم تھی سولہ کی
ضرب کیا چھہ حاصل ہوئی تو یہہ مان کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھی سولہ سی اونکو دو مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی تو یہہ زوج کا حصہ ہوا اور
زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہے اوسمین سی زوجہ کے دو سہم اور اوسکی باپ کے چار سہم اور اوسکی مان کے دو سہم اور میت ثانی کی مسئلہ سو جنکا ایک سہم تھا
ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئی اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھی اونکو تین مین ضرب کیا تو پندرہ حاصل ہوئے انمین سی ہر پسر کا حصہ چھہ ہوا اور بیٹی کا
سہم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی ملتقطا وَاِلَّا یَکُنْ بَینَهُمَا مُوَافَقَةٌ بَلْ مُبَایَنَةٌ ضُرِبَتْ کُلُّ الثَّانِی فِی کُلِّ الْاَوَّلِ یَحْصُلُ
تین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکی مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول مین
دونو مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سی اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سی تصحیح اول مین موافقت
کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بہائیونکو چھوڑکر مرگئی اور
نو سہم ہین چھہ سہم اوسنی اپنی بیٹی سی جو کہ میت اول ہی پائی اور تین سہم اپنی نانی سی جو میت ثالث ہی پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا
کی تصحیح چار سے ہی اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سی اوسکا نصف جسکو دیا یعنی ایک دو سی تو باقی رہا ایک وہ دو بہائیون پر قسمت نہین ہو سکتا
تو بہائیونکے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنی دو مین ضرب کیا حاصل ہوئی چار اوسمین سی زوج کے دو سہم اور ہر بہائی کا ایک سہم اور جدہ
نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہی تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئی ۱۲۸ تو جسکا حصہ
وہ حصہ چار مین یعنی مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنی نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت
ہی میت اول کا اوسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تہا ۳۲ سے اوسکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی اب اوسکا یہہ حصہ ہوا اور میت ثانی
حصہ دو تہا اوسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھہ ہوئے یہہ اوسکی مان کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھی جب اونکو چار مین ضرب کیا
ہوئے یہہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونو فرزندون کا حصہ چھہ تہا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس
ہوئے یہہ حصہ ٹھہرا ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تہا اوسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ ہوا
یم یعنی جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تھی چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مافی الید یعنی نو سی تو اٹھارہ حاصل ہوئی یہہ اوسکا
ہر بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بہائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی ملتقطا
سِهَامَ وَرَثَةِ الْمَیِّتِ الْاَوَّلِ فِی الْمَضْرُوبِ اَیْ فِی التَّصْحِیْحِ الثَّانِی اَوْ وَفْقِهٖ سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب
ب مین یعنی تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر م تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنیسے اس
ن ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہوگیا امثلہ سابقہ مین
رَثَةِ الْمَیِّتِ الثَّانِی فِی کُلِّ مَا فِی یَدِهٖ اَوْ فِی وَفْقِهٖ مِنَ التَّصْحِیْحِ الْاَوَّلِ اور میت ثانی کے وارثونکے سہام کو ضرب کرے میت ثانی
مافی الید مین علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ م تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سی حاصل ہوگا کما فصلت
نْ کَانَ فِیْهِمْ مَنْ یَرِثُ مِنَ الْمَیِّتَیْنِ ضُرِبَتْ نَصِیْبُهٗ مِنَ الْاَوَّلِ فِی الثَّانِیْ اَوْ وَفْقِهٖ وَنَصِیْبُهٗ مِنَ الثَّانِیْ فِیْمَا فِیْ یَدِ الْمَیِّتِ الثَّانِیْ اَوْ وَفْقِهٖ
تو نمین وہ وارث موجود دونون میت سی میراث پاتا ہی تو اوسکی حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اوسکی وفق مین اگر

موافقت ہو اور ضرب کرے تو اوسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی ما فی الید مین اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق مین اگر موافقت ہو ھ پہلی صورت کی مثال یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چہوڑ کے ایکعورت سے اور تین بیٹیان چہوڑکے دوسری عورت سے پہر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بہائی چہوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر ایک وارث کا اول سے ایک سہم ہے اوسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنی تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے اونکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چہوڑکر پہر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا چہوڑکر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو جہت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن اور سدس ہے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کیوجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پہر جبکہ بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چہوڑکر تو اوسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اوسکے ہاتھ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولے مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی ما فی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولے مین زوجہ کے تین تھے اونکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے اُن کو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین ماں کا ایک سہم تہا منجملہ تین سہم کے اوس کو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے اُنکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہہ اوسکا حصہ ٹہرا کذا فے الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانیة ولعمل وهکذا کلما مات واحد ثم قبله مقام الثانیة والمبلغ الذی قبله مقام الاولی الی ما لا یتناهی** اور اگر وارثون سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹہرایا جاے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاے عمل کرنے مین اور اسیطرح جبکہ ایک وارث مرے تو اُسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرا اور جو مبلغ کہ اوسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اوسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ھ یعنی ثالث کی موت قبل القسمة سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹہر گیا پہر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایہ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چارون مردے میت رابع ٹہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹہرا و علے ہذا القیاس اسلئے لا یتناہی پہر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھہ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا **وهذا علم العمل فلا تغفل** اور یہہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا سو اسمین غفلت نکیجو ھ شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہہ باب ہے مخارج مین ھ مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جاے خروج فروض ستہ اب اُن قاعدونکا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور مین تو اونکی مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہہ کسر وہ صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تقسیم حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پہر تصحیح کو پہر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین العددین کو پہر معرفت حصہ ہر فریق کو پہر تقسیم ترکہ کو بین الورثة والغرما **الفروض المذکورة فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرجه کل کسر شیئه کالثمن من اثنین او بعیدا الا النصف فانه من شیئی** فرض چھے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اُس کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلتا ہے اربعہ سے سوا نصف کے کہ اوسکا مخرج اوسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ھ ہمنام سے مراد یہہ

ہی کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک ہین اور اسیطرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتہائی چار سے سوائے آدہے کے کہ وہ
ہمنام نہین ہے کیونکہ اوسکا مخرج دو ہی اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر
ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة و
السدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلی ہین ثلثہ سے اور
سدس ستہ سے ہم شدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسة ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدلگیا اور اسیطرح
دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے مین مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعيف والتنصيف فتقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه او تقول
النصف ونصفه ونصف نصفه فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہی کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکی دونے
کا دونا یا تو یون کہو کہ نصف اور اوسکا آدہا اور آدہے کا آدہا ہم اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیئے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا
کیجیئے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیئے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیئے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیئے تو ربع ہوتا ہی
اور ربع کو نصف کیجیئے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اوسکا سبب یہ ہے کہ
انہون نے ان فروض مین سے اوس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکہا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتی ہین
تو انہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹہرایا پہر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکہا کہ اوسمین سے بلاکسر
نکلتی ہین تو ان تینونکو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واخصر الكل ان تقول الربع والثلث ونصف كل وضعفه مین کہتا ہون اور جمیع فروض
مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہرایک کا نصف اور ہرایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے
نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء
فی المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج كل فرد منفرد سميه الا النصف کا ہی پہر جبکہ مسئلہ فرائض مین ان چہ فرضون سے ایک ایک فرض آئے
تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہمنام عدد ہے سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا
مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ واذا جاء مثنى او ثلث وهما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجا لجزء فذلك العدد
ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه كالستة هي مخرج السدس ولضعفه ولضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین
اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جزو کا مخرج ہے سو وہی عدد اوسکی دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنی چہہ سدس کا اور اوسکی دوچند
یعنی ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنی ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض مجتمعہ ایک نوع سے ہون
چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہ ہی کہ اکثر کا مخرج
اقل مین موجود ہی بلاکسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہ سدس کی مخرج مین یعنی ستہ مین موجود ہے
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بكل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضه
فاذا كان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس كزوج وشقيقتين واختين لام وام فمن ستة لتركبها من ضرب اثنين فی ثلثة
پہر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین
اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چہہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب
کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہی ہم یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو
فرائض شریفی مین اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنونکو وارث چہوڑا اور اختلاط نصف کا

فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہون او اختلط الربع من النوع الاول بكل الثاني او ببعضه فاذا كان في المسئلة زوجة وممن ذكر فهي من اثني عشر لتركبها من ضرب الاربعة في ثلثة لموافقتها بالنصف یا مخلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ توجبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اوسکا بارہ ہی بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھہ کو چار کے ساتھہ توافق بالنصف ہی ہم اشخاص مذکورین سی مراد وہ لوگ ہین جو شمار کئے اختلاط نصف کے ساتھہ بیان کئے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سی اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد ما دری سی ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہی اسواسطے کہ چھہ تمام نوع ثانی کا مخرج ہے پھر چھہ نے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھہ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھہ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثاني واما بكله فغير منصور الا على رأي ابن مسعود او في الوصايا فليحفظ فهي من اربعة وعشرين یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھہ تو اوسکا مخرج ۲۴ سی ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم ابن مسعود رضہ کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سی ثمن کیطرف اور ہمارے مذہب مین یہہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہی یا اوسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہو چکی ثلث سی سدس کیطرف اور اسکی اولاد تو جمیع ثلث سی محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھہ ہوگا نہ ثلث کے ساتھہ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت ۲۴ کو اتم کیطرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصرا كزوجة وبنتين وام لتركبها من ضرب الثمانية في ثلثة لما قدمنا من موافقة الستة بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھہ کی ضرب کرنیسے تین مین اسوجہ سی جو ہم مذکور کر چکے کہ چھہ مین توافق بالنصف ہی ہم بیان اوسکا یہہ ہی کہ اقل جزو ثانی کا مخرج چھہ ہے اور اوسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھہ مین اور آٹھہ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھہ مین یا آٹھہ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا يجتمع اكثر من اربعة فروض في مسئلة واحدة اور ایک مسئلے مین چار فرضون سی زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہہ اعتراض ہے کہ گاہی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور گاہے چھہ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھہ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایکمرد نے دعوی کیا کہ یہہ میری زوجہ ہے اور ایکعورت نے اوسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہہ ہی کہ اوسمین سدس مکرر ہوگیا اور کلام ہی فروض غیر مکررہ

مین اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہی اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابها اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولاینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ واقع نہین ہوتی ہم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح سہام لئے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثون کے سہام پورے ہون کسیکا سہم تہائی چوتہائی نہو اور تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدون کیطرف حاجت ہے اور تین سے تین قاعدے توما بین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ مسمی باستقامت ہے وہ یہہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر منقسم ہو جاوین بدون کسر پڑنیکے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنی چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہوگئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن اونکے سہام اور رؤس مین موافقت ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن اونکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہو تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوجہ اور دو بھائی یا زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتہا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدونکو ذکر کریگا اور استقامت کو اوسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے دقت طلب نہین اور یہہ پچھلے چار دن قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جن مسائل مین دو گروہ ورثہ پر انکسار واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی ملخصاً

وَاِذَا انْكَسَرَ سِهَامُ كُلِّ فَرِيقٍ عَلَيْهِمْ فَضَرَبَ عَدَدَهُمْ فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا اِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَامْرَأَةٍ وَاَخَوَيْنِ لِلْمَرْأَةِ الرُّبُعُ يَبْقَى لَهُمَا ثَلٰثَةٌ لَا تَسْتَقِيمُ وَلَا تُوَافِقُ فَاضْرِبْ اِثْنَيْنِ فِي اَرْبَعَةٍ فَتَصِحُّ مِنْ ثَمَانِيَةٍ

اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ پھوٹ جاوین تو اونکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیو پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بہی نسبت نہین تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار مین یعنی اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھہ سے صحیح ہوگا م یہہ مثال ہی مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اوسکی ثلثین یعنی چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور یہان فقط بہنون کے سہام اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس یعنی چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہم نے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنی سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہی منجملہ تین قاعدون کے

وَاِنْ وَافَقَ سِهَامُهُمْ عَدَدَهُمْ ضَرَبْتَ وَفْقَ عَدَدِهِمْ فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا كَامْرَأَةٍ وَسِتِّ اِخْوَةٍ فَلَهُمْ ثَلٰثَةٌ تُوَافِقُهُمْ بِالثُّلُثِ فَاضْرِبْ اِثْنَيْنِ فِي اَرْبَعَةٍ فَتَصِحُّ مِنْ ثَمَانِيَةٍ اَيْضًا

اور اگر وارثون کے سہام مین اور اونکے عدد رؤس مین توافق ہو تو اونکے عدد وسکے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کر ہی اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین ضرب کر ہی چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنی چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھہ سے صحیح ہوگا م یہہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنی آٹھہ سہم تو مسئلے نے عول کیا

بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ فقط اونکے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو چھے اونکے رؤس کا نصف کیطرف پھیرا یعنے تین کیطرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوجہ کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اوسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوجہ کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اوسمین سے چار سہم کا تھا اوسکو اوسی مضروب مین یعنی تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تہا اوسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور یہ اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہونگے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفیہ فَاِذَا انْکَسَرَ سِہَامُ فَرِیْقَیْنِ اَو اَکْثَرَ وَعَدَدُ رُؤُسِھِمْ مُتَمَاثِلَۃٌ ضُرِبَتْ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ وَعَوْلِہَا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہون اور وارثون کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایکعدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اوسکے عول مین یعنی اگر عول نہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اوسکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اوسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اوس سے زیادہ انکسار کی یہہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کَثَلٰثِ بَنَاتٍ وَثَلٰثَۃِ اَعْمَامٍ فَتَکْتَفِیْ بِاَحَدِ الْمُتَمَاثِلَیْنِ فَاضْرِبْ ثَلٰثَۃً فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ لِکَیْ تِسْعَۃٍ مِنْہَا تَصِحُّ چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اوسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور دونون ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تہا اوسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیونکو دو دو پہنچے اور اعمام کا حصہ ایک تہا اوسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہنچا بلا انکسار وَاِنِ انْکَسَرَ عَلٰی ثَلٰثِ فِرَقٍ اَوْ اَرْبَعٍ فَاطْلُبِ الْمُشَارَکَۃَ اَوَّلًا بَیْنَ السِّہَامِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ بَیْنَ الْاَعْدَادِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ افْعَلْ کَمَا فَعَلْتَ فِی الْفَرِیْقَیْنِ فِی [illegible] خلۃ وَالْمُمَاثَلَۃِ وَالْمُوَافَقَۃِ وَالْمُبَایَنَۃِ فَمَا حَصَلَ یُسَمّٰی جُزْءَ السَّہْمِ فَاضْرِبْہُ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ اَشَارَ اِلَیْہِ بِقَوْلِہٖ وَاِنْ دَخَلَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ فِیْ بَعْضٍ کَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَیْ عَشَرَ عَمًّا ضُرِبَتْ اَکْثَرُ الْاَعْدَادِ لِتَدَاخُلِہَا فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ وَھُوَ اثْنَا عَشَرَ لِکَیْ مِائَۃٍ وَاَرْبَعَۃٍ وَاَرْبَعِیْنَ مِنْہَا تَصِحُّ اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے کیا ہے دو فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہوا اوسکا نام جزء سہم ہے اور اوسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اوسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کیطرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اونکے تداخل کے اصل مسئلے مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ ہے بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو اوپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو اونکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اوسمین بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو اونکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچونکا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دو تو نہین تباین ہے تو اونکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے

تو اسی بارہ کو اصل مسئلے مین کہ وہ بہی بارہ ہی ضرب کیا تو ۱۴۴ حاصل ہوئی اب تقسیم بلاکسر صحیح ہو گئی تتمہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق کی مانند عمل کیجئے فریقین مین تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہوچکے سوا اونکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحاوی

وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرۃ جدۃ وثمان عشرۃ بنتا وستۃ اعمام ضربت وفق احدها ای احد الاعداد فی جمیع الاخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وھو جزء السھم وھو فی مسئلتنا مائۃ وثمانون فی اصل المسئلۃ وھو ھنا اربعۃ وعشرون تحصل اربعۃ آلاف وثلثمائۃ وعشرون منہا تصح اور اگر بعض اعداد روس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چہہ چچا تو اعداد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اوسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام مین ضرب کرے پہر چوتھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پہر مجتمع کو جو مسمی بجزو سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہے اصل مسئلے مین جو یہان ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلاکسر صحیح ہو گی ھم اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ اونپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد روس مین تباین ہے تو تمام عدد روس کو ہمنے یاد رکہا اور اٹھارہ بیٹیونکی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور روس مین توافق بالنصف ہے تو نصف عدد روس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور روس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد روس کو یاد رکہا اور چہہ چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہین اور اوسمین اور اونکے عدد روس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد روس کو یاد رکہا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد روس محفوظہ سے چار اور چہہ اور نو اور پندرہ پہر ہمنے اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چہہ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون سے ایک کو اوسکے نصف کیطرف پہیرا اور اوسکو دوسرے مین ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور پندرہ مین بہی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پہر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین تین تہا اوسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیونکا حصہ سولہ تہا اوسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تہا اوسکو بہی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چچون کا حصہ ایک تہا اوسکو بہی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد روس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وستۃ جدات وعشر بنات وسبعۃ اعمام ضربت احدہا ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع فیحصل جزء السہم وھو ھنا الفان ومائتان وعشرون لتوافق رؤس البنات والجدات السہام بالنصف فاضربہا فی اصل المسئلۃ وھو ھنا اربعۃ وعشرون یحصل خمسۃ آلاف وثلثمائۃ واربعون ومنہا تستقیم اور اگر اعداد روس متباین ہون اور انکی جنس اونکی سہام پر منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو اعداد الاعداد کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزو سہم یعنی مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے روس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہی حاصل ہونگی پانچ ہزار اور ۴۰ اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ھم اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے روس اور سہام مین تباین ہے تو ہمنے اونکے عدد روس کو یعنی دو کو یاد رکہا اور چہہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے عدد روس اور عدد سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے عدد روس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکہا اور دس بیٹیونکا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے روس اور سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے نصف عدد روس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اونپر

مستقیم نہیں اور ایک میں او سات میں مباینت ہی تو ہمنے او نکے تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ [illegible] دو و دو تین اور پانچ اور سات حاصل ہو ہوا اور یہہ سب عدد متباین ہیں تو ہمنے [illegible] دو کو تین میں ضرب کیا چھہ حاصل ہو پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوا پھر ۳۰ کو سات میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے یہی عدد واخیر کا نام جزر سہم اور مضروب ہے پہر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلے یعنی [illegible] میں ضرب کیا تو مجموعہ [illegible] ہو گئے انہیں سے ہی مسئلہ صحیح ہو گیا سب ذی الفروض [illegible] اصل [illegible] دو [illegible] سہم تھے او سکو [illegible] میں یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۴۲۰ حاصل ہوئے تو ہر [illegible] کو او نمین سے ۲۱۰ سہم ملے اور چھہ [illegible] کا حصہ چار سہم کا تھا اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا [illegible] حاصل ہوئے [illegible] دادی کو [illegible] سہم ملے اور [illegible] بیٹیوں کے سہم سولہ تھے اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا [illegible] حاصل ہوئے [illegible] سہم [illegible] اور سات چچوں کا حصہ ایک سہم [illegible] بھی [illegible] مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوتے [illegible] سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا [illegible] سنے کہ حق [illegible] عبارت [illegible] کیونکہ عدد [illegible] ایک مبلغ [illegible] ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور [illegible] ثالث جزر سہم ہے [illegible] سوگیا [illegible] موافقت ہو [illegible] تو عدد [illegible] نصف [illegible] اور توافق [illegible] تباین کا قاعدہ [illegible] معرفة التماثل والتوافق [illegible] التداخل والتباين [illegible] هذه [illegible] الله الحكم اور [illegible] تباین [illegible] میں یعنی اعداد مختلف [illegible] وتماثل العددين [illegible] مساوياً لآخر [illegible] کا [illegible] چار کے میں [illegible] تین [illegible] ھم [illegible] درمیان [illegible] مساوات ہو گئے [illegible] الاقلهما الاكثر [illegible] العددين [illegible] قسمة [illegible] قسمه [illegible] [illegible] الذی [illegible] تو فنا کر دے یعنی [illegible] اقل یا اکثر [illegible] اسی طرح اگر تو سہ تین کو تین [illegible] اسے ایسے میں [illegible] اصل [illegible] کہ اگر مثل [illegible] مثال [illegible] ہو جاوے دوسری [illegible] شریف نے لکہا کہ یہہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارة کے ہے و توافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثر لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما اربعة فتوافقا بالربع اور توافق [illegible] اقل اور اکثر [illegible] عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھ [illegible] کہ ان دونوں کو چار فنا کر [illegible] تو [illegible] اور چار میں توافق [illegible] ہے ھم توافق [illegible] یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جز میں یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا میں معلوم کرنا چاہیئے اول صحیح میں واحد عدد میں داخل نہیں [illegible] عبارت ہے لیست منالعد عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیئے [illegible] میں [illegible] جواب میں [illegible] واحد بھی داخل [illegible] تو بیان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین [illegible] اقل اکثر کو نہ فنا کرے ولیکن [illegible] عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو ہر اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں [illegible] احد اور [illegible] متداخل میں بلکہ تباین ہو کذا فی الشریفی والطحطاوی لمتقطا و تباین العددين ان لا يعد العددين المختلفين معاً عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة [illegible] عدد دو کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

[illegible] [illegible]

[illegible] توافق یعنی [illegible] میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] شریفی [illegible]

عددین مختلفین کو ساتھ ہی [illegible] عدد واحد فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں
فنا دیتا اور [illegible] الا سیح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہیں بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی
تھی لہذا مصنف نے [illegible] وقال رحمه الله ومعرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقاط الاقل من الاكثر من
جانبين [illegible] اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر [illegible]
[illegible] کر یہاں تک کہ دونوں [illegible] ایک [illegible] متفق ہو جاویں ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا
[illegible] ایک کو دو بار تین [illegible] تو دس اور سات [illegible] جانبین سے [illegible] ہو گئی [illegible] یعنی ایک ہی باقی
[illegible] فان توافقا في واحد فلا وفق بينهما سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں ایک
[illegible] ان دونوں میں توافق نہیں وان اتفقا في اثنين فبالنصف اور اگر [illegible] مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو
[illegible] ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے [illegible] سات کو گرایا تو دو باقی رہیں گے اور [illegible] کو تین بار آٹھ سے گرایا تو بھی دو
باقی رہیں گے تو [illegible] عدد [illegible] متوافقین بالنصف [illegible] شریفی [illegible] موافق بالنصف یا توافق بالثلث ونظائر
[illegible] وفي ثلثة فبالثلث هكذا الى العشرة ويسمى الكسور المنطقة [illegible]
[illegible] بین ہم یعنی اگر [illegible] چنانچہ چار اور دس
[illegible] متوافقین بالثلث [illegible] چنانچہ آٹھ اور بارہ
[illegible] الربع [illegible] چنانچہ بارہ اور اٹھارہ [illegible] سات میں
بالسبع جیسے چودہ اور [illegible] چنانچہ [illegible] اور نو کے اندر [illegible] میں
[illegible] کہتے ہیں یعنی تعبیر [illegible] صاف [illegible] کسر
[illegible] نصف ثلث [illegible] تعبیر کرنا بدون اضافت اوسکی مخرج [illegible] چنانچہ [illegible] جزء
[illegible] جزء من احد عشر [illegible] کے سطر [illegible]
[illegible] خمسة عشر [illegible] ایک جزء میں متوافق [illegible]
[illegible] چنانچہ [illegible] کا مخرج ہے تو دونوں عدد
[illegible] میں متوافق ہیں [illegible] چنانچہ [illegible] ۲۶ میں اور تیرہ [illegible] میں
[illegible] موافق چنانچہ [illegible] المحیط والمخصا تمت [illegible] خلاصہ مقام یہ ہے کہ واضح ہو [illegible] اگر دو
[illegible] الا اگر اقل اکثر کو فنا کر دیتا ہے تو وہ [illegible] دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین میں اور
[illegible] مخرج [illegible] ثلث [illegible] تو وہ متباینین [illegible] تماثل تو
[illegible] یعنی [illegible] ہیں عدد [illegible] اقل ہے تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین
ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جائے [illegible] تا آنکہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا
مقسوم علیہ [illegible] دونوں کا فنا کرنے والا [illegible] باقی رہا ایک تو [illegible] متباینین [illegible] خلاصة الحساب واذا اردت معرفة نصيب كل فريق
كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح [illegible] فاضرب ما كان له اي لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في
السهم الذي ضربته في اصل المسئلة [illegible] فذلك العدد [illegible] اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی جیسے بنات اور جدات

او ر انعام [illegible] سہم کے اُس تصحیح سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے [illegible] ضرب کرو [illegible]
تو نے ضرب کیا ہو اصل مسئلے میں تو اُس فریق کا حصہ نکل آئیگا [illegible] مثلاً تباین کی مثال مذکور میں [illegible]
اصل مسئلے یعنی [illegible] جب تین کو ضرب کیا [illegible] میں تو [illegible] حاصل ہوئے تو معلوم ہوا [illegible] کا حصہ [illegible]
[illegible] نصیب بنات [illegible] اذا اردت معرفة نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق [illegible] سہام کل وارث فی جزء
السهم المضروب [illegible] پھر جسکو تو ارادہ کرے اُس فریق کے ہر [illegible] سہام کو جزء سہم مضروب پہ
ضرب کر [illegible] حصہ نکل آئیگا [illegible] تو مسئلہ مذکورہ میں تبائن [illegible] جدتین کا حصہ اصل [illegible] جب تین کو
دو [illegible] قسمت کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک [illegible] حاصل ہو [illegible]

[illegible]

بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے موارث کی قسمت پر چنانچہ حیدہ کی شرح سراجیہ مین یہہ مطلب بصراحت مذکور ہی ھ وجہ اسکی یہہ ہی کہ جب ترکہ پورا پورا ادای قرضہ
دیون مین لگ گیا باقی نرہا تو ارباب دیون مین اب قسمت کرنے کی کچھہ حاجت نرہی وارثون مین البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادای دیون مین کافی نہوا تو وارثون
کے لئے کچھہ باقی نرہا تو امین ورثہ کے قسمت بھی نہوگی حاشیہ عجم زادہ مین ہی بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہہ ہی کہ ہرگروہ کے افراد مین بالاختصاص قسمت
ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ کانَ بَیْنَ التَّرکَۃِ والتّصحیحِ مُماثلۃٌ فظاہرٌ ہے اگر ترکہ اور تصحیح مین مماثلت اور برابری ہی تو ظاہر ہی ھ
چنانچہ اگر میت نے مان اور باپ اور چار بیٹیونکو چھوڑا اور ترکہ چھہ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین مین مشترک ہی
اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلاوقت تقسیم ہوگیا او مُوافقۃٌ ضربتَ سِہامَ کلّ وارثٍ من التصحیح فی جمیعِ الترکۃِ کذا فی نسخ المتن
والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانّما یُضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح مین موافقت ہی تو ضرب کری تو ہر
وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ مین شارح نے کہا یہی عبارت ہی متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہی کہ سہام کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے اور تمام ترکہ مین تو ضرب کیجاتی ہی صرف مباینت کیوقت ھ سراجیہ وغیرہا کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین واضح کیکے چند محل
مین مذکور کیا ہی یہی ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت مین بھی جاری ہوتا ہی تو ضرب کی جاتی ہین ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ مین اور موافقت
کا دوسرا طریقہ وہ ہی جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہہ ہی کہ سہام ہر وارث کے ضرب کئے جاوین ترکہ کے وفق مین پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت
نصیب ہوگا اوس وارث کا اور مداخلت شرایہ ہی موافقت کے اس طریقہ مین تو تجکو اختیار ہی اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت مین تباین کا طریقہ اختیار
کرے اور چاہی ہر تین اور دو کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہی اور مباینت کیصورت کا بیان یہہ ہی کہ ایک عورت اپنا زوج اور مان اور دو سگی
بہنین چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھہ سے ہی اور عول کریگا آٹھہ کی طرف تو زوج کا تین سہم تین ہر اور مان کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم
اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھہ مین تباین ہے ہر تونے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ مین ضرب
کیا پچہتر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھہ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی تین ثمن خارج ہوگئے تو یہہ حصہ ہی زوج کا اس ترکہ سے اور مان کے
نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ مین ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگی پھر جب اونکو آٹھہ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو
یہہ حصہ ہی مان کا ترکہ سے اور ہر بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ مین ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگی پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا چھہ اشرفیان اور ۱/۴ اشرفی خارج
ہوئی سو یہہ حصہ ہی ہر بہن کا مسئلہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ مین ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجئے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان
فرض کیجئے تو تصحیح اور ترکہ مین تداخل ہی اور ان دونون صورتون مین تجکو اختیار ہی چاہی مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ مین کسر ہو تو اوسمین ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک
جنس ہو جاوے اور بسط کا طریقہ یہہ ہی کہ صحیح کو مخرج کسر مین ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکور کو زیادہ کر دے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہی مخرج
کسر مین ضرب کرے پھر دونون حاصل مین ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اوس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ
مین ۲۵ اشرفیون اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئین پھر
تصحیح یعنی آٹھہ کو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئی پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھہ سے ۷۶ مین ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ
ہوگا اوس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہی اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وھٰذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت
کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہی وتعمل کذٰلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منھم اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین
ھ یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ مین ضرب کرے تین صورتون تباین اور توافق اور تداخل مین اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا
ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ مین تجکو معلوم ہو چکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل مین وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب گذر چکا مصنف نے

حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود بالذات تھا
وَاَمَّا قَضَاءُ الدُّيُونِ لَوْ وَفٰى بِهَا اور ادا ہی دیون کی تو یہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے **وَاِنْ لَمْ يَفِ وَتَعَدَّدَ الْغُرَمَاءُ**
اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ہم یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا **يُجْعَلُ مَجْمُوعُ الدُّيُونِ**
كَالتَّصْحِيحِ لِلْمَسْئَلَةِ وَيُنَزَّلُ كُلُّ دَيْنٍ لِغَرِيمٍ كَسِهَامِ وَارِثٍ وَيُعْمَلُ كَمَا مَرَّ درصورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اوتار ہی تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے
اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دیوے اور وہ عمل کرے جو قسمت میں ہو چکا ہے یعنی عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مر گیا
نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑکر اور اوسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ
کے قرار دیا اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کرے سو اگر وہ تونین توافق ہو جیسا یہہ صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی
والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے سو پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ اوسکا حصہ ہوا
نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
ہوئے تین سو یہہ پانچ اشرفیوں والیکا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں آٹھ اشرفیاں ہوں تو ترکہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو
ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کرا اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کرے سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو نو
میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے
دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۴۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں
اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اس صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق
بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل
کو خمس تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کے دین کو
بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی غنیاب
ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی
وَالثَّالِثُ فِي التَّخَارُجِ یعنی تیسری فصل مسئلہ التخارج میں ہے مصنف نے بیان کیا مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم
صلح کرلیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض کسی ایسے چیز کے کہ اسکے حصے کے تئیں اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو
اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ بہہ نداد ہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اوسکے وارثوں
نے اس عورت سے صلح کرلی اوسکے ربع ثمن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اوسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ
اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف بِللّٰہ تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل
ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھہ مضایقہ نہیں مگر بشرط اداے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ**
یعنی نیک مال نیکمرد کیواسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی **فَقَالَ وَمَنْ صَالَحَ مِنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ عَلٰى شَيْءٍ مَعْلُومٍ مِنْهَا طُرِحَ سِهَامُهُ مِنَ التَّصْحِيحِ**
وَجُعِلَ كَاَنَّهُ اسْتَوْفٰى نَصِيْبَهٗ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اوس وارث کے سہام یا
اوس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ بہر پایا ہے یعنی مع وجود مصالح بین الورثہ اوس مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر
اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا شے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ

اُس سے صلح درست ہو ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کہ پس ولم وعمم پر قسمت کیا جاوے باقی تسیم یا دیون سے
اونکے سہام جو باقی رہین وارثون مین سے تو صحیح ہو گئے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور مان اور چچا وارث ہین تو مسئلہ وجود زوج کے چھ سے ہے اور یہ تصحیح
ہے وارثون پر دمین سے زوج کے سہام تین ہین اور مان کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر فخرج من البین فاطرح
سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون
سہمان للام وسہم للعم پہر زوج نے صلح کرلی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اوسپر جو اسکی زوجہ پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثون کے درمیان
سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے مان اور چچا مین تین تہائی کرکے بقدر اونکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کردو اور اس
وقت مین دو سہم مان کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا ہوا ھم یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہین زوج کے خارج ہو جانے سے
سہام باقی ورثہ مین کچھ فرق اور تغیر واقع نہین ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی
اور یہ جائز نہین کہ زوج کو یون قرار دیجیے کہ گویا کہ وہ تھا ہی نہین تاکہ مان کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کیطرف بدل نجاوے ھم
اصل مال چھ سہم تھے اوسکی تہائی دو سہم ہین اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہین گے اونکی تہائی ایک سہم
ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ
المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع
اس لئے کہ اس وقت مین یعنی باقی مال کی قسمت مین مان کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور یہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے مین
کہتا ہون اور یہی قول یعنی زوج کو نابود فرض کرنا نہ ہوا اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہ نے غلط کی ہے
بموجب اُن کتابون کے نسخون کے جو میرے پاس موجود ہین اسلئے کہ ان دونون مصنفون نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے مان کا ایک سہم
اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے ھم اور یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ اسکا حصہ مختلف
ہوتا ہو یعنی اسکے ادخال اور اخراج [illegible] اور جبکہ حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہین ہے کیونکہ
مان کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہین دونون تقدیر مین اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ ہی ہوگا پہر جبکہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم
[illegible] ادا باقی رہا پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور مان مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس مان کے
اور اگر یون فرض کیجیے کہ [illegible] صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پہر جب مان کے دو سہم ساقط کرکے چار باقی رہے تو باقی
[illegible] حصے ہونگے [illegible] زوج کے اور ایک چچا کا انتہی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرح الکنز وقولہ فاجعل
کان لم یکن فیہ نظر ہو ذکرہ المحشی بتقدیم علامہ قطب الدین محمد سلطان نے شرح کنز مین کہا اور مان کا یہ قول کہ زوج کو یون قرار دے کہ وہ گویا
نہ تھا اس قول مین اعتراض ہے پہر شاید کہ محشی نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کرلے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین
ابن الشیخ علی الحصکفی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ قد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام
احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصنی کا
[illegible] الحنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پہر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخون شہر محرم الحرام سن
ایکہزار اکہتر ہجری مین ہجرت والی رسول پر جو بہتر درود اور سلام ھم قاموس مین ہے کہ حصن ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہین مین سے کسی موضع کیطرف منسوب
ہو [illegible] اور مفتی مین احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے وقد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ مین نے اس شرح کی تلخیص اور
[illegible] مین بہت مبالغہ کیا ہے ھم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ مین کہا کہ ایجاز

اختصار یعنی واحد مین یعنی اقلال لفظ مع توضیح المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اخلال بالمعانی والقاء معانی باختصار اکثیر اسماء التفصیل و قیل غیر ذلک قاموس مین ہو کہ تحریر کتاب عبارت ہے

اوسکی تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اوسکی اعتاق سے اور تنقیح شعر عبارت ہے اوسکی تہذیب سے کذا فی الطحاوی مختصراً علامہ حموی نے شرح اشباہ مین کہا تحریر

کلام عبارت ہے بیان بالکتابہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع مین مگر شرح تلخیص مفتاح مین علامہ مذکور نے

کہا ہے کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہی نے الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ مین نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت

تنقیح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول عنہا کیطرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لاوے اور شارح کے کمال کا معتقد ہو جاوے کوئی کمی نہین کرتا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء

وتبعت للمصنف مع فی تغییرہ لمواضع کثیرۃ من متنہ وتصحیحہ ونبہت علیہ غالباً علی مواضع سہوہ اخر وبالجملۃ فالسلامۃ من ہذا الخطر امر یعز

على البشر فستر الله من سترہ وعفر لمن عفرہ اور مین نے پیروی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدلڈالنے مین اور اسکی تصحیح مین اور مین نے اسپر اکثر مواضع مین آگاہ کر دیا ہے اور بعضے

مواضع مین مصنف کی سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر متن مین نے عزیز کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کی سہو اور خطا

سے وہ امر ہے جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالی پردہ پوشی کرے اوسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اوسکو جو اوسکی خطا معاف کرے ہم یعنی

انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف مین امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہین اسلئے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول ناس ؎

وان تجد عیبا فسد الخللا جل من لا فیہ عیب وعلا اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنی ظاہر نکر تو بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جسمین عیب اور زوال

نہین ہم یعنی اگر اکابر کے کلام مین کچھ سہو اور وہم کو تو پاوے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سوا حضرت معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کے نقصانات میں ہیں

نہین اور جو بالکل عیب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے جل و علا کیف لا وقد تشعبت فی قلبی من نار البعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد

ما اطفئت الاکباد کیونکر بھول چوک سہو اور البتہ نہ ہو در المختار کو مسودہ کیا اور اوراق سادہ مین صاف کیا اس حالت مین جبکہ میری دلمین آتش جدائی بلاد اور اولاد اور بھائیون

اور ناتی پوتون کا اسقدر کہ بجھ گئی تھی جگرون کو جلا دیا تھا فرحم اللہ التفتازانی حیث اعتذر بنحو ہذا حیث قال نظما ؎ یوما بحزوی ویوما بالعقیق وبال

عذیب یوما ویوما بالخلیصاء سو رحمت کرے اللہ تعالی ملا سعد الدین تفتازانی پر جہان انہون نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح مین ہجوم ہموم اور تشتت احوال کا عذر بیان کیا ہے

اور خوب کہا ہے نظم مین کہ ایکدن حزوی مین اور ایکدن عقیق مین اور کسیدن عذیب مین اور کسیدن خلیصا مین ہم عذری اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیونکے

نام مین یعنی جو شخص مبتلائے حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اوس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریحاً معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن مین تفتازانی

کے حال کی مانند تھا لہذا انہی کلام کو اپنے اعتذار مین نقل کیا اور انکے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولا وآخرا ظاہرا وباطنا فلقد من علی بایتمامہ بجاہ

وجیہ صاحب الرسالۃ والقدر المنیف وتجاہ قبر صاحب ہذا اللقب الشریف فلعلہ علامۃ القبول منہم والتشریف لیکن ستائش اور شکر ہے خدا کو اول

اور آخر مین اور ظاہر اور باطن مین سو البتہ ادسنے احسان کیا انتہا تبییض در المختار کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کو کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور سبب ختم

ہونے اس کتاب کو مقابل قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہو انکی قبول اور تشریف کی ہم یعنی مدینہ طیبہ مین جوار روضہ مقدسہ کی نقل سودہ کی

ابتدا ہوا اور غزہ ہاشم مین اوس کی قبر کے سامنے ختم ہوا ظاہر انشانی سے مقبولیت کی دال مولفہ ؎ فیا شرفی ان کنت بی قبلتہ + وان کان کل الناس ردوہ

عن حسد + کہا اس کتاب کے مولف نے تو ای میری شرف حاضر ہو اگر تو نے اے میری پرورش کرنیوالے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اوسکو حسد سے رد کرین

؎ فتقبلنی مع ماتن واساتذ + وتحشرنا جمعا مع المصطفی احمد مقبول کیجیو مجکو اون اور استادون کے ساتھ اور ہمارا سبکا حشر کیجیو محمد مصطفی کے

ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ؎ واخواننا المسدی لنا الخیر دائما + ووالدنا اذ لنا طالب الرشد اور الہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیو نکا جو

ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہنچاتے ہین اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہماری استقامت دینی کا +

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی ونعم النصیر

اور مجھے جتنا کاملی اور کیا اچھا رسانہ ہوا اور یاد نہین خدا کی معیت سے اور نہ طاقت اسکی طاقت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور یہ کیا اچھا قلم سے لکھا کیا اچھا مددگار +

خاتمۃ الطبع

حامداً و مصلیاً و مسلماً فقیر سراپا تقصیر محمد احسن صدیقی ارباب شریعت اور اہل علم کیخدمت مین عرض کرتا ہے کہ شہر محرم الحرام ۱۲۸۵ ہجری نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام مین یہہ جلد چہارم کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی اسکے مترجم مولوی خرم علی صاحب بلہوری مرحوم نے اسکے ترجمہ مین کمال محنت و جانفشانی کی ہے جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ہر جلد کے اخیر یا شروع مین مترجم مرحوم نے ایک عبارت عربی جس سے شروع ترجمہ اور اسکی اختتام کی تاریخ معلوم ہو لکھی ہی چنانچہ ہم اسکا ترجمہ کئے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ کتنی مدت مین یہہ ذخیرہ بعنایت فکر مترجم سے نمود ہوا اس جلد کے آخر مین مترجم مرحوم نے یہہ لکھا ہے کہ اس جلد کا ترجمہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۶۳ کو شروع ہوا اور ۲۷ رجب ۱۲۷۰ روز یکشنبہ کو تمام ہوا جسکی کل مدت چھہ برس اور آٹھہ مہینے ہوئی اور تیسری جلد کتاب الصوم کے شروع مین یہہ لکھا ہے کہ شروع ترجمہ چوتھی ذیقعدہ ۱۲۶۰ کو ہوا اور اختتام ذیقعدہ ۱۲۶۳ مین جسکی مدت پوری تین سال ہوئی اور دوسری جلد کے شروع مین لکھا ہے کہ ابتداء ترجمہ کتاب النکاح سے ۲ ربیع الثانی ۱۲۵۸ مین ہوا اور اس جلد کے آخر مین یہہ عبارت اردو بخط مترجم حرف بحرف مرقوم ہے ہزار ہزار شکر قادر کریم کارساز کو جسکی توفیق سے در مختار کے نصف اول کا ترجمہ ذیقعدہ کی چوتھی تاریخ ۱۲۶۰ ہجری مین مجھہ سے عاجز قلیل البضاعت کے ہاتھہ پر تمام ہوا اب اس کریم ذرہ نواز کی جناب اقدس مین یہہ دعا ہے کہ بعافیت اسیطرح نصف اخیر کا بھی ترجمہ میرے ہاتھہ سے تمام کرا دے اور تمام کتاب کو مقبول فرما کر سبب ہدایت ٹھہرا دے آمین — اس حساب سے ترجمہ جلد دوم کی مدت دو سال اور سات مہینے ہوئی اور جلد اول کے شروع مین مرقوم ہے کہ دوسری محرم الحرام ۱۲۷۱ کو مین نے ترجمہ شروع کیا اسکو مترجم مرحوم تمام نکرنے پائے تھے کہ خود راہگرای عالم بقا ہوئے اور چونکہ کتاب الحج کو کتاب النکاح تک کا ترجمہ بھی مترجم مرحوم کا لکھا ہوا موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ رجب ۱۲۷۱ آخر ذی الحجہ ۱۲۷۱ تک یہہ ترجمہ ہوا ہوگا جسکی مدت پانچ مہینے ہوتے ہین اور غالباً شروع سے باب الاذان تک چار مہینے سے کم مین ترجمہ نہوا ہو گا پس کل مدت ترجمہ کی تیرہ برس ہوئی اور باب الاذان سے کتاب الحج تک کا ترجمہ اس عاجز نے مدت چھہ مہینے مین کیا تو ساری کتاب کا ترجمہ ساڑھے تیرہ برس مین ہوا ہرچند مین نے اس کتاب کی تصحیح اور تحشیہ مین بہت خون جگر کھایا ہے مگر فن طبع سے واقفکارون پر ظاہر ہے کہ بعض اغلاط اس قسم کی ہو جاتی ہین کہ اسمین مصحح کا کچھہ اختیار نہین ہوتا اور باوجود اسکے مین اپنی بے بضاعتی اور اس فن سے نابلدی پر معترف ہون نظر برین اگر ناظرین با انصاف کہین غلطی پائین تو تصحیح فرما کر عاجز کو دعاء خیر سے یاد کرین

ہوش گر بخطائی رسی و طعنہ مزن ✚ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ✚

ترتیب طبع اس کتاب کی اسطور پر ہوئی کہ سب سے اول جلد چوتھی طبع ہوئی اور اسکے بعد تیسری اور اسکے بعد دوسری اور سب سے پیچھے اول چنانچہ ہر جلد کے خاتمہ پر اسکی تمامی طبع کا مہینا لکھہ دیا گیا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ✚

اب قطعات تاریخ اتمام یہہ ناظرین ہین

قطعہ تاریخ در فارسی از مصحح

رشک گلزار چو گردید ز طبع این نسخہ	سال ختمش ز رہِ فکر بجستم پیہم
از دلِ غیب ندا داد سروشم ناگاہ	پے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

ایضاً در اردو

جب ہوئی چھاپ یہہ کتاب مطبوع	ہر رنگ بہار تازہ گلشن
پایا بر حسن سی حسن طبع	خرم ہے یہ یادگار حسن

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر بدایع نگار خوش طبیعت میر ہدایت علی صاحب متخلص بہ ہدایت بریلوی

اہتمام مولوی صاحب سی جب	مسئلے آسان و مشکل چھپ گئے
سال یہہ دل سے ہدایت کی ملا	دین اعظم کے مسائل چھپ گئے